CERTIFICATE

Certified that Mr. RAHIM BAKHSH SHAHEEN S/O TAJ-UD-DIN has carried out research on the Topic "MAKATEEB-E-IQBAL KA TANQIDI JAIZA" under my supervision and that his work is original and distinct and his dissertation is worthy of presentation to the University of Sind for award of the degree of Doctor of Philosophy.

(Dr. Najmul Islam) 24.5.1987.
SUPERVISOR

مکاتیبِ اقبال

کا

تنقیدی جائزہ

مقالہ برائے : پی ایچ-ڈی (اردو)

از رحیم بخش شاہین

زیرِ نگرانی : ڈاکٹر نجم الاسلام شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترتیب

۱۰ - مقالہ میں مذکور آیات ، احادیث اور اقوال کی فہرست جن کی عبارت کی تکمیل یا درستی کی گئی ہے ۔ ماخذ کی نشاندہی اور اردو ترجمۂ عبارت درج کیا گیا ہے ۔

۱۱ - مقالہ میں مذکور علامہ اقبال کے اشعار کی فہرست جن کے حوالوں کی نشاندہی کی گئی ہے ۔

۱۲ - مقالہ میں مذکور دیگر شعراء کے اشعار کی فہرست جن کی تکمیل یا درستی کی گئی ہے اور متعلقہ شعراء کے مجموعہ ہائے کلام کے حوالوں کا اندراج کیا گیا ہے ۔

۱۳ - مقالہ میں شامل مکاتیب کی فہرست جن کی تاریخ کا تعین کیا گیا ہے ۔

۱۴ - مقالہ میں شامل مکاتیب کی فہرست جن کا مقام تحریر متعین کیا گیا ہے ۔

۱۵ - مقالہ میں شامل مکاتیب کی فہرست جن کے ماخذ کی چھان بین کی گئی ہے ۔

۱۶ - مقالہ میں شامل مکاتیب کی فہرست جن کے مکتوب الیہم کا تعین کیا گیا ہے ۔

۱۷ - علامہ اقبال کی شخصیت ، سوانح اور افکار کے بارے میں مقالہ میں شامل مکاتیب سے حاصل ہونے والی چند مفید معلومات کا مختصر تذکرہ

o کتابیات : (ا) اردو ، فارسی اور عربی کتب

(ب) انگریزی کتب

(ج) رسائل

(د) اخبارات

(ہ) مکاتیب بنام راقم

پیش لفظ

اردو مکتوب نگاری کی تاریخ میں علامہ محمد اقبال (۹ نومبر ۱۸۷۷ء - ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء) کے مکاتیب کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی چند وجوہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ان کے خطوط کی مدت ۳۹ سال پر پھیلی ہوئی ہے، یہ مدت اردو کے دوسرے بڑے مکتوب نگاروں مولانا ابوالکلام آزاد (وفات ۱۹۵۸ء) اور سر سید احمد خان (وفات ۱۸۹۸ء) کے لحاظ سے زیادہ ہے، ان دونوں کی مکتوب نگاری کی مدت بالترتیب ۵۷ سال اور ۵۹ سال ہے، یہاں مرزا غالب (وفات ۱۸۶۹ء) کی اردو مکتوب نگاری کی مدت کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو ۲۱ سال بنتی ہے، اس اعتبار سے ان کا شمار اقبال سے دوسرے نمبر پر ہوتا ہے۔

(۲) اقبال کے مکاتیب کے پندرہ (۱۵) مجموعے اب تک منظر عام پر آچکے ہیں، آخری مجموعہ "مظلوم اقبال" کے نام سے ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا ہے جبکہ اردو، انگریزی، عربی، فارسی اور جرمن زبان میں اقبال کے معلوم مکاتیب کی کل تعداد کوئی پندرہ سو (۱۵۰۰) بنتی ہے، ان میں سے ۱۳۹۱ مکاتیب مختلف مجموعوں اور کتابوں میں چھپ چکے ہیں اور ان مکاتیب میں سب سے زیادہ تعداد اردو مکاتیب کی ہے، اس بنا پر علامہ اقبال اردو کے تمام مکتوب نگاروں سے آگے ہیں۔

(۳) مرزا غالب اور مولانا شبلی نعمانی (وفات ۱۹۱۴ء) کے مکاتیب اُن کی شخصی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں اُن کے بعد علامہ اقبال کے مکاتیب اس بنا پر اہم نظر آتے ہیں کہ ان میں ایک ایسی شخصیت اپنے جملہ پہلوؤں کے ساتھ حقیقتاً نظر آتی ہے جس نے ادب، فلسفہ، مذہب اور سیاست کی دنیا میں انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔

ان حقائق کے باوجود اقبال کے مکاتیب کو کما حقہٗ اہمیت نہیں دی گئی اور ان سے اقبال کی شخصیت، شاعری اور فکر کو سمجھنے میں مدد نہیں لی گئی۔ یہ درست ہے کہ اقبال کی دیگر تصانیف کے مقابلے میں ان کے مکاتیب ثانوی حیثیت رکھتے ہیں لیکن یہ امر مسلّم ہے کہ ان کی مدد کے بغیر نہ تو اقبال کی مستند سوانح مرتب ہو سکتی ہیں اور نہ ان کی شاعری اور افکار کا مطالعہ نتیجہ خیز ثابت ہو سکتا ہے، مکاتیب کے مطالعے سے اقبال کی دیگر شعری و نثری تصانیف کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے اور ان تصانیف کے اہم نکات تک بھی ہماری رسائی ہوتی ہے۔

مکاتیب اقبال کے مرتبین اور مؤلفین اگر اس بنیادی حقیقت کو پیش نظر رکھتے تو آج بطور مجموعے بہتر صورت میں ہمارے سامنے ہوتے اور ہم ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکتے تھے لیکن چند در چند وجوہ کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا، ان مجموعوں میں عام طور پر نہ تو متن کی صحت کا اہتمام کیا گیا ہے اور نہ مشکل مقامات کی تنقید و توضیح کا حق ادا کرنے کی سعی کی گئی ہے، اس بنا پر اقبالیات پر کام کرنے والوں نے مکاتیب اقبال کے تنقیدی جائزے، تحقیقی مطالعے اور بہتر ترتیب و تدوین کی ضرورت پر بہت زور دیا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ ضرورت بڑھتی جا رہی ہے، اس ضرورت کے پیش نظر راقم الحروف نے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے کے لیے "مکاتیب اقبال کا تنقیدی جائزہ" کا موضوع منتخب کیا ہے۔ یہ موضوع اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے، اس لیے میں نے اپنی کاوش کی حدود کو مندرجہ ذیل امور تک محدود کر دیا ہے:

(۱) جن مکاتیب کی تاریخ تحریر کا تعین نہیں ہوا، حتی الامکان ان کی تاریخ متعین کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۲) جن مکاتیب کے مقام تحریر کا پتہ نہیں چلتا، ان کے مقام تحریر کا سراغ لگانے کی سعی کی جائے۔

(۳) بعض مکاتیب کے مکتوب الیہم کی تعیین میں مغالطہ ہوا ہے، ان کے اصل مکتوب الیہم کا تعین کیا جائے۔

(۴) یہ دیکھا جائے کہ کوئی مکتوب کہاں کہاں شائع ہوا ہے؟ مرتب مجموعہ یا مؤلف کتاب نے کون سا متن اختیار کیا ہے؟ اس سلسلے میں اصل مکتوب یا نقل کی نشاندہی بھی کی جائے۔

(۵) ایک ہی مکتوب کے دستیاب ہونے والے مختلف متون میں فرق و اختلاف واضح کیا جائے اور جن مکاتیب کے اصل یا جن کی عکسی نقول موجود ہیں ان سے موازنہ کر کے متن کو درست کیا جائے۔ اس ضمن میں املا، نقل، کتابت اور طباعت کی غلطیاں بھی بتائی جائیں۔

(۶) اقبال نے اپنے مکاتیب میں جابجا اپنے اشعار نقل کیے ہیں۔ اس طرح مکاتیب کی تاریخ تحریر کی مدد سے ان اشعار کے زمانۂ تخلیق کا تعین کیا جا سکتا ہے اور یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اقبال نے یہ اشعار اپنے شعری مجموعوں میں شامل کیے یا نہیں؟

(۷) اقبال نے مکاتیب میں مختلف کتابوں، مضمونوں، شعروں، علمی نکتوں اور حکیمانہ مقولوں کا حوالہ دیا ہے۔ ان مقامات کی مختصر اور جامع توضیح کی جائے تاکہ مکتوب کا مفہوم واضح ہو سکے اور اس ضمن میں پیدا ہونے والی تردد آمیز الجھنوں کی درستی کی جا سکے۔

(۸) اقبال کے مکاتیب میں ان کے شخصی احوال اور عصری واقعات کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ سوانحی نقطۂ نظر سے اس تذکرہ کی بڑی اہمیت ہے لیکن کئی مقامات پر اختصار کی وجہ سے بات سمجھنا مشکل ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان احوال و واقعات کی توضیح کی جائے۔

(۹) جہاں کسی مکتوب کے پس منظر کا جاننا ضروری ہو وہاں پس منظر کا اندراج کر کے مکتوب کی تفہیم میں سہولت پیدا کی جائے۔

(۱۰) اقبال کے مکتوب الیہم میں بہت سی شخصیتوں کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہیں، اور زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ان حالات کی فراہمی دشوار تر ہوتی چلی جا رہی ہے، لہٰذا ان مکتوب الیہم کے مختصر اور جامع تعارف کا اہتمام کیا جائے اور اقبال کے ساتھ مکتوب الیہم کے تعلق کی نوعیت اور سطح پر روشنی ڈالی جائے۔

اس کام کے لئے میں نے اقبال کے وسیع ذخیرۂ مکاتیب میں سے ایسے ۲۵۲ مکاتیب کا انتخاب کیا ہے جو

(ا) اردو میں لکھے گئے ہیں اور کسی دوسری زبان سے ترجمہ شدہ نہیں ہیں۔

(ب) سوانحی یا فکری لحاظ سے اہمیت رکھتے ہیں۔

(ج) مکمل صورت میں ہیں، تعارفی سند یا کسی کتاب کی توصیف وغیرہ کی صورت میں نہیں ہیں۔

ان مکاتیب میں پہلا مکتوب ۲۸ فروری ۱۸۹۹ء کا ہے اور آخری ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کا ہے۔ انتخاب مکاتیب کے سلسلے میں میں نے مندرجہ ذیل مطبوعہ مجموعوں کو پیش نظر رکھا ہے:

(۱) شاد اقبال، ڈاکٹر محی الدین قادری زور	۱۹۴۲ء
(۲) اقبال نامہ، اول، شیخ عطاء اللہ ایم اے	۱۹۴۴ء
(۳) اقبال نامہ، دوم، شیخ عطاء اللہ ایم اے	۱۹۵۱ء
(۴) مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خان، بزم اقبال لاہور	۱۹۵۴ء
(۵) مکتوبات اقبال بنام سید نذیر نیازی، سید نذیر نیازی	۱۹۵۷ء
(۶) انوار اقبال، بشیر احمد ڈار	۱۹۶۷ء

اور ان میں ضروری مباحث جن کے بغیر ان خطوں کا سمجھنا [illegible] ان دشواریوں سے بہرہ مند [illegible] جو اس کام کے لئے بے حد ضروری ہے۔

رحیم بخش شاہین
شعبۂ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج
اصغر مال، راولپنڈی

(۷) اقبال نے مکاتیب میں مختلف کتابوں، مضمونوں، مشوروں، علمی نکتوں اور حکیمانہ مقولوں کا حوالہ دیا ہے۔ ان مقامات کی مختصر اور جامع توضیح کی جائے تاکہ مکتوب کا مفہوم واضح ہو سکے اور اس ضمن میں ہر نوع کی فروگزاشتوں کی درستی کی جا سکے۔

(۸) اقبال کے مکاتیب میں ان کے شخصی احوال اور عصری واقعات کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ سوانحی نقطۂ نظر سے اس تذکرے کی بڑی اہمیت ہے۔ لیکن کئی مقامات پر اختصار کی وجہ سے بات سمجھنا مشکل ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان احوال و واقعات کی توضیح کی جائے۔

(۹) جہاں کسی مکتوب کے پس منظر کا جاننا ضروری ہو وہاں پس منظر کا اندراج کر کے مکتوب کی تفہیم میں سہولت پیدا کی جائے۔

(۱۰) اقبال کے مکتوب الیہم میں بہت سی شخصیتوں کے حالاتِ زندگی دستیاب نہیں ہیں۔ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان حالات کی فراہمی دشوار تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ لہٰذا ان مکتوب الیہم کے مختصر اور جامع تعارف کا اہتمام کیا جائے اور اقبال کے ساتھ مکتوب الیہم کے تعلق کی نوعیت اور وسیلے پر روشنی ڈالی جائے۔

اس کام کے لیے میں نے اقبال کے وسیع ذخیرۂ مکاتیب میں سے ایسے ۲۵۲ مکاتیب کا انتخاب کیا ہے جو

(ا) اردو میں لکھے گئے ہیں اور کسی دوسری زبان سے ترجمہ شدہ نہیں ہیں۔

(ب) سوانحی یا فکری لحاظ سے اہمیت رکھتے ہیں۔

(ج) مکمل صورت میں ہیں، تعارفی سند یا کسی کتاب کی تقریظ وغیرہ کی صورت میں نہیں ہیں۔

ان مکاتیب میں پہلا مکتوب ۲۸ر فروری ۱۸۹۹ء کا ہے اور آخری ۱۹ر اپریل ۱۹۳۸ء کا ہے۔ انتخابِ مکاتیب کے سلسلے میں میں نے مندرجہ ذیل مطبوعہ مجموعوں کو پیشِ نظر رکھا ہے:

(۱) شادِ اقبال، ڈاکٹر محی الدین قادری زور ۱۹۴۲ء

(۲) اقبال نامہ، اول، شیخ عطاء اللہ ایم اے ۱۹۴۴ء

(۳) اقبال نامہ، دوم، شیخ عطاء اللہ ایم اے ۱۹۵۱ء

(۴) مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خان، بزمِ اقبال لاہور ۱۹۵۴ء

(۵) مکتوبات اقبال بنام سید نذیر نیازی، سید نذیر نیازی ۱۹۵۷ء

(۶) انوارِ اقبال، بشیر احمد ڈار ۱۹۶۷ء

(۷) مکاتیبِ اقبال بنام گرامی ، محمد عبداللہ قریشی ۱۹۶۹ء

(۸) نوادرِ اقبال (صحیفہ اقبال نمبر ۱) ، محمد عبداللہ قریشی ۱۹۷۳ء

(۹) خطوطِ اقبال ، رفیع الدین ہاشمی ۱۹۷۶ء

(۱۰) اقبال جہانِ دیگر ، محمد فرید الحق ۱۹۸۳ء

(۱۱) مظلوم اقبال ، اعجاز احمد ۱۹۸۵ء

اس کام کا آغاز جناب ڈاکٹر مخدوم علی الانا ، شیخ الجامعہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کی خصوصی توجہ کے زیرِ اثر ہوا اس لئے واجب ہے کہ میں ان کا خاص طور پر شکریہ ادا کروں ۔ ان کے بعد میرے شکریہ کے بجا طور پر مستحق جناب ڈاکٹر نجم الاسلام ہیں جو میرے نگران ہیں ۔ تلاش و جستجو کے اس پُرصعوبت سفر میں ہر قدم پر میرے رفیقِ سفر اور رہنما بھی رہے ہیں ۔ ان کے علاوہ جناب ڈاکٹر وحید قریشی ، صدر نشین مقتدرہ قومی زبان ، جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال ، جناب ڈاکٹر محمد ریاض ، صدر شعبہ لغویات ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ، جناب محمد عبداللہ قریشی ، لاہور ، جناب پروفیسر مرزا محمد منور ، ناظم اقبال اکادمی لاہور ، جناب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لاہور ، جناب ڈاکٹر معین الدین عقیل ، کراچی ، جناب پروفیسر صابر کلوروی ، ایبٹ آباد ، جناب ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی ، صدر شعبہ علوم اسلامی ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ، جناب سید عارف نوشاہی ، مدیر مجلہ دانش اسلام آباد ، جناب اکبر ثبوت ، ناظم مرکز تحقیقات فارسی ، جناب ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی کتابدار کتب خانہ مرکز تحقیقات فارسی ، جناب پروفیسر ساجد الرحمٰن صدیقی ، مشیر تحقیق وفاقی شرعی عدالت ، جناب محمد میاں صدیقی ریسرچ فیلو ، ادارہ تحقیقات اسلامی ، جناب خواجہ عابد نظامی ، مدیر صحیفہ حرم لاہور ، جناب ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ، دہلی کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ کی تیاری میں میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا ۔ میں ان تمام کرم فرماؤں اور بزرگوں کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے ضروری معلومات کی فراہمی میں میرا ہاتھ بٹایا اور آخر میں اپنی رفیقۂ حیات حمیدہ بیگم کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جن کے بھرپور تعاون کے بغیر میں اس ذہنی سکون سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا تھا جو اس قسم کے کام کے لئے بے حد ضروری ہے ۔

رحیم بخش شاہین
شعبۂ اردو ، گورنمنٹ ڈگری کالج
اصغر مال ، راولپنڈی

فہرست مکاتیبِ اقبال

مکتوب نمبر	تاریخ تحریر	مکتوب الیہ	مکتوب نمبر	تاریخ تحریر	مکتوب الیہ
۱	۲۸ فروری ۱۸۹۹ء	مولانا احسن مارہروی	۲۲	۱۱ مارچ ۱۹۱۰ء	غلام قادر گرامی
۲	۱۹۰۲ء	منشی سراج الدین احمد	۲۳	۶ اکتوبر ۱۹۱۱ء	اکبر الٰہ آبادی
۳	مارچ ۱۹۰۳ء	حبیب الرحمٰن خان شیروانی	۲۴	۹ نومبر ۱۹۱۱ء	اکبر الٰہ آبادی
۴	۱۱ مارچ ۱۹۰۳ء	منشی سراج الدین احمد	۲۵	دسمبر ۱۹۱۱ء	غلام قادر گرامی
۵	۲۳ مئی ۱۹۰۳ء	سید محمد تقی	۲۶	۱۲ جنوری ۱۹۱۲ء	مولانا شبلی نعمانی
۶	۲۵ مئی ۱۹۰۳ء	حبیب الرحمٰن خان شیروانی	۲۷	۳ ستمبر ۱۹۱۲ء	غلام قادر گرامی
۷	۲۲ جولائی ۱۹۰۴ء	خواجہ حسن نظامی	۲۸	۳ نومبر ۱۹۱۲ء	مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی
۸	۲۴ فروری ۱۹۰۵ء	شاطر مدراسی	۲۹	۴ دسمبر ۱۹۱۲ء	غلام قادر گرامی
۹	۱۶ مارچ ۱۹۰۵ء	شاطر مدراسی	۳۰	یکم-۲۳ جولائی ۱۹۱۳ء	خواجہ حسن نظامی
۱۰	۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء	مولوی محمد انشاء اللہ خان	۳۱	یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۱۱	۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء	خواجہ حسن نظامی	۳۲	۲۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۱۲	۲۵ نومبر ۱۹۰۵ء	مولوی محمد انشاء اللہ خان	۳۳	۲۳ جنوری ۱۹۱۴ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۱۳	مارچ ۱۹۰۶ء	ایڈیٹر زمانہ کانپور (دیانرائن نگم)	۳۴	۷ مارچ ۱۹۱۴ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۱۴	۲۵ اپریل ۱۹۰۶ء	خواجہ حسن نظامی	۳۵	۱۳ جولائی ۱۹۱۴ء	غلام قادر گرامی
۱۵	۱۱ دسمبر ۱۹۰۷ء	علی بخش	۳۶	۱۶ جولائی ۱۹۱۴ء	اکبر الٰہ آبادی
۱۶	۱۰ فروری ۱۹۰۸ء	خواجہ حسن نظامی	۳۷	۲۸ اگست ۱۹۱۴ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۱۷	۲۹ اگست ۱۹۰۸ء	شاطر مدراسی	۳۸	۱۲ اکتوبر ۱۹۱۴ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۱۸	۱۲ اکتوبر ۱۹۰۸ء	خواجہ حسن نظامی	۳۹	۱۷ دسمبر ۱۹۱۴ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۱۹	۲۵ نومبر ۱۹۰۸ء	خواجہ حسن نظامی	۴۰	۱۷ دسمبر ۱۹۱۴ء	اکبر الٰہ آبادی
۲۰	مارچ ۱۹۰۹ء	خواجہ حسن نظامی	۴۱	۲۸ دسمبر ۱۹۱۴ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۲۱	۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء	شیخ عطاء اللہ	۴۲	۱۹۱۴ء	مولانا شوکت علی

مکتوب نمبر	تاریخ تحریر	مکتوب الیہ	مکتوب نمبر	تاریخ تحریر	مکتوب الیہ
۴۳	۱۸ر جنوری ۱۹۱۵ء	غلام قادر گرامی	۶۴	۱۹ر جنوری ۱۹۱۶ء	محمد نیاز الدین خان
۴۴	۲ر فروری ۱۹۱۵ء	خواجہ حسن نظامی	۶۵	۲۷ر جنوری ۱۹۱۶ء	اکبر الہ آبادی
۴۵	فروری ۱۹۱۵ء	ملا واحدی	۶۶	۷ر فروری ۱۹۱۶ء	اکبر الہ آبادی
۴۶	۱۱ر مارچ ۱۹۱۵ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۶۷	۱۳ر فروری ۱۹۱۶ء	محمد نیاز الدین خان
۴۷	۱۷ر اپریل ۱۹۱۵ء	ضیاء الدین برنی	۶۸	۲۷ر فروری ۱۹۱۶ء	شاہ محمد سلیمان پھلواروی
۴۸	۱۹ر جون ۱۹۱۵ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۶۹	۸ر مارچ ۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۴۹	۱۷ر جولائی ۱۹۱۵ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۷۰	۹ر مارچ ۱۹۱۶ء	شاہ محمد سلیمان پھلواروی
۵۰	۲۳ر جولائی ۱۹۱۵ء	محمد الدین فوق	۷۱	۲۶ر مارچ ۱۹۱۶ء	محمد نیاز الدین خان
۵۱	۷ر اگست ۱۹۱۵ء	شاکر صدیقی	۷۲	۳ر اپریل ۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۵۲	۹ر ستمبر ۱۹۱۵ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۷۳	۱۰ر مئی ۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۵۳	۳۰ر ستمبر ۱۹۱۵ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۷۴	۱۴ر اپریل ۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۵۴	۷ر اکتوبر ۱۹۱۵ء	منشی سراج الدین احمد	۷۵	۱۲ر مئی ۱۹۱۶ء	قاضی عبدالرحمٰن
۵۵	۱۷ر اکتوبر ۱۹۱۵ء	منشی سراج الدین احمد	۷۶	۲۴ر جون ۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۵۶	۱۸ر اکتوبر ۱۹۱۵ء	اکبر الہ آبادی	۷۷	۸ر جولائی ۱۹۱۶ء	محمد نیاز الدین خان
۵۷	۲۵ر اکتوبر ۱۹۱۵ء	اکبر الہ آبادی	۷۸	۱۰ر جولائی ۱۹۱۶ء	سراج الدین پال
۵۸	۱۳ر نومبر ۱۹۱۵ء	ایڈیٹر پیغام صلح لاہور	۷۹	۱۰ر جولائی ۱۹۱۶ء	سید فصیح اللہ کاظمی
۵۹	۱۵ر دسمبر ۱۹۱۵ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۸۰	۱۴ر جولائی ۱۹۱۶ء	سید فصیح اللہ کاظمی
۶۰	۲۱ر دسمبر ۱۹۱۵ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۸۱	۱۴ر جولائی ۱۹۱۶ء	سراج الدین پال
۶۱	۲۳ر دسمبر ۱۹۱۵ء	محمد الدین فوق	۸۲	۱۹ر جولائی ۱۹۱۶ء	سراج الدین پال
۶۲	۳۰ر دسمبر ۱۹۱۵ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۸۳	۲۸ر جولائی ۱۹۱۶ء	نامعلوم
۶۳	۳۰ر دسمبر ۱۹۱۵ء	خواجہ حسن نظامی	۸۴	۳۱ر اگست ۱۹۱۶ء	ضیاء الدین برنی

مکتوب نمبر	تاریخ تحریر		مکتوب الیہ	مکتوب نمبر	تاریخ تحریر		مکتوب الیہ
۸۵	۲؍ستمبر	۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۱۰۶	۱۶؍جولائی	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی
۸۶	۱۱؍ستمبر	۱۹۱۶ء	محمد نیاز الدین خان	۱۰۷	۷؍اگست	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی
۸۷	یکم اکتوبر	۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۱۰۸	۲۳؍اگست	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی
۸۸	۳۱؍اکتوبر	۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۱۰۹	۲؍ستمبر	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی
۸۹	یکم نومبر	۱۹۱۶ء	سید سلیمان ندوی	۱۱۰	۹؍نومبر	۱۹۱۷ء	محمد نیاز الدین خان
۹۰	۶؍دسمبر	۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۱۱۱	۱۳؍نومبر	۱۹۱۷ء	سید سلیمان ندوی
۹۱	۱۷؍دسمبر	۱۹۱۶ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۱۱۲	۱۱؍جنوری	۱۹۱۸ء	خواجہ حسن نظامی
۹۲	۹؍جنوری	۱۹۱۷ء	مولوی الف دین	۱۱۳	۱۵؍جنوری	۱۹۱۸ء	مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی
۹۳	۷؍فروری	۱۹۱۷ء	محمد نیاز الدین خان	۱۱۴	۲۰؍جنوری	۱۹۱۸ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۹۴	۱۳؍فروری	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی	۱۱۵	یکم فروری	۱۹۱۸ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۹۵	۱۹؍فروری	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی	۱۱۶	مارچ، اپریل	۱۹۱۸ء	غلام قادر گرامی
۹۶	۱۵؍اپریل	۱۹۱۷ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۱۱۷	۲۸؍اپریل	۱۹۱۸ء	سید سلیمان ندوی
۹۷	۲۹؍اپریل	۱۹۱۷ء	محمد امین زبیری	۱۱۸	۱۰؍مئی	۱۹۱۸ء	سید سلیمان ندوی
۹۸	۷؍مئی	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی	۱۱۹	۲۳؍مئی	۱۹۱۸ء	سید سلیمان ندوی
۹۹	۱۹؍مئی	۱۹۱۷ء	مہاراجہ کشن پرشاد	۱۲۰	۸؍جون	۱۹۱۸ء	کیپٹن منظور حسین
۱۰۰	۲۱؍مئی	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی	۱۲۱	۱۰؍جون	۱۹۱۸ء	غلام قادر گرامی
۱۰۱	۲۷؍جون	۱۹۱۷ء	محمد نیاز الدین خان	۱۲۲	۱۱؍جون	۱۹۱۸ء	اکبر الہ آبادی
۱۰۲	۲۸؍جون	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی	۱۲۳	۲۰؍جولائی	۱۹۱۸ء	اکبر الہ آبادی
۱۰۳	یکم جولائی	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی	۱۲۴	۲۵؍جولائی	۱۹۱۸ء	اکبر الہ آبادی
۱۰۴	۳؍جولائی	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی	۱۲۵	۱۳؍اگست	۱۹۱۸ء	اکبر الہ آبادی
۱۰۵	۶؍جولائی	۱۹۱۷ء	غلام قادر گرامی	۱۲۶	۸؍ستمبر	۱۹۱۸ء	سید سلیمان ندوی

مکتوب نمبر	تاریخ تحریر		مکتوب الیہ
۱۲۷	۱۲ر ستمبر	۱۹۱۸ء	اکبر الہ آبادی
۱۲۹	۱۳ر اکتوبر	۱۹۱۸ء	غلام قادر گرامی
۱۳۰	۲۳ر اکتوبر	۱۹۱۸ء	سید سلیمان ندوی
۱۳۱	۲۸ر اکتوبر	۱۹۱۸ء	اکبر الہ آبادی
۱۳۲	۳۰ر اکتوبر	۱۹۱۸ء	سید سلیمان ندوی
۱۳۳	۳۰ر نومبر	۱۹۱۸ء	سید سلیمان ندوی
۱۳۴	۳۰ نومبر	۱۹۱۸ء	غلام قادر گرامی
۱۳۵	۲۸ر نومبر	۱۹۱۸ء	اکبر الہ آبادی
۱۳۶	۲ر دسمبر	۱۹۱۸ء	غلام قادر گرامی
۱۳۷	۳ر دسمبر	۱۹۱۸ء	سید سلیمان ندوی
۱۳۸	۱۲ر دسمبر	۱۹۱۸ء	مولوی نجم الغنی رام پوری
۱۳۹	۱۱ر فروری	۱۹۱۹ء	محمد نیاز الدین خان
۱۴۰	۱۴ر فروری	۱۹۱۹ء	محمد نیاز الدین خان
۱۴۱	۱۶ر فروری	۱۹۱۹ء	غلام قادر گرامی
۱۴۲	۲۶ر فروری	۱۹۱۹ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۱۴۳	۱۶ر مارچ	۱۹۱۹ء	غلام قادر گرامی
۱۴۴	۲۱ر مارچ	۱۹۱۹ء	محمد نیاز الدین خان
۱۴۵	۲۳ر مارچ	۱۹۱۹ء	سید سلیمان ندوی
۱۴۶	۳ر اپریل	۱۹۱۹ء	سید سلیمان ندوی
۱۴۷	۲۰ر اپریل	۱۹۱۹ء	محمد نیاز الدین خان
۱۴۸	۲۰ر اپریل	۱۹۱۹ء	اکبر الہ آبادی

مکتوب نمبر	تاریخ تحریر		مکتوب الیہ
۱۴۹	۲۵ر اپریل	۱۹۱۹ء	مہاراجہ کشن پرشاد
۱۵۰	۱۷ر مئی	۱۹۱۹ء	حافظ محمد اسلم جیراجپوری
۱۵۱	۲۶ر اگست	۱۹۱۹ء	سید سلیمان ندوی
۱۵۲	۳۰ر اگست	۱۹۱۹ء	محمد نیاز الدین خان
۱۵۳	۱۲ر ستمبر	۱۹۱۹ء	وحید احمد مسعود بدایونی
۱۵۴	۱۷ر ستمبر	۱۹۱۹ء	سید سلیمان ندوی
۱۵۵	۲۷ر ستمبر	۱۹۱۹ء	سید سلیمان ندوی
۱۵۶	۱۰ر اکتوبر	۱۹۱۹ء	سید سلیمان ندوی
۱۵۷	۱۴ر اکتوبر	۱۹۱۹ء	محمد نیاز الدین خان
۱۵۸	۱۲ر نومبر	۱۹۱۹ء	عبدالعلی شوق سندیلوی
۱۵۹	۱۰ر نومبر	۱۹۱۹ء	سید سلیمان ندوی
۱۶۰	۲۷ر نومبر	۱۹۱۹ء	وحید احمد مسعود بدایونی
۱۶۱	۱۹ر دسمبر	۱۹۱۹ء	محمد نیاز الدین خان
۱۶۲	دسمبر	۱۹۱۹ء	عبدالعلی شوق سندیلوی
۱۶۳	۱۱ر فروری	۱۹۲۰ء	محمد نیاز الدین خان
۱۶۴	۱۸ر مارچ	۱۹۲۰ء	محمد نیاز الدین خان
۱۶۵	۱۰ر اپریل	۱۹۲۰ء	محمد نیاز الدین خان
۱۶۶	۱۱ر مئی	۱۹۲۰ء	محمد نیاز الدین خان
۱۶۷	۱۸ر مئی	۱۹۲۰ء	محمد نیاز الدین خان
۱۶۸	۳ر جون	۱۹۲۰ء	شیخ نور محمد
۱۶۹	۱۲ر جولائی	۱۹۲۰ء	غلام قادر گرامی

مکتوب نمبر	تاریخ تحریر	مکتوب الیہ
۱۷۰	جولائی ۱۹۲۰ء	غلام قادر گرامی
۱۷۱	۱۹؍جولائی ۱۹۲۰ء	غلام قادر گرامی
۱۷۲	۴؍اگست ۱۹۲۰ء	محمد اکبر منیر
۱۷۳	۲۴؍ستمبر ۱۹۲۰ء	شاہ اسد الرحمٰن قدسی
۱۷۴	۱۰؍اکتوبر ۱۹۲۰ء	سید سلیمان ندوی
۱۷۵	۲۸؍اکتوبر ۱۹۲۰ء	محمد نیاز الدین خان
۱۷۶	۷؍نومبر ۱۹۲۰ء	غلام قادر گرامی
۱۷۷	۳؍دسمبر ۱۹۲۰ء	محمد نیاز الدین خان
۱۷۸	۲۳؍دسمبر ۱۹۲۰ء	سید سلیمان ندوی
۱۷۹	۲۳؍دسمبر ۱۹۲۰ء	ضیاء الدین برنی
۱۸۰	۲۱؍جنوری ۱۹۲۱ء	محمد نیاز الدین خان
۱۸۱	۲۸؍جنوری ۱۹۲۱ء	شیخ عطا محمد
۱۸۲	۴؍مارچ ۱۹۲۱ء	غلام قادر گرامی
۱۸۳	۱۷؍جون ۱۹۲۱ء	محمد نیاز الدین خان
۱۸۴	۵؍اکتوبر ۱۹۲۱ء	سید سلیمان ندوی
۱۸۵	۲۴؍جنوری ۱۹۲۲ء	محمد نیاز الدین خان
۱۸۶	۱۹؍فروری ۱۹۲۲ء	غلام قادر گرامی
۱۸۷	۱۲؍مارچ ۱۹۲۲ء	غلام احمد مہجور
۱۸۸	۲۰؍اپریل ۱۹۲۲ء	سید سلیمان ندوی
۱۸۹	۱۴؍مئی ۱۹۲۲ء	سید سلیمان ندوی
۱۹۰	۱۶؍مئی ۱۹۲۲ء	غلام قادر گرامی
۱۹۱	۲۹؍مئی ۱۹۲۲ء	سید سلیمان ندوی
۱۹۲	۸؍جون ۱۹۲۲ء	اعجاز احمد
۱۹۳	۱۵؍جون ۱۹۲۲ء	اعجاز احمد
۱۹۴	۲۸؍ستمبر ۱۹۲۲ء	شیخ عطا محمد
۱۹۵	۴؍اکتوبر ۱۹۲۲	غلام قادر گرامی
۱۹۶	۲۰؍جولائی ۱۹۲۳ء	محمد نیاز الدین خان
۱۹۷	۱۸؍اکتوبر ۱۹۲۳ء	غلام قادر گرامی
۱۹۸	۱۴؍نومبر ۱۹۲۳ء	سید محمد سعید الدین جعفری
۱۹۹	۲۳؍جنوری ۱۹۲۴ء	سید سلیمان ندوی
۲۰۰	یکم فروری ۱۹۲۴ء	سید سلیمان ندوی
۲۰۱	۱۸؍اگست ۱۹۲۴ء	سید سلیمان ندوی
۲۰۲	۲۸؍اگست ۱۹۲۴ء	سید سلیمان ندوی
۲۰۳	۵؍ستمبر ۱۹۲۴ء	سید سلیمان ندوی
۲۰۴	۱۶؍اکتوبر ۱۹۲۴ء	سید سلیمان ندوی
۲۰۵	۲؍ستمبر ۱۹۲۵ء	صوفی غلام مصطفیٰ تبسم
۲۰۶	۱۸؍مارچ ۱۹۲۶ء	سید سلیمان ندوی
۲۰۷	۷؍اپریل ۱۹۲۶ء	سید سلیمان ندوی
۲۰۸	۲۴؍اپریل ۱۹۲۶ء	سید سلیمان ندوی
۲۰۹	۷؍مارچ ۱۹۲۸ء	سید سلیمان ندوی
۲۱۰	۲؍ستمبر ۱۹۲۹ء	سید سلیمان ندوی
۲۱۱	۴؍اپریل ۱۹۳۰ء	سید نذیر نیازی

مکتوب نمبر	تاریخ تحریر	مکتوب الیہ	مکتوب نمبر	تاریخ تحریر	مکتوب الیہ
۲۱۲	۲۵ جولائی ۱۹۳۰ء	مولوی صالح محمد	۲۳۳	۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء	سر سید راس مسعود
۲۱۳	۹ دسمبر ۱۹۳۰ء	سید نذیر نیازی	۲۳۴	۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء	خواجہ غلام السیدین
۲۱۴	۲۸ مئی ۱۹۳۱ء	علامہ راغب احسن	۲۳۵	۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء	مولانا محمد حسین عرشی
۲۱۵	۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء	سید نذیر نیازی	۲۳۶	۵ فروری ۱۹۳۶ء	مولانا مسعود عالم ندوی
۲۱۶	۸ اگست ۱۹۳۳ء	پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی	۲۳۷	۹ فروری ۱۹۳۶ء	سید نذیر نیازی
۲۱۷	۲۲ اگست ۱۹۳۳ء	سید سلیمان ندوی	۲۳۸	۱۵ فروری ۱۹۳۶ء	سید نذیر نیازی
۲۱۸	۴ ستمبر ۱۹۳۳ء	سید سلیمان ندوی	۲۳۹	۳ اگست ۱۹۳۶ء	سید سلیمان ندوی
۲۱۹	۸ نومبر ۱۹۳۳ء	سید نذیر نیازی	۲۴۰	۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء	مولانا محمد حسین عرشی
۲۲۰	۱۴ جنوری ۱۹۳۴ء	سید سلیمان ندوی	۲۴۱	۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء	مولوی عبدالحق
۲۲۱	یکم فروری ۱۹۳۴ء	سید سلیمان ندوی	۲۴۲	۱۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء	خواجہ غلام السیدین
۲۲۲	۲۹ جون ۱۹۳۴ء	سید نذیر نیازی	۲۴۳	۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء	مولوی ظفر احمد صدیقی
۲۲۳	۶ ستمبر ۱۹۳۴ء	سید سلیمان ندوی	۲۴۴	۱۲ مارچ ۱۹۳۷ء	آل احمد سرور
۲۲۴	۱۱ دسمبر ۱۹۳۴ء	علامہ راغب احسن	۲۴۵	۲۸ اپریل ۱۹۳۷ء	مولوی عبدالحق
۲۲۵	۳۰ جنوری ۱۹۳۵ء	سید نذیر نیازی	۲۴۶	۱۹ مئی ۱۹۳۷ء	سید سلیمان ندوی
۲۲۶	۳۰ مئی ۱۹۳۵ء	سر سید راس مسعود	۲۴۷	۱۳ جون ۱۹۳۷ء	محمد عبداللہ چغتائی
۲۲۷	۱۹ جولائی ۱۹۳۵ء	سید سلیمان ندوی	۲۴۸	۷ اگست ۱۹۳۷ء	ممنون حسن خان
۲۲۸	۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء	ڈاکٹر محمد دین تاثیر	۲۴۹	۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء	خواجہ غلام السیدین
۲۲۹	یکم اگست ۱۹۳۵ء	سید سلیمان ندوی	۲۵۰	۲۵ ستمبر ۱۹۳۷ء	خواجہ غلام السیدین
۲۳۰	۱۰ اگست ۱۹۳۵ء	سید نذیر نیازی	۲۵۱	۱۸ فروری ۱۹۳۸ء	طالوت
۲۳۱	۲۰ اگست ۱۹۳۵ء	سید سلیمان ندوی	۲۵۲	۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء	ممنون حسن خان
۲۳۲	۲۳ اگست ۱۹۳۵ء	سید سلیمان ندوی			

فہرست مختصرات

(۱) مکاتیب اقبال کے مجموعے:

شاد* = ڈاکٹر محی الدین قادری زور (مرتب)، شاد اقبال، حیدرآباد دکن، حسب درس کتاب گھر، ۱۹۴۲ء

عطاء اول = شیخ عطاء اللہ ایم اے (مرتب)، اقبال نامہ، حصہ اول، لاہور، شیخ محمد اشرف، ۱۹۴۴ء

عطاء دوم = " " " " دوم " " ۱۹۵۱ء

نیاز = بزم اقبال (مرتب)، مکاتیب اقبال بنام خان محمد نیاز الدین خان، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۵۴ء

نیازی = سید نذیر نیازی (مرتب)، مکتوبات اقبال، کراچی، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۵۷ء

انوار = بشیر احمد ڈار (مرتب)، انوار اقبال، کراچی، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۶۷ء

گرامی = محمد عبداللہ قریشی (مرتب)، مکاتیب اقبال بنام گرامی، کراچی، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۶۹ء

صحیفہ اقبال نمبر* = " " ، نوادر اقبال، صحیفہ اقبال نمبر ۱، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۳ء

خطوط = رفیع الدین ہاشمی (مرتب)، خطوط اقبال، لاہور، مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۶ء

جہان دیگر = محمد فرید الحق (مرتب)، اقبال جہان دیگر، کراچی، گردیزی پبلشرز، ۱۹۸۳ء

مظلوم = اعجاز احمد، مظلوم اقبال، کراچی، ۱۹۸۵ء

* ان تمام مکاتیب کو محمد عبداللہ قریشی نے "اقبال بنام شاد" کے نام سے یکجا صورت میں مرتب کر دیا ہے اور یہ مجموعہ بزم اقبال لاہور کے زیر اہتمام ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا ہے۔

(ب) عربی، فارسی اور اردو کتب

٥	صحیح بخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری، صحیح بخاری شریف
	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم شریف
	سنن ابو داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابو داؤد
	سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ یزید بن ماجہ، سنن ابن ماجہ
	سنن نسائی	ابو عبدالرحمٰن بن شعیب النسائی، سنن نسائی
	جامع ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی
	مسند احمد	احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل
٥	پرانے چراغ	ابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ اول و دوم
	فہرست آثار	احمد نبی خان، ڈاکٹر، فہرست مشمولات آثار علامہ اقبال
	تذکرۂ مصنفین درس نظامی	اختر راہی، تذکرۂ مصنفین درس نظامی
	کلیات اکبر	اکبر حسین اکبر الہ آبادی، کلیات اکبر الہ آبادی، اول تا سوم (ترتیب: محمد الحسن حسرت)
	تاریخ ادبیات	پنجاب یونیورسٹی، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد سوم، چہارم، پنجم
	زندہ رود	جاوید اقبال ڈاکٹر، زندہ رود، اول تا سوم
	جگن ناتھ آزاد	جگن ناتھ آزاد، پروفیسر، اقبال اور کشمیر
	دیوان حافظ	حافظ شیرازی، خواجہ، دیوان
	جامی	حکمت، علی اصغر، جامی (ترتیب و ترجمہ: سید عارف نوشاہی)
	اردو دائرہ	دانش گاہ پنجاب، لاہور، اردو دائرہ معارف اسلامیہ مختلف جلدیں
	اوراق گم گشتہ	رحیم بخش شاہین، اوراق گم گشتہ
	تصانیف اقبال	رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ
	کتابیات اقبال	، ، ، کتابیات اقبال
	ادبیات فارسی	زہرا خانلری (کیا)، ڈاکٹر، فرہنگ ادبیات فارسی دری
	کلمات الشعراء	سرخوش، محمد افضل، کلمات الشعراء (ترتیب و ترجمہ: رفیق دھوروی)

سکسینہ	سکسینہ، رام بابو، تاریخ ادب اردو (ترجمہ، مرزا محمد عسکری، مرتب: تبسم کاشمیری)
گلستان	سعدی شیرازی، گلستان
اقبال یورپ میں	سعید اختر درانی، اقبال یورپ میں
مولوی سید میر حسن	سلطان محمود، ڈاکٹر، سید، علامہ اقبال کے استاد شمس العلماء مولوی سید میر حسن (حیات و افکار)
یادِ رفتگاں	سلیمان ندوی، سید، یادِ رفتگاں
سیرۃ النبیؐ	شبلی نعمانی، مولانا، اور سلیمان ندوی، جلد اوّل تا جلد ششم
اصلاحِ سخن	شوق سندیلوی، عبدالعلی، اصلاحِ سخن
اشاریہ مکاتیب	صابر کلوروی، پروفیسر، اشاریہ مکاتیبِ اقبال
تاریخ تصوف	" " ، تاریخ تصوف از علامہ اقبال
اقبال اور بھوپال	صہبا لکھنوی، اقبال اور بھوپال
تلمیحاتِ اقبال	عابد علی عابد، سید، تلمیحاتِ اقبال
قاموس الکتب	عبدالحق، مولوی، قاموس الکتب جلد اوّل
سرگزشتِ اقبال	عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، سرگزشتِ اقبال
تصوف اسلام	عبدالماجد دریا آبادی، تصوف اسلام
معاصرین	" ، معاصرین
باقیات، اوّل	عبدالواحد معینی، سید، باقیاتِ اقبال، بار اوّل
باقیات، سوم	" اور محمد عبداللہ قریشی، باقیاتِ اقبال، بار سوم
مقالات اوّل	" " ، مقالاتِ اقبال، بار اوّل
مقالات دوم	" " " بار دوم
شعرائے اردو	عبدالوحید، ڈاکٹر، جدید شعرائے اردو
حیات اکبر	عشرت حسین، سید، حیاتِ اکبر الٰہ آبادی
عطیہ	عطیہ بیگم، اقبال

ن

دیوان غالب	غالب، مرزا اسد اللہ خان، دیوان
ذہنی ارتقاء	غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، اقبال کا ذہنی ارتقاء
سرود رفتہ	غلام رسول مہر، صادق علی دلاوری، سرود رفتہ
مآثر الکرام	غلام علی آزاد بلگرامی، میر، مآثر الکرام (ترجمہ، مولانا، محمد فاروق)
اردو انسائیکلو پیڈیا	فیروز سنز، اردو انسائیکلو پیڈیا
علمائے پاک و ہند	قدوسی، اعجاز الحق، اقبال اور علمائے پاک و ہند
محبوب صوفیہ	" " اقبال کے محبوب صوفیہ
کارنامہ بزرگان ایران	ادارۂ کل انتشارات و رادیو
دیوان گرامی	گرامی، شیخ غلام قادر، دیوان گرامی
انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم	لینگر، ولیم۔ ایل، انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم (ترجمہ: غلام رسول مہر)
تشکیل جدید	محمد اقبال، علامہ، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (ترجمہ: سید نذیر نیازی)
شذرات	" ، شذرات فکر اقبال (ترتیب ڈاکٹر جاوید اقبال، ترجمہ: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی)
کلیات اقبال اردو	" ، کلیات اقبال، اردو
کلیات اقبال فارسی	" " ، فارسی
کاروان رفتہ	محمد ایوب قادری، ڈاکٹر، کاروان رفتہ
اصلاحات اقبال	محمد بشیر الحق دسنوی، اصلاحات اقبال
انجمن حمایت اسلام	محمد حنیف شاہد، اقبال اور انجمن حمایت اسلام
مفکر پاکستان	" ، مفکر پاکستان
نذر اقبال	" ، نذر اقبال
اقبال اور فارسی شعراء	محمد ریاض، ڈاکٹر، اقبال اور فارسی شعراء
فارسی ادب	محمد صدیق شبلی، ڈاکٹر / محمد ریاض، ڈاکٹر } فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ
روح مکاتیب اقبال	محمد عبداللہ قریشی، روح مکاتیب اقبال
معاصرین اقبال کی نظر میں	" ، معاصرین اقبال کی نظر میں

روایاتِ اقبال	محمد عبداللہ چغتائی ، روایاتِ اقبال
اقبال کی صحبت میں	" ، اقبال کی صحبت میں
ملفوظات	محمود نظامی (حواشی از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی) ، ملفوظاتِ اقبال
ادب نامۂ ایران	مقبول بیگ بدخشانی ، ادب نامۂ ایران
اسلامی انسائیکلوپیڈیا	مکتبہ شاہکار ، اسلامی انسائیکلوپیڈیا
اقبال کے حضور	نذیر نیازی ، سید ، اقبال کے حضور ، نشستیں اور گفتگوئیں ، جلد اوّل
دانائے راز	" ، دانائے راز ، سوانح حیات حکیم الامت علامہ اقبال
اقبال اور حیدرآباد	نظر حیدرآبادی ، اقبال اور حیدرآباد دکن
روزگارِ فقیر	وحید الدین ، فقیر سید ، روزگارِ فقیر ، حصہ اوّل ، دوم

(ج) انگریزی کتب :

Ameer Ali, Syed, A Short History of Saracens =	Saracens
Academic American Encyclopaedia =	A.A.E.
Beale, T.W. An Oriental Biographical Dictionary =	Beale
Browne, E.G. A Literary History of Persia Vol. I & II =	A Literary History of Persia
Encyclopaedia Britannica =	Britannica
Encyclopedia Americana, 1986 =	Americana
Legouis, A Short History of English Literature =	H.E.L.
Lawrence H. Dawson, The Nuttall Encyclopaedia:	Nuttall
Riffat Hassan, (Ed.) The Sword and The Sceptre:	The Sword and the Sceptre
Steinberg, S.H., Cassell's Encyclopaedia of Literature =	Cassells
Vahid, S.A., Thoughts and Reflections of Iqbal:	Thoughts

(د) رسائل

لاہور نمبر	مجلہ نقوش، لاہور	
آپ بیتی نمبر	"	جون ۱۹۶۴ء
شخصیات نمبر ۱	"	۱۹۵۵ء
" ۲	"	۱۹۵۶ء
مکاتیب نمبر ۱	"	
" ۲	"	
اقبال نمبر ۱ ،	"	شمارہ ۱۲۱، ستمبر ۱۹۷۷ء
" ۲ ، نیرنگِ خیال	"	" ۱۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء
صحیفہ اقبال نمبر ۱	سہ ماہی صحیفہ، لاہور، اقبال نمبر، حصہ اوّل، ۱۹۷۳ء	
" " ۲	" " " حصہ دوم، ۱۹۷۷-۱۹۷۸ء	
علی گڑھ نمبر	علی گڑھ میگزین	

مکاتیبِ اقبال

کا

تنقیدی جائزہ

مکتوب نمبر: ۱ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۸؍فروری ۱۸۹۹ء

مکتوب الیہ: مولانا احسن مارہروی

تعارف: سید علی احسن (۱۰؍نومبر ۱۸۷۶ء - ۳۰؍اگست ۱۹۴۰ء) مارہرہ میں آبائی خانقاہ کے مکتب میں عربی و فارسی کی تعلیم پائی، قرآن مجید حفظ کیا، اسی زمانے میں شعر و شاعری کا شوق ہوا۔ ۱۸۹۵ء میں ایک ماہانہ گلدستہ ریاضِ سخن کے نام سے جاری کیا۔ حافظ محمد ابراہیم خان والیِ ٹونک نے اس پر توجہ فرمائی تو ان کے تخلص کی رعایت سے ۱۸۹۶ء میں اس کا نام "گلدستہ ریاضِ خلیل" رکھا گیا۔[2] رسالہ دو تین سال کے بعد بند ہو گیا۔ ۲۵؍جون ۱۸۹۶ء کو احسن نے نواب مرزا داغ دہلوی کی شاگردی اختیار کی اور بذریعہ خط و کتابت اصلاح لینے لگے۔ ۱۸۹۸ء میں حیدرآباد دکن چلے گئے اور تقریباً چھ برس تک شب و روز مرزا داغ کی خدمت میں رہ کر اکتسابِ فن کیا اور ان کے کلام کی ترتیب اور خط و کتابت میں ان کا ہاتھ بٹاتے رہے۔

---

[1] ماخذ: عطائے اوّل، ص: ۳-۴

مرتبِ عطائے اوّل لکھتے ہیں "یہ سب سے پرانا خط ہے جو دستیاب ہوا ہے"

(منقول از تاریخِ ادبِ اردو)

یہ درست ہے کہ اب تک دستیاب ہونے والے مکاتیبِ اقبال میں یہ سب سے پرانا مکتوب ہے لیکن مرتبِ عطائے اوّل نے کس "تاریخ ادبِ اردو" سے نقل کیا ہے؟ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ رام بابو سکسینہ کی "تاریخ ادبِ اردو" مشہور ہے لیکن اس کے انگریزی اور اردو ایڈیشنوں میں یہ خط نہیں ملا۔ بعد از تلاشِ بسیار مولانا احسن مارہروی ہی کی تالیف "تاریخ نثرِ اردو" (ص: ۵۸۰ - ۵۸۱) میں یہ مکتوب ملا۔ یہ تاریخ بعنوان "تاریخ نثرِ اردو" بنام تاریخی "نمونۂ منثورات" حصہ اوّل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۳۴۹ھ میں شائع ہوئی تھی۔

[2] آپ بیتی نمبر، ص: ۱۲۰۶

مرزا داغ کے انتقال (۱۷ فروری ۱۹۰۵ء) کے بعد انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ استاد کے نام اور کلام کی اشاعت میں صرف کر دیا۔ ۱۹۰۷ء میں لاہور آ کر لالہ سری رام کے تذکرۂ "خم خانۂ جاوید" (جلد اول) کی ترتیب و تالیف میں معاونت کی۔ مرزا داغ کی یادگار کے طور پر رسالہ "فصیح الملک" جاری کیا جو ۱۹۱۰ء تک شائع ہوتا رہا۔[1]

۱۹۲۲ء میں علامہ اقبال کی سفارش پر علی گڑھ یونیورسٹی میں اسسٹنٹ لیکچرار مقرر ہوئے[2] اور تقریباً ۱۶ سال تک درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔[3]

مولانا احسن فن شاعری کے علاوہ تنقید، تحقیق اور لغت نویسی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے مرزا داغ کی وفات کے بعد ان کا غیر مطبوعہ کلام "یادگار داغ" کے عنوان سے مرتب کیا۔ علاوہ ازیں ان کی سوانح عمری "جلوۂ داغ"، "تاریخ نثر اردو"، "فصیح اللغات (نامکمل)"، "انشائے داغ (نامکمل)" ان کی علمی یادگاریں ہیں۔[4]

مولانا احسن شاگردِ داغ کے ناتے علامہ اقبال کے استاد بھائی تھے اور مرزا داغ سے خصوصی تعلق کی بنا پر اقبال ان سے عقیدت رکھتے تھے اور ان کے ادبی رسالہ کے لیے کبھی کبھی اپنا کلام بھیجتے رہتے تھے۔

---

۱ آپ بیتی نمبر، ص: ۱۲۰۷

۲ صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۳۵

۳ علی گڑھ نمبر، ص: ۱۰۹

۴ کاروانِ رفتہ، ص: ۴۵-۴۹

نیز دیکھیے عبدالحق، مولوی، حضرت احسن مارہروی مرحوم (مقالہ)، قومی زبان، اگست ۱۹۶۰ء، ص: ۹-۱۰

حسن مثنیٰ ندوی، سید، مولانا احسن مارہروی (مقالہ) مہر نیمروز، ستمبر ۱۹۶۰ء، ص: ۹-۱۲

متون کا اختلاف :

عطیۂ اوّل	تاریخ نثر اُردو
۱- مکرم بندہ جناب	مکرم، معظم بندہ جناب ....
۲- انگریزی، جرمن اور فرنچ شعراء ...	انگریزی، جرمن اور فرنچ شعراء ...

" تاریخ نثر اردو " کا متن عطاء اوّل سے زیادہ مکمل اور بہتر ہے تاہم جملہ نمبر ۱ میں مکرم کے بعد " و " ہونا چاہیے تھا ، اصل مکتوب یا اس کا عکس دستیاب نہ ہونے کی بنا پر یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا یہ فروگذاشت عمداً اقبال کی ہے یا ناقل و کاتب کی ۔

توضیحات :

دونوں رسالے ... : گلدستہ ریاض خلیل کے دو شمارے مراد ہیں ۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں ان کے موصول ہونے کی اطلاع دی ہے ۔

نواب صاحب : نواب ابراہیم خان والیٔ ٹونک ، ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے ، نواب محمد علی خان کی معزولی کے بعد ۱۸۶۷ء میں والیٔ ریاست ہوئے ، پہلے بسمل خیرآبادی سے اصلاح لیتے تھے جو امیر مینائی کے شاگرد تھے ۔ ان کے انتقال کے بعد اُن کے چھوٹے بھائی مضطر خیرآبادی سے مشورہ سخن لیتے گئے ۔ ان کی ادب دوستی کی بنا پر کئی شاعر ان کے دربار سے وابستہ تھے ، ان کے بیٹے بھی شاعر تھے[1] ۔ اقبال نے اس مکتوب میں نواب ابراہیم خان کی غزل کی تعریف کی ہے ۔

امتحان کے بعد.. : ایم اے فلسفہ کے امتحان کی طرف اشارہ ہے جو اقبال نے مارچ ۱۸۹۹ء میں پاس کیا تھا[2] ۔ اقبال نے اس مکتوب میں لکھا ہے کہ وہ ایم اے کے امتحان کے بعد گلدستہ ریاض خلیل کے لیے غزل ارسال کریں گے ۔

۱؎ سکینہ ، ص : ۲۵۹ - ۲۶۰ ۔ ۲؎ زندہ رود (۱) ، ص : ۷۶-۷۷

استادی حضرت مرزا داغ : نواب مرزا خان داغ دہلوی (۲۵ رمئی ۱۸۳۱ء - ۱۷ر فروری ۱۹۰۵ء)

علامہ اقبال نے شروع شروع میں مرزا داغ سے اپنے کلام پر اصلاح لی تھی۔ اقبال کو اپنے استاد پر اور استاد کو ایسے شاگرد پر ہمیشہ فخر رہا۔ مرزا داغ کی وفات پر اقبال نے "نواب مرزا داغ" (۱۳۲۲ھ) فی البدیہہ تاریخ نکالی[1] نیز "داغ" عنوان سے مشہور نظم لکھی جو "بانگ درا" (۱۹۲۴ء) میں شامل ہوئی۔[2]

حضرت امیر مینائی : منشی امیر احمد مینائی (۲۱ر فروری ۱۸۲۹ء - ۱۳ر اکتوبر ۱۹۰۰ء)

علامہ اقبال امیر مینائی کا بھی اسی طرح احترام کرتے تھے جس طرح اپنے استاد مرزا داغ کا۔ ان کی وفات پر اقبال نے "لسان صدق فی الآخرین" (۱۳۱۸ھ) تاریخ نکالی[3]۔ اقبال ان کی زندگی اور فن پر ایک مقالہ انگریزی میں لکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں امیر مینائی کے متعلقہ اور احباب سے انہوں نے اخبار "پنجۂ فولاد" میں ایک اشتہار کے ذریعہ تعاون کی درخواست کی تھی[4]۔ مطلوبہ مواد نہ ہونے کی بنا پر اقبال یہ خواہش پوری نہ کر سکے۔

اقبال اس زمانے میں دنیا کے بڑے بڑے شاعروں کے فوٹو جمع کر رہے تھے۔ انہوں نے انگریزی، جرمن اور فرانچ شعراء کے فوٹو حاصل کر لئے تھے اور کہیں سے کسی دوست کو خط لکھا تھا اور پیارے مولانا حسن سے مرزا داغ اور امیر مینائی کے فوٹو بھیج پہنچانے کی درخواست کی ہے۔

---

[1] باقیات سوم، ص: ۴۸۳
[2] کلیات اقبال (اردو)، ص: ۸۹
[3] باقیات سوم، ص: ۴۸۳
[4] معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۲۲-۲۵

مکتوب نمبر: ۲[1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۹۰۲ء

مکتوب الیہ: منشی سراج الدین احمد

تعارف: منشی سراج الدین احمد (یکم اکتوبر ۱۸۷۶ء – ۱۹۲۰ء)، منشی محمد اسمٰعیل ڈار کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ منشی محمد اسمٰعیل لاہور میں وکالت کرتے تھے۔ منشی سراج الدین احمد نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول جہلم سے حاصل کی۔ فورمین کرسچین کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ کالج سے فراغت کے بعد ۱۸۹۲ء میں انجمن حمایتِ اسلام لاہور نے اُن کی خدمات اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ کے لیے حاصل کرلیں جہاں کچھ عرصہ انگریزی اور فارسی پڑھاتے رہے۔ ۱۸۹۹ء میں کلرک کی حیثیت سے کشمیر ریذیڈنسی میں ملازم ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں ترقی کرکے لیہ ایجنسی (LEH AGENCY) میں ہیڈ کلرک ہوگئے۔ ۱۹۱۳ء میں پھر کشمیر ریذیڈنسی میں واپس آگئے اور میر منشی کے عہدے پر فائز ہوئے[2] اور آخر دم تک اس عہدے پر کام کرتے رہے، ۱۹۱۷ء میں

---

[1] ماخذ: عطاءِ اوّل، ص: ۱۶ – ۱۹

دوسری مرتبہ یہ مکتوب باقیات، اوّل (ص: ۶۰) میں منشی موصوف کی بیاض کے حوالے سے شائع ہوا۔ مولفِ باقیاتِ اوّل نے وہ مکمل نظم بھی درج کی ہے جو اقبال نے اس مکتوب سے منسلک کی تھی۔ تیسری بار یہ مکتوب سرودِ رفتہ (ص: ۶۰) میں منشی موصوف کی بیاض ہی کے حوالے سے درج ہوا، جو چوتھی مرتبہ معاصرینِ اقبال کی نظر میں (ص: ۲۹۸) میں نقل کیا گیا۔

[2] معاصرینِ اقبال کی نظر میں، ص: ۲۹۵

حکومت نے حسن کارکردگی کی بنا پر خان صاحب کا خطاب دیا۔[1]

منشی سراج الدین احمد کا ذوق شعر بہت عمدہ تھا، اردو اور فارسی کے ہزاروں شعر انہیں زبانی یاد تھے، خود بھی تفریحاً شعر کہتے تھے، علاوہ کتب کا بہت شوق تھا۔ چار ہزار کے قریب کتابیں اور ڈیڑھ سو نادر مخطوطات ان کی ذاتی لائبریری میں موجود تھے۔[2]

علامہ اقبال منشی صاحب کے ادبی ذوق اور سخن فہمی کے معترف تھے لہٰذا انہیں اپنا تازہ کلام اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجتے تھے اور اپنی کتابیں بھی پیش کرتے تھے۔[3]

---

1. بشیر احمد ڈار کہتے ہیں کہ منشی سراج الدین جموں و کشمیر میں افسر مال تھے (انوار، ص: ۱۵۹) جبکہ بقول میر عبدالواحد، سری نگر، منشی موصوف ریذیڈنسی میں میر منشی تھے (جگن ناتھ آزاد، ص: ۱۰۷)، جگن ناتھ آزاد اس ضمن میں غلط فہمی کا شکار ہیں۔ وہ اقبال کے سفر کشمیر کے حوالے سے منشی سراج الدین احمد کے بارے میں رقمطراز ہیں "اگرچہ منشی صاحب کی فرمائش پر اقبال جون ۱۹۲۱ء میں کشمیر آئے لیکن غالباً ان کے ساتھ اقبال کے دوستانہ مراسم ایک زمانے سے تھے۔ ۱۹۱۲ء [۱۹۰۳ء] میں منشی صاحب نے اقبال کو سری نگر سے چار انگور بیدانہ تحفۃً بھیجیں۔ اقبال نے ان کی رسید ایک نظم کی صورت میں دی اور اس کے ساتھ ایک خط بھی لکھا" (جگن ناتھ آزاد، ص: ۱۲۲) حالانکہ اقبال کو انگوروں کا تحفہ منشی سراج الدین احمد، میر منشی ریذیڈنسی نے ارسال کیا تھا، کشمیر آنے کی فرمائش ان کے ہم نام منشی سراج الدین نے کی تھی۔ اول الذکر منشی سراج الدین کے صاحبزادے اپنی والدہ کے ساتھ راولپنڈی میں آکر آباد ہوئے۔ میں سید نذیر نیازی مرحوم کے ہمراہ ان دونوں سے ملا ہوں۔ چھوٹے صاحبزادے جناب ظہیر الدین ڈار نے وضاحت کی ہے کہ ان کے والد اقبال کے دوست تھے اور ریذیڈنسی میں میر منشی کے عہدے پر فائز تھے۔ اسی نام کے دوسرے شخص اقبال کے دوست نہیں تھے بلکہ سیٹھ محمد بخش کے داماد تھے اور ان کے ساتھ اقبال کی خط و کتابت صرف مقدمے کے سلسلے میں ہوئی تھی وہ کشمیر میں افسر مال تھے۔ دونوں شخصیتوں کو ایک سمجھ لینا غلط فہمی ہے جس کا سبب ناموں کی مشابہت ہے۔
2. دیکھیے جیب کیفوی، کشمیر کی ایک اقبال شناس شخصیت (مقالہ)، اقبال ریویو، جولائی-اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص: ۸۴
3. منشی سراج الدین احمد کے صاحبزادے جناب ظہیر الدین ڈار کہتے ہیں کہ اسرار خودی جب پہلی بار شائع ہوئی (۱۹۱۵ء) تو اقبال نے بطور عطیہ ارسال کی تھی اس کے بعد ان کی جو کتاب شائع ہوئی منشی صاحب نے خرید کر پڑھی اور اپنی لائبریری میں رکھی۔

متون کا اختلاف :

معاصرین اقبال کی نظر میں	سرود رفتہ	علامہ اقبال
... دردِ نقرس علیل ہے	.... دردِ درد علیل ہے	... دردِ درد کے علیل ہے

توضیحات :

پس منظر : اس خط کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے محمد عبداللہ قریشی لکھتے ہیں "معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے علامہ اقبال کو کشمیر سے تحفے کے طور پر چند منقش انگوٹھیاں بھیجی تھیں"[1] حالانکہ خط سے منسلک نظم کے ایک مصرعے "یارم از کشمر فرستاد است چار انگشتری" سے متعین طور پر انگشتریوں کی تعداد چار معلوم ہوتی ہے۔

امیر خسرو : ابوالحسن یمین الدین امیر خسرو (۱۲۵۳-۵۲ – ۱۳۲۵ء) ۔ والد کا نام امیر سیف الدین محمود تھا ، آبائی وطن ترکستان تھا ، امیر خسرو ہندوستان میں پیدا ہوئے ، مروجہ علوم و فنون اور متعدد زبانوں میں مہارت حاصل کی ، فطری شاعر تھے ، ابتدا میں سلطانی اور پھر خسرو تخلص اختیار کیا ، فارسی شاعری میں بلند مقام رکھتے ہیں ، دولت شاہ سمرقندی نے ان کے اشعار کی تعداد پانچ لاکھ بتائی ہے ، تحفۃ الصغر ، دیوان وسط الحیات ، غرۃ الکمال ، نہایۃ الکمال ، مطلع الانوار ، شیریں خسرو ، قران السعدین اور خزائن الفتوح وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں ۔ خواجہ نظام الدین اولیا کے مرید اور مصاحب تھے اور اپنے مرشد سے والہانہ محبت کرتے تھے۔[1]

---

[1] حالات زندگی اور شعری کارناموں کے لیے دیکھیے محبوب صوفیہ ، ص: ۲۷۳- ۲۹۹

ادبیات فارسی ، ص: ۶۸- ۷۰

لاہور کا قدیم نام : زیرِ نظر مکتوب کے ساتھ منسلک نظم کا ایک شعر ہے :

در لہانور آمدہ چشم تماشا شد تمام   بود در کشمیر چشم انتظار انگشتری

اس شعر میں اقبال نے لاہور کا نام "لہانور" استعمال کیا ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے: "لاہور کا دوسرا نام جس کو امیر خسرو "قران السعدین" میں استعمال فرماتے ہیں" محمد عبداللہ قریشی بھی اقبال کے ہم خیال ہیں اور لکھتے ہیں "لاہور کا پرانا نام "لہانور" ہے جسے امیر خسرو نے کتاب "قران السعدین" میں بھی استعمال کیا ہے" اس ضمن میں انہوں نے پیر مراد شاہ لاہوری کی تصنیف مثنوی مراد المعین (قصہ چہار درویش) اور مراد نامہ کا حوالہ بھی دیا ہے[1] یہ درست ہے کہ لاہور قدیم زمانے سے مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے[2] لیکن مثنوی قران السعدین میں یہ نام نہیں ملتا۔ اس مثنوی کے دو مختلف مطبوعہ نسخوں میں مذکورہ نام کی بجائے مندرجہ ذیل نام ملتے ہیں :

(۱) از حد سامانہ و تا لاہور   ہیچ عمارت نہ مگر در قصور[3]

(۲) از حد سامانہ و تا لاہنور   ہیچ عمارت نہ مگر در قصور[4]

---

[1] معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۲۹۹

[2] لاہور کے مختلف ناموں کی تفصیل اور اسباب کے لئے دیکھئے لاہور نمبر، ص: ۱۷-۲۵، ۳۲-۳۳

[3] امیر خسرو دہلوی، قران السعدین، علی گڑھ، مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۱۸ء، ص: ۴۶

[4] امیر خسرو دہلوی، قران السعدین، نول کشور، ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء، ص: ۴۹

مکتوب نمبر: ۳ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: مارچ ۱۹۰۳ء [2]

مکتوب الیہ: حبیب الرحمٰن خان شروانی

تعارف: مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی (۵ جنوری ۱۸۶۷ء - ۱۱ اگست ۱۹۵۰ء) والد کا نام محمد تقی خان شروانی تھا۔ بھیکم پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، علی گڑھ اور آگرہ میں نامور اساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔ ۲۷ جون ۱۹۰۵ء کو والد کی وفات پر آبائی جاگیر کا انتظام سنبھالا۔ فروغِ تعلیم سے گہرا لگاؤ تھا۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے تاحیات رکن تھے۔ سر سید احمد خان نے انہیں محمڈن کالج کا ٹرسٹی بنایا۔ کالج یونیورسٹی بن گیا تو اسلامی علوم اور شعبہ دینیات کے شعبوں کے رکن مقرر ہوئے۔ ایک مدت تک یونیورسٹی کورٹ کے بنیادی رکن رہے اور مجلسِ انتظامی کے دوامی رکن بنے۔ دوسرے عہدوں پر متمکن رہے۔ علاوہ ازیں ندوۃ العلماء، دارالعلوم دیوبند، انجمن حمایتِ اسلام اور انجمن تبلیغ الاسلام کی ترقی میں بھی کوشاں رہے۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو مستحکم کرنے میں ان کی کوششوں کو بھی دخل حاصل ہے۔ ۱۹۱۷ء میں اس کے جوائنٹ سیکرٹری اور ۱۹۲۱ء میں صاحبزادہ آفتاب احمد خان کی جگہ اس کے سیکرٹری منتخب ہوئے اور آخر دم تک اس کے مقاصد کی تکمیل میں مصروفِ عمل رہے۔

---

[1] ماخذ: مجلد اول، ص: ۷-۹ اس مکتوب کا ایک متن مولانا احسن مارہروی کی تالیف "تاریخ نثر اردو" (ص: ۵۷۸ - ۵۸۰) میں بھی منقول ہے۔

[2] شیخ عطاء اللہ نے مکتوب کے اختتام پر لکھا ہے: "اس خط پر تاریخ درج نہیں" لیکن اس میں جو نظم زیرِ بحث ہے وہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء کے اخبار "وطن" لاہور میں درج ہوئی تھی۔ اس لیے خط کی تاریخ مارچ ۱۹۰۳ء متعین کی جاسکتی ہے۔ اس بنا پر ترتیب کے لحاظ سے مولانا شروانی کے نام اقبال کے مکاتیب میں اس مکتوب کو سب سے پہلے آنا چاہیے۔

۱۹۱۸ء میں میر عثمان علی خان نظام حیدرآباد دکن نے نواب فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ کی وفات پر مولانا شروانی کو امور مذہبی اور صدارت عالیہ کے محکمے سونپے ، بارہ سال تک صدر الصدور کے عہدے پر مامور رہے ، نظام کی طرف سے نواب صدر یار جنگ کا خطاب ملا ۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام پر اس کے پہلے شیخ الجامعہ مقرر ہوئے ۔ امور مذہبی ، صدارت عالیہ اور جامعہ عثمانیہ کے ضمن میں ان کی خدمات ہماری ملی تاریخ کا اہم حصہ ہیں[1]۔

مولانا شروانی شاعری کا خاص ذوق رکھتے تھے شروع میں واصق اور پھر حسرت تخلص اختیار کیا امیر مینائی سے مشورہ سخن کرتے تھے ، اردو میں "کاروان حسرت" اور فارسی میں "بوستان حسرت" ان کے کلام کے مجموعے ہیں ۔ علاوہ ازیں تنقید و تحقیق میں بھی ان کا قلم خوب جولانیاں دکھاتا تھا۔ ان کی بعض تصانیف یہ ہیں :

تذکرۂ بابر ، علمائے سلف ، نابینا علماء ، سیرۃ الصدیق ، مقدمہ تذکرۂ میر حسن اور مقدمہ نکات الشعراء وغیرہ

مولانا شروانی کا معاصر مسلم مشاہیر سے قریبی تعلق تھا ان سے خط و کتابت رہتی تھی ، مولانا ابوالکلام آزاد کے مجموعہ مکاتیب "غبار خاطر" کے مکتوب الیہ بھی مولانا شروانی ہیں ۔ علامہ اقبال سے اولین ملاقات غالباً فروری ۱۹۰۲ء میں ہوئی تھی جب مولانا شروانی انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے آئے تھے[2]۔

علامہ اقبال اور مولانا شروانی میں مخلصانہ روابط استوار رہے ، شیخ عطاء اللہ نے مکاتیب اقبال جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا تو مولانا موصوف نے سب سے پہلے دست تعاون بڑھایا اور اپنے نام اقبال کے خطوط ارسال کئے[3] "اقبالنامہ" تیار ہوا تو اس پر مقدمہ لکھ کر اپنے خلوص و محبت کا حق ادا کر دیا[4]۔

---

[1] حالات زندگی کی تفصیل کے لئے دیکھئے : شمس تبریز خان ، صدر یار جنگ ، کراچی ، مجلس نشریات اسلام ، ۱۹۸۱ء
نیز دیکھئے : یادرفتگان ، ص : ۲۱۱ – ۲۲۱ ، پرانے چراغ ، ۲ ، ص : ۲۳ – ۴۳

[2] کتاب مذکور ، ص : ۲۶۱

[3] اقبالنامہ ، اوّل ، ص : ف — لیکن مولانا نے یہ نہیں بتایا کہ یہ اصل مکاتیب تھے یا دستی نقل کی صورت میں تھے

[4] کتاب مذکور ، ص : ک – ن

متون کا اختلاف :

عکس اول	تاریخ نثر اردو
۱. لفظ چھد کے متعلق ...	لفظ چھپا کے متعلق ...
۲. (میری ہستی ہے تو تھی الخ)	(میری ہستی تو تھی الخ)
۳ - ڈکٹیٹ کرایا تھا ...	ڈکٹیٹ (لکھوانا) کروایا تھا
۴ - زور عادت کی وجہ سے ...	روزمرہ عادت کی وجہ سے ...

عکس اول میں نمبر ۱ اور ۳ درست ہیں جبکہ تاریخ نثر اردو میں نمبر ۴ صرف درست ہے اور جبکہ نمبر ۲ یوں ہے "میری ہستی ہی تو تھی الخ" مذکورہ کتابوں میں یہ مصرع غلط نقل کیا گیا ہے ۔

توضیحات :

پس منظر : نظم "ابر گہربار" جو "فریاد امت" کے نام سے معروف ہوئی اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے ۱۸ ویں سالانہ اجلاس میں یکم مارچ ۱۹۰۳ء کو ظہر و عصر کے درمیان خان بہادر غلام احمد خان مشیر مال ریاست جموں و کشمیر کی صدارت میں پڑھی تھی ۔ شاعر نے اپنے آپ کو تخیل میں آستانۂ سرور کائنات صلعم پر حاضر سمجھ کر عاشقانہ رنگ میں شعر کہے تھے ، اس نظم پر اقبال کو خوب داد ملی تھی ۔ نظم چھپی تو نواب حبیب الرحمٰن خان شروانی نے اس کے بعض مقامات نشان زد کر کے اصلاحات تجویز کیں ۔ اقبال کا زیر نظر مکتوب شروانی کے خط کے جواب میں ہے ۔

اشعار : زیر بحث اشعار حسب ذیل ہیں :

۱. طور پر تو نے جو اے حضرت موسیٰ دیکھا   وہی کچھ قیس نے دیکھا پس محمل ہو کر
۲. میری ہستی ہی جو تھی میری نظر کا پردا   اٹھ گیا بزم سے میں پردۂ محفل ہو کر
۳ - صفت نرگس سرِ خار شب فرقت میں   چھید رہا ہے تہ دیدۂ انجم ہو کر

شعر ۱ پر مولانا شروانی نے الفاظ "نے اور حضرت" پر × کا نشان بنایا تھا اور حاشیہ پر "دیدہ" کا اضافہ کیا تھا۔ اقبال کہتے ہیں کہ اصل مصرع یوں تھا:

طور پر تو نے جو اے دیدۂ موسیٰ دیکھا

لیکن کاتب نے احترام کے پیش نظر دیدہ کو حضرت بنا دیا۔

شعر ۲ میں مولانا شروانی نے "جو" کی بجائے "تو" کی ترمیم تجویز کی تھی، اقبال کہتے ہیں کہ اصل مصرع میں "تو" ہی تھا۔ کاتب نے نقل کرنے میں غلطی کی ہے۔

شعر ۳ مولانا شروانی نے لفظ چمن پر × کا نشان لگایا تھا۔ اقبال نے اس سلسلے میں کلی اتفاق ظاہر کیا ہے۔

مولانا شروانی کی بعض تنقیدوں سے اتفاق کے باوجود یہ نظم ۱۹۱۳ء میں "فریادِ امت" کے عنوان سے شائع ہوئی تو اس میں ایک شعر (طور پر تو نے ... الخ) کے علاوہ باقی شعر اسی طرح "وطن" لاہور میں شائع ہوئے[1]۔ اقبال نے بعض وجوہ کی بنا پر اسے بانگ درا (۱۹۲۴ء) میں شامل نہیں کیا البتہ اس کے بند نمبر ۱۱ کے نو اشعار "دل" کے عنوان سے "بانگ درا" میں شامل کیے[2]۔

میر نیرنگ: میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۵ء - ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۲ء) علامہ اقبال کے دیرینہ دوست تھے۔ وطن انبالہ کے مضافات میں واقع ایک گاؤں رودانہ تھا۔ میٹرک کا امتحان انبالہ سکول سے ۱۸۹۵ء میں پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔ اقبال اور نیرنگ کی پہلی ملاقات چوہدری جلال الدین کی وساطت سے اسی کالج میں ہوئی تھی، دونوں شاعر تھے اور

---

[1] باقیاتِ سوم، ص: ۱۳۹-۱۶۲

[2] کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۶۱-۶۲

اور مرزا داغ کے شاگرد۔ اور یوں اکثر لاہور کی ادبی محفلوں میں شریک ہوتے رہے۔ نیرنگ نے وکالت پاس کی اور انبالہ میں وکالت کرنے لگے۔ کچھ عرصہ پبلک پراسیکیوٹر بھی رہے۔ وکالت کے ساتھ ساتھ مذہبی اور قومی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ انجمن دعوت و تبلیغ اسلام قائم کی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے معاون رہے اور جمعیۃ العلماء ہند میں شرکت اختیار کی۔ بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان پر پاکستان چلے آئے۔ دستور ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ "کلام نیرنگ" اور "غبار افق" ان کی یادگار ہیں۔[1]

چودھری خوشی محمد ناظر (۱۸۷۲ء – یکم اکتوبر ۱۹۴۴ء) ہرڈوالا ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام چودھری مولا داد خان تھا۔ ناظر نے ابتدائی تعلیم مولوی اللہ داد خان سے حاصل کی۔ ثانوی تعلیم گجرات سے پائی۔ بی اے علی گڑھ سے کیا۔ ریاست کشمیر میں ملازمت اختیار کی۔ ایک مدت تک کشمیر اور لداخ کے گورنر رہے۔ یکم جنوری ۱۹۳۵ء کو ریونیو منسٹر کے عہدے سے سبکدوش ہوئے اور چک جمرہ میں رہائش پذیر ہو کر زمینداری کرنے لگے۔ ناظر بچپن سے شعر کہتے تھے۔ نیچرل شاعری کی طرف میلان رکھتے تھے۔ مجموعۂ کلام دو جلدوں میں "نغمۂ فردوس" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ناظر کی نظم "جوگی" اردو کی کلاسیکی نظموں میں شمار ہوتی ہے۔[2]

---

[1] نیرنگ کے حالات کے لیے دیکھیے: غلام بھیک نیرنگ، میر، کلام نیرنگ (مرتبہ: ڈاکٹر معین الدین عقیل)
کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۳ء، ص: ۹-۷۴ ؛ معاصرین، ۱۹۸-۱۹۹؛
محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، گجرات، مکتبہ رضویہ، ۱۹۷۶ء، ص: ۱۶۷-۱۷۲
اقبال اور نیرنگ کے باہمی تعلقات کے لیے دیکھیے: غلام بھیک نیرنگ، اقبال کے بعض حالات (مشمولہ) مطالعہ اقبال (مرتبہ گوہر نوشاہی) لاہور، بزم اقبال،
جون، ۱۹۷۱ء، ص: ۱۹-۴۶

[2] مکاتیب، نمبر (۲)، ص: ۹۳۷-۹۳۸ ؛ یادِ رفتگان، ص: ۳۱۸-۳۲۱
نیز دیکھیے: جعفر طاہر، خوشی محمد ناظر (مقالہ)، قومی زبان، یکم مئی ۱۹۶۰ء، ص: ۲۱-۲۲

مولانا گرامی : مولانا شیخ غلام قادر گرامی (۱۸۵۹ء - ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء) فارسی کے مشہور شاعر، نظام حیدرآباد دکن کے شاعر خاص اور استاد، اقبال کے قریبی دوست[1]
اقبال نے اس مکتوب میں لکھا ہے کہ انجمن کے سالانہ جلسے میں پیر نیرنگ، چودھری خوشی محمد ناظر اور مولانا گرامی سب تھے لیکن حبیبِ من مولانا شروانی کی کمی شدت سے محسوس کی گئی۔

مخزن : اردو کا مشہور رسالہ جسے شیخ عبدالقادر نے اپریل ۱۹۰۱ء میں جاری کیا تھا، یہ رسالہ وقفے وقفے سے ۱۹۶۹ء تک شائع ہوتا رہا۔ مخزن نے اردو زبان و ادب کی بیش قیمت خدمات انجام دیں۔ اس نے اردو میں رومانی تحریک کو رواج دیا۔[2]
اس کے پہلے شمارے میں اقبال کی نظم "ہمالہ" شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد اپریل ۱۹۱۲ء تک تقریباً ہر ماہ اقبال کی تخلیقات اس میں شائع ہوتی رہیں۔
اقبال نے زیر نظر مکتوب میں لکھا ہے کہ "آپ کے مخزن میں میری دو غزلیں نئی طبع ہوئی ہیں امید ہے آپ پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔"
مخزن، اپریل ۱۹۰۳ء میں اقبال کی دو غزلیں "تازہ غزلیں" کے عنوان سے شامل ہیں۔
پہلی غزل کا مطلع یہ ہے:

لڑکپن کے ہیں دن عصمت کسی کی بھولی بھولی ہے
زباں سیکھی ہے لب ہلتے ہیں پیاری پیاری بولی ہے[3]

دوسری غزل کا مطلع یہ ہے:

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی   ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی[4]

---

۱ مزید تعارف کے لیے دیکھیے مکتوب ۲۳

۲ تفصیل کے لیے دیکھیے ارشد کی "مخزن عبدالقادر" (مقالہ) ادبی دنیا، لاہور، جنوری ۱۹۶۶ء، ص: ۴۳-۴۸

۳ باقیات سوم، ص: ۲۰۳-۲۰۶۔ یہ غزل بانگ درا میں شامل نہیں ہوئی۔

۴ کتاب مذکور، ص: ۲۲۴-۲۲۵۔ اس کے بعض اشعار بانگ درا میں شامل نہیں کیے گئے۔
نیز دیکھیے مکتوب ۱۴

مکتوب نمبر: ۴ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۱ مارچ ۱۹۰۳ء

مکتوب الیہ: منشی سراج الدین احمد [2]

متون کا اختلاف:

	عطاء اوّل	معاصرینِ اقبال کی نظر میں
۱۔	... بڑی فکر سے مجھے نجات دی	.... بڑے فکر سے مجھے نجات دی
۲۔	مجھے تین روز سے....	مجھے دو تین روز سے....
۳۔	نظم کہیں سے ملے تو ارسال کروں	نظم کہیں سے ملے تو آپ کو ارسال کروں
۴۔	مثنوی کی تنقید میں کچھ لکھنے کا ارادہ مدت سے ہے	مثنوی کی تنقید میں [مدت سے] کچھ لکھنے کا ارادہ ہے
۵۔	اس آرزو کو دل میں پرورش کر رہا ہوں	اس آرزو کی دل میں پرورش کر رہا ہوں
۶۔	اور آپ کو خط بھی لکھ لیا	اور آپ کو خط بھی لکھ دیا
۷۔	منبر صاحب	بخیر باد

عکس سامنے نہ ہونے کی بنا پر کسی ایک متن کو ترجیح دینا ممکن نہیں

---

[1] ماخذ: عطاء اوّل، ص: ۲۰ - ۲۲

مولفِ "معاصرینِ اقبال کی نظر میں" (ص: ۳۰۱ - ۳۰۲) نے عطاء اوّل سے متعلقہ متن نقل کیا ہے لیکن انہوں نے اپنے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی۔

[2] تعارف: مکتوب ۲

توقیتِ کلام :

اس مکتوب میں اقبال نے نظم "بلبل کی فریاد"[1] اور وہ غزل مکمل درج کر دی ہے جس کا مطلع ہے :

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی — ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی[2]

معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں اسی زمانے (مارچ ۱۹۰۳ء) میں تخلیق ہوئی تھیں۔ مذکورہ غزل کا ذکر اس سے قبل بھی مکتوب میں آ چکا ہے[3]

توضیحات :

شیخ عبدالقادر : (۱۸۷۴ء — ۹ فروری ۱۹۵۰ء)، لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قصور میں پائی۔ ۱۸۹۲ء میں فورمین کرسچین کالج لاہور سے بی اے کیا اور انگریزی کے ایک سکول میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں "پنجاب آبزرور" کے مدیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں "مخزن" جاری کیا

---

۱ یہ نظم ماہنامہ مخزن، فروری ۱۹۰۷ء میں "پرندے کی فریاد" کے زیرِ عنوان شائع ہوئی تھی۔ اس وقت اس کے بیس[20] شعر تھے لیکن جب اس کو "بانگِ درا" (۱۹۲۴ء) میں شامل کیا گیا تو اس کے کئی شعر کم ہو گئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے باقیاتِ اقبال، ص: ۲۸۶-۲۸۷، انوارِ گم گشتہ، ص: ۴۱-۴۳، اصلاحاتِ اقبال، ص: ۲۶

۲ اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں غزل کے سترہ[17] شعر لکھے ہیں جبکہ "بانگِ درا" میں اس کے صرف نو[9] شعر درج ہیں (کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۶۱-۶۲)

۳ مکتوب ۳

۱۹۰۲ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے ۔ ۱۹۰۷ء میں واپس آکر دہلی میں
وکالت شروع کر دی ، دو سال بعد لاہور آگئے ، کچھ عرصہ لائل پور میں سرکاری وکیل
رہے ، ۱۹۲۰ء میں یہ عہدہ ترک کرکے لاہور آگئے اور وکالت کرنے لگے ۱۹۲۱ء میں
لاہور ہائی کورٹ کے عارضی جج بنے ، ایک سال تک ایڈیشنل جج رہے ۱۹۲۳ء میں
مجلس قانون ساز کے رکن ہوئے ، ۱۹۲۵ء میں پنجاب کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے ۔
۱۹۲۶ء میں انجمن اقوام کے ساتویں اجلاس میں ہندوستان کے مندوب کی حیثیت سے
شریک ہوئے ۔ ۱۹۳۴ء میں وزیر ہند کی کونسل کے رکن ہو کر لندن چلے گئے اور
۱۹۳۹ء تک وہاں مقیم رہے ، ۱۹۴۲ء میں بہاولپور کے چیف جسٹس مقرر ہوئے [۱]
شیخ عبدالقادر کو اردو سے عشق تھا انہوں نے مخزن کے ذریعے اردو کے فروغ کے لئے بہت
کام کیا [۲] علامہ اقبال کے خاص احباب میں سے تھے ۔ [۳]

سید بشیر حیدر : علامہ اقبال کے شاگرد تھے اور بعد میں ان کے حلقہ احباب میں شامل ہوئے
لدھیانہ میں ایکسائز انسپکٹر رہے ، ترقی کرتے کرتے ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے
لدھیانہ کے نولکھا خاندان میں اقبال کی شادی ان کے توسط سے ہوئی تھی ۔ [۴]

ابر گہر بار : اقبال کی نظم جو "فریاد امت" کے نام سے معروف ہوئی اور جس کے صرف
ایک بند کے کچھ اشعار "دل" کے عنوان سے "بانگ درا" میں شامل ہوئے ۔ [۵]

---

۱ سکینہ ، ص: ۴۴۸ - ۴۴۹ ، یادِ رفتگاں ، ص: ۲۰۴ - ۲۱۰
۲ دیکھئے مکتوب ، ۳
۳ اقبال اور شیخ عبدالقادر کے باہمی روابط کی تفصیل کے لئے دیکھئے نذر اقبال ، ص: ۱ تا ۲۰
۴ زندہ رود (۲) ، ص: ۱۶۶ ۵ دیکھئے مکتوب ، ۳

ترتیب اشعار : علامہ اقبال کے اردو مجموعہ کلام کی تیاری کی طرف اشارہ ہے جو ستمبر ۱۹۲۴ء میں "بانگ درا" کی صورت میں شائع ہوا۔

ملٹن : JOHN MILTON (۱۶۰۸ء – ۱۶۷۴ء) ، ملٹن کو شیکسپیئر کے بعد سب سے بڑا شاعر مانا جاتا ہے ۔ تعلیم سے فارغ ہو کر اس نے شاعری پر زیادہ توجہ دی اور کئی نظمیں لکھیں ۔ کچھ عرصہ سیر و سیاحت میں مصروف رہے پھر اس نے آزادیٔ اظہار کے حق میں پمفلٹ لکھنے شروع کئے ۔ چند سال سرکاری ملازمت بھی کی ۔ ۴۴ سال کی عمر میں بینائی سے محروم ہو گیا ۔ ناموافق حالات میں اس کے مخلص احباب نے ساتھ دیا ۔ اس زمانے میں اس نے دو طویل نظمیں لکھیں (۱) PARADISE LOST (۱۶۶۷ء) اور (۲) PARADISE REGAINED (۱۶۷۱ء) دونوں نظمیں عالمی ادب کے شہ پاروں میں شمار ہوتی ہیں ۔ ۱۶۷۱ء میں اس نے ایک مقدس المیہ بعنوان "SAMSON AGONISTES" لکھا ۔[۱]

اقبال ملٹن کے فن کے مداح تھے ۔ انہوں نے اپنی ڈائری میں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ "ملٹن کی کرشماتی الہیات ہمارے عہد کے تخیل کو متاثر نہیں کر سکتی ۔ ۔ ۔ بہرحال اس کے بلیغ اسلوب کو جو جھوٹے دیوتاؤں کا کیا انعام ان کو حرم سے زمانے کے مظلوم ہاتھ کبھی چھو نہ سکیں گے ۔"[۲]

زیر نظر مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال ملٹن کی تقلید میں کچھ لکھنا چاہتے تھے ان کے اس ارادے کی تصدیق اور تفصیل ان کے قریبی دوست میر غلام بھیک نیرنگ نے بھی کی ہے ۔[۳]

---

۱ Britannica, vol. 15, pp. 507-514
Cassells, pp. 1251-1252
HEL., pp. 165-170

۲ شذرات ، ص: ۱۱۸

۳ غلام بھیک نیرنگ، میر، اقبال کے بعض حالات (مضمون) مشمولہ اقبال (مرتبہ ڈاکٹر پرویز شاہین) ، لاہور، بزم اقبال، جون ۱۹۷۱ء ، ص ۲۴

وہابی : محمد بن عبدالوہاب (۱۷۰۳ء - ۱۷۹۲ء) کے پیروکاروں کو برصغیر میں عموماً وہابی کہا جاتا ہے ۔ محمد بن عبدالوہاب عرب کے مشہور مصلح اور "کتاب التوحید الذی هو حق اللہ علی العبید" کے مصنف ہیں ۔ محمد بن عبدالوہاب نے شرک و بدعت اور خلافِ اسلام رسوم کے خلاف جدوجہد کی ، توحید و رسالت کے خالص عقائد پر زور دیا[1] ، اقبال نے متعدد مقامات پر ان کی اصلاحی تحریک کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے[2] لیکن زیرِ نظر خط میں اقبال نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے حضور کی شان میں جو والہانہ اشعار لکھے ہیں ممکن ہے کہ بعض وہابی خیال لوگوں پر گراں گزریں ۔

صادق علی خان : سری نگر، کشمیر کے کسی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور ماہنامہ "مخزن" لاہور کے معاون مدیر ، ایک خوش گو شاعر تھے[3]

عنبر : نورالدین عنبر ، کشمیر کے ایک شاعر[4]

---

[1] معین الدین عقیل ، ڈاکٹر ، اقبال اور وہابی تحریک (مقالہ) ، المعارف ، لاہور ، نومبر ۱۹۷۷ء ، ص ۱۶ - ۲۲

رحیم بخش شاہین ، وہ کتاب جو اقبال لکھنا چاہتے تھے (مقالہ) ، دو ماہی "اسلامی تعلیم" لاہور ، مارچ تا جون ۱۹۷۷ء ، ص: ۷۹ - ۸۰

[2] تشکیلِ جدید ، ص: ۲۳۵ ، حرفِ اقبال ، ص: ۱۳۵ - ۱۳۶

[3] ، [4] دانائے راز ، ص: ۲۱۳

مکتوب نمبر : ۵ [1]

مقام تحریر : نواب کوٹ [2]

تاریخ تحریر : ۲۳ مئی ۱۹۰۳ء [3]

مکتوب الیہ : سیّد محمد تقی

تعارف : سید محمد تقی (۱۸۷۲ء - ۸ مئی ۱۹۵۲ء) [4] مولانا سید میر حسن (وفات ۱۹۲۹ء) کے منجھلے صاحبزادے تھے ۔ سکاچ مشن ہائی سکول سے مڈل پاس کرنے کے بعد لاہور کے میڈیکل سکول میں داخل ہوئے مگر چند ماہ کے بعد میڈیکل سکول کو خیرباد کر دیا اور ویٹرنری سکول لاہور میں داخلہ لے لیا ۔ ۱۹۰۱ء میں

---

[1] ماخذ : عطاء دوم ، ص : ۲۹۸ - ۲۹۹ ، خطوط ، ص : ۶۷ - ۶۸

خطوط میں جو متن نقل کیا گیا ہے وہ روزنامہ امروز ، ۲۲ اپریل ۱۹۲۹ء میں شائع شدہ عکس سے لیا گیا ہے

[2] عطاء دوم میں مقام تحریر درج نہیں جبکہ خطوط میں مقام تحریر نواب کوٹ لکھا گیا ہے ' غالباً ' جگہ کا نام مرتب عطاء دوم سے پڑھا نہیں جا سکا ۔ خط کے متن میں بھی جہاں اس مقام کا تذکرہ آیا ہے وہاں انہوں نے نقطے " ..... کوٹ " درج کر دیا ہے ۔

[3] عطاء دوم میں خط کی تاریخ تحریر بھی مفقود ہے جبکہ خطوط میں تاریخ مئی ۱۹۰۳ء متعین کی گئی ہے ۔ بہرحال ہم اگر ذرا تفحص سے کام لیتے تو مکتوب کی اندرونی شہادت سے اصل تاریخ اخذ کر سکتے تھے ، یہ خط اقبال نے فورٹ سنڈیمن پہنچنے سے دو دن قبل تحریر کیا تھا مگر فورٹ سنڈیمن سے انہوں نے جو خط مولانا حبیب الرحمٰن شروانی (وفات ۱۱ اگست ۱۹۵۰ء) کو لکھا ہے اس پر ۲۵ مئی ۱۹۰۳ء کی تاریخ درج ہے جبکہ سید محمد تقی کے نام اس مکتوب میں انہوں نے لکھا ہے کہ " فورٹ سنڈیمن ابھی یہاں سے ۵۰ میل کے فاصلے پر ہے ، پرسوں پہنچیں گے " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال ۲۳ تاریخ کو " نواب کوٹ " پہنچے تھے لہٰذا نواب کوٹ سے ارسال شدہ اس خط کی تاریخ ۲۳ مئی ۱۹۰۳ء ہونی چاہئے ۔

[4] خطوط (ص ۶۷) میں درج کی گئی تاریخ پیدائش و وفات علی الترتیب ۱۸۸۲ء اور ۱۹۲۹ء درست نہیں ہیں ۔

یہاں سے تین سالہ کورس پاس کیا ، لاہور کے ڈی سی دفتر میں بطور سپرنٹنڈنٹ ملازم ہو گئے ۳۸/۱۹۳۷ء میں اس ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔[1] اقبال اور سید محمد تقی کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے جو ساری عمر قائم رہے ۔ اقبال نے سہ سالہ قیام یورپ (۱۹۰۵ء - ۱۹۰۸ء) کے دوران بھی انہیں کئی خط لکھے تھے لیکن وہ سب ضائع ہو گئے ، ان کے نام اب یہی ایک خط باقی بچا ہے ۔

متون کا اختلاف :

عطاء دوم	خطوط
۱ -	ازسٹیم نواب کوٹ
۲ - آج مقام ... کوٹ پہنچے ہیں ۔	آج مقام نواب کوٹ میں پہنچے ۔
۳ - پہلے روز ۳۳ میل سفر ...	پہلے روز ۳۳ میل کا سفر
۴ - مجھے کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی	مجھے کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی
۵ - آج ... کوٹ پہنچے ہیں ...	آج نواب کوٹ پہنچے ہیں ۔
۶ - خدا انجام بخیر کرے	خدا انجام بخیر کرے گا
۷ - ایجنٹ گورنر نے ...	ریجنٹ گورنر نے ...

مولف عطاء دوم سے جو الفاظ پڑھے نہیں گئے تھے مولف خطوط نے ان کو درج کر دیا ہے ، اسی طرح بعض غلطیوں کو درست کرنے کی کوشش بھی کی ہے ، البتہ بعض لفظوں کو انہوں نے بھی غلط پڑھا اور درج کر دیا ہے ، مثلاً ایجنٹ گورنر کو انہوں نے ریجنٹ گورنر لکھا ہے جو درست نہیں ہے ۔ اخبار میں بلوچستان میں ایجنٹ لکھا ہے یعنی قیام پاکستان سے قبل برٹش بلوچستان کا علاقہ براہ راست حکومت برطانیہ کے زیر انتظام تھا اور ایجنٹ برائے گورنر جنرل (A.G.G.) اس علاقہ کے نظم و نسق کا ذمہ دار تھا۔[2] باقی جملوں میں نمبر ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۵ اور ۶ کو خطوط میں درست نقل کیا گیا ہے جبکہ جملہ نمبر ۴ اور ۷ عطاء دوم میں درست نقل کیا گیا ہے ۔

---

1. دیکھئے مولوی سید میر حسن ، ص: ۲۲۵ - ۲۲۶
2. انعام الحق کوثر ، ڈاکٹر ، علامہ اقبال اور بلوچستان ، اسلام آباد ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ، ۱۹۸۶ء ، ص: ۲۱

توضیحات :

بھائی صاحب : شیخ عطا محمد (۱۸۵۹ء - ۲۲ دسمبر ۱۹۴۰ء) اقبال کے بڑے بھائی ، ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی ۔ ان کی دو شادیاں ہوئیں ، پہلی بیوی کشمیری راٹھوروں کے خاندان سے تھی دوسری کا نام مہتاب بی بی تھا ۔ شیخ عطا محمد کے پہلے سسرال والے فوجی وظیفہ خوار تھے ان کی معاونت اور اپنے علم قد و قامت کی بنا پر رسالے میں ملازمت مل گئی کچھ عرصہ کے بعد انہیں ٹامسن انجینئرنگ سکول رڑکی میں تعلیم پانے کے لئے بھیجا گیا اور امتحان پاس کر کے ایم ای ایس میں سب اوورسیر مقرر ہو گئے ۔ ساری عمر سرکاری ملازمت کی ، ۳۸ سال تک ایبٹ آباد ، ہنگو (کوہاٹ) اور کوئٹہ میں خدمات انجام دیتے رہے ۔ ستمبر ۱۹۱۲ء میں ریٹائر ہوئے ۔ ۱۹۱۷ء میں دوبارہ ملازمت پر چلے گئے اور تین سال مزید کام کرتے رہے ۔ اقبال کو علمی لحاظ سے پروان چڑھانے میں اور اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ بھیجنے میں انہوں نے خاص مدد کی تھی ۔ وفات کے بعد سیالکوٹ میں امام صاحب کے قبرستان میں والدین سے چند قدم کے فاصلہ پر دفن ہوئے۔[1]

علامہ اقبال اپنے بڑے بھائی سے بڑی محبت کرتے تھے ، اس کا اظہار انہوں نے اپنی نظموں "برگِ گل"[2] اور "والدہ مرحومہ کی یاد میں"[3] میں بھی کیا ہے۔

آج نواب کوٹ پہنچنے پر بھائی صاحب کے متعلق خبر ملی : مئی ۱۹۰۳ء میں شیخ عطا محمد بلوچستان کی سرحد پر ایس ڈی او ، ملٹری ورکس تھے ، بعض مخالفین نے سازش کر کے ان کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ فوجداری کا بنا دیا تھا۔[4] اس مقدمہ کی بنیاد عداوت پر تھی ، شیخ عطا محمد کو اندیشہ تھا کہ ان کے مخالفین گواہوں کو متاثر کریں گے اور عدالت پر بھی اثر انداز ہوں گے ، اس لئے ان کی خواہش تھی کہ یا تو مخالف عہدیداروں کا تبادلہ کر دیا جائے یا مقدمہ کسی دوسرے ضلع کی عدالت میں منتقل ہو جائے لیکن بلوچستان پولیٹکل ایجنسی والے ان دونوں باتوں میں سے کسی پر آمادہ نہ ہوتے ، اقبال نے مجبوراً لارڈ کرزن (وفات ۱۹۲۵ء) وائسرائے ہند کو تمام حالات سے آگاہ کیا اس نے ضروری تحقیقات کے بعد ان افسروں کا تبادلہ کرا دیا ۔

۱۔ زندہ رود (۱) ، ص: ۲۰ ، مظلوم ، ص: ۴۸ - ۵۸

۲۔ باقیات کلام ، ص: ۱۶۹ - ۱۷۷

۳۔ کلیاتِ اقبال اردو ، ص: ۲۲۹

۴۔ مظلوم ، ص: ۵۲ - ۵۶

اقبال اپنے محسن بھائی کی مدد کی خاطر علی بخش کو ساتھ لے کر لاہور سے وزیرستان میں پہنچے۔ سفر کی کچھ منازل گھوڑے اور اونٹ پر طے کیں۔ پچھلے روز ۳۷ میل کا سفر گھوڑے پر کیا۔ اقبال اس کے عادی نہ تھے اس لیے سخت تکلیف اٹھائی۔ بہرحال انجام بخیر ہوا۔ اقبال کی تشویش کا خاتمہ ہوا شیخ عطا محمد آخر کار باعزت طور پر بری ہو گئے۔ [1]

اغلب ہے کہ اسی دور میں اقبال نے ایک نظم "برگ گل" لکھ کر خواجہ حسن نظامی کو ارسال کی کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر پڑھی جائے۔ [2] چنانچہ یہ نظم پڑھی گئی اور اس کا یہ شعر علیحدہ طور پر تحریر کر کے مزار کے دروازے پر لگایا گیا:

ہند کا داتا ہے تو تیرا بڑا دربار ہے
کچھ ملے مجھ کو بھی اس دربار گوہر بار سے [3]

امیر کہاں ہیں؟ : یہ وہی امیر مینائی ہیں جن کی طرف اقبال نے اپنی نظم "شکریہ انگشتری" میں یوں اشارہ کیا ہے:

گشت اے اقبال مقبول امیر ملک سخن
کردہ وا مارا گرہ آخر زکار انگشتری [4]

---

1. زندہ رود (۱)، ص: ۹۲-۹۳
2. نظم کے متن کے لیے دیکھیے باقیات، سوم، ص: ۱۷۰-۱۷۷
یہ نظم پہلی مرتبہ مخزن لاہور، ستمبر ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی تھی
3. کتاب مذکور، ص: ۱۷۰
4. کتاب مذکور، ص: ۱۳۳ نظم "شکریہ انگشتری" کے پس منظر کے لیے دیکھیے مکتوب ۲

مکتوب نمبر: ۶ [1]

مقامِ تحریر: فورٹ سنڈیمن

تاریخِ تحریر: ۲۵ مئی ۱۹۰۳ء

مکتوب الیہ: حبیب الرحمٰن خان شروانی [2]

متون کا اختلاف:

عطاءِ اوّل	تاریخ نثرِ اردو
۱ - مخدوم و مکرم خان صاحب	مخدوم مکرم خان صاحب
۲ - ... مجھے یہاں ملا ۔	... مجکو یہاں ملا ۔
۳ - مصیبت میں مبتلا اس وقت ...	مصیبت میں مبتلا ہو کر اس وقت ...
۴ - اس قسم کا خط ...	اس قسم کا ایک خط ...
۵ - از فورٹ سنڈیمن، برٹش بلوچستان	برٹش بلوچستان

توضیح:

میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں ... : اس مصیبت کی تفصیل سید محمد تقی کے نام اقبال کے مکتوب، ۲۳ مئی ۱۹۰۳ء میں آچکی ہے [3]

---

[1] ماخذ: عطاءِ اوّل، ص: ۵ ، اس کا ایک متن مولانا احسن مارہروی کی تاریخ نثرِ اردو (ص: ۵۰۸) میں بھی منقول ہے۔ شیخ عطاء اللہ نے مولانا شروانی کے نام مکاتیب میں اسے باعتبارِ ترتیب پہلے رکھا ہے جبکہ تاریخِ تحریر کے اعتبار سے اسے دوسرے نمبر پر ہونا چاہیے۔ مکتوب کی ترتیب میں غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ تیسرے مکتوب کی تاریخِ تحریر متعین نہ تھی، اب چونکہ اس کی تاریخ کا تعین ہو چکا ہے (مارچ ۱۹۰۳ء) اس لیے موجودہ خط کو اس کے بعد لایا گیا ہے۔

[2] تعارف، مکتوب ۳ [3] مکتوب، ۵

مکتوب نمبر: ۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۲ جولائی ۱۹۰۲ء

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی

تعارف: خواجہ حسن نظامی (۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء — ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء)[2]، اصل نام سید علی حسن تھا، حسن نظامی کے نام سے معروف ہوئے، والد سید عاشق علی، درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا دہلی کے گدی نشین تھے، حسن نظامی نے مولانا رشید احمد گنگوہی سے تعلیم حاصل کی، ذاتی محنت اور شوق سے عربی، فارسی اور اردو زبان و ادب کی تحصیل کی، حسن نظامی ایک باعمل صوفی، عمدہ خطیب، صاحب طرز انشا پرداز اور اونچے درجے کے صحافی تھے، ان کی صحافتی زندگی کا آغاز روزنامہ "رعیت" سے ہوا، اخبار "منادی" میں ان کا روزنامچہ شائع ہوتا رہا، ۱۹۱۳ء میں میرٹھ سے "توحید" جاری کیا، توحید میں خواجہ حسن نظامی کے جوہر کھلے، ان کے سیاسی خیالات کا کھل کر اظہار ہوا، جامع مسجد میرٹھ میں مسجد کانپور کے جزوی انہدام کے سانحہ پر مسلمانان کانپور کی حمایت میں ان کی معرکہ آرا تقریر "ہو تکبیر" توحید ہی میں شائع ہوئی تھی۔ اس پر حکومت نے توحید کو بند کر دیا۔ خطیب دہلی اور دیگر ملکی جرائد میں ان کی تحریریں شائع ہوتی رہیں، تصانیف کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے جن میں سیپارۂ دل، بیگمات کے آنسو، غدر دہلی کے افسانے وغیرہ مشہور ہیں۔ روزنامہ سفر مصر و شام و حجاز، اتالیق خطوط نویسی، انتخاب توحید اور انتخاب نظام المشائخ بھی ان کی یادگار ہیں۔[3]

---

[1] عطا، دوم، ص: ۳۵۲ - ۳۵۳

[2] ملا واحدی نے تاریخ پیدائش ۲ محرم ۱۲۹۶ھ/۸۰-۱۸۷۹ء لکھی ہے، سوانح عمری حسن نظامی، ص: ۱۷

[3] خواجہ حسن نظامی کے مفصل حالات اور فہرست تصانیف کے لیے دیکھیے سوانح عمری حسن نظامی

علامہ اقبال سے اپنے دوستانہ تعلقات کا ذکر خواجہ حسن نظامی نے اپنی آپ بیتی میں کیا ہے[1]
اقبال نے خواجہ حسن نظامی کے نام سینکڑوں خط لکھے تھے ان میں سے صرف چند "اتالیق خطوط نویسی"
(۱۹۳۹ء) میں دیگر مشاہیر کے خطوط کے ساتھ شائع ہو کر محفوظ رہ گئے ہیں۔ قیام پاکستان کے
بعد خواجہ حسن نظامی نے اس کتاب سے اقبال کے خطوط الگ کر کے "پاکستان کے موجد اول ڈاکٹر
سر محمد اقبال کے خطوط خواجہ حسن نظامی دہلوی کے نام" کے زیر عنوان شائع کیے۔[2]

متون کا اختلاف :

مقالات یوم	منادی
مگر قدرت خدا کی مجھے مطلق رنج نہ ہوا	مگر قدرت خدا کی مجھے مطلق رنج محسوس نہ ہوا

منادی کا منقولہ متن "اتالیق خطوط نویسی" میں دیے گئے متن کے عین مطابق ہے۔ یہ دونوں متون
مکتوب الیہ کے زیر اہتمام شائع ہوئے تھے اس لیے انہیں ترجیح دی جاتی ہے۔

توضیحات :

پس منظر : اس مکتوب کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے خواجہ حسن نظامی رقمطراز ہیں :

"اتالیق خطوط نویسی میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کا پہلا خط مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۰۲ء کا ہے
اس کی حقیقت یہ ہے کہ پیسہ اخبار لاہور اور وکیل امرتسر میں کسی نے میرے مرنے کی خبر شائع کرا دی تھی
اقبال صاحب نے مجھے خط لکھا اور میں نے فوراً جواب دیا۔ اس پر انہوں نے ۲۲ جولائی ۱۹۰۲ء کو یہ خط لکھا۔"

---

[1] ادبی دنیا، مئی ۱۹۶۵ء، ص: ۹ - ۱۱
عبدالرحیم خواجہ (مرتب)، مقالات یوم اقبال (۱۹۵۲ء) لاہور، مرکزیہ مجلس اقبال، ۱۹۵۵ء، ص: ۳۲ - ۳۵
[2] منادی، دہلی، جون ۱۹۵۰ء، ص: ۱ تا ۱۱

پیسہ اخبار : مشہور ادیب اور صحافی مولوی محبوب عالم (۱۸۶۵ء - ۱۹۳۳ء) اس اخبار کے مالک تھے ۔ انہوں نے ۱۸۸۷ء میں پہلے اخبار "ہمت" جاری کیا جس کا موٹو تھا "ہمت مرداں مدد خدا" ۔ کچھ دنوں کے بعد ہمت کا نام تبدیل کر کے پیسہ اخبار رکھ دیا ۔ یہ اخبار ہندوستان میں سب سے ارزاں اخبار تھا ، اور پیسہ میں فروخت ہوتا تھا ۔ اس کا سرورق ہمیشہ سبز رنگ کا ہوتا تھا اس کے علمی ضمیمے میں "خضر پرش" چھپتا تھا ، کئی مرتبہ ایک ایک لاکھ اور پچاس پچاس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔[1]

میں نے وہ خبر پڑھی ... : خواجہ حسن نظامی کے خاندان میں سے کسی نے ان کے مرنے کی خبر اڑائی تھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ، اقبال نے اس مکتوب میں اس قسم کی خبروں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "ایسی خبریں زیادہ تر عمر کی علامت ہیں ۔ میری بابت بھی لاہور میں اسی قسم کی خبریں مشہور ہو گئی تھیں"

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر عبداللہ قریشی ، مولوی محبوب عالم اور اقبال (مقالہ) ، اقبال ریویو ، جنوری ۱۹۶۳ء ، ص: ۱ - ۱۷

نیز دیکھئے اکبر حیدری کا تذکرہ ، سید جالب دہلوی (مقالہ) ، نگار ، ستمبر ۱۹۸۵ء ، ص: ۲۷ - ۲۸

لاہور نمبر ، ص: ۸۲۷ - ۸۲۸

اعتذار

صفحوں کے نمبر لگاتے وقت صفحہ نمبر ۲۷ کے بعد غلطی سے صفحہ نمبر ۲۹ درج ہو گیا ہے۔

مکتوب نمبر ۸ [1]

مقامِ تحریر: لاہور [2]

تاریخِ تحریر: ۲۴؍فروری ۱۹۰۵ء [3]

مکتوب الیہ: شاطر مدراسی

تعارف: شمس العلماء ابوالمعانی محمد عبدالرحمٰن شاطر (۱۸۷۳ء تقریباً - اپریل ۱۹۲۳ء) [4]
مولوی عبدالغنی خان اثر کے فرزند، سکندر جنگ بہادر اول پرنس ارکاٹ کے پوتے تھے۔ والد بڑے عالم و فاضل آدمی تھے، ذوقِ شاعری سے بہرہ ور تھے۔ شاطر بھی فطری شاعر تھے، نو دس برس کی عمر میں شعر کہنے لگے تھے۔ اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں سے واقف تھے۔ فلسفہ ان کا خاص موضوع تھا، دقیق انداز اور مشکل الفاظ کا استعمال ان کی خصوصیات تھیں۔ ان کی تصنیفات مخزن، ادیب وغیرہ میں شائع ہوتی تھیں۔ نواب ارکاٹ کے سیکریٹری اور مدراس ہائی کورٹ کے مترجم رہے۔ ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۳ء میں حیدرآباد دکن میں رہے۔ شرر، داغ اور گرامی کی صحبتوں میں شریک ہوتے رہے۔ "کارنامۂ دانش" ان کی نظموں کا مجموعہ ہے، یہ نظمیں مذہب کے حقائق اور فلسفہ و سائنس کے دقیق مسائل پر لکھی گئی ہیں۔ اقبال شاطر کی شاعرانہ صلاحیتوں کے قدردان تھے۔

---

[1] ماخذ: علامہ دوم، ص: ۳۰۰-۳۰۲، خطوط، ص: ۶۹-۷۰

خطوط کا متن روزنامہ امروز، ۲۲؍اپریل ۱۹۷۹ء میں مطبوعہ عکس سے ماخوذ ہے۔

[2] خط کے شروع میں "از لاہور گورنمنٹ کالج" کے الفاظ تحریر ہیں اور آخر میں "محمد اقبال از لاہور گورنمنٹ کالج، بھاٹی دروازہ" کے الفاظ درج ہیں۔

[3] علامہ دوم میں تاریخ تحریر ۲۲؍فروری ۱۹۰۵ء دی گئی ہے اور یہی تاریخ "مرتب مکاتیب اقبال" (ص: ۷۵) میں درج کی گئی ہے جبکہ اصل تاریخ ۲۴؍فروری ۱۹۰۵ء ہے جیسا کہ عکس سے منقول متن سے ظاہر ہے۔

[4] سید سلیمان ندوی نے ان کی عمر تقریباً ۵۰ سال لکھی ہے دیکھیے یادِ رفتگاں، ص: ۲۲۹

متون کا اختلاف :

	خطوط	عطار دوم
۱	مخدوم و مکرم جناب شاد	مخدوم و مکرم جناب شاد صاحب
۲	تسلیم آپ کا نوازش نامہ مع قصیدہ پہونچا۔	تسلیم - آپ کا نوازش نامہ مع قصیدے کے پہنچا

خطوط کا متن چونکہ عکس خطوط سے ماخوذ ہے اس لئے قابل ترجیح ہے۔ اس خط کا متن محمد عبداللہ قریشی نے تقریظ کی صورت میں درج کیا ہے۔ اس تقریظ کی آخری پانچ سطریں "آپ کا اسلوب... اتباع ہوا"[1] دراصل اقبال کے مکتوب ۱۶ مارچ ۱۹۰۵ء کے شروع سے لی گئی ہیں[2]

توضیحات :

قصیدہ : شاد عظیم آبادی کی فلسفیانہ نظم "ابجد عشق" کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ایک طویل رائیہ قصیدہ ہے جس میں قدیم و جدید فلسفیانہ حقائق کے حوالے سے اصول الٰہیات کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ نظم پہلی بار ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی اور پھر ترمیم و اضافہ کے ساتھ کئی مرتبہ اشاعت پذیر ہوئی۔ ۱۹۰۹ء میں مدراس یونیورسٹی کے میٹرک کے نصاب میں شامل کی گئی۔ اس زمانے کے تقریباً سبھی معاصرین نے اس نظم کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور بہت اچھی آراء کا اظہار کیا[3] اقبال نے اس کے بارے میں لکھا ہے "اکثر اشعار نہایت بلند پایہ اور معنی خیز ہیں، بعض شعر ماشاء اللہ ستھرے ہیں اور اشعار کا اندرونی درد مصنف کے چوٹ کھائے ہوئے دل کو نمایاں کر کے دکھا رہا ہے۔ انسان کی روح کی اصل کیفیت غم ہے۔ خوشی ایک عارضی شے ہے۔ آپ کے اشعار اس امر پر شاہد ہیں کہ آپ نے فطرت انسانی کے اس گہرے راز کو خوب سمجھا ہے۔"

---

[1] معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۳۲۶

[2] عطار دوم، ص: ۳۰۳ - ۳۰۲، حقیقت یہ ہے کہ اقبال کے چار خطوں کی مختلف عبارتیں جوڑ کر دو تقریظیں مرتب کی گئیں "ابجد عشق" کے آخر میں دیگر مشاہیر کی آراء کے ساتھ شائع ہوئیں یہی تقاریظ انوار (ص: ۱۴-۱۸) میں نقل کی گئیں

[3] معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۳۲۲ - ۳۲۵

ہمارے ایک کرم فرما... : پنڈت چھجو رام وکیل[1]، جالندھر میں وکالت کرتے تھے
شعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے۔ اقبال اس مکتوب میں لکھتے ہیں کہ
قصیدۂ رائیہ کے اشعار کو انہوں نے اتنی دفعہ پڑھا ہے کہ اب ان کو تمام
حصہ جو مخزن میں شائع ہو چکا ہے، ازبر یاد ہے۔

حسن عقیدے کے ارسال کرنے کا... : غالباً اس طولانی قصیدہ کی طرف اشارہ ہے جو شاطر
کے والد نے عربی زبان میں لکھا تھا اور صنعت عاطلہ (بے نقط) کا
نمونہ تھا[2]۔

---

[1] عطاء دوم، ص: ۳۰۲

[2] معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۳۲۳ - ۳۲۴

مکتوب نمبر: ۹ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۶ مارچ ۱۹۰۵ء

مکتوب الیہ: شاطر مدراسی [۲]

متون کا اختلاف :

عطاء دوم	خطوط
۱۔ میرا خود خیال تھا	میرا تو یہ خیال تھا
۲۔ واقعی .... ہے	واقعی خوب ہے
۳۔ یعنی	یعنی ہم خدائی کرتے ہیں تیری بدولت اے خیال ایک کن سے پیدا کرتے ہیں عالم ہزاروں اشعار

۲ اور ۳ مرتب عطاء دوم سے پڑھے نہیں جا سکے ، اس اعتبار سے خطوط کا متن بہتر اور مکمل ہے

توضیحات :

مولانا حالی : مولانا خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء - ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء) ، حالی ایک شاعر ، نقاد ، سوانح نگار اور مصلح کی حیثیت سے بلند مقام رکھتے ہیں[۳]۔ مولانا حالی اقبال کے قائل کے معترف تھے[۴]۔ اقبال کی نظر میں حالی کا جو مقام تھا اس کا پتہ اس رباعی سے چلتا ہے جو اقبال نے ان کی موجودگی میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں فی البدیہہ پڑھی تھی[۵]

---

۱ ماخذ : عطاء دوم ، ص : ۳۰۲ - ۳۰۷ ، خطوط ، ص : ۷۰ - ۷۱

اس مکتوب کا عکس امروز لاہور ، ۲۲ اپریل ۱۹۶۹ء اور پھر آفاق لاہور ، ۲۱ اپریل ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا جہاں سے خطوط (ص ۷۰ - ۷۱) میں نقل کیا گیا۔

۲ تذکرہ ، مکتوب ، ۸۱ ۳ سکینہ ، ص : ۳۰۶ - ۳۱۸ ۴ باقیات اسلام ، ص : ۲۶۴

۵ کتاب مذکور ، ص : ۲۶۵

۱۹۳۵ء میں پانی پت میں مولانا حالی کی یاد میں منعقد ہونے والی تقریب میں اقبال نے نواب حمید اللہ خان والیِ بھوپال کی موجودگی میں مولانا حالی کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا[1]۔ اسی طرح ایک دوسرے موقع پر ان کے بارے میں کہا:

آں لالۂ صحرا کہ خزاں دید و بیفسرد   سیدۂ گر اُو را بے از اشکِ سحر داد[2]

مولانا حالی نے شاعرِ مدراس کے قصیدے کے بارے میں کہا تھا: "نہایت تعجب ہوا کہ احاطۂ مدراس میں ایسی صاف اور فصیح اردو، ایسی پاکیزہ نظم و نثر، ایسا لطیف اور صحیح مذاق کیونکر پیدا ہوا اور کہاں سے آیا؟ آپ کے اشعار میں یقیناً میں وہ چیز پاتا ہوں جو ترقی کر کے کمالِ شاعری کے درجے تک پہنچ سکتی ہے۔ علاوہ بریں دعا بالخیر آپ کے بعض شعروں کو دیکھ کر رشک ہوتا ہے کہ کیوں یہ پیرایۂ بیان ہمارے ہاتھ نہ لگا"[3]

جو شعر مولانا نے انتخاب کیا ہے: مولانا حالی نے شاعرِ مدراس کے مندرجہ ذیل شعر کی خاص طور پر داد دی تھی:

بے محل اُلجھتا نہیں ہے اک بھی تیرا قدم   کوہ ہے تجھ پر سوار اے ابلقِ لیل و نہار[4]

اپنا اپنا ہے مقدر بال و پر کا کیا گناہ: مخزن میں مطبوعہ قصیدہ میں اس مصرعے میں لفظ 'گناہ' کی بجائے 'قصور' شائع ہوا ہے۔

ہوتے ہم مانی تو ہوتا عشق بھی ناپائدار: شاعر کا پورا شعر یوں ہے:

کیوں نہ ہوں تا حُلی بقائے سُرخ کے اہلِ دل   ہوتے ہم مانی تو ہوتا عشق بھی ناپائدار[5]

ٹینی سن: A. TENNYSON (۱۸۰۹ء–۱۸۹۲ء)، مشہور انگریز شاعر، ۱۸۵۰ء میں ملک الشعراء بنا۔ THE PRINCESS (۱۸۴۷ء)، IN MEMORIUM (۱۸۵۰ء) اور MAUD AND OTHER POEMS (۱۸۵۵ء) کا مصنف[6]۔ اقبال نے شاعر کے مصرع "ہوتے ہم مانی تو..." کی داد دیتے ہوئے لکھا ہے: "یہ مضمون ٹینی سن مرحوم ملک الشعراء انگلستان کے ایک شعر میں بھی خوبی سے ادا ہوا ہے۔"

---

[1] باقیاتِ سوم، ص: ۲۲۶ [2] کتابِ مذکور، ص: ۲۲۶ [3] معاصرینِ اقبال کی نظر میں، ص: ۳۳۶

[4] حوالۂ مذکور [5] ایضاً، ص: ۱۰۷ [6] Cassells, Vol. II, P.1544

HEL., PP. 337–340

Britannica, Vol. 21, PP. 938-941

مکتوب نمبر: ۱۰ [1]

مقام تحریر: عدن

تاریخ تحریر: ۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء

مکتوب الیہ: مولوی محمد انشاء اللہ خان

تعارف: مولوی محمد انشاء اللہ خان (۱۸۷۰ء - ۱۹۲۸ء)، گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، زندگی کا بڑا حصہ لاہور میں گزرا۔ ۱۸۹۸ء میں اخبار "وکیل" امرتسر کے مدیر مقرر ہوئے، ۱۴ جنوری ۱۹۰۱ء کو لاہور سے ہفت روزہ "وطن" جاری کیا[2] ۱۹۱۵ء میں اسے روزانہ کر دیا۔ لیکن جب مولانا ظفر علی خان نے "زمیندار" کو روزانہ کر دیا تو "وطن" کی اشاعت کم ہو گئی چنانچہ مولوی انشاء اللہ خان نے اسے دوبارہ ہفت روزہ کر دیا، مولوی صاحب کے انتقال کے بعد دو سال تک شائع ہوتا رہا اور بند ہو گیا۔ مولوی انشاء اللہ خان نے بحیثیت صحافی سب سے پہلے مسلمانان برصغیر کو اسلامی ممالک کے مسائل سے دلچسپی لینے کی طرف مائل کیا لہٰذ

---

[1] ماخذ: یہ مکتوب ہفت روزہ "وطن" لاہور کے شمارہ ۳۹ جلد ۵، مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا تھا، محمد رحمان لطیف نے "وطن" کے حوالے سے "سبد اقبال"، اپریل ۱۹۶۲ء میں شائع کرایا۔ اس کا ایک متن سید عبد الواحد معینی نے مقالات اقبال (ص ۶۳،) میں درج کیا ان کا ماخذ بھی "وطن" ہی ہے۔ آخری بار یہ خطوط (ص ۷۶-۶۳) میں شامل کیا گیا۔ رفیع الدین ہاشمی کا ماخذ رحمان لطیف کا منقول متن ہے۔

---

[2] اشاریۂ مکاتیب" کے مرتب نے دیا نرائن نگم کو "وطن" کا ایڈیٹر قرار دیا ہے (ص ۱۰۰)، جبکہ وطن کے ایڈیٹر مولوی انشاء اللہ خان تھے نہ کہ نگم۔

اور ترکی کے متعلق ان کے سچے جذبات کو ابھارا ۔ انہوں نے حجاز ریلوے کی اعانت میں بھی حصہ لیا ۔ سی سالہ عہدِ حکومت سلطان عبدالحمید خان ، تاریخ خاندان عثمانیہ ، ترکی کی موجودہ حالت ، مظالم آرمینیا ، تاریخ حجاز ریلوے ، ترجمہ مقدمہ ابن خلدون اور محاربات پلیونا ان کی تصانیف ہیں [1]

مولوی انشاء اللہ خان علامہ اقبال کے قریبی دوست تھے اور دونوں میں خاصی بے تکلفی تھی ۔ 'وطن' میں اقبال کا کلام بھی شائع ہوتا تھا ۔ مولوی موصوف کے نام اقبال کے دو مکتوب ملے ہیں جن میں اقبال نے اپنے پہلے سفر یورپ کی روداد قلمبند کی ہے ۔

متون کا اختلاف :

مقالات اقبال	خطوط
۱ - بعد ازاں	ازاں بعد
۲ - واہ رے	وارے
۳ - سُن کر اُن سے کہا	سن کر دل میں کہا
۴ - بہت متاثر ہوا	بہت خوش ہوا
۵ - بغیر کشت و خون ہو جانا	بغیر کشت و خون کے ہو جانا
۶ - ان میں سے	ان سے
۷ - خدا تعالیٰ کے فضل سے	خدا کے فضل سے
۸ - متمول سوداگر	مسلمان سوداگر
۹ - آئے ، اس	آتے ہیں
۱۰ - فوراً آملے گی	فوراً ملے گی

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ دوسرے جملوں میں کوئی نہ کوئی اختلاف ضرور ملتا ہے اور عکس سامنے نہ ہونے کی بنا پر کسی ایک متن کو ترجیح دینا مشکل ہے ۔

---

[1] لاہور نمبر ، ص: ۹۲۵ - ۹۲۶

توضیحات :

پس منظر : ۱۹۰۵ء میں علامہ اقبال نے اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ کا سفر اختیار کیا،[1] اقبال یکم ستمبر ۱۹۰۵ء کو لاہور سے بمبئی میل کے ذریعہ روانہ ہو کر ۲ ستمبر کی صبح دہلی پہنچے اگلے روز وہاں سے رخصت ہو کر بمبئی گئے اور ملوجا نامی بحری جہاز کے ذریعہ عازم یورپ ہوئے۔ یہ مکتوب انہوں نے عدن سے تحریر کیا تھا۔

شیخ نذر محمد : منشی نذر محمد، اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس حلقۂ دہلی، ملازمت سے سبکدوش ہو کر گوجرانوالہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ اقبال اور خواجہ حسن نظامی کے مشترک دوست حضرت محبوب الٰہیؒ کے مزار کی زیارت کے وقت منشی نذر محمد بھی اقبال کے ہمراہ تھے۔

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ : (۹ اکتوبر ۱۲۳۸ء - ۳ اپریل ۱۳۲۵ء)، سلسلۂ چشتیہ کی شاخ سلسلۂ نظامیہ کے بانی ہیں[2] اقبال کی نظم "برگِ گل"[3] اور التجائے مسافر[4] خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے ان کی عقیدت کو ظاہر کرتی ہیں۔

شہنشاہ نصیر الدین ہمایوں : (۱۵۰۸ء - ۱۵۵۶ء) برصغیر میں مغل حکومت کے بانی ظہیر الدین بابر (وفات ۱۵۳۰ء) کا بیٹا اور جانشین، ہمایوں کا مقبرہ بھی درگاہ نظام الدین اولیاءؒ میں ہے۔

دارا شکوہ : (۲۰ مارچ ۱۶۱۵ء - ۳۰ اگست ۱۶۵۹ء)، مغل فرمانروا شاہجہان (وفات ۲۲ جنوری ۱۶۶۶ء) کا سب سے بڑا بیٹا، شاہجہان اسے جانشین بنانا چاہتا تھا لیکن اورنگزیب عالمگیر نے اسے شکست دے کر تخت پر قبضہ کر لیا، دارا شکوہ عربی، فارسی اور سنسکرت میں مہارت رکھتا تھا، جوگیانہ تصوف کا قائل تھا، مخالف شریعت گروہ کا دلدادہ تھا، وہ کئی کتابوں کا مصنف تھا جن میں سے ایک مجمع البحرین ہے۔

---

[1] دیکھیے زندہ رود (۱)، ص: ۱۰۵-۱۱۱ [2] آبِ کوثر، ص: ۲۵۸-۲۸۷

[3] باقیات، ج سوم، ص: ۱۴۰-۱۴۲، سرودِ رفتہ، ص: ۵۲-۵۵

[4] کلیات اقبال اردو، ص: ۹۶-۹۷

اس میں داراشکوہ نے تصوف اور ویدانت میں مماثلت دکھائی ہے۔ دارا کی ان کوششوں سے ہندو مذہب کو تقویت ملی[1]۔ اسی لیے علامہ اقبال نے اسرارِ خودی (۱۹۱۵ء) میں اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے:

تخمِ الحادے کہ اکبر پرورید   باز اندر فطرتِ دارا دمید[2]

تاہم اس سفر میں انہوں نے دارا شکوہ کے مزار پر نہ صرف فاتحہ خوانی کی بلکہ اس کے نظریہ ہُوالموجود (وحدت الوجود[3]) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "دارا شکوہ کے مزار کی خاموشی میں دل کے کانوں سے ہوالموجود کی آواز سنی۔"

شیخ محمد اکرام: (وفات ۱۰ مئی، ۲۲ مئی ۱۹۶۱ء) مجلہ مخزن کے معاون مدیر، عصمت، انیس نسواں اور تمدن وغیرہ رسائل کے مدیر، اقبال کے دوست، خیال رہے کہ یہ وہ شیخ اکرام نہیں ہیں جو سلسلۂ کوثر کے مصنف ہیں، صاحبِ سلسلۂ کوثر ان شیخ محمد اکرام سے عمر میں بہت چھوٹے تھے۔ صاحبِ سلسلۂ کوثر کا نام بھی ان ہی کے نام پر رکھا گیا تھا[4]۔

ٹامس کک: یہ ایک ٹریول ایجنسی تھی نہ کہ بحری جہاز راں کمپنی جیسا کہ خطوط (ص: ۷۹) میں لکھا گیا ہے۔

تھامس کارلائل: THOMAS CARLYLE (۱۷۹۵ء - ۱۸۸۱ء) عہدِ وکٹوریہ کا مشہور انگریز مورخ، سوانح نگار۔ اس کی THE FRENCH REVOLUTION (۱۸۳۷ء)، HEROES AND HEROWORSHIP (۱۸۴۱ء) وغیرہ کتب مشہور ہیں[5]۔ علامہ اقبال نے اس کا قول نقل کیا ہے "محنت ہی بہت بڑی عبادت ہے" اصل قول ہے: "WORK IS WORSHIP"[6]

---

[1] داراشکوہ کی ان کوششوں کا جائزہ دیکھیے رودِ کوثر، ص: ۴۰۰ - ۴۱۰

[2] کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۹۵

[3] وحدت الوجود کی تفصیل کے لیے دیکھیے محمد عبدالغنی، پروفیسر شاہ، قرآن، تصوف اور اقبال، لاہور، فیروز سنز، ۱۹۶۱ء، ص: ۱۲۲-۱۲۳

[4] محمد صدیق، پیرزادہ شیخ محمد اکرام نائب مدیر مخزن، احوال و آثار (مقالہ) المعارف جنوری ۱۹۸۲ء، ص: ۱۷-۵۲

[5] HEL, PP. 311-313
Britannica, vol. 4 PP. 880-885

[6] Carlyle, Past and Present, London, World Books & Co, 1911, P. 275

چینی لوگ : چینی لوگ اس زمانے میں خوابِ غفلت سے بیدار ہو رہے تھے اقبال نے اس مکتوب میں ان کی قوم پرستی اور بیداری پر رشک کا اظہار کیا ہے ۔ اقبال نے کئی سال بعد ان کی بیداری کا ذکر ساقی نامہ میں یوں کیا ہے:

گراں خواب چینی سنبھلنے لگے — ہمالہ کے چشمے ابلنے لگے [1]

ینگ ترک پارٹی : نوجوان ترکوں کی تحریک ۱۸۶۶ء کے دستور پر قائم تھی ۔ ان لوگوں نے ۱۸۹۱ء میں انجمن اتحاد و ترقی کی بنیاد ڈالی ۔ ان لوگوں نے ملک کو مستقبل جمہوری اور لادینی بنیادوں پر چلانے کا اعلان کیا تھا ۔

سلطان عبدالحمید : سلطان عبدالحمید ثانی ، مراد خامس کی معزولی (۱۸۷۶ء) کے بعد خلافت عثمانی کا مسند نشین ہوا ۔ اس کی مطلق العنانی نے مخالف قوتوں کو تحریک بخشی اور آخر [illegible] ۱۹۰۸ء کو معزول کر دیا گیا ۔

کمال بے : ترک شاعر جو سلطان عبدالحمید ثانی کا مخالف تھا ۔

دادا بھائی نوروجی : (۱۸۲۵ء - ۱۹۱۷ء) بمبئی کے پارسی رہنما ۔ ۱۸۹۲ء میں برطانوی دارالعوام کے رکن بنے ۔ ایک مدت تک انگلستان میں مقیم رہے پھر ہندوستان چلے آئے ، کانگریس کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں ، تین دفعہ اس جماعت کے صدر رہے ۔ ان کی کتاب بعنوان "POVERTY AND UNBRITISH RULE IN INDIA" نے بہت شہرت حاصل کی [2]

باب لندن : بمبئی مراد ہے

کاؤنٹ لیو ٹالسٹائی : LEO TOLSTOI (۱۸۲۸ء - ۱۹۱۰ء) بلند پایہ روسی ادیب ، افسانہ نگار اور ناول نویس ، مصور فطرت اور مفکر اخلاق ، WAR AND PEACE (۱۸۶۲ء - ۱۸۶۹ء) اور ANNA KARENINA (۱۸۷۳ء - ۱۸۷۷ء) مصنف ہے [3]

اقبال نے چونکہ ایک فرانسیسی پادری سے جو روسی زبان جانتا تھا ٹالسٹائی کے بڑے بیٹے کا پتا پوچھا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا اقبال کو اس پر بڑی حیرت ہوئی ۔

---

[1] کلیات اقبال ، اردو ، ص : ۴۱۵

[2] ABC of Indian Politics, Rajkot, Kitab Ghar, 1946, P. 76

[3] A.A.E., Vol. 19, P.228 Britannica, Vol. 22, PP. 275

ناسخ مرحوم : شیخ امام بخش ناسخ (وفات ۱۸۳۹ء) دبستانِ لکھنؤ کے نامور شاعر ، خواجہ حیدر علی آتش (وفات ۱۱/ نومبر ۱۸۴۶ء) کے معاصر ، اصلاحِ زبان اور فنِ شاعری کے سلسلے میں ان کی خدمات لائقِ ذکر ہیں[1] ۔ اقبال نے یہاں ان کا یہ شعر نقل کیا ہے :

ہے جو میں آفتاب پرستوں سے ہو پیتے　　لشکر کسی کا ہے ورق آفتاب میں[2]

سر ولیم میور : SIR WILLIAM MUIR (۲۷/اپریل ۱۸۱۹ء – ۱۱/اپریل ۱۹۰۵ء) انڈین سول سروس کا اہم رکن ، ماہرِ تعلیم ، متعصب مستشرق ، سیرتِ رسول ؐ پر زہریلی کتاب LIFE OF MAHOMET (۱۸۶۱ء) کا مصنف[3] ۔ سر سید احمد خان (وفات ۲۷/مارچ ۱۸۹۸ء) نے اس کے جواب میں خطباتِ احمدیہ لکھی تھی ۔ میور کے تعصب کے خود انگریز شاکی تھے ۔ بحری جہاز پر اقبال کی ملاقات گورنمنٹ کے ڈپٹی کمشنر سے ہوئی تو دورانِ گفتگو اس نے کہا "کاش یہ شخص ذرا کم متعصب ہوتا"

عمر خیام : حکیم ابوالفتح عمر خیام نیشاپوری (۱۰۱۷/۱۸ء – ۱۱۳۱ء) شاعر ، نثر نگار ، منجم ، فلکی اور ریاضی دان ۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی اور خواجہ نظام الملک کا ہم عصر ۔ زندگی میں وہ شاعر کی بجائے فلکی اور ریاضی دان کی حیثیت سے معروف رہا ۔ اس کی عالمگیر شہرت کا سبب اس کی رباعیات ہیں جن کو دنیا کی اکثر زبانوں میں منتقل کیا جا چکا ہے ، اس کے کلام میں قنوطیت ، فلسفۂ جبر ، فلسفۂ نشاط کی موثر ترجمانی کی گئی ہے[4] ۔

سحابی نجفی : ابو سعید سحابی استر آبادی نجفی (وفات ۱۶۰۱ء) فارسی کا قادر الکلام شاعر ، اس کا منتخب دیوان کئی بار چھپ چکا ہے ، اس کے کلام میں اخلاقی مضامین اور عارفانہ خیالات ملتے ہیں ۔ اقبال کے رفیقِ سفر نے عمر خیام کی رباعی گوئی کی تعریف کی تو اقبال نے سحابی کو اس سے بڑا رباعی گو

---

۱ سکینہ ، ص : ۱۶۵ – ۱۷۱　　۳ Britannica, Vol. 15, PP. 946-947 نیز اسلامی انسائیکلوپیڈیا ، ص : ۱۲۰

۲ ناسخ ، امام بخش ، کلیاتِ ناسخ ، مطبع سلطانی ، س ۔ ن ، ص : ۱۶۲　　۴ ادبیاتِ فارسی ، ص : ۲۰۱ – ۲۰۲ ، شعر العجم ، اول ، ص : ۲۲۹ – ۲۹۵ ، ادب نامۂ ایران ، ص : ۲۲۷ – ۲۷۱

قرار دیا ۔ سحابی کی کم از کم چھ ہزار رباعیات موجود ہیں ۔ اس سے زیادہ رباعیاں فقط مولانا روم (وفات ۱۲۷۳ء) نے کہی ہیں ۔ سحابی کی کئی رباعیاں عمر خیام سے منسوب ہوتی رہی ہیں۔[۱]

اس پاک سرزمیں میں جا پہنچوں... : علامہ اقبال بہت بڑے عاشق رسول تھے انہوں نے عمر بھر عشق رسول کے ترانے گائے ، مسلمانوں کو بھی اس کا درس دیا ، ان کی اکثر و بیشتر تصانیف میں جا بجا اس کا اظہار ملتا ہے ، آخری عمر میں سفر حجاز اور زیارت مدینہ کے آرزومند تھے اور چاہتے تھے کہ اس سفر کے تاثرات منظوم کریں لیکن ان کی آرزو پوری نہ ہو سکی ، ارمغان حجاز (۱۹۳۸ء) کے قطعات دراصل ان کے حجاز کے خیالی سفر کی روداد ہیں ۔

انگریزی الفاظ کا استعمال : اس مکتوب میں اقبال نے بہت سے انگریزی الفاظ استعمال کئے ہیں اور انہیں اردو املا میں لکھا ہے جن میں سوسائٹی ، پولیٹیکل ، جنٹلمین ، گراؤنڈ ، فنڈ ، لٹریچر ، واک وغیرہ شامل ہیں ایک لفظ فیوچر کا انگریزی متبادل Future بھی لکھا ہے ۔

۱؎ اقبال اور فارسی شعراء، ص: ۲۱۹ - ۲۲۱

مکتوب نمبر: ۱۱ [1]

مقام تحریر: ٹرینٹی کالج کیمبرج

تاریخ تحریر: ۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء [2]

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی [3]

متون کا اختلاف:

	علامہ دوم	شادی
۱۔	فارسی شاہ سلیمان ..	قاری شاہ سلیمان ..
۲۔	وحدت الوجود یعنی تصوف کا اصل مسئلہ ..	وحدت الوجود یعنی تصوف اصل مسئلہ ..

مذکورہ ۱ علامہ دوم میں کتابت و طباعت کی غلطی ہے جبکہ ۲ میں علامہ دوم کی عبارت مکمل ہے

توضیحات:

پس منظر: اقبال اعلیٰ تعلیم کے لئے یکم ستمبر ۱۹۰۵ء کو لاہور سے روانہ ہو کر دہلی اور بمبئی ہوتے ہوئے بحری جہاز کے ذریعہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء کو انگلستان پہنچے، ستمبر کے اواخر میں کیمبرج کے ٹرینٹی کالج میں داخلہ لیا۔ یہاں ریسرچ کا ارادہ کرنے کے لئے مقالہ تیار کرنا تھا، اس ضمن میں انہیں قاری شاہ سلیمان پھلواروی اور خواجہ حسن نظامی کی رہنمائی کی ضرورت تھی۔

تصوف سے متعلق آیات: [5] اقبال نے خواجہ حسن نظامی سے کہا کہ وہ قاری شاہ سلیمان پھلواروی (وفات، ۱۳ اپریل ۱۹۳۵ء) سے تصوف سے متعلق آیات کی فہرست حاصل کرکے بھجوائیں لیکن یقینی طور پر نہیں معلوم ہو سکا کہ آیا شاہ صاحب نے اقبال کی رہنمائی کی تھی یا نہیں۔ موصوف کے مجموعہ مکاتیب شمس المعارف (۱۹۸۱ء) میں ایسا کوئی خط نہیں ملتا۔

---

[1] ماخذ، علامہ دوم، ص: ۳۵۲ - ۳۵۷

[2] اصل خط ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کے اخبار وطن لاہور میں شائع ہوا تھا، (ص، ۱۰۳) اتالیق خطوط نویسی میں اس کی تاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء درج ہے جو درست نہیں ہے، مقالات میں ۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء درج ہے۔

[3] المعارف، مکتوب ۷

[4] اقبال نمبر (۱)، شمارہ ۱۲۱، ص ۱۲۰

[5] حالات کے لئے دیکھئے مکتوب ۶۸

مکتوب نمبر: ۱۲ [1]

مقام تحریر: کیمبرج

تاریخ تحریر: ۲۵ نومبر ۱۹۰۵ء [2]

مکتوب الیہ: مولوی محمد انشاء اللہ خان [3]

---

[1] ماخذ: یہ مکتوب سب سے پہلے وطن لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا تھا۔ دوسری بار رحمان لطیف نے اخبار وطن کے حوالے سے اقبال، اپریل ۱۹۶۲ء میں شائع کرایا۔ تیسری بار یہ خط سید عبدالواحد معینی نے مقالات اقبال (ص: ۷۵-۷۷) میں شائع کیا۔ ان کا ماخذ بھی اخبار وطن ہی ہے۔ آخری بار یہ خطوط (ص: ۹۳ - ۱۰۳) میں منقول ہوا۔ جزوی طور پر یہ مطالعہ دوم (ص ۲۶۵ - ۲۶۹) میں اُردو نو، کراچی، اپریل ۱۹۶۱ء میں درج ہوا۔ یہی متن بعد ازاں ماہ نو، اقبال نمبر، اپریل ۱۹۸۰ء (ص: ۳۰ - ۳۱) میں نقل ہوا۔ ان کا پتا یہ ہے کہ فوق کا عجب ہے میں حضرت اقبال نے جنوری کا خط نقل کر کے اُن کا نام حضرت آغا حشر کاشمیری مرحوم (شاگرد امیر مینائی) کو ان کی فرمائش پر ارسال کیا تھا

[2] انشائے مکاتیب (ص: ۱۰۰) میں مکتوب الیہ کی تاریخ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۵ء رکھی گئی ہے جو غلط ہے

[3] اقبال لاہور، مقالات اقبال اور خطوط میں مکتوب الیہ کا نام مولوی محمد انشاء اللہ خان لکھا گیا ہے جبکہ مطالعہ دوم اور ماہ نو میں شیخ اعجاز احمد کے حوالے سے منشی محمد دین فوق امرتسری۔ حالانکہ القاب سے ظاہر ہے کہ خط فوق کے نام نہیں مولوی انشاء اللہ خان کے نام لکھا گیا ہے۔ فوق کو نہ تو مولوی کے لقب سے اقبال مخاطب کرتے تھے اور نہ وہ امرتسر کے رہنے والے تھے لہٰذا ان کو امرتسری لکھنا بھی غلطی ہے۔

مولوی انشاء اللہ خان کے تعارف کے لیے دیکھیے مکتوب: ۱۰

متون کا اختلاف:

مقالات اوّل	خطوط	مقالات دوم
۱۔ کھو گئی	کھو یا گیا	کھو گئی
۲۔ اور نیز قرنطینہ کے	اور نیز قرنطینہ کے	اور قرنطینہ کے
۳۔ کی وجہ سے	کی نگاروں سے	کے نظارے سے
۴۔ اقوام یورپ	اقوام یورپ کو	تاجر اقوام کو
۵۔ یہ ذرا سی بات	یہ ذرا سا بات	یہ ذرا سا بات
۶۔ قید کر لینے	قید کر لیتے ہیں	قید کر لیتے ہیں
۷۔ مصری دکاندار	مصری دو دکاندار	مصری دکاندار
۸۔ ترکی ٹوپی	ترکی ٹوپی	ترکی ٹوپی
۹۔ علی گڑھ کالج کے ایک ڈیپوٹیشن	علی گڑھ کالج کے ایک ڈیپوٹیشن	علی گڑھ کالج ڈیپوٹیشن
۱۰۔ —	عرب اور افریقہ کی جدائی ہے	کنال کیا ہے عرب اور افریقہ کی جدائی ہے

غرض کہ تینوں جگہ متون میں خاصے اختلافات ہیں اور عکسی مواد نہ ہونے کی بنا پر کسی ایک متن کو ترجیح دینا مشکل ہے۔ ہر متن میں کچھ لفظ غلط ہیں اور کچھ درست، یہ ممکن ہے کہ تینوں متون کو سامنے رکھ کر ایک بہتر متن تیار کیا جائے

توضیحات:

سلیمان اوّل: (۱۵۱۷ء - ۱۵۶۶ء) ترکی کا ایک حکمران جو اپنے کارناموں کی بنا پر سلیمان عالیشان اور سلیمان قانونی کے نام سے معروف ہے[1] اقبال اس مکتوب میں اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ایک مسلمان حکمران نے یورپ اور ایشیا کی تجارتی شاہراہوں پر قبضہ کر لیا تھا اور جس نے اپنے اقدامات سے یورپی اقوام کو ہندوستان کی نئی راہ دریافت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

نہر سویز: (SUEZ)، دنیا کی مشہور نہر جو ایک سو میل طویل اور بحر روم اور بحر قلزم کو ملاتی ہے[2]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم، ۱۲۰۰، ص: ۹۵

[2] Nuttall, P. 485

مہاتما گوتم بدھ : (تقریباً ۵۶۳ تا ۴۸۳ ق م) ، مشہور مصلح اور بدھ مت کا بانی ، بدھ مذہب ذات پات کی تفریق اور رسوم پرستی کے خلاف تھا ، اس لئے اس کو برصغیر اور مشرق بعید میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی[1] ، اقبال نے اس مکتوب میں لکھا ہے کہ نہر سویز کے خالق نے زمانہ حال کی تجارت پر جتنا اثر کیا ہے اتنا بدھ   نے دنیا کی روحانی زندگی پر اثر نہیں کیا ۔

مقامات حریری : ابو محمد قاسم بن علی بن عثمان الحریری (وفات ، ۱۱۲۲ ء) عرب کے بلند پایہ انشاء پرداز کی تصنیف ، مقام یا مقامہ عربی نثر کی صنف ہے ، مقامات حریری عربی ادب کے شہ پاروں میں شمار ہوتی ہے اور اس کا ترجمہ دنیا کی متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے

محمد سعید پاشا : جدید مصر کے بانی محمد علی پاشا (۱۸۰۵ء - ۱۸۴۸ء) کا سب سے چھوٹا بیٹا جو ۱۸۵۴ء تا ۱۸۶۳ مصر کا خدیو رہا -

چند اشعار کی غزل : اقبال بحر روم کے ابتدائی حصے کے سفر سے اتنے متاثر ہوئے کہ اسی وقت سترہ اشعار کی غزل کہہ دی جس کا مطلع یہ ہے :

مثال پرتو مے طوف جام کرتے ہیں   یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں

اس غزل کے صرف دس اشعار 'بانگ درا' میں شامل ہیں[2] باقی اشعار بعض لفظی تبدیلیوں اور مندرجہ ذیل ایک شعر کے اضافہ کے ساتھ دکن ریویو ستمبر ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئے تھے[3]

۱ـ تلمیحات اقبال ، ۴۷ ، Britannica, Vol. 4, PP. 325-327

۲ـ کلیات اقبال ، اردو ، ص: ۱۳۹

۳ـ باقیات ، سوم ، ص: ۲۵۱

مازنی : JOSEPH MAZINI (۱۸۰۵ء - ۱۸۷۲ء) اٹلی کا ایک محب وطن سیاسی رہنما ، اٹلی میں جمہوری قدروں کے فروغ کے لیے جدوجہد کرتا رہا ، ۱۸۳۱ء میں جلا وطن ہوا ، اس زمانے میں بھی اس نے جدوجہد جاری رکھی ، انقلاب فرانس برپا ہوا تو واپس وطن لوٹا[1] ، اقبال کے نزدیک اس کا اصل دائرہ عمل ادب تھا نہ کہ سیاست[2] اقبال کی مذکورہ غزل میں مازنی کا ذکر یوں ہوا ہے :

ہرے رہو وطن مازنی کے میدانو   جہاز پر سے تمہیں ہم سلام کرتے ہیں

مارسیلز : (MARSEILLES) بحیرۂ روم کے ساحل پر فرانس کا تیسرا بڑا شہر اور بندرگاہ ، اس کا ذکر قدیم تاریخ میں بھی آتا ہے[3]

نوٹرڈام : (NOTRE DAME) ، فرانس کا قدیم گرجا جو حضرت مریمؑ سے منسوب ہے اور ILE DE LA CITE پر واقع ہے[4] اقبال اس کی عمارت سے بہت متاثر ہوئے۔

برٹش چینل : (BRITISH CHANNEL) رود بار انگلستان جو فرانس اور انگلستان کے درمیان واقع ہے اس کا عرض ۲۱ میل ہے[5]

ڈوور : (DOVER) KENT کے مشرقی ساحل پر واقع انگلستان کا معروف شہر اور اہم بندرگاہ ، فرانس کی طرف سے جانے والے ، ڈوور ہی کے راستے انگلستان میں داخل ہوتے ہیں ، یہاں سے لندن ۶۶ میل دور ہے[6]

انگریزی الفاظ ، اس مکتوب میں اقبال نے متعدد انگریزی الفاظ اردو املا میں لکھے ہیں مثلاً سویز کنال ، پوسٹ آفس ، نوٹس بورڈ ، گراس وغیرہ

---

۱ تلمیحات اقبال ، ص: ۶۹

۲ شذرات ، ص ، ۱۰۸

۳ Nuttall, pp. 392

۴ Ibid, pp. 432-433

۵ Ibid P. 205

۶ Ibid, P. 186

مکتوب نمبر: ۱۳ [1]

مقام تحریر: کیمبرج

تاریخ تحریر: مارچ ۱۹۰۶ء

مکتوب الیہ: ایڈیٹر زمانہ کانپور (دیا نرائن نگم)

تعارف: پنڈت دیا نرائن نگم (۲۱ مارچ ۱۸۸۲ء - ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء) کانپور کے کائستھ گھرانے میں پیدا ہوئے، اردو، فارسی اور انگریزی میں تعلیم گھر پر حاصل کی، ۱۹۰۳ء میں کرائسٹ چرچ کالج کانپور سے بی اے کیا، ابتدا میں مخزن لاہور میں مضامین لکھتے رہے، بی اے کرنے کے بعد ۱۹۰۳ء میں کانپور سے ذاتی ماہنامہ "زمانہ" کے نام سے جاری کیا جو تقریباً نصف صدی تک، ان کی وفات کے بعد بھی جون ۱۹۴۹ء تک اردو ادب کی خدمت کرتا رہا۔ زمانہ کے لکھنے والوں میں حالی، شبلی، اکبر، اقبال اور دیگر مشاہیر شامل تھے۔[2] خلاصہ یادگار غالب اور رفتار زمانہ (مجموعہ مضامین) ان کی تصانیف ہیں۔

توضیح:

سودیشی تحریک: اس تحریک کا مقصد ہندوستان کے باشندوں کو غیر ملکی مال کا استعمال ترک کرنے اور ملکی مصنوعات کے استعمال پر آمادہ کرنا تھا، یوپی میں اس کے سب سے بڑے علمبردار مولانا حسرت موہانی (وفات ۱۳ مئی ۱۹۵۱ء) تھے جو اپنے رسالہ "اردوئے معلیٰ" کے ذریعہ اس کی حمایت کرتے تھے ان کے بعد پنڈت دیا نرائن نگم کو اس تحریک کے نقیب ہونے کا شرف حاصل تھا، انھوں نے ۱۹۰۶ء کے آغاز میں سودیشی تحریک کے بارے میں چند سوالات مرتب کیے اور مختلف مسلمان رہنماؤں کو بھجوائے، علامہ اقبال نے ان سوالات کے جواب میں زیرنظر مکتوب لکھا اور اس میں انھوں نے اس تحریک کو ملک کے تمام باشندوں کے لیے مفید قرار دیتے ہوئے چند عملی تجاویز پیش کیں۔

---

[1] ماخذ: یہ مکتوب "زمانہ" کانپور، مئی ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا تھا، انوار اقبال (ص: ۲۶-۳۱) میں شامل کیا گیا، اس سے قبل ماہ نو، اقبال نمبر، اپریل ۱۹۶۱ء میں کامدار حنیف پیدا کے حوالے سے شائع ہوا تھا۔ اس مکتوب کو ماہ نو اقبال نمبر ۱۹۸۰ء (ص: ۳۲-۳۶) میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

[2] دیا نرائن نگم کی علمی و ادبی خدمات کے لیے دیکھیے: سنگینہ، ص: ۲۵۰؛ جنگ کراچی، ۱۱ فروری ۱۹۸۶ء؛ یادرفتگاں، ص: ۲۲۲؛ اکبر حیدری کاشمیری، ڈاکٹر، منشی دیا نرائن نگم کی ادبی خدمات (مقالہ)، زمانہ کانپور، جشن نگم نمبر ۱۹۸۲ء؛ شیدا العلوم، حکیم رشید چراغ، کراچی، نگم اکیڈمی، مارچ ۱۹۸۲ء، ص: ۹۳-۹۷

مکتوب نمبر: ۱۴ [1]

مقام تحریر: انگلستان [2]

تاریخ تحریر: ۲۵ اپریل ۱۹۰۶ء

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی [3]

متن کی درستی : عطیۂ دوم میں مکتوب کا آغاز "۷۸۶" سے ہوتا ہے جبکہ "نادر" میں بسم اللہ کے یہ اعداد درج نہیں ہیں

توضیحات : پس منظر : اقبال ان دنوں کیمبرج یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے ، خواجہ حسن نظامی نے اپنے دوستوں میر غلام بھیک نیرنگ (وفات ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۲ء) اور شیخ محمد اکرام (وفات ۱۴ مئی ۱۹۲۱ء) کے ہمراہ ہندوستان کے سادھوؤں اور جوگیوں سے ملاقات اور ان کے متبرک مقامات کی سیر کی غرض سے سفر کیا جس کی روداد انہوں نے "سیر تھ یاترا" کے نام سے قلمبند کی ، اقبال کو اس سیاحت کا علم ہوا تو انہوں نے اس پر اپنے تاثرات کے اظہار کی خاطر یہ خط لکھا ۔

متھرا ، ہردوار ..... : ہندوؤں کے متبرک مقامات جہاں خواجہ حسن نظامی سیاحت کے لئے گئے تھے ، (وفات ۳۲ اگست ۱۹۷۶ء)

محمد واحدی اس سیاحت کے بارے میں رقمطراز ہیں " ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کے درمیان ہندو تیرتھ گاہوں کا سفر کر ڈالا ۔ گیروا لمبا کرتہ پہنا ، لمبی تسبیح تونبی لی ، بغل میں کمبل دبایا ، غرض سادھوؤں کا روپ بھرا ، متھرا جا پہنچے ، پھر متھرا سے اجودھیا ، بنارس گیا ، بودھ گیا ، ہردوار اور رگھی کیش گئے ، مندر دیکھے اور فقراء سے ملے ۔ واپس آکر تیرتھ یاترا لکھنا شروع کی ۔ یہ کتاب چھپنے نہ پائی تھی کہ اس سفر پر ہی اہل درگاہ نے ہنگامہ برپا کر دیا ۔ مولویوں سے کافر ، ہندو ، بت پرست تک کہلوا دیا ۔ کتاب کیسی عجیب ہوتی تو قیامت آجاتی ۔ خواجہ صاحب نے اسے چھاپنا مناسب نہیں سمجھا جو خواجہ صاحب کی پہلی تصنیف تھی ۔

---

[1] ماخذ ، عطیۂ دوم ، ص : ۳۵۶

[2] مقام تحریر غالباً کیمبرج لیکن اقبال کے خط میں اس کا کوئی اندراج نہیں ملتا

[3] تعارف ، مکتوب ۷ [4] سوانح عمری خواجہ حسن نظامی ، ص : ۳۹

مکتوب نمبر: ۱۵ [1]

مقام تحریر: لندن

تاریخ تحریر: ۱۱ر دسمبر ۱۹۰۷ء

مکتوب الیہ: علی بخش

تعارف: علی بخش (وفات: ۲ر جنوری ۱۹۶۹ء)، موضع اٹل گڑھ ضلع ہوشیارپور کا رہنے والا تھا۔ اپنے کسی رشتہ دار سے ملنے اور ملازمت کی تلاش کی غرض سے لاہور آیا اور مولوی حاکم علی کے پاس ملازم ہو گیا۔ دو تین ماہ گزرے تھے کہ ایک دن مولوی حاکم علی کا رقعہ لے کر علامہ اقبال کے ہاں آیا۔ اقبال کو اس کے اطوار پسند آئے اور انہوں نے اسے اپنے پاس ملازمت پیش کی۔ (چند دن بعد) اس نے اپنے گاؤں سے کوئی آدمی بلوا کر مولوی حاکم علی کے ہاں ملازم رکھوا دیا اور خود اقبال کے ہاں آ گیا۔ ۱۹۰۵ء میں جب اقبال انگلستان جانے لگے تو علی بخش کو اپنے بڑے بھائی کے پاس سیالکوٹ (کوئٹہ) بھجوا دیا۔ وہاں اس کا دل نہ لگا اور واپس لاہور آ گیا۔ پہلے اسلامیہ کالج اور پھر مشن کالج میں نوکر ہو گیا۔ اس دوران اس کی چوری ہو گئی۔ اس نے اقبال کو خط کے ذریعے اطلاع دی۔ اقبال جب واپس آئے تو وہ کالج کی نوکری چھوڑ کر ان کے پاس آ گیا اور پھر آخر دم تک ان کے پاس رہا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بچوں کی خدمت کرتا رہا۔ اقبال علی بخش پر بہت اعتماد کرتے تھے، وہ اکثر سفر میں بھی ان کے ساتھ رہتا تھا۔ اگرچہ سارا انتظام اس کے ہاتھ میں تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اقبال کا مزاج شناس تھا۔[2]

توضیح:

شادی: علی بخش کا بیان ہے کہ اس کی شادی لاہور آنے سے پیشتر ہو چکی تھی لیکن بیوی فوت ہو گئی تھی۔ گھر والوں نے دو تین مرتبہ دوبارہ شادی کا انتظام کیا لیکن اقبال کا مشورہ یہ تھا کہ پہلے کمانے کا بندوبست کرو پھر شادی کرو لہٰذا دوبارہ شادی کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اس مکتوب میں بھی اقبال نے یہی مشورہ دیا ہے۔[3]

---

[1] ماخذ: عطائے دوم، ص: ۲۹۶–۲۹۷ یہ مکتوب پہلے 'نوائے وقت' لاہور میں شائع ہوا تھا، وہاں سے عطائے دوم میں نقل کیا گیا۔

[2] اوراق گم گشتہ، ص: ۳۰۵–۳۱۰، اقبال کے حضور، ۱۵۰
زندہ رود (۱) ص: ۹۳، دانائے راز، ص: ۱۸۰–۱۸۲

[3] مفکر پاکستان، ص: ۹۸
دانائے راز، ص: ۱۲۷

مکتوب نمبر: ۱۶ [1]

مقامِ تحریر: لندن

تاریخِ تحریر: ۱۰ فروری ۱۹۰۸ء

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی [2]

متون کا اختلاف:

منادی	عطیۂ دوم
رام کشن	۱۔ رام کرشن
اسلامی مذہب اور تہذیب و تمدن	۲۔ اسلامی مذہب و تمدن

۳۔ عطیۂ دوم میں مقام و تاریخِ تحریر خط کے آغاز میں درج ہے جبکہ منادی میں آخر میں۔

مذکورہ بالا سیاحتی کتاب کا ذکر کیا گیا ہے اُن میں عطیۂ دوم میں جس کا نام "رام و کرشن" درج ہے جو درست ہے۔

توضیحات:

رام کرشن: خواجہ حسن نظامی کا کتابچہ جس میں رام چندر جی اور کرشن جی کی وہ تعلیمات مذکور ہیں جو اسلامی تعلیمات سے قریب ہیں۔

مسٹر آرنلڈ صاحب بہادر: T. W. ARNOLD (۱۸۶۴ء - ۹/۱۹ جون ۱۹۳۰ء)[3] مشہور انگریز مستشرق، THE PREACHING OF ISLAM (۱۸۹۶ء) اور دیگر کتب کے مصنف، علی گڑھ کالج، گورنمنٹ کالج لاہور اور اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل رہے۔[4]

---

[1] ماخذ: عطیۂ دوم، ص: ۳۵۷ - ۳۵۸ [2] تعارف، مکتوب: ۷

[3] سید نذیر نیازی نے لکھا ہے کہ آرنلڈ کی وفات کی خبر اقبال نے سنی تو کہا کہ آرنلڈ کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا انہیں تو صرف الحاق کا شغف تھا (نیازی، ص: ۹۶-۹۷)، حقیقت یہ ہے کہ آرنلڈ کی وفات ۱۹۳۰ء میں ہو چکی تھی جبکہ نیازی نے ان کی وفات کا ذکر ۱۷ مارچ ۱۹۳۳ء کی ملاقات کے تحت کیا ہے۔ اس طرح اقبال سے منسوب مذکورہ رائے کی صحت بھی مشکوک قرار پاتی ہے۔

[4] حالات و تصانیف کی تفصیل کے لیے دیکھیے: نجیب العقیقی، المستشرقون، الجزء الثانی، قاہرہ، دارالمعارف، ۱۹۶۵ء، ص: ۵۰۲-۵۰۵۔
نیز دیکھیے: علی گڑھ میگزین، ص: ۱۶۸-۱۷۳، لاہور نمبر، ص: ۹۱۸ ، اقبال یورپ میں، ص: ۳۲-۳۳،
یادِ رفتگاں، ص: ۱۰۳-۱۰۵

آرنلڈ نے اقبال کے ذوقِ علمی کی نشوونما میں اہم کردار ادا کیا تھا ، اقبال کو بھی آرنلڈ سے بہت محبت اور عقیدت تھی ، ان کی نظم "نالۂ فراق" آرنلڈ ان کی محبت و عقیدت کی مظہر ہے[1] اقبال کے سہ سالہ قیامِ یورپ میں بھی وہ اقبال کی رہنمائی کرتے رہے[2]

کلکی پران : ایک پران جس میں کلکی اوتار (وشنو جی کے دسویں اوتار) کے حالات درج ہیں یہ پران آتما رام نے ۱۸۹۷ء میں امرتسر سے شائع کیا تھا[3] خواجہ حسن نظامی نے اپنی کتاب "رام و کرشن" میں اس کا ذکر کیا ہے ، اقبال اس کا ایک نسخہ پروفیسر آرنلڈ کے لیے حاصل کرنا چاہتے تھے

لکچروں کا سلسلہ : علامہ اقبال نے اس مکتوب میں قیامِ انگلستان کے دوران اسلامی تہذیب و تمدن پر لیکچروں کے ایک سلسلہ کا ذکر کیا ہے ان کے موضوعات یہ ہیں :

۱۔ اسلامی تصوف

۲۔ مسلمانوں کا اثر تہذیبِ یورپ پر

۳۔ اسلامی جمہوریت

۴۔ اسلام اور عقلِ انسانی

اقبال نے ایک لیکچر کے عنوان کا ذکر نہیں کیا ۔ ان عنوانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر موضوعات پر اقبال بعد میں بھی غور و فکر کرتے رہے مثلاً اسلامی ثقافت کے مختلف پہلوؤں پر انہوں نے اپنے خطبات "تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" میں بھی اظہارِ خیال کیا ہے[4]

۱۔ کلیاتِ اقبال ، اردو ، ص : ۷۷-۷۸ ، اقبال اور آرنلڈ کے باہمی روابط کے لیے دیکھیے : رحیم بخش شاہین ، اقبال کا ایک نادر مکتوب (مقالہ) اقبال ریویو ، جولائی ۱۹۸۴ء ، ص : ۱۱۱-۱۱۹

۲۔ اقبال یورپ میں ، ص : ۳۸

۳۔ قاموس الکتب ، ص : ۱۱۰۷

۴۔ تشکیلِ جدید ، ص : ۱۸۸-۲۲۲

مکتوب نمبر: ۱۷ [1]

مقامِ تحریر: سیالکوٹ

تاریخِ تحریر: ۲۹ اگست ۱۹۰۸ء

مکتوب الیہ: شاطر مدراسی [2]

متون کا اختلاف:

عطار دوم	خطوط
۱۔ انوار عشق کے چند صفحے تحریر سے پہلے دیکھ چکا تھا	انوار عشق کے چند صفحے تو میں پہلے دیکھ چکا تھا
۲۔ میں آپ کے سوانح عمری	میں آپ کی سوانح عمری
۳۔ و ذالک فضل اللہ یعطی من یشاء	و ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء
۴۔ میں نے انہیں سے اکتساب کیا ہے	میں نے انہیں سے اکتساب فیض کیا۔

مذکورہ ۱، ۲، ۳ اور ۴ خطوط میں عکس کے مطابق ہیں لیکن ۳ اور ۴ میں مکتوب نگار سے فروگذاشتیں ہوئی ہیں

متن کی درستی:

غلط	درست
۱۔ و ذالک فضل اللہ یعطی من یشاء	و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
۲۔ نہ مجھے ان اوراق پریشاں جمع کرنے کی۔۔۔	نہ مجھے ان اوراق پریشاں کے جمع کرنے کی۔۔۔
۳۔ اس قسم کا اخفا کرتے ہوں	اس قسم کا اقتباس کرتے ہوں

توضیحات:

و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء: (ترجمہ) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے [3]

---

[1] ماخذ: عطار دوم، ص: ۳۰۷ – ۳۰۶

اس مکتوب کا عکس امروز، لاہور، ۲۲ اپریل ۱۹۷۹ء اور نیرنگِ آفاق، لاہور، ۲۱ اپریل ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا تھا جہاں سے خطوط میں نقل کیا گیا (ص: ۲۷ – ۳۷)

[2] تعارف، مکتوب: ۸

[3] قرآن مجید: سورۃ المائدہ: ۵۴، الحدید: ۲۱ اور الجمعہ: ۴

اعجازِ عشق : شاعر مدراسی کا قصیدۂ رائیہ

شاد : سید علی محمد شاد عظیم آبادی (جنوری ۱۸۴۶ء - ۸ جنوری ۱۹۲۷ء)، ایک بزرگ شاعر تھے، مرثیہ گوئی اور غزل گوئی ان کا اصل میدان تھا ان کے کلیات میں کئی ہزار اشعار ہیں[1]۔ اقبال ان کے کمالِ فن کے قدردان تھے[2] انہوں نے ۲۵ اگست ۱۹۲۲ء کے مکتوب میں ان کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے[3]۔

مولوی سید میر حسن : (۱۸ اپریل ۱۸۴۴ء - ۲۸ ستمبر ۱۹۲۹ء)[4] علامہ اقبال کے استاد، ان کی علمی و ادبی تربیت میں سید میر حسن کا جو حصہ ہے اس کا اعتراف خود اقبال نے متعدد بار کیا ہے[5]۔ اقبال نے اگرچہ شاعری میں میر حسن سے باقاعدہ اصلاح نہیں لی لیکن انہوں نے کئی اشعار میں ان سے مشورہ کیا۔ دیباچہ رموزِ بیخودی (۱۹۱۸ء) میں تو اقبال نے خاص طور پر اس کا ذکر بھی کیا ہے[6]۔

شاعر نے اقبال سے کسی ایسے دوست کا پتہ دریافت کیا تھا جسے وہ 'اعجازِ عشق' کا نسخہ ارسال کر سکیں۔ اقبال نے اس مکتوب میں لکھا کہ اعجازِ عشق مولوی سید میر حسن کے نام بھیجی جائے جو بزرگ عالم اور سخن فہم ہیں۔ میں نے انہیں سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

اور اب تو میں پیشہ ہی اس قسم کا اختیار کرنے کو ہوں ...، اقبال نے یورپ سے واپس وطن آ کر ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو چیف کورٹ پنجاب میں درخواست دی کہ انہیں بطور وکیل کام کرنے کی اجازت دی جائے، ان کی درخواست منظور ہوئی اور انہوں نے وکالت شروع کر دی[7]۔

---

[1] شخصیات نمبر ۲، ص: ۳۴۴ - ۳۴۵؛ یادرفتگان، ص: ۷۷ [2] معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۲۰۶ - ۲۱۰

[3] خطوط، ص: ۱۷۱ [4] حالات کے لیے دیکھیے شمس العلماء مولوی سید میر حسن

[5] باقیات، سوم، ص: ۲۹ج؛ کلیات اقبال، اردو، ص: ۹۷

[6] مقالات دوم، ص: ۲۳۵

[7] مکتوبات، ص: ۱۵۶

مکتوب نمبر: ۱۸ [1]

مقام تحریر: سیالکوٹ

تاریخ تحریر: ۱۲؍اکتوبر ۱۹۰۸ء

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی [2]

متون کا اختلاف:

عطیۂ دوم میں مقام تحریر و تاریخ تحریر مکتوب کے آغاز میں ہے جبکہ شاد میں آخر میں درج ہے۔

توضیحات:

پوسٹ کارڈوں کے لیے شکر گزار ہوں۔ خواجہ حسن نظامی کی کتاب "تبلیغی کارڈ" کی طرف اشارہ ہے۔

والدہ: امام بی بی (وفات ۹ نومبر ۱۹۱۴ء)۔ والدۂ ماجدۂ اقبال، نیک اور پرہیزگار خاتون تھیں[3]، اقبال کی تربیت میں ان کا بہت ہاتھ تھا، اقبال کی ان سے محبت و عقیدت کا اندازہ نظم "والدہ مرحومہ کی یاد میں" سے کیا جا سکتا ہے[4]

---

[1] ماخذ: عطیۂ دوم، ص: ۳۶۰-۳۶۱

[2] تعارف، مکتوب: ۷

[3] دانائے راز، ص: ۲۸-۳۰ ؛ مفکر پاکستان، ص: ۲۸-۳۱ ؛ زندہ رود (۱)، ص: ۱۹-۲۰

[4] کلیات اقبال، اردو، ص: ۲۲۶-۲۳۶

مکتوب نمبر: 19 [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۵ دسمبر ۱۹۰۸ء

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی [2]

متن کی درستی: عطاءِ دوم اور صحافی میں خط کا ایک جملہ یوں درج ہے "میں آپ سے رہنے سہنے کا ذکر ظاہر کروں"۔ جملہ میں "رہنے سہنے" کی جگہ "اپنے بیتے" کے الفاظ ہونے چاہئیں جیسا کہ سیاق و سباق کا تقاضا ہے۔

توضیح:

حلقہ: حلقۂ نظام المشائخ' جو خواجہ حسن نظامی نے ۱۹۰۸ء میں قائم کیا تھا جس کا مقصد مشائخِ ہند کو تبلیغِ اسلام، درگاہوں کی اصلاح وغیرہ کے لیے متحد و منظم کرنا تھا۔ حکومتِ ہند کو اس حلقہ کے قیام پر تشویش تھی اور دوسری طرف اکثر گدی نشین گریزاں رہے اس لیے یہ حلقہ عملاً زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا لیکن جن مقاصد کے لیے یہ حلقہ قائم ہوا تھا ان کی تبلیغ جاری رہی۔[3] اسی غرض سے انہوں نے ملا واحدی (وفات: ۲۲ اگست ۱۹۷۶ء) سے مل کر جون ۱۹۰۹ء میں رسالہ "نظام المشائخ" جاری کیا۔ خواجہ حسن نظامی اس کے مدیر اور ملا واحدی نائب مدیر تھے۔ بعد ازاں یہ رسالہ خواجہ صاحب نے مکمل طور پر ملا واحدی کے حوالے کر دیا۔

---

[1] ماخذ: عطاءِ دوم، ص: ۳۶۱ - ۳۶۲

[2] تعارف، مکتوب ۷

[3] تفصیل کے لیے دیکھیے: سوانحِ عمری حسن نظامی، ص: ۴۲ - ۴۷، ۵۸ - ۶۰
نور لطف نامہ رسالۂ، حلقۂ نظام المشائخ اور علامہ اقبال (مقالہ) اقبال ریویو، جنوری ۱۹۸۷ء، ص: ۱ - ۲۵

مکتوب نمبر: ۲۰ [1]

مقام تحریر: لاہور [2]

تاریخ تحریر: مارچ ۱۹۰۹ء [3]

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی [4]

توضیح:

علی گڑھ کالج کی پروفیسری: علامہ اقبال نے وکالت شروع کی تو وہ ایک ماہ بعد ۱۹۰۹ء کے اوائل میں انہیں علی گڑھ کالج کی طرف سے پروفیسر فلسفہ کا عہدہ پیش کیا گیا تھا لیکن اقبال اس زمانہ میں ملازمت سے گریزاں رہے۔ انہوں نے اس سے قبل گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ تاریخ کی پروفیسری قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، اس لیے انہوں نے علی گڑھ کالج کی پروفیسری سے بھی انکار کر دیا جس پر ان کے قریبی احباب نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

---

[1] ماخذ: عطا، دوم، ص: ۳۵۹

[2] خط پر مقام تحریر کا اندراج نہیں ہے لیکن خط کی داخلی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے یہ خط لاہور ہی سے لکھا تھا۔ اس ضمن میں یہ جملہ قابل غور ہے "کچھ عرصہ بعد آپ کو لاہور آنے کی تکلیف دوں گا۔" [3] اگر ہم عطیہ بیگم کے نام اقبال کے مکتوب ۹ اپریل ۱۹۰۹ء کو پیش نظر رکھیں جو اسی زمانے کے لگ بھگ لکھا گیا تھا اور جس میں انہوں نے علی گڑھ کی پروفیسری نہ منظور کرنے کی اطلاع دی ہے (عطیہ، ص: ۴۷) تو معلوم ہوگا کہ خواجہ حسن نظامی کے نام یہ مکتوب مارچ میں لکھا گیا تھا۔ چونکہ قبل ازیں اس خط پر تاریخ تحریر درج نہیں تھی اس لیے عطا دوم میں اسے خواجہ حسن نظامی کے مکاتیب میں ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۸ء سے پہلے درج کیا گیا تھا۔ مذکورہ تاریخ (مارچ ۱۹۰۹ء) کے مطابق اسے ۱۸ فروری ۱۹۰۹ء کے مکتوب کے بعد آنا چاہیے تھا۔ [4] تعارف، مکتوب ۱۷

مکتوب نمبر: ۲۱ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۰ر اپریل ۱۹۰۹ء

مکتوب الیہ: شیخ عطاء اللہ

تعارف: شیخ عطاء اللہ گجرات سے تعلق رکھتے تھے اور وکالت کرتے تھے ، علم دوست آدمی تھے

توضیحات:

شہادت الفرقان: شہادت الفرقان علیٰ جمع القرآن - یہ رسالہ پہلی مرتبہ مطبع پنجاب سیالکوٹ سے ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا[2] دوسری مرتبہ محمد حسین عرشی (وفات ۱۹۸۵ء) کے تعارف کے ساتھ ماہنامہ "طلوعِ اسلام" لاہور، نومبر اور دسمبر ۱۹۵۸ء کے شماروں میں طبع ہوا تھا ، اس رسالہ میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید نبی کریم ؐ کی زندگی ہی میں جمع اور مرتب ہو گیا تھا۔

فان کریمر: V. FON KRAMER (۱۸۲۸ء – ۱۸۸۹ء) جرمن مستشرق، بیروت اور مصر میں قونصل رہا ، وزارتِ خارجہ اور دیگر وزارتوں پر فائز رہا - اسلامی تہذیب، تاریخ اور ادب، متعدد کتابوں کا مصنف ہے ۔ اس نے واقدی کی "المغازی" اور ماوردی کی "الاحکام السلطانیہ" وغیرہ کتابیں مرتب کیں ۔[3] اس کی ایک اہم تصنیف "تاریخ القرآن" ہے اس کے بارے میں اقبال اس خط میں لکھتے ہیں کہ اگر مجھ کو فرصت ہوئی تو اس کے بعض حصوں کا ترجمہ اردو میں کر دیا جائے گا اگرچہ علمی اعتبار سے اس کتاب کا مصنف اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف ہے تاہم اس سے مستشرقین کے اندازِ تحقیق سے خوب واقفیت ہو سکتی ہے۔

---

[1] ماخذ ، عطاء ، ص : ۱۸۷ [2] قاموس الکتب ، ص : ۱۲۷ قاموس الکتب میں کتاب کا نام غلط درج ہے

[3] محمد عبدالرشید ، متعلقاتِ خطوطِ اقبال ، لاہور ، اقبال اکادمی ، ۱۹۷۷ ، ص : ۱۳۶

مکتوب نمبر: ۲۲[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۱ مارچ ۱۹۱۰ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی

تعارف: مولانا شیخ غلام قادر گرامی (۱۸۵۶ء - ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء) جالندھر میں پیدا ہوئے، والد کا نام شیخ سکندر بخش تھا، ابتدائی تعلیم محلہ کی مسجد اور بستی دانشمنداں میں واقع خلیفہ ابراہیم کے مکتب میں حاصل کی، ان کے ایک ہم درس حکیم غلام قادر شاہ مشرق قادری (وفات ۱۹۳۶ء) ان کا شوق شعر دیکھ کر انہیں ملک الشعراء کہا کرتے تھے، ۱۵ سال کی عمر میں اورینٹل کالج لاہور میں داخل ہوئے، منشی عالم اور منشی فاضل کے بعد وکالت کا امتحان پاس کیا مگر وکالت کو پیشہ نہ بنایا۔ گرامی کی تربیت کے ضمن میں ترک علی شاہ قلندر کا نام لیا جاتا ہے[2]۔ تمکین کاظمی کہتے ہیں کہ گرامی کو ترکی ہی نے شاعر بنایا[3]۔ کلب عبداللہ قریشی کا خیال ہے کہ ترکی گرامی کے دور کے عزیز تھے ممکن ہے کہ گرامی کے بچپن کے زمانہ میں انہوں نے کچھ سرپرستی کی ہو لیکن نامعلوم وجوہ کی بنا پر گرامی انہیں ہمیشہ ناپسند کرتے تھے[4]۔ خواجہ حمید یزدانی نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ ترکی گرامی کے عزیز تھے اور یہ کہ گرامی ترکی کے شاگرد تھے[5]۔ تعلیم سے فارغ ہو کر گرامی نے معلمی کا پیشہ اختیار کیا، امرتسر اور لدھیانہ کے مدارس میں پڑھاتے رہے، تلاش معاش میں لاہور، رام پور اور امیر کوٹلہ میں بھی گھومتے رہے، آخر کار حیدرآباد پہنچے اور نظام دکن نے انہیں

---

[1] مکاتیب اقبال، ص: ۱۲ - ۱۳ ، مولانا گرامی کے نام اقبال کے اصل خطوط اقبال اکادمی کی وساطت نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہیں۔ عکسی نقول اقبال اکادمی لاہور اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے گوشۂ اقبال میں محفوظ ہیں، مرتب مکاتیب اقبال کو یہ مکتوب مدیر شہاب، حیدرآباد دکن کے ذریعے بہم پہنچا تھا، بعد یہ مکتوب گرامی (ص: ۹۱) میں شائع ہوا۔

[2] نور محل کے رہنے والے تھے، ان کا اصل نام غلام محمد تھا، ابتدا میں مفتوں تخلص کرتے تھے، حضرت علی شاہ قلندر پانی پتی سے ارادت کی بنا پر ترک علی شاہ نام رکھ کر ترکی تخلص کرنے لگے، ترکی پُرگو شاعر تھے۔

[3] شخصیات نمبر، ۲، ص: ۱۲۷۵ [4] گرامی، مع دیباچہ، ص: ۲۱

[5] خواجہ عبدالحمید یزدانی، خواجہ، ترکی اور گرامی (مقالہ) اقبال، اپریل - جون ۱۹۷۱ء، ص: ۳۶ - ۵۸

شاعر خاص مقرر کر دیا ۔ گرامی ۱۶ ، ۱۷ سال حیدرآباد دکن میں رہے ، ملازمت سے سبکدوش ہو کر واپس پنجاب آ گئے اور ہوشیار پور میں سکونت اختیار کر لی ۔ میر عثمان علی خان والیٔ دکن (وفات ، ۱۹۶۷ء) نے انہیں پھر دکن بلایا لیکن وہ بیماری کی وجہ سے نہ جا سکے اور بیماری ہی کی حالت میں فوت ہو گئے ۔[1]

گرامی سبک ہندی کے ممتاز شاعر تھے ۔ ان کے کلام میں تغزل کا رنگ جھلکتا ہے ، زبان میں پختگی اور بیان میں نفاست ہے ۔ ان کے کلام کے دو مجموعے دیوان گرامی اور رباعیات گرامی ان کی وفات کے بعد شائع ہوئے ۔

گرامی اقبال کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے ، جب لاہور آتے تو اقبال کے ہاں طویل قیام کرتے ، دونوں میں سولہ سترہ سال خط و کتابت رہی ۔

توضیحات :

اکبر حیدری : سر حیدر نواز ، محمد اکبر علی حیدری (۸ ر فروری ۱۸۶۹ء - ۱۹۴۲ء) بمبئی کے تاجر خاندان کے چشم و چراغ ، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی ، میٹرک کرنے کے بعد سینٹ زیویرز کالج سے سترہ برس کی عمر میں بی اے آنرز کی ڈگری حاصل کی ، انڈین فنانس کے امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کی ۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ میں مختلف عہدوں پر اہم خدمات انجام دیں ۱۹۰۵ء میں ان کی خدمات حیدرآباد دکن کی حکومت نے حاصل کر لیں ۔ ۱۹۲۰ء میں واپس اپنی ملازمت پر آ گئے اور صوبہ بمبئی میں اکاؤنٹنٹ جنرل مقرر ہوئے ، وہ پہلے ہندوستانی تھے جنہیں اتنے اعلیٰ درجے کے صوبے میں یہ عہدہ دیا گیا ، حکومت ہند کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد حیدرآباد دکن چلے گئے اور خدمات انجام دیتے رہے ۔ اکبر حیدری کو تعلیم کے فروغ سے خاص دلچسپی تھی ، ہندوستان اور دکن میں مسلمانوں کے لیے تعلیمی اداروں کا قیام ان کا مطمح نظر رہا[2] ، اکبر حیدری ایک درویش صفت اور

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے گرامی ، مقدمہ ۔ نیز دیکھیے یادرفتگان ، ص : ۷۹

[2] Eminent Musalmans, G.A. Natesan, Madras
pp. 491-507

L.F. Rushbrook Williams, Great Men of India, pp. 382-393

یادرفتگان ، ص : ۲۲۸

اور علم دوست انسان تھے ، آپ کی ان صفات کی بدولت اقبال ان کے قریب آتے گئے ، دوستانہ مراسم کی ابتداء ۱۹۱۰ء میں اقبال کے سفرِ دکن کے دوران ہوئی ۔[1] گول میز کانفرنس میں اقبال کو بعض باتوں پر سر اکبر حیدری سے اختلاف ہوا ، اس کے باوجود ذاتی تعلقات برقرار رہے ، تاہم اقبال کے آخری زمانہ حیات میں ایک واقعہ نے پرانے تعلقات کو بالکل ختم کر دیا ۔[2] اقبال کی نظم "سر اکبر حیدری صدر اعظم حیدرآباد دکن کے نام" کا پس منظر یہی ہے[3]

اقبال حیدرآباد جانا چاہتے تھے اس لئے گرامی سے سر اکبر حیدری کے بارے میں استفسار کرتے ہیں ۔

آپ نے ایک غزل لکھی تھی : اقبال نے گرامی کی جس غزل کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا مطلع یہ ہے :

اسیر عشق بناموس ننگ در جنگ است   کہ عشق دشمن ناموس و دزد ننگ است[4]

اقبال نے درج ذیل مکتوب میں ایک استاد کا شعر نقل کرتے ہوئے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے ، شعر یہ ہے :

چو کار شیشہ در خون نشستہ خویشم   کہ آخرین نفسش عذر خواہ سنگ است

للہ درّ من قال : (ترجمہ) جس نے بات کہی اس کے لئے اللہ کے ہاں بھلائی ہے

یہ الفاظ کسی کے کلام کی داد دیتے وقت استعمال کرتے ہیں ۔ اقبال کسی کے کلام پر پسندیدگی کا اظہار کرنے کے لئے کبھی کبھی ان الفاظ کا سہارا لیتے ہیں ۔

---

[1] عطیہ ، ص: ۶۱ - ۶۲

[2] اقبال اور حیدرآباد ، ص: ۲۰۸ - ۲۱۴

[3] کلیات اقبال ، اردو ، ص: ۶۹۰

[4] دیوان گرامی ، ص: ۳۲

مکتوب نمبر: ۲۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۶ اکتوبر ۱۹۱۱ء

مکتوب الیہ: اکبر الہ آبادی

تعارف: سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی (۱۶ نومبر ۱۸۴۶ء - ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء) بارہ میں پیدا ہوئے، والد کا نام سید تفضل حسین تھا، اکبر نے ابتدا میں معمولی ملازمتیں کیں۔ ۱۸۶۸ء میں وکالت کا ادنیٰ امتحان پاس کر کے نائب تحصیلدار ہوئے پھر داروغہ آبکاری مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۰ء میں ہائی کورٹ میں چیف جج کے مسل خوان بنے ۱۸۷۳ء میں وکالت کا اعلیٰ امتحان پاس کیا، چند سال وکالت کی۔ ۱۸۸۰ء میں قائم مقام منصف مقرر ہوئے، ۱۸۹۳ء میں عدالت خفیفہ کے جج اور ۱۸۹۷ء میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ہوئے، ۱۹۰۳ء میں ہائی کورٹ کی ججی کی پیشکش ہوئی لیکن آنکھوں کی تکلیف کی بنا پر قبول نہ کی اور ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔[2]

اردو کی طنزیہ شاعری میں اکبر کا خاص مقام ہے وہ اپنے طرز کے خود ہی موجد اور خود ہی خاتم تھے ان کا کلام کلیات اکبر (تین حصے) کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔[3]

اقبال اکبر سے بہت عقیدت رکھتے تھے، اکبر بھی اقبال کے کمال فن کے معترف تھے، دونوں میں خط و کتابت رہتی تھی۔[4]

---

[1] ماخذ: جلد دوم، ص: ۳۴

[2] مفصل حالات کے لیے دیکھیے "حیات اکبر"، نیز دیکھیے "یاد رفتگاں"، ص: ۴۲-۴۳

[3] اکبر الہ آبادی کے فن پر تنقید و تبصرہ کے لیے دیکھیے: محمد زکریا، ڈاکٹر خواجہ، "اکبر الہ آبادی - تحقیقی و تنقیدی مطالعہ"، لاہور، مجلس ترقی ادب، سن ۱۹۸۰ء

[4] اقبال اور اکبر کے باہمی روابط کے لیے دیکھیے: رحیم بخش شاہین، "علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی" (مقالہ)، اپریل - جولائی ۱۹۷۷ء، ص: ۱۶۱ - ۲۰۷

ظفر علی خان : (۱۸۷۳ء – ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء) ، تحریکِ آزادی کے رہنما ، قادر الکلام شاعر ،
بلند پایہ مترجم ، ادیب اور صحافی ، روزنامہ زمیندار کے مدیر ۔[۱]

علامہ اقبال اور ظفر علی خان میں گہرے دوستانہ مراسم تھے ، علامہ اقبال کا کلام زمیندار اور ستارہ صبح میں شائع ہوتا تھا ، انہوں نے اقبال کی بعض انگریزی تحریروں کو اردو میں منتقل کیا ، معرکہ اسرارِ خودی میں انہوں نے اقبال کا بھرپور ساتھ دیا اور اپنے مذکورہ اخبار و رسالہ میں ان کی حمایت میں مضامین شائع کرتے رہے ۔[۲]

زمیندار : روزنامہ زمیندار لاہور ۔ ظفر علی خان نے دسمبر ۱۹۱۰ء میں اس کی ادارت سنبھالی ، سوا مہینے کے بعد زمیندار کو کرم آباد سے لاہور لے آئے ، ان کی ادارت میں اخبار کو بہت فروغ ملا ، اس نے انگریزی استعمار کی مخالفت ، اسلام دشمن تحریکوں کی تردید اور مسلمانوں کی بیداری اور تنظیم میں قابلِ قدر خدمات انجام دیں ۔ روزنامہ زمیندار ایک اخبار ہی نہیں بلکہ ادبی پرچہ بھی تھا ، اس زمانے کے مشاہیر ادبا اور شعرا کی تخلیقات اس میں شائع ہو کر [illegible] ۔[۳]

شعر : لحن زن ہے حلقہ اور لذت بڑھا انشا میں ہے
ہے گراں مشکل سے مشکل رازداں کے واسطے

شعر کے دوسرے مصرع میں "تھا" سے "کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے ، درست مصرع یوں ہے " ہے کوئی مشکل سی مشکل رازداں کے واسطے "

لارڈ بیکن : FRANCIS BACON (۲۲ جنوری ۱۵۶۱ء – ۱۶۲۶ء) انگریز فلسفی ، قانون داں ، مدبر اور انشاپرداز ، RULES AND MAXIMS OF THE COMMON LAWES (۱۶۳۰ء) ، THE HISTORY OF HENRY VII (۱۶۲۲ء) اور ESSAYES (۱۵۹۷ء – ۱۶۱۲ء – ۱۶۲۵ء) کا مصنف ،[۴] اقبال نے بیکن کا ایک قول نقل کیا ہے " جتنا بڑا شہر ہوتا ہے اتنی ہی بڑی تنہائی ہوتی ہے " یہ قول بیکن کا نہیں لاطینی کہاوت ہے " MAGNA CIVITAS MAGNA SOLITUDO "[۵]

---

۱ حالات اور کارناموں کے لیے دیکھیے : ظفر علی خان ادیب و شاعر ، لاہور بزم ، ص : ۱۹۲ – ۱۹۳

۲ اقبالیات ، مرتبہ : ظفر علی خان اور علامہ اقبال (مقالہ) ، اسلم ، کراچی ، ۱۹۶۷ء ، ص : ۲۰ – ۳۸

۳ لاہور بزم ، ص : ۸۴۹ – ۸۵۰

۴ Britannica, Vol. 2 PP. 882-888 ، Cassells, Vol. I, PP. 641-642
HEL, PP. 115-117

۵ Bacon's Essays Edited by A.S. West
Cambridge, 1916, P. 76

عرفی : سید محمد جمال الدین عرفی شیرازی (۱۵۵۵ء - ۱۵۹۰ء) ، شیراز میں پیدا ہوا ، والد کا نام بدرالدین علوی تھا ، عرفی جوانی میں ہندوستان آیا ، احمد نگر سے فتح پور سیکری پہنچا ، حکیم ابوالفتح گیلانی اور عبدالرحیم خانخاناں کے دربار سے وابستہ رہا ، لاہور میں فوت ہوا ۔[1] شعری دیوان کے علاوہ تصوف پر فارسی نثر میں رسالہ نفسیہ اس کی یادگار ہیں یہ رسالہ مطبوعہ دیوان / کلیات کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوا ہے ، اقبال عرفی کی بلند خیالی اور خودداری کے مداح ہیں ۔[2] عرفی کی بلند خیالی کے پیش نظر اقبال نے نظم "عرفی" میں اس کے بارے میں کہا ہے :

محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے — تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی[3]

دوسری نظم کمتر ہے میں اقبال نے عرفی کے اس شعر کی تضمین کی ہے :

رستم ز مدعی بتبرا غلط وے — ور تابم از شکنجۂ طبع سلیم خویش

عرفی کا اصل شعر یوں ہے :

ترسم ز مدعی بتبرا غلط وے — ور تابم از شکنجۂ طبع سلیم خویش[4]

غرۂ شوال : اقبال کی نظم "غرۂ شوال یا ہلال عید" پہلی مرتبہ زمیندار کے عید نمبر اور پھر مخزن مئی ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی تھی ، بعد ازاں کچھ اشعار حذف کر کے بانگ درا (۱۹۲۴ء) میں شامل کی گئی[5]

خواجہ حسن نظامی واپس تشریف لے آئے : خواجہ حسن نظامی نے اقبال ہی کی تحریک پر ۱۹۱۱ء میں مصر ، فلسطین ، شام اور حجاز کا سفر کیا تھا ، زیارت حرمین کی سعادت بھی حاصل کی تھی ، ستمبر ۱۹۱۱ء میں واپس آئے ۔ خواجہ حسن نظامی نے اس سفر کی روداد کتابی صورت میں بھی چھپوائی تھی ۔

شیخ عبدالقادر : سر شیخ عبدالقادر (وفات ۹ فروری ۱۹۵۰ء) ، ۱۹۱۱ء میں سرکاری وکیل ہو کر لائل پور منتقل ہو گئے تھے ، ۱۹۲۰ء میں یہ عہدہ ترک کر کے پھر پریکٹس شروع کر دی تھی ۔[6]

---

1. فارسی ادب ، ص: ۲۳۳ - ۲۳۴ ، ادبیات فارسی ، ص: ۳۲۳ ، شعر العجم سوم ، ص: ۸۴ - ۱۲۸
2. اقبال اور فارسی شعرا ، ص: ۲۳۹ — 3. کلیات اقبال ، اردو ، ص: ۲۳۸
4. عرفی شیرازی ، کلیات اشعار مولانا عرفی شیرازی ، بکوشش جواہری وجدی ، کتابخانۂ سنائی ، ص: ۳۲۷
5. کلیات اقبال اردو ، ص: ۱۸۱ - ۱۸۲ ، حذف شدہ اشعار کے لیے دیکھیے باقیات اقبال ، ص: ۳۶۳ ، سرود رفتہ ، ص: ۱۳۵
6. دیکھیے مکتوب ۴

مکتوب نمبر : ۲۴ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۹ ر نومبر ۱۹۱۱ء

مکتوب الیہ : اکبر الہ آبادی [2]

توضیحات :

ترکوں کی فتح کا مژدہ جانفزا پہنچا :

ستمبر ۱۹۱۱ء میں ترکی اور اٹلی کی فوجوں میں طرابلس کے مقام پر جنگ ہوئی تھی جس میں ترکوں نے فتح پائی تھی۔ اقبال نے اس فتح پر مسرت کا اظہار کیا ہے۔ اقبال کی نظمیں فاطمہ بنت عبداللہ، حضور رسالت مآب میں اور ترانۂ ملی اسی زمانے میں تخلیق ہوئیں[3]

کیا آپ دربار کے موقع پر دہلی تشریف لے جائیں گے؟ : جارج پنجم کی تاجپوشی کا دربار ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو دہلی میں منعقد ہوا تھا جس میں شاہ جارج پنجم اور ان کی ملکہ نے شرکت کی تھی[4]

ارمغان شاہی : اکبر الہ آبادی کی طویل اردو نظم جس میں اکبر نے ۱۸۷۷ء کی جنگ ترکی و روس کے حالات اپنے خاص رنگ میں بیان کیے تھے[5] مگر ملکی حالات کے سبب یہ نظم اشاعت پذیر نہ ہو سکی۔ اس کے تلف ہو جانے پر اقبال نے افسوس کا اظہار کیا تھا۔ بعد میں اس کے ۱۲۲ اشعار علی گڑھ میگزین کے اکبر نمبر میں شائع ہوئے تھے[6]

---

[1] ماخذ ، حصہ دوم ، ص ۳۷ - ۳۹ [2] تعارف ، مکتوب ۲۳

[3] کلیات اقبال ، اردو ، ص : ۲۱۴-۲۱۵ ، ۱۹۷ ، ۱۵۹ (بالترتیب)

[4] حیات اکبر یا خطوط اکبر سے اکبر کی دربار تاجپوشی میں شرکت کا علم نہیں ہوتا البتہ کلیات اکبر (۲) ص : ۱۰۲ پر "دربار ۱۹۱۱ء" کے عنوان سے ایک قطعہ درج ہے جس سے اکبر کی شرکت کا گمان ہوتا ہے ۔ پہلا شعر یہ ہے :

دیکھ آئے ہم بھی دو دن رہ کے دہلی کی بہار ۔۔۔ حکم حاکم سے ہوا تھا اجتماع انتشار

البتہ اقبال نے اس دربار میں شرکت نہیں کی تھی

[5] معاصرین اقبال کی نظر میں ، ص : ۱۲۳ ؛ ڈاکٹر عبداللہ قریشی نے ان اشعار کی نسبت ترکی و اٹلی کی جنگ سے کی ہے جو غلط ہے

[6] علی گڑھ میگزین ، اکبر نمبر ، جلد ۳۴ ، شمارہ ۳ ، ص : ۱۴۹ تا ۱۹۴

فردوسی : ابوالقاسم حسن بن منصور فردوسی طوسی (وفات ۱۰۲۰ء تقریباً) فارسی کا عظیم شاعر، شاہنامہ کا مصنف ۔ شاہنامہ کا شمار دنیا کی عظیم ترین رزمیہ نظموں میں ہوتا ہے ۔ اس نظم کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار سے متجاوز ہے ۔ انگریزی اور یورپی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے یہ داستانی اور تاریخی واقعات کا آمیزہ ہے[1] ۔ اقبال کے ہاں فردوسی کا ذکر بہت کم ملتا ہے تاہم وہ انہیں "گنج بخش طوس" اور "دانائے طوس" کے ناموں سے پکارتے ہیں[2]

نظامی : حکیم ابو محمد الیاس ، جمال الدین بن یوسف نظامی گنجوی (۱۱۴۰ء - ۱۲۰۳ء) فارسی کا نامور منظوم شاعر ۔ اس کی پنج گنج یا خمسہ (مخزن الاسرار ، خسرو و شیرین ، لیلیٰ مجنون ، ہفت پیکر ، بہرام نامہ اور سکندر نامہ) ادب فارسی کا لازوال سرمایہ ہے ۔ اکثر متاخر شعراء نے خمسہ نظامی کا جواب لکھا ہے اور رزمیہ مثنوی گوئی میں نظامی کی مہارت کا اعتراف کیا ہے؛ رزم و بزم دونوں کے بیان میں بے مثال ہے[3] ۔ اقبال نے بعض مواقع پر نظامی کی مثنویوں اور غزلوں سے استفادہ کیا ہے[4]

ہاشم طال عمرہٗ : اکبر الہ آبادی کے چھوٹے صاحبزادے ۔ اکبر ان سے بے حد پیار کرتے تھے ، ۲۲ دسمبر ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے ، ۱۳ سال کی عمر میں ۵ جون ۱۹۱۳ء کو چیچک کے عارضہ میں فوت ہو گئے[5]

یہی لفظ صبغۃ اللہ ہے واحسن فی صبغۃ اللہ ۔ اقبال نے یہ آیت غلط نقل کی ہے اور مصرعہ دوم میں "من" کو "فی" بنا دیا گیا ہے ، اصل آیت یوں ہے :

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ[6]

ترجمہ : اللہ کا رنگ ، اور اس کے رنگ سے اچھا رنگ اور کس کا ہے اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے ہیں

---

1. تفصیل کے لیے دیکھیے : ادبیات فارسی ، ص : ۲۹۰ - ۲۹۵ ، ادب نامہ ایران ، ص : ۱۲۱ - ۱۲۳ ، شعر العجم اول ، ص : ۹۳ - ۱۸۰
2. اقبال اور فارسی شعراء ، ص : ۵۵ - ۵۷ ، کلیات اقبال ، فارسی ، ص : ۶۶ ، ۷۲
3. ادب نامہ ایران ، ص : ۳۸۱ - ۳۹۳ ، ادبیات فارسی ، ص : ۵۱۲ - ۵۱۳ ، شعر العجم ، اول ص : ۲۹۲ - ۳۵۹
4. اقبال اور فارسی شعراء ، ص : ۷۷ - ۸۲
5. حیات اکبر ، ص : ۱۱۹ - ۱۲۴
6. قرآن مجید ، البقرہ : ۱۳۸

مکتوب نمبر: ۲۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: دسمبر ۱۹۱۱ء [2]

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [3]

متن کی درستی: مولانا گرامی سے "......نام ہے" کے بعد یہ پورا جملہ چھوٹ گیا ہے "خیریت سے مطلع کریں"

توضیحات:

ذوق وارفتگی ہائے کلیان دہلی: یہ مصرع اس شعر کا ہے:

جرم می دہد از صحن ہائے دار و حریم ذوق وارفتگی ہائے کلیان دہلی [4]

یہ شعر گرامی کے ان اشعار میں شامل ہے جو انہوں نے جارج پنجم کے دربار دہلی کے موقع پر کہے تھے۔

ملازمت: اقبال حیدرآباد دکن میں ملازمت کے خواہاں تھے لیکن اس کے لیے انہوں نے کوئی خاص کوشش نہیں کی محض اللہ پر توکل کیے رہے جیسا کہ اس مکتوب کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے۔

مہاراجہ صاحب بہادر سے ملاقات ہوئی: مارچ ۱۹۱۰ء میں اقبال نے حیدرآباد دکن کا سفر کیا تھا وہاں مہاراجہ سرکشن پرشاد، جی سی آئی ای، یمین السلطنت، پیشکار، وزیراعظم دولت آصفیہ سے ملاقات ہوئی تھی [5]۔ ان کی تعریف میں اقبال کا قصیدہ "شکریہ" کے زیرعنوان مخزن جون ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا، اس کے ابتدائی نو شعر "نمود صبح" کے عنوان سے بانگ درا (۱۹۲۴ء) میں شامل ہیں [6]

---

[1] ماخذ، گرامی، ص: ۹۲-۹۳

[2] محمد عبداللہ قریشی کی رائے میں یہ مکتوب ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۲ء کے درمیانی عرصہ میں لکھا گیا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ مہاراجہ سے اقبال کی ملاقات مارچ ۱۹۱۰ء میں ہوئی تھی اور دوسرے اس وجہ سے کہ گرامی کے جن اشعار کی اقبال نے تعریف کی ہے وہ جارج پنجم کے دربار دہلی (دسمبر ۱۹۱۱ء) میں شرکت اور دہلی کی سیر کے بعد لکھے گئے تھے (گرامی ص: ۹۳-۹۵) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے تاریخ تحریر جنوری ۱۹۱۲ء متعین کی ہے (مجلہ تحقیق شمارہ اول ص: ۲۸) ہمارے خیال میں ممکن ہے یہ خط نومبر / دسمبر ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا ہوگا لیکن مذکورہ دربار دہلی ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ہوا تھا اس لیے قوی امکان ہے کہ یہ خط دسمبر ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا تھا۔

[3] انوار، مکتوب ۲۲

[4] دیوان گرامی، ص: ۲۰۰

[5] انوار، مکتوب ۳۱

[6] کلیات اقبال اردو، ص: ۱۵۲-۱۵۳ مکمل نظم کے لیے دیکھیے باقیات اسلام، ص: ۱۹۹-۲۰۶

مکتوب نمبر: ۳۶ ۱؎

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲ر جنوری ۱۹۱۲ء

مکتوب الیہ: مولانا شبلی نعمانی

تعارف: مولانا شبلی نعمانی (مئی ۱۸۵۷ء - ۱۸ر نومبر ۱۹۱۴ء) والد کا نام شیخ حبیب اللہ تھا، جو نیل کی تجارت اور شکر سازی کی صنعت کے علاوہ وکالت کرتے تھے۔ شبلی بندول میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، مکتب میں حکیم عبداللہ جیراجپوری اور مولانا شکراللہ سے تعلیم پائی، مدرسہ عربیہ اعظم گڑھ میں مولوی فیض اللہ اور مولوی عباس چڑیاکوٹی سے کسب علم کیا، مدرسہ حنفیہ امام بخش جونپور میں مولوی ہدایت اللہ سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں، مولانا فاروق چڑیاکوٹی سے منطق و فلسفہ کی عملی تعلیم پائی، مولانا ارشاد حسین رامپوری سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ ۱۸۷۷ء میں شبلی تعلیم سے فارغ ہوئے، ۱۸۸۲ء تک والد کا ہاتھ بٹاتے رہے، ۱۸۸۰ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا لیکن طبعاً وکالت کی طرف میلان نہیں رکھتے تھے اس لئے اس میں یکسوئی اختیار نہ کر سکے۔ ۱۸۸۱ء میں علی گڑھ میں سید احمد خان سے ملاقات ہوئی، وہ شبلی کی صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوئے، کچھ عرصے بعد شبلی علی گڑھ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے، اس زمانہ میں انہوں نے سید احمد خان اور پروفیسر آرنلڈ سے خوب استفادہ کیا اور نامور فرمانروایان اسلام کا تصنیفی منصوبہ بنایا، ۱۸۹۲ء میں ترکی اور مصر وغیرہ کا سفر کیا، حکومت ترکی نے تمغہ مجیدیہ اور حکومت ہند نے شمس العلماء کا خطاب دیا، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے قیام میں حصہ لیا، ۱۸۹۸ء میں علی گڑھ سے الگ ہو کر اعظم گڑھ چلے گئے، اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے، بعض وجوہ کی بنا پر انہیں حیدرآباد میں ملازمت اختیار کرنی پڑی اور ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۵ء وہ حیدرآباد کے سررشتہ علوم و فنون سے وابستہ رہے، ۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۲ء ندوۃ العلماء کے نگران اعلیٰ رہے، اس دوران انہوں نے کئی تعلیمی و اصلاحی تحریکوں میں حصہ لیا، مسلمانوں کے حقوق کے لئے مصروف عمل رہے، اعظم گڑھ میں دارالمصنفین کا آغاز کیا جس کے اخراجات کے لئے اپنی جائداد وقف کی اور تصنیف و تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

۱؎ ماخذ: عطاء اول، ص: ۷۳-۷۴

۱۹۰۷ء میں ایک حادثے کے نتیجے میں ایک پاؤں سے محروم ہو گئے ، اس کے باوجود آخر دم تک تصنیف و تالیف میں مصروف رہے ۔

شبلی بیک وقت شاعر ، نثر نگار ، معلم ، مورخ ، محدث ، فقیہ ، منطقی ، نقاد ، جریدہ نگار ، محقق ، سیرت نگار اور مصلح تھے ۔ المامون ، الفاروق ، سیرۃ النعمان ، سیرۃ النبی ، علم الکلام ، الغزالی ، سوانح مولانا روم ، موازنہ انیس و دبیر ، شعر العجم ، سفرنامہ مصر و روم و شام وغیرہ ان کی اہم تصانیف ہیں ۔[1]

علامہ اقبال شبلی کے علمی کمالات اور قومی خدمات کے معترف اور شبلی اقبال کے قدر دان تھے ۔[2]

توضیحات :

انجمن کا جلسہ : انجمن حمایت اسلام ۱۸۸۴ء میں قائم ہوئی تھی ۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام اس کے اہم ترین مقاصد تھے ۔ انجمن کے سالانہ جلسوں میں شبلی ، حالی ، گرامی ، نذیر احمد دہلوی ایسے مشاہیر شریک ہوتے تھے ۔ اقبال نے اپنی مشہور نظمیں نالۂ یتیم ، شمع و شاعر ، شکوہ اور طلوع اسلام انجمن کے جلسوں میں پڑھی تھیں ۔ اقبال مختلف اوقات میں اس کے صدر اور جنرل سیکرٹری کے عہدوں پر کام کرتے رہے ۔ علامہ اقبال کی وصیت کے مطابق ان کی ذاتی لائبریری کا بڑا حصہ انجمن کے ادارے اسلامیہ کالج لاہور کے کتب خانہ کو ملا ۔[3]

انجمن حمایت اسلام کا ستائیسواں اجلاس ۱۶ اپریل ۱۹۱۲ء کو فقیر سید افتخار الدین کی زیر صدارت منعقد ہوا تھا ۔ اقبال کہتے ہیں کہ مولانا شبلی کی دعوت پر اس اجلاس کے بعد لکھنؤ جائیں گے ۔ اقبال نے اس اجلاس میں شرکت کی اور اپنی طویل نظم "شمع و شاعر"[4] پڑھی جو ان کے تعارف میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے لیکن اقبال حسب وعدہ لکھنؤ نہ جا سکے ۔

---

1. مفصل حالات کے لیے دیکھیے : سید سلیمان ندوی ، حیات شبلی ، اعظم گڑھ ، مطبع معارف ، ۱۹۴۳ء ، طبع دوم ، ۱۹۷۰ء ، یادِ رفتگاں ، ص: ۱۶-۳۰ اور محمد اکرام شیخ ، یادگار شبلی ، لاہور ، ادارۂ ثقافت اسلامیہ ، ۱۹۷۱ء
2. اقبال معاصرین کی نظر میں ، ص : ۸۸
3. تفصیل کے لیے دیکھیے : انجمن حمایت اسلام
4. انجمن حمایت اسلام ، ص : ۸۳-۸۴

ڈیپوٹیشن ۔ شیخ عطاء اللہ مکتوب کے حاشیہ میں لکھتے ہیں " وقف اولاد کمیٹی کی طرف سے والیٔ ریاست کی خدمت میں وفد جانا تجویز ہوا تھا۔" وقف اولاد یعنی وقف علی الاولاد جو اسلام کی رو سے کوئی شخص اپنی جائداد اپنے عزیزوں بلکہ خود اپنے لئے بھی وقف کر سکتا ہے لیکن انگریزی قانون سے خالی تھی، ایک عرصہ سے مسلمان مروجہ قانون کو اسلامی تعلیم کے مطابق کرنے کے لئے مصروف جدوجہد تھے، مولانا شبلی نے مسئلے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا اور بعض کے مسلمان قانون دانوں سے مشورہ کر کے اس کو ایک عوامی تحریک کی شکل دی جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور حکومت مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گئی۔[1]

چودھری شہاب الدین صاحب بی اے وکیل چیف کورٹ: (۱۸۶۵ء - ۱۹۴۹ء) آبائی وطن موضع تنگل (سیالکوٹ) تھا، تعلیم سے فارغ ہو کر اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر رہے، ۱۹۱۰ء میں وکالت شروع کی، لاہور میونسپلٹی کا ڈپٹی پریذیڈنٹ کے عہدہ، مجلس قانون ساز پنجاب کے رکن اور بیس سال تک اس کے سپیکر رہے، PUNJAB CRIMINAL LAW JOURNAL کے بانی و مدیر، انجمن حمایت اسلام لاہور کے تاحیات صدر، کئی کتابوں کے مصنف جن میں مسدس حالی کا منظوم پنجابی ترجمہ بھی شامل ہے۔[2]

۱۔ سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، طبع اول، ص: ۵۳۶ - ۵۵۳

۲۔ اردو انسائیکلوپیڈیا، ص: ۶۴۷ نیز دیکھئے محمد حنیف شاہد، علامہ اقبال کے معاصرین، مجلہ راوی (مقالہ) جلد دوم، اپریل ۱۹۷۵ء، ص: ۵۵-۷۲

مکتوب نمبر: ۲۷ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳ ستمبر ۱۹۱۲ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [۲]

توضیحات،

آپ کا تخلص گرامی کی جگہ ترمی ہونا چاہیے: گرامی کے نام مکاتیب میں اقبال نے اکثر لطیف نوک جھونک کی ہے، گرامی کے زیادہ سونے کی بنا پر انہیں ترمی کہہ کر پکارا ہے اور لکھا ہے "معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے کہا کہ ریچھ کی طرح آپ چھ ماہ سوتے ہیں اور چھ ماہ جاگتے ہیں۔ حیدرآباد کی شاہی میں تبدیلی ہوئی، وزارت بدل گئی مگر آپ ابھی تک اونگھ رہے ہیں، اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کو خدا نخواستہ کوئی جگا دے مگر اس کے لیے شورِ محشر کی ضرورت ہے۔"

نواب میر محبوب علی خان: (۱۸ اگست ۱۸۶۶ء - اگست ۱۹۱۱ء) ۲۶ فروری ۱۸۶۹ء کو حیدرآباد دکن کے والی ہوئے اس وقت عمر تین برس کی تھی۔ تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی، مختلف زبانوں اور مختلف علوم و فنون پر عبور حاصل تھا، ان کے وزرائے اعظم میں سر آسمان جاہ اور مہاراجہ کشن پرشاد قابلِ ذکر ہیں [۳]، شاعری کرتے تھے اور آصف تخلص کرتے تھے۔ اقبال دکن گئے تو نواب میر محبوب علی خان کا زمانہ تھا۔ اقبال نے ان کی شان میں کہا تھا:

جس نے اسمِ اعظمِ محبوب کی تاثیر سے ——— وسعتِ عالم میں پایا صورتِ گردوں وقار [۴]

نواب میر عثمان علی خان: (۶ اپریل ۱۸۸۶ء - ۱۹۶۷ء) ۱۸۹۹ء میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا، ۲۹ اگست ۱۹۱۱ء کو تخت نشینِ دکن ہوئے، ان کے زمانے میں عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہوئی

---

[۱] ماخذ، گرامی، ص: ۹۶

[۲] تعارف، مکتوب، ۲۲

[۳] سکینہ، ص: ۲۹۰-۲۹۲

[۴] باقیات اسلام، ص: ۲۰۳

میر عثمان علی خان اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے شاعر تھے ، عثمان تخلص کرتے تھے ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے چانسلر بھی رہے ۔ ۱۹۴۸ء میں بھارت نے ان کی ریاست ختم کر دی ۔ نواب صاحب کو معزول اور وظیفہ یاب کر دیا[۱] اقبال کی خواہش تھی کہ انہیں دکن میں ملازمت حاصل ہو لیکن یہ خواہش بوجوہ پوری نہ ہو سکی ۔ اقبال نے ان کے دور میں جنوری ۱۹۲۹ء میں دکن کا علمی دورہ کیا اور خطبے دیئے تھے[۲]

وزارت [illegible] : میر عثمان علی خان کی مسند نشینی سے مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم رہے[۳] خیال رہے کہ ۲۷ اگست ۱۹۱۱ء کو میر محبوب علی خان کی وفات کے دو روز بعد میر عثمان علی خان مسند نشین دکن ہوئے تھے[۴]

ہم نام اقبال : سردار گرامی کی بیوہ اقبال بیگم جو شاعرہ تھیں اور ترک تخلص کرتی تھیں

---

۱ سفینہ ، ص: ۲۹۲

۲ زندہ رود (۳) ، ص: ۳۶۶-۳۶۸

۳ صحیفہ ، اقبال نمبر ۱ ، ص: ۹۷

۴ دیکھئے اقبال کی دو نظمیں اور ان کا پس منظر (مقالہ) تحسین سروری صحیفہ اقبال نمبر ۱ ، ص: ۶۷

مکتوب نمبر: ۲۸ [1]

مقامِ تحریر: سیالکوٹ [2]

تاریخِ تحریر: ۲ نومبر ۱۹۱۲ء

مکتوب الیہ: مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

تعارف: مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی (۱۲ نومبر ۱۸۴۴ء - یکم نومبر ۱۹۱۷ء) عربی و فارسی کی تعلیم کے بعد محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے ، فارسی کے ہیڈ مولوی مقرر ہوئے ، سہارنپور اور میرٹھ کے مدارس میں فارسی پڑھاتے رہے ، ۱۸۸۸ء میں سنٹرل نارمل سکول آگرہ بھیج دیے گئے جہاں گیارہ سال تک درس و تدریس کے بعد ۱۸۹۹ء میں پنشن یاب ہوئے اور واپس میرٹھ آکر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے ۔ نظم و نثر دونوں میں کامل دستگاہ رکھتے تھے ، ان کے کلیات میں تمام اصناف سخن ملتی ہیں ۔ انھوں نے بچوں کے لیے اردو ریڈریں اور پرائمر لکھے جو بہت مقبول ہوئے اور ایک عرصے تک داخل نصاب رہیں [3]

قواعد اردو: مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی کی کتاب جو دو حصوں پر مشتمل تھی اور حیدرآباد دکن کے مدارس کی نصابی ضروریات کے تحت لکھی گئی تھی [4]

مولوی فتح محمد صاحب جالندھری: برصغیر کے مشہور عالم دین ، دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے ، ترجمہ قرآن مجید کے علاوہ قواعد زبان اردو کی متعدد کتابیں ہیں جن میں افضل القواعد ، مبادی القواعد اور مصباح القواعد وغیرہ معروف ہیں ۔ اقبال ان کی قواعد دانی کے معترف تھے ، زیر نظر مکتوب میں انھوں نے اسمٰعیل میرٹھی کو ان سے رجوع کرنے کو کہا اور ان کی کتاب مصباح القواعد کے بارے میں لکھا کہ "کتاب اچھی ہے" یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۰۲ء میں مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپی تھی بعد میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے ۔ [5]

---

[1] ماخذ: انوار ، ص: ۲۹۳ ، اس کا عکس ماہ نو ، اقبال نمبر ۱۹۷۷ء ، ص ۲۲ کے بالمقابل دیا گیا ہے

[2] انوار میں مقام تحریر سیالکوٹ لکھا گیا ہے جبکہ اشاریۂ مکاتیب (ص: ۱۰۳) میں مقام تحریر درج نہیں کیا ۔ علاوہ ازیں ماہ نو ، اقبال نمبر ، ۱۹۷۷ء میں خط کا مطبوعہ عکس بھی دیکھا تھا جس کے آخر میں "سیالکوٹ" واضح طور پر پڑھا جاتا ہے

[3] حالات زندگی اور ادبی خدمات کے لیے دیکھیے سفینہ ، ص: ۳۲۴ - ۳۳۶ ، نمونۂ کلام کے لیے دیکھیے اسفار اردو ، ص: ۴۴-۵۵

[4] ابوسلمان شاہجہانپوری ، ڈاکٹر (مرتب) ، کتابیات قواعد اردو ، اسلام آباد ، مقتدرہ قومی زبان ، ۱۹۸۵ء ، ص: ۹

[5] مصباح القواعد کی طبع سوم ، ۱۹۱۶ء پر اقبال کی تقریظ دیکھیے انوار ، ص: ۲۸۳ - ۲۸۴

مکتوب نمبر: ۲۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۴ر دسمبر ۱۹۱۲ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات :

فارسی ادب کی چند نہایت عمدہ . . . : اس زمانہ میں اقبال انٹرنس کے طلبہ کے لیے فارسی نظم و نثر کا انتخاب مرتب کرنا چاہتے تھے ، اسی لیے انہوں نے بعض احباب کو ضروری کتابوں کی فراہمی کے لیے کہا ۔ ۳۰ر جنوری ۱۹۲۲ء کو محمد اکبر منیر کے نام مکتوب میں بھی اس سے متعلقہ مضمون ہے [3] ۔ یہ انتخاب ۱۹۲۶ء میں مکمل ہوا اور آئینہ عجم کے نام سے شائع ہوا ۔ اس کتاب کے ناشر میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز انارکلی لاہور تھے ۔ اس میں اقبال کا اپنا کلام بھی شامل ہے [4]

---

[1] ماخذ : گرامی ، ص : ۹۷

[2] تعارف ، مکتوب : ۲۲

[3] عطارد دوم ، ص : ۱۶۰ - ۱۶۱

[4] روزگار ، ص : ۲۵ ، تصانیف اقبال ، ص : ۳۳۰ - ۳۳۲

تصانیف اقبال (ص : ۳۳۲) میں سال طباعت ۱۹۲۶ء دیا گیا ہے جو زیادہ قرین قیاس ہے ۔ ۱۹۲۷ء میں کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تھا لیکن ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا یہ خیال درست نہیں کہ اس کتاب کے لکھنے کا خیال اقبال کے ذہن میں پیدا ہوا تھا اس کا پہلی بار اظہار ۳۰ جنوری ۱۹۲۲ء کے مکتوب بنام محمد اکبر منیر میں ملتا ہے ۔ زیر نظر مکتوب سے ظاہر ہے کہ اقبال نے اس خیال کا اظہار ۴ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو کیا تھا ۔

مکتوب نمبر: ۳۰ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱ - ۲۲ جولائی ۱۹۱۳ء [۲]

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی [۳]

توضیحات:

پس منظر: ہفت روزہ توحید میرٹھ نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی یاد میں ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا اور اعلان کیا کہ خواجہ نمبر میں شائع ہونے والی بہترین نظم، غزل اور مضمون پر تمغوں کی صورت میں اوّل، دوم اور سوم انعامات دیئے جائیں گے، مولانا عبدالحلیم شرر، اکبر الٰہ آبادی اور علامہ اقبال منصف قرار پائے۔ خواجہ نمبر ۱۸ جون ۱۹۱۳ء کو شائع ہوا۔ منصفین نے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد فیصلہ کا اعلان کیا۔ اس فیصلہ کی رو سے مندرجہ ذیل اصحاب انعامات کے مستحق قرار پائے:

پروفیسر سید نواب علی: (۱۸۷۷ء - ۳۰ جون ۱۹۶۱ء) علی گڑھ اور بڑودہ کالج میں پروفیسر رہے۔ علوم اسلامی اور تاریخ اسلام سے خاص دلچسپی تھی۔ ہمارے نبیؐ، تذکرۃ المصطفیٰ، تاریخ صحف سماوی، سیرت رسول اللہ اور معارج الدین ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ اقبال نے ان کی کتاب معارج الدین کی ایک موقع پر تعریف کی تھی۔ [۵]

حسن الدین خاموش سب پوسٹ ماسٹر گمارچی راجپوتانہ: انہوں نے "زلف خواجہ کا اسیر، ترک دنیا کی تصویر" کے عنوان سے مضمون لکھا تھا۔

سعید احمد مارہروی: انہوں نے "شہنشاہ ہند کی پیشانیاں اجمیر کی چوکھٹ پر" کے زیر عنوان مضمون لکھا تھا۔

گرامی: شیخ غلام قادر گرامی (وفات ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء) نے خواجہ اجمیری کی منقبت لکھی تھی

مولانا سید جعفر تقی شفق عمادپوری (وفات ۱۹۷۷ء) نے "ترانہ خواجہ" کے عنوان سے نظم لکھی تھی

---

۱ ماخذ: خطوط، ص: ۱۱۳، اوراق گم گشتہ، ص: ۱۳-۱۴، توحید میرٹھ، ۲۴ جولائی ۱۹۱۳ء

۲ توحید میں شرر، اکبر اور اقبال میں سے کسی کے مکتوب کی تاریخ مندرج نہیں ہے، اس لیے مذکورہ تاریخ تخمینی ہے، قیاس کی بنیاد یہ ہے کہ توحید ۲۴ جولائی میں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ شرر کی رائے آ گئی ہے اگر اقبال کی رائے کا انتظار ہے۔

۳ تعارف: مکتوب ۷ ۔ ۴ اقبال اور گجرات، ص: ۲۱۸ - ۲۲۳

۵ مکتوب: ۵۶

مکتوب نمبر: ۳۱ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد

تعارف: مہاراجہ کشن پرشاد شاد (۲۸ فروری ۱۸۶۴ء - ۹ مئی ۱۹۴۰ء) راجہ ہری کشن کے فرزند، نام پرشوتم داس رکھا گیا، نانا نے کشن پرشاد پکارا، یہی نام رائج ہو گیا۔ مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کی، نواب میر محبوب علی خان نظام دکن کے دور میں اہم عہدوں پر فائز رہے، خطابات سے نوازے گئے، مدار المہام مقرر ہوئے، اس عہدے سے سبکدوش ہوئے تو برصغیر کے دور دراز علاقوں کی سیاحت پر نکل گئے۔ ۲۷ نومبر ۱۹۲۶ء کو مہاراجہ کو دکن کی صدارت عظمیٰ پر فائز کیا گیا۔[2] ۱۹۳۷ء تک اس عہدے پر متمکن رہے۔ مہاراجہ کشن پرشاد علم دوست آدمی تھے، شعر و شاعری سے گہرا شغف تھا، شاد تخلص کرتے تھے، تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا، ان کی تصانیف کی تعداد اسی کے لگ بھگ ہے۔[3] اقبال کے خاص احباب میں سے تھے۔ دونوں میں طویل عرصہ تک خط و کتابت رہی۔ شاد اقبال (۱۹۴۲ء) کے علاوہ صحیفہ اقبال نمبر ۱ میں بھی ان کے نام اقبال کے مکاتیب منظر عام پر آ چکے ہیں۔

متن کی درستی: مکتوب کے عکس کی روشنی میں مطبوعہ الفاظ "نظیر کے سوانح" کی بجائے "نظیر مرحوم کے سوانح" اور "خدمت میں ارسال کریں" کی جگہ "خدمت میں ارسال کر دیں" ہونا چاہئیں۔

---

[1] ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۰۱ - ۱۰۲، مہاراجہ کشن پرشاد کے نام اصل مکاتیب جو محمد عبداللہ قریشی نے مرتب کئے ہیں اقبال اکادمی کی معرفت نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہیں، عکسی نقول اقبال اکادمی لاہور اور شعبہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے گوشہ اقبال میں محفوظ ہیں۔

[2] دکن میں ۱۹۱۹ء میں دکن میں کونسل ترتیب دی گئی جس کا نام باب حکومت رکھا گیا، یہ کونسل سات اراکین اور ایک صدر نشین پر مشتمل تھی، صدر نشین کا نام وزیر اعظم کی بجائے صدر اعظم تجویز ہوا (صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۶۸)

[3] حالات زندگی اور علمی کارناموں کے لئے دیکھئے صحیفہ، اقبال نمبر ۱، ص: ۷۳ - ۱۱۰، یاد رفتگاں، ص: ۲۰۷

کانپور مسجد کے مقدمے کے لیے گئے تھے: مچھلی بازار کانپور کی مسجد کے ایک حصے کے انہدام کے سلسلے پر جو احتجاج ہوا تھا، اس میں کئی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے تھے اور بہت سے متعدد مقدمے میں ماخوذ ہوئے تھے، گرفتار شدگان کی قانونی امداد کے لیے اقبال اواخر ستمبر ۱۹۱۳ء میں کانپور گئے تھے۔[1]

مسیح الملک حکیم اجمل خان: (۱۸۶۳ء - ۲۹ دسمبر ۱۹۲۷ء) حکیم اجمل خان کو مسیح الملک کے علاوہ حاذق الملک بھی کہتے ہیں۔ حکیم اجمل خان قومی خدمت کے جذبے سے سرشار اور تحریک آزادی کے رہنما تھے۔ ان کے حالات زندگی قاضی عبدالغفار نے 'حیات اجمل' کے نام سے مرتب اور شائع کیے ہیں۔ حکیم اجمل خان اردو، فارسی اور عربی زبانوں میں شعر کہتے تھے اور شیدا تخلص کرتے تھے۔ اردو اور فارسی کلام 'نقش شیدا' کے نام سے قاضی عبدالغفار کے پیش لفظ کے ساتھ پہلی بار ۱۹۲۵ء میں برلن میں چھپا تھا۔ مکتبۂ یادگار اجمل لاہور نے دوبارہ مزید اضافوں کے ساتھ اگست ۱۹۷۰ء میں شائع کیا ہے۔ اقبال نے ان کے بارے میں کہا تھا: 'حاذق الملک حکیم ہیں محض طبیب نہیں ہیں یعنی ان کو حکمت جیسی بیش قیمت نعمت کا حصہ ملا ہے'۔[2] کانپور سے واپس آکر اقبال دہلی میں ان کے ہاں بغرض علاج مقیم رہے، جس کے بعد الٰہ آباد چلے گئے، جہاں اکبر الٰہ آبادی سے ملاقات کی۔[3]

ظہیر مرحوم: راقم الدولہ سید ظہیر الدین حسین ظہیر دہلوی (۱۸۳۵ء - ۱۱ مارچ ۱۹۱۱ء) شیخ محمد ابراہیم ذوق کے شاگرد، نواب مرزا داغ کے استاد بھائی، اس بنا پر اقبال ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ غزلوں کے چار دیوان ان کی یادگار رہیں۔[4] ان کی وفات پر ۲۳ اپریل ۱۹۱۱ء کو اقبال کی زیر صدارت لاہور میں تعزیتی جلسہ ہوا تھا، جلسے میں بیٹھے بیٹھے اقبال نے ظہیر کی تاریخ وفات 'زبدۂ کلام ظہیر دہلوی' (۱۳۲۹ھ) نکالی۔[5] اقبال نے اس مکتوب میں عبداللہ کو ظہیر کے کلام اور خود نوشت سوانح 'داستان غدر' کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی ہے، 'داستان غدر' ترتیب چکی ہے، کلام ہنوز شائع نہیں ہو سکا۔

---

[1] اوراق گم گشتہ، ص: ۲۲۱؛ نیز دیکھیے: [illegible]، لاہور، [illegible]، ۱۹۷۶ء، ص: ۲۵۱-۲۵۲

[2] اوراق گم گشتہ، ص: ۲۲

[3] کتاب مذکور، ص: ۲۳؛ یادِ رفتگاں، ص: ۸۱-۸۲

[4] سفینہ، ص: ۲۳۴-۳۵

[5] باقیات، حصہ سوم، ص: ۴۸۶؛ سرود رفتہ، ص: ۲۱۸

سالار جنگ: نواب میر یوسف علی خان، سالار جنگ ثالث (وفات: ۱۹۴۹ء) ۱۱ مارچ ۱۹۱۲ء کو حیدرآباد دکن کے مدارالمہام مقرر ہوئے[1]، اپنی جزرسی کے لیے مشہور تھے۔ ان کے آبائی کتب خانہ میں متعدد قیمتی کتابیں تھیں[2]۔

سرسید علی امام: (۱۱ فروری ۱۸۶۹ء - ۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء) پٹنہ (بہار) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شمس العلماء نواب سید امداد امام اثر اپنے علم و فضل کی بنا پر ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ "کاشف الحقائق" (۲ جلد) ان کی مشہور تصنیف ہے۔ علی امام نے ابتدائی تعلیم آرہ میں پائی پھر پٹنہ کالج میں داخل ہوئے اور بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے۔ ۱۸۹۰ء میں واپس آکر وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۰۳ء میں علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی ہوئے۔ کالج کے علاوہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے لیے بھی کام کرتے رہے۔ ۱۹۱۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ امرتسر کی صدارت کی۔ لارڈ مارلے نے انہیں اپنی کونسل کا رکن مقرر کیا۔ مچھلی بازار مسجد کانپور کے انہدام پر برپا ہونے والے ہنگامے کو فرو کرنے اور مسلم یونیورسٹی کے قانونی مسودات طے کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ نومبر ۱۹۱۷ء میں پٹنہ ہائی کورٹ کے جج بنے۔ ۱۹۱۹ء میں حیدرآباد چلے گئے، صدرالمہام بنائے گئے۔ ستمبر ۱۹۲۲ء میں واپس پٹنہ آکر وکالت کرنے لگے۔ انہوں نے برار کے مسئلے میں نظام دکن کی قانونی مدد کی[3]۔ اقبال نے "اسرار خودی" (۱۹۱۵ء) ان کے نام معنون کی تھی۔ طبع اول میں پیش کش کے ۱۹ اشعار تھے، طبع دوم میں آٹھ رہ گئے اور اس کے بعد بالکل حذف کر دیے گئے[4]۔

دو شعر، "گم گشتہ" گستاں ہے اے خوگر نظارہ تو ہستی کے خیابوں میں ہر پھول زلیخا ہے

تو ہے تو جمال ذات ہے بنت جنت کی تو ہستی بنا ہے اور ادا ہے ترانہ ہے

ان دونوں میں سے دوسرا شعر معمولی تبدیلی کے ساتھ بانگ درا کی نظم "انسان" میں موجود ہے[5]۔

مرزا جلال الدین بیرسٹر ایٹ لاء: (وفات: ۱۱ جون ۱۹۵۶ء) اقبال کے قریبی دوست، خلوت و جلوت کے ساتھی۔ شام کو اقبال، جلال اور ذوالفقار (وفات: ۱۹۳۳ء) مؤخر الذکر کی کوٹھی "زر افشاں" میں اکٹھے ہوتے اور رات گئے تک محفل گرم رکھتے۔ بعض احباب ان کو اسی سبب "ثلاثہ" (TRIO) کہا کرتے تھے[6]۔

---

[1] صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۹۷ [2] معاصرین، ص: ۲۰۵ - ۲۰۶

[3] Eminent Mussalmans, pp. 248-262، یادرفتگان، ص: ۱۴۳

[4] پیش کش کے جملہ اشعار کے لیے دیکھیے باقیات، سوم، ص: ۲۱۰ - ۲۱۲، سرود رفتہ، ص: ۶۸ - ۶۹

[5] کلیات اقبال اردو، ص: ۱۲۶ - ۱۲۷ [6] روایات اقبال، ص: ۹۸ - ۱۰۱، نیا دور، اپریل ۱۹۶۵ء، ص: ۷۶ - ۷۷

مکتوب نمبر: ۳۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۶ / اکتوبر ۱۹۱۳ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات:

الور کی ملازمت: علامہ اقبال نے سر علی امام (وفات، اکتوبر ۱۹۳۲ء) کے ایما پر الور کا سفر کیا، مقصد مہاراجہ الور کے پرائیویٹ سیکرٹری کی ملازمت کی شرائط وغیرہ معلوم کرنا تھا، اقبال کو یہ ملازمت اس بنا پر اچھی نہ لگی کہ تنخواہ بہت قلیل تھی مزید برآں مہاراجہ پر اس عہدے پر کسی ہندو کو مقرر کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جا رہا تھا [3]

شعر: ذوق گویائی خموشی سے بدلتا کیوں نہیں میرے آئینے سے یہ جوہر نکلتا کیوں نہیں

یہ شعر اقبال کی نظم "صدائے درد" مشمولہ بانگ درا (۱۹۲۴ء) کا ہے [4]

آپ نے جس وسعت قلب سے اقبال کو یاد فرمایا: مہاراجہ کشن پرشاد نے اقبال کو معاشی طور پر بے نیاز کرنے کے لیے وظیفے کی پیش کش کی تھی لیکن اقبال اس بنا پر قبول نہ کی کہ وہ کوئی مناسب خدمت انجام دیے بغیر پیش قرار تنخواہ لینا مروت و دیانت کے خلاف سمجھتے تھے۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اپنے علم و ہنر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے "میں تو اب اوقات تنگ خریدار سے تنگ آ جاتا ہوں ... میں تو اپنا سامان یعنی قماش ہائے دل صد پارہ ایسے وقت بازار میں لے کر آیا ہوں جب سوداگروں کا قافلہ رخصت ہو چکا تھا، اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے کہ آپ کی جانب سے 'کرم کیے' آتا ہے۔ متاع گراں مایہ اپنے دامن میں چھپائے رکھتا ہوں۔ حالات ساعد ہوں تو دنیا کو دکھاؤں لہٰذا اگر حالات ساعد نہ ہوئے تو اقبال کو خدائے ناگفتہ کا ایک ... رکھ لیجیے گا۔"

---

[1] صحیفہ اقبال نمبر ا، ص: ۱۰۹ - ۱۱۰، یہ مکتوب قبل ازیں ادبی دنیا، شمارہ ۳۰ میں بھی شائع ہو چکا ہے

[2] شاد اقبال، مکتوب ۳۱ [3] زندہ رود (۲)، ص: ۱۶۸؛ فکر پاکستان، ص: ۳۲۵

[4] کلیات اقبال، اردو، ص: ۴۳

مکتوب نمبر: ۳۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات:

نوحہ: یہ نوحہ مہاراجہ نے اپنے بیٹے راجہ عثمان پرشاد کی موت پر لکھا تھا اور اقبال کے پاس نظرثانی کے لیے بھیجا تھا۔

سر تھیوڈور ماریسن:

انگلستان کے ایک علمی گھرانے کے فرد۔ ٹرینٹی کالج کیمبرج کے گریجوایٹ، ہندوستان میں ریاست چھتر پور (سنٹرل انڈیا) کے مہاراجہ کے اتالیق کی حیثیت سے آئے، ۱۸۸۹ء میں علی گڑھ کالج میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے، ۱۸۹۶ء میں واپس انگلستان چلے گئے، مسٹر بیک کی وفات (۱۸۹۹ء) پر انہیں علی گڑھ کالج کا پرنسپل بنا دیا گیا۔ پانچ سال تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ لارڈ مارلے وزیر ہند کی کونسل کے رکن اور پبلک سروس کمیشن برائے ہندوستان کے رکن رہے۔ جنگ عظیم اول میں انگریزی فوج میں کرنل کے عہدے پر مقرر ہوئے اور مشرقی افریقہ میں خدمات انجام دیتے رہے۔ ماریسن کو مسلمانوں کی تعلیم سے خاص دلچسپی تھی۔ انہوں نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ۱۸ویں اجلاس منعقدہ لکھنؤ ۱۹۰۲ء میں یونیورسٹی کی سکیم پیش کی تھی [3]۔ انہوں نے اقبال سے "ماڈرن ہسٹری آف انڈیا" کے لیے اردو ادب پر ایک تحقیقی مقالہ لکھنے کی فرمائش کی تھی لیکن اقبال یہ مقالہ نہ لکھ سکے۔

شیخ عطا محمد: (وفات ۲۲ دسمبر ۱۹۴۰ء) اقبال کے بڑے بھائی جو ۱۹۱۳ء کے اواخر میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے [4]۔ غالباً اقبال مہاراجہ کی وساطت سے ان کے لیے حیدرآباد میں ملازمت کے طلبگار تھے۔ اسی لیے انہوں نے اس مکتوب میں ان کی ملازمت کے ختم ہونے کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔

---

[1] ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۱۲ [2] تعارف، مکتوب ۳۱۰

[3] علی گڑھ تحریک اور قومی نظمیں، ص: ۲۳۱ - ۲۳۲ [4] مکتوب ۵

مکتوب نمبر : ۳۴ [۱]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۷ر مارچ ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ : مہاراجہ کشن پرشاد [۲]

متن کی درستی :

سطر "آپ تشریف نہ دیں گے" مکتوب کے عکس میں "آپ تشریف نہ لاویں گے" اور "اس دفعہ تو توقع تھی"

"اس دفعہ تو توقع تھی" پڑھا جاتا ہے۔

توضیحات :

نواب سر ذوالفقار علی خان : (۱۸۷۳ء – ۲۶ مئی ۱۹۳۳ء) ریاست مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان کے فرد تھے، ابتدائی تعلیم چیفس کالج لاہور میں پائی، گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف اے کیا اور ۱۸۹۷ء میں مزید تعلیم کے لئے یورپ چلے گئے، پیرس اور آکسفورڈ میں پڑھتے رہے، ۱۹۰۰ء میں واپس آئے تو لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر لی، ان کی کوٹھی "زر افشاں" اہل علم و فن کا مرکز تھی، ۱۹۰۹ء میں امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے رکن بنے اور تمام عمر مجالس قانون ساز کے رکن رہے، مختلف تعلیمی و رفاہی انجمنوں کے صدر تھے، پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی کے صدر تھے، ذوالفقار علی خان تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتے تھے سوانح عمری مہاراجہ رنجیت سنگھ (اردو) اور شیر شاہ سوری (انگریزی) ان کی مشہور تصانیف ہیں [۳] نواب موصوف اقبال کے گہرے دوست تھے، بانگ درا کی نظم "موٹر" دونوں کی دوستی کی یادگار ہے، اقبال پر ان کی کتاب A VOICE FROM THE EAST (۱۹۲۲ء) بہت مشہور ہے اور انگریزی میں اقبال پر اولین کتاب شمار ہوتی ہے [۴] اقبال مہاراجہ کی لاہور میں متوقع آمد پر انہیں نواب صاحب کے ہاں ٹھہرانا چاہتے تھے

---

۱ صحیفہ، اقبال نمبر ۱، ص: ۱۱۳ – ۱۱۵   ۲ شاد اقبال، مکتوب ۳۱

۳ صحیفہ، اقبال نمبر ۱، ص: ۱۱۵ – ۱۲۵

۴ کتاب کا دوسرا ایڈیشن اقبال اکادمی پاکستان نے ۱۹۶۶ء میں کراچی سے شائع کیا ہے، مصنف نے بڑے خوبصورت انداز میں برصغیر ہند اور اس میں اقبال کے کردار، ان کی ابتدائی تعلیم، یورپ کے سفر، ان کے کلام اور بعض تصانیف پر اظہار خیال کیا ہے۔

بخون وخاک غلطیدن : اقبال مہر وادیہ کو کہتے ہیں " وہ تو آپ تشریف نہ لائے تو عشاق کی پرانی رسم یعنی "بخون وخاک غلطیدن" تو ادا ہو جائے گی ۔" یہ الفاظ دراصل اس فارسی شعر کے ہیں :

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را [۱]

یہ شعر مرزا مظہر جانجاناں (۱۶۹۸ء – ۱۷۸۱ء) کا ہے ، ان کا اصل نام شمس الدین تھا ، جان جاناں عرف اور مظہر تخلص تھا ، والد کا نام مرزا جان تھا جو شہنشاہ عالمگیر (وفات ۱۷۰۷ء) کے دربار میں صاحب منصب تھے ۔ مرزا جانجاناں صوفی باصفا اور سلسلۂ نقشبند کے بزرگ تھے ، اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے [۲] ، مرزا مظہر کا یہ شعر ضرب المثل کی صورت اختیار کر گیا ہے ۔

تھی خبر گرم ان کے آنے کی ... : مرزا غالب (وفات ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء) [۳] کا مشہور شعر ہے ، اصل شعر یوں ہے : ہے خبر گرم ان کے آنے کی آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا [۴]

سپاس شرط ادب ... : اقبال نے اپنا شعر یوں نقل کیا ہے :

سپاس شرط ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر
ذرا سا اک دل دیا تھا وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا

'بانگ درا' میں شامل اس شعر کے مصرع ثانی میں 'اک دل دیا تھا' کی بجائے 'اک دل دیا ہے' درج ہے [۵]

شیخ صاحب بھی تو پردے کے ... : یہ دو (۲) شعر بھی 'بانگ درا' میں شامل ہیں [۶]

تماشائی آوارۂ صحرا دشت ... : یہ بارہ (۱۲) اشعار مثنوی اسرار خودی کے پہلے ایڈیشن (۱۹۱۵ء) کے ص : ۱۱۲ – ۱۱۵ پر شائع ہوئے تھے ، اب یہ اشعار ص : ۶۶–۶۷ پر درج ہیں [۷] ، دوسرے شعر میں ترمیم کی گئی ہے ، دسواں شعر قلم زد کر دیا گیا ہے ، بارہواں شعر "شرح اسمائے علی مرتضیٰ" میں آ گیا ہے

---

۱ مظہر جانجاناں ، مرزا ، دیوان و خریطۂ جواہر ، کانپور ، مطبع مصطفائی ، ۱۲۷۱ھ ، ص : ۷ ۲ سکینہ ، ص : ۶۲–۶۶

۳ کتاب مذکور ، ص : ۲۳۶ – ۲۵۱ ۴ دیوان غالب ، ص : ۵۲

۵ کلیات اقبال ، اردو ، ص : ۱۳۷ ۶ کتاب مذکور ، ص : ۲۸۳

۷ کلیات اقبال ، فارسی ، ص : ۵۹

مکتوب نمبر: ۳۵ ؎

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۳؍ جولائی ۱۹۱۴ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی ؎

متن کی درستی: متن میں "مشاغل منصب" طباعت کی غلطی ہے "مشاغل منصبیہ" ہونا چاہیے تھا۔

توضیحات:

آپ کہاں ہیں: اقبال نے یہاں نہایت دلچسپ پیرائے میں گرامی کو مخاطب کیا ہے "آپ کہاں ہیں؟ حیدرآباد میں یا عدم آباد میں، اگر عدم آباد میں ہیں تو مجھے مطلع کیجیے کہ میں آپ کو تعزیت نامہ لکھوں۔ مدعا ہے گزارش کہ میں آپ کا عدم دیکھنے میں نہیں آیا، کبھی کبھی چند اشعار بھیج دیا کرو تو کون سی بڑی بات ہے۔"

گزشتہ سال ایک مثنوی فارسی لکھنی شروع کی تھی: اشارہ اقبال کی اولین فارسی مثنوی "اسرار خودی" کی طرف ہے۔ اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے یہ مثنوی ۱۹۱۳ء میں لکھنی شروع کی تھی حالانکہ عطیہ بیگم کے نام مکتوب ۷؍ جولائی ۱۹۱۱ء میں اقبال نے بصراحت لکھا ہے کہ والد کی فرمائش پر بو علی قلندر کی مثنوی کی پیروی میں انہوں نے ایک مثنوی لکھنا شروع کی تھی انہوں نے اس کے کچھ اشعار بھی نقل کیے تھے۔[۳] اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اقبال نے یہ مثنوی جون / جولائی ۱۹۱۱ء میں لکھنی شروع کی تھی۔* درمیان میں ممکن ہے کہ تین سال کا وقفہ آگیا ہو اور ۱۹۱۳ء میں دوبارہ کام شروع کیا ہو، بہر حال اس کی تکمیل اکتوبر / نومبر ۱۹۱۴ء میں ہوئی اور ۱۲؍ ستمبر ۱۹۱۵ء کو پہلی بار شائع ہوئی۔[۴] اقبال نے مثنوی لکھنے کے دو سبب بیان کیے ہیں: (۱) ان کے والد نے فرمائش کی تھی[۵] (۲) مولانا روم نے خواب میں آکر ہدایت کی تھی[۶] ان دونوں باتوں سے انکار محال ہے لیکن اصل وجہ یہ دکھائی دیتی ہے

* [illegible] (گفتار اقبال، ص: ۲۵۰)

---

۱ ماخذ: گرامی، ص: ۹۷ - ۹۸

۲ تعارف، مکتوب: ۲۲

۳ عطیہ، ص: ۷۵

۴ تصانیف اقبال، ص: ۸۷؛ اوراق گم گشتہ، ص: ۲۰؛ ذہنی ارتقاء، ص: ۵۱

۵ عطیہ، ص: ۷۵

۶ اوراق گم گشتہ، ص: ۱۵

کہ اقبال نے یورپ میں سہ سالہ قیام کے دوران ملّتِ اسلامیہ کے زوال و انحطاط پر جو غور و فکر کیا تھا وہ مثنوی لکھنے کا محرک بنا۔ اقبال نے مثنوی میں وہی بحر استعمال کی ہے جو مولانا روم کی مثنوی کی ہے۔ اس میں اقبال نے اپنے فلسفے کے مرکزی مضمون "خودی" کی وضاحت کی ہے۔ اُن عوامل پر بحث کی ہے جو اُس کی تقویت یا تنزل کا باعث بنتے ہیں۔ خودی کے استحکام پر بحث کرتے ہوئے اقبال نے فلسفۂ افلاطون، خواجہ حافظ کی شاعری اور غیر اسلامی تصوف کے خودی شکن اثرات سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ صوفی حلقوں کی طرف سے اس پہلو پر خاصا ردِ عمل ہوا۔ اقبال نے دوسرے ایڈیشن میں تبدیلیاں کرتے ہوئے صوفی حلقوں کی تنقید کا بھی خیال رکھا اور بعض قابلِ اعتراض حصے مثنوی سے خارج کر دیے[1] اقبال نے یہ مثنوی پہلے اردو میں لکھنی شروع کی تھی مگر مطالب ادا نہ ہو سکے تو یہ حصہ تلف کر دیا اور فارسی میں لکھنی شروع کر دی[2]

نئے نکاح کی فکر میں . . . : اقبال بیگم سے گرامی کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا تھا، بعض لوگوں کے مشورے اور اصرار پر گرامی نے دوسری شادی کر لی تھی مگر اقبال کے کہنے پر گرامی نے دوسری بیوی کو طلاق دے دی تھی[3]

---

[1] تصانیف اقبال، ص: ۸۵-۸۶

[2] انوار، ص: ۱۵۶

[3] گرامی، ص: ۲۴

مکتوب نمبر: ۳۶[۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۶ر جولائی ۱۹۱۲ء

مکتوب الیہ: اکبر الٰہ آبادی[۲]

توضیحات:

پس منظر: انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے ۲۹ویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۹۱۲ء میں اقبال نے اکبر کی پیروی میں چند ظریفانہ قطعات پڑھے۔[۳] ان پر بعض اہلِ زبان نے اعتراضات کیے تو اقبال نے اکبر کو اس خط میں لکھا کہ "میں آپ کو اپنا پیر و مرشد تصور کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص میری مذمت کرے جس کا مقصد آپ کی مدح سرائی ہو تو مجھے اس کا مطلق رنج نہیں۔ آپ کی فوقیت کے اعتراف میں چند اشعار میں نے آپ کے رنگ میں لکھے ہیں مگر عوام کے رجحان بے مذاقی نے اس کا مفہوم کچھ اور سمجھ لیا۔"
ان اشعار پر ایک پرمغز تبصرہ مرزا سلطان احمد (وفات ۱۹۳۱ء) نے "حضرت اقبال کا طرزِ جدید" کے عنوان سے کیا تھا۔[۴]

غم بڑا مدرک حقائق ہے: اکبر الٰہ آبادی کے ایک قطعہ کا مصرع جس کی اقبال نے بطور خاص داد دی[۵] ہے۔ اصل قطعہ یوں ہے:

یار کا حسن سب پہ فائق ہے	واقعی دیکھنے کے لائق ہے
ان مصائب سے کام لے اکبر	غم بڑا مدرک حقائق ہے[۶]

---

[۱] ماخذ: جلد دوم، ص: ۴۰-۴۱

[۲] نقوش، مکتوب ۲۳

[۳] تفصیل کے لیے دیکھیے رحیم بخش شاہین، علامہ اقبال اور اکبر الٰہ آبادی (مقالہ)، اقبال، اقبال نمبر، اپریل - جولائی ۱۹۷۷ء، ص: ۱۶۷۔
یہ قطعات بعد ازاں خواجہ حسن نظامی کے پیش لفظ کے ساتھ "اکبر اور اقبال" کے نام سے مرغوب ایجنسی لاہور کے اہتمام سے ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئے۔

[۴] مخزن، اگست ۱۹۱۲ء [۵] رحیم بخش شاہین، مقالہ مذکور، ص: ۱۶۷ [۶] کلیاتِ اکبر، سوم، ص: ۳۳

مکتوب نمبر: ۳۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۸ اگست ۱۹۱۲ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات :

یورپ میں ایک خوفناک جنگ ... : علامہ اقبال نے اس وقت کے حالات سے اندازہ کر لیا کہ یورپ عنقریب ایک خوفناک جنگ کی لپیٹ میں آنے والا ہے ۔ آخرکار یہ جنگ عالمگیر پیمانے پر چھڑ گئی اور ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی[3] یہ جنگ نہیں تھی قیامت صغریٰ تھی کہ جس میں لاکھوں آدمی مارے گئے کروڑوں بے گھر ہوئے ۔

پردہ چہرے سے اٹھا ... : یہ تین اشعار جس غزل کے ہیں وہ بانگ درا (ص : ۳۱۹) میں موجود ہے[4]۔ بعض اشعار کی ترتیب بدلی ہوئی ہے ، تیسرے شعر کے مصرع ثانی میں اصلاح کے علاوہ چوتھا شعر حذف کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ یہ شعر رکھا گیا ہے :

بیچ خود دار تو مانند سکندر رہے　　ہم جہاں میں ہیں پس شوکت دارائی کر

---

[1] ماخذ: صحیفہ، اقبال نمبر ۱، ص: ۱۲۷ - ۱۲۸

[2] تعارف: مکتوب: ۳۱

[3] تفصیل کے لئے دیکھئے انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم، ج ۲، ص: ۲۷۷ - ۳۲۴

[4] کلیات اقبال، اردو، ص: ۲۷۹ - ۲۸۰

مکتوب نمبر: ۳۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲؍اکتوبر ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات:

حیدری صاحب مجھے حیدرآباد کھینچتے ہیں: سر اکبر حیدری (وفات ۱۹۴۲ء) نے اقبال کو حیدرآباد دکن آنے کی دعوت دی تھی لیکن اقبال وکالت کے حرج اور اخراجاتِ سفر کی وجہ سے سفر کرنے میں متامل تھے۔

بابا سعدی: شیخ شرف الدین بن مصلح الدین بن عبداللہ سعدی شیرازی (۱۲۰۹ء - ۱۲۹۱ء) شیراز میں پیدا ہوئے۔ شیخ سعدی ایران کے درجہ اول کے شاعروں اور نثر نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ قصیدہ، غزل، قطعہ، رباعی وغیرہ اصناف میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ غزل گوئی میں ان کا مقام خاص طور پر بلند ہے۔ ان کا ضخیم دیوان طیبات، بدائع، خواتیم وغیرہ پر مشتمل ہے۔ بوستان (نظم) اور گلستان (نثر و نظم) ان کی شہرہ آفاق تصنیف ہیں جن کا دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے[3]۔ اقبال نے سعدی کا گہرا مطالعہ کیا تھا اس لیے ان کے کلام میں سعدی کے خیالات کا عکس نظر آتا ہے۔ انہوں نے سعدی کے کئی اشعار کو تضمین کیا ہے یا ان کا مضمون اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ زیر نظر مکتوب میں اقبال نے شیخ سعدی کا ایک مصرع نقل کیا ہے "ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت"۔ شیخ سعدی کا اصل شعر یوں دیکھنے میں آتا ہے

منعم بکوہ و دشت و بیابان غریب نیست   ہر جا کہ رفت خیمہ زد و خوابگاہ ساخت [4]

امام شافعی: ابو عبداللہ محمد ابن ادریس ابن عباس ابن عثمان ابن شافع (۷۶۷ - ۸۲۰ء) اہل سنت کے ایک امام جن کا شمار ائمہ اربعہ میں ہوتا ہے، ان کے پیروکار شافعی کہلاتے ہیں۔ امام شافعی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ کتاب الام، احکام القرآن، السنن، الرسالہ، اختلاف الحدیث، آداب القاضی وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں[5]

---

[1] ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۳۰   [2] [illegible]، مکتوب: ۳۱

[3] ادبیات فارسی، ص: ۲۶۸ - ۲۷۰   [4] گلستان، ص: ۱۱۰

ادب نامہ ایران، ص: ۴۳۶ - ۴۵۴

[5] سوانح اور علمی کارناموں کے لیے دیکھیے: ابو زہرہ، آثار امام شافعی (ترجمہ: رئیس احمد جعفری)، لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۶۱ء

امام شافعی کو عربی زبان وادب پر کامل عبور حاصل تھا، انہوں نے ایک مدت تک عرب کے بدو قبائل میں رہ کر عربی کی تحصیل کی تھی۔ اس زمانہ کے ماہرین ادب ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے[1]۔ امام شافعی شعر بھی کہتے تھے اور اشعار کا ایک دیوان بھی ان سے منسوب ہے[2]۔ ان کے اشعار کے علاوہ بے شمار حکیمانہ اقوال بھی کتب میں درج ہیں[3]۔

وقت کی نسبت امام شافعی کہتے ہیں "تلوار ہے"۔ اقبال کی زمان ومکان کے فلسفے سے دلچسپی ایک معروف حقیقت ہے۔ ان کے مسلسل غور وفکر کا نتیجہ ان کا یہ تصور ہے کہ زمان یا دہر کوئی مجرد یا ساکن حقیقت نہیں بلکہ تخلیقی حرکت ہے[4]۔ علامہ اقبال نے مثنوی اسرار خودی (۱۹۱۵ء) میں "الوقت سیف" کے زیر عنوان زمانے کے بارے میں متعدد نکات بیان کیے ہیں۔ ایک شعر میں کہتے ہیں:

نکتہ‌ای کو کب زگردون چیدہ است سیف براں وقت را نامیدہ است

حاشیہ میں رقمطراز ہیں: "الوقت سیف" مقولہ ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا[5]۔

یہ مقولہ امام شافعی کا نہیں بلکہ صوفیہ کا ہے جیسا کہ خود امام شافعی کہتے ہیں: "میں صوفیوں کے ساتھ رہا تو میں نے ان سے دو باتیں حاصل کیں ایک تو یہ کہ ان کا مقولہ ہے کہ وقت تلوار ہے اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ تمہیں کاٹ دے گا اور دوسری بات یہ کہ اگر نفس کو حق کے ساتھ مشغول نہ کرو گے تو باطل کے ساتھ مشغول ہو جائے گا"[6]۔

یہی مقولہ مولانا روم (وفات ۱۲۷۳ء) نے اپنی مثنوی میں یوں بیان کیا ہے:

قال الصوفی فانی حایع فاقتحم فالوقت سیف قاطع[7]

علاوہ ازیں مولانا جامی (وفات ۹ نومبر ۱۴۹۲ء) نے بھی امام شافعی کے حوالے سے "اس مقولہ کو عنوان بنا کر" مثنوی سلسلۃ الذہب میں اشعار کہے ہیں[8]، بظاہر اقبال کے ہاں یہ مقولہ مولانا روم اور مولانا جامی کے واسطے سے آیا ہے۔

---

1. محمد ادریس سیوہاروی الندوی، سیرت الشافعی، لاہور، دار الاشاعت پنجاب، ۱۸۹۹ء
2. شاعری کے بارے میں دیکھیے: جمیل احمد زبیری، "امام شافعی کی شاعری پر ایک نظر (مقالہ)"، المعارف، لاہور، دسمبر ۱۹۷۸ء
3. سیرت الشافعی، ص: ۱۳۰ - ۱۳۵
4. تلمیحات اقبال، ص: ۳۶۹ - ۳۷۲
5. کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۷، ڈاکٹر محمد ریاض کہتے ہیں کہ انہوں نے اس موضوع پر امام شافعی سے منسوب ایک رسالہ کتابخانہ حق ملک، بازار بزرگ تہران میں دیکھا ہے
6. ابن قیم الجوزیۃ، الجواب الکافی، ص: ۲۰۹ بحوالہ [illegible]، اشارات اقبال، ص: ۱۵۰
7. مثنوی معنوی، دفتر اول، ص: ۱۸
8. جامی، نفحات الانس مع سلسلۃ الذہب، لاہور، مطبع اسلامیہ سٹیم پریس، ۱۹۲۷ء، ص: ۷۵

مکتوب نمبر: ۳۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۲ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات:

خواجہ حسن نظامی: (وفات، ۳۱ر جولائی ۱۹۵۵ء) نے حیدرآباد دکن کا سفر کیا تھا، وہ حیدرآباد میں مہاراجہ کے مہمان رہے تھے، اسی سفر میں ان کی ملاقات نظام دکن سے ہوئی تھی [3]

التوائے وزارت کی خبر: مہاراجہ کی علیحدگی مدارالمہام سے سبکدوشی کے بعد نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ ثالث کو عاجلاً ثانی مدارالمہام مقرر کیا گیا تھا، یکم دسمبر ۱۹۱۲ء کو انہیں بھی سبکدوش کر دیا گیا [4]

شعر: تیز دوز کا کہو دیدہ کا قابل نہ تھا نرگس — تا بہ ہر کس کے نظارہ کو ترسے آنکھ کو لی ہے

یہ شعر اقبال کی غزل کا ہے جو "بانگ درا" میں شامل نہیں کی گئی [5]

شعر: دیکھ جو کچھ سامنے آ جاتا ہے منہ سے کچھ نہ بول — آنکھ آئینے کی پیدا کر دہن تصویر کا

امیر مینائی (وفات، ۱۹۰۰ء) کا شعر ہے [6]

---

[1] ماخذ، صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۳۵، اس سے قبل یہ مکتوب جلد دوم (ص: ۲۰۹) میں بھی چھپ چکا ہے۔ مولف جلد دوم نے لکھا ہے کہ انہیں ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۲ء اور ۲۸ر دسمبر ۱۹۱۲ء کے دونوں مکتوب مولوی عبدالرزاق حیدرآبادی سے محمد صاحب کی وساطت سے موصول ہوتے ہیں (ص: ۲۰۸)

[2] تشریح، مکتوب ۳۱

[3] واحدی، دکن میں آمد و رفت (مضمون)، خطیب، ۲۳-۳۰ر جولائی ۱۹۱۶ء

[4] صحیفہ اقبال نمبر ا، ص: ۶۷-۶۸

[5] باقیات اسلام، ص: ۲۰۳-۲۰۶

[6] امیر مینائی، صنم خانہ عشق، کراچی، مسعود پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۴ء، ص: ۴۲

مکتوب نمبر: ۴۰ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۷ دسمبر ۱۹۱۴ء

مکتوب الیہ: اکبر الٰہ آبادی [۲]

توضیحات:

افلاطون: PLATO (۴۲۷ ق م - ۳۴۷ ق م) مشہور یونانی فلسفی، سقراط کا شاگرد، ایتھنز میں اکیڈیمی کا بانی۔ اس نے مکالمات کی صورت میں اپنے استاد سقراط اور اپنے افکار بیان کیے ہیں یہ مکالمات سترہ کتابوں میں پیش کیے گئے ہیں۔ افلاطون کی ایک مشہور آفاقی کتاب "الجمہوریہ" REPUBLIC ہے جس میں اس نے مثالی ریاست کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس کے فلسفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دنیا جو نظر آتی ہے غیر حقیقی، فانی اور ناقص ہے اصل یا حقیقی دنیا نگاہوں سے مخفی ہے، اس کو عالم مثال کہا جاتا ہے اور اعیان نامشہود ہیں۔ اس کے فلسفہ نے بعد کے فلسفہ اور تصوف پر دور رس اثرات پیدا کیے ہیں [۳] (اقبال کو دیکھیے)۔ اس کے زیر اثر "معقول ہی حقیقت ہے" کا تصور رائج ہوا اور محسوس و مشہود کی تحقیر کا رجحان پیدا ہوا، سعی و عمل بے کار قرار پائے۔ اس لیے اقبال نے مثنوی اسرار خودی میں افلاطون کے نظریہ اعیان پر سخت تنقید کی ہے۔[۴]

ہیگل: E.G.W.F. HEGEL (۲۸ اگست ۱۷۷۰ء - ۱۴ نومبر ۱۸۳۱ء) جرمن فلسفی، PHILOSOPHY OF RELIGION، PHILOSOPHY OF ART اور PHILOSOPHY OF HISTORY کا مصنف، اس نے کثرت کو کسی اصول واحد سے بطور ایک نظام ارتقاء منتزع کرنے کے لیے "تصور مطلق" کی طرف توجہ دی۔ اس کے ظہور سے کائنات وجود میں آتی ہے، ظہور کائنات میں یہ عنصر عمل کو جدلی عمل کہا جاتا ہے۔ اس کے تین مدارج ہیں THESIS، ANTI THESIS اور SYNTHESIS

۱۔ عطا دوم، ص: ۴۲-۴۳

۲۔ تعارف، مکتوب، ۲۳

۳۔ Britannica, vol. 18 PP. 48-64

۴۔ کلیات اقبال فارسی، ص: ۳۲-۳۳

ہیگل کے فلسفہ کو فلسفہ اضداد بھی کہا جاتا ہے۔[1] اس فلسفہ سے ۱۹ویں صدی کے بیشتر فلسفی متاثر ہوتے ہیں اور یہی فلسفہ مارکسی دبستانِ فکر کی بنیاد بنا ہے۔ ۱۹۱۰ء میں اقبال نے ہیگل کے تمام فلسفہ کو نثر میں رزمیہ قرار دیا تھا۔[2] اقبال ہیگل سے مستفید تو ہوئے لیکن مرعوب نہیں ہوئے، اس لئے کہتے ہیں:

ہیگل کا صدف گہر سے خالی ہے اس کا طلسم سب خیالی[3]

پیام مشرق (۱۹۲۳ء) میں اس کے فلسفہ پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں

طائرش منقار تیز و پرواز او دانی کہ چیست؟ ماکیانی کز زور مستی خایہ گیرد بے خروس[4]

اس مکتوب میں اقبال اکبر کے شعر (جناب ہستی ہو کی لہر ...) کے حوالے سے کہتے ہیں کہ "ہیگل جس کو جرمن والے افلاطون سے بڑا فلسفی سمجھتے ہیں اور تخیل کے اعتبار سے حقیقت میں ہے بھی افلاطون سے بڑا، اس کا تمام فلسفہ اسی اصول پر مبنی ہے، آپ نے ہیگل کے سمندر کو ایک قطرہ میں بند کر دیا یا یوں کہیے کہ ہیگل کا سمندر اس قطرے کی تفسیر ہے۔"

اکبر کے اسی شعر کے حوالے سے اقبال نے انگریزی اخبار NEW ERA لکھنؤ ۲۸ اگست ۱۹۱۸ء میں ایک مضمون "TOUCH OF HEGELIANISM IN LISANUL ASAR AKBAR" لکھا تھا۔[5]

کیمبرج کی تاریخ ہندوستان: سر ہیوڈاڈ ڈوڈویل (وفات) نے 'CAMBRIDGE HISTORY OF MODERN INDIA' کے لئے اردو ادب پر ایک مقالہ کی فرمائش کی تھی لیکن اقبال سے یہ کام نہ ہو سکا، اقبال کا ارادہ تھا کہ وہ اکبر کے مذکورہ شعر کو مجوزہ مقالہ میں درج کریں گے۔

اورنگزیب عالمگیر: (۱۶۱۸ء - ۱۷۰۷ء) شاہجہان کا تیسرا بیٹا، جو باپ کی وفات کے بعد جنگ تخت نشینی میں کامیاب ہوا۔[6] اس نے شریعت کے نفاذ کے لئے زبردست کوشش کی تھی، اقبال نے رموزِ بیخودی (۱۹۱۸ء) میں اس کی نفاذ اسلام کی کوششوں کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔[7] عالمگیر کا مقبرہ اورنگ آباد میں ہے، اقبال نے مارچ ۱۹۱۰ء میں سفرِ دکن کے دوران عالمگیر کے مقبرے کی زیارت بھی کی تھی۔[8]

۱۔ Britannica, vol.11, pp.389-384
۲۔ شذرات، ص: ۱۷
۳۔ کلیات اقبال، اردو، ص: ۴۸۰
۴۔ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۳۲۶
۵۔ Thoughts pp. 87-89
۶۔ تاریخ پاک و ہند، ص: ۵۲۸-۸۲
۷۔ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۹۸-۹۹
۸۔ زندہ رود (۲)، ص: ۱۲۵

مکتوب نمبر: ام [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۸ر دسمبر ۱۹۱۲ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متن کی درستی:

صحیفہ	عکس
۱۔ جب کہ میں صبح سیالکوٹ سے...	جب کہ میں سیالکوٹ سے...
۲۔ بعض جگہ کئی الفاظ...	بعض جگہ کچھ الفاظ...
۳۔ اپنے اندر نہ داخل ہونے دو...	اپنے اندر داخل نہ ہونے دو

علمائے روم کے مولف نے یہ جملہ حذف کر دیا ہے "ہاں واقعی باوجود گردشِ 'آسمان' قریب ہے مگر ملتوی رہے گا 'امتحان' بھی قریب ہے"۔ محذوف جملہ کے علاوہ علمائے روم کا متن عکس کے عین مطابق ہے۔

اشعار: خوش آمد رخت خرد را ز شعلۂ می سوخت   مثال لالہ متاعے ز آتشے اندوخت

یہ چھ اشعار اقبال نے ۲۸ر جنوری ۱۹۱۵ء کو مولانا گرامی کی خدمت میں بھیجے تھے[3]۔ بعد میں ان کو بعض تبدیلیوں کے ساتھ 'پیام مشرق' (۱۹۲۳ء) میں شامل کر لیا گیا تھا۔ پہلے شعر کے مصرعِ اوّل میں 'ز شعلہ می سوخت' کی جگہ 'بہ شعلہ می سوخت'، اور تیسرے شعر کے مصرعِ ثانی میں 'فقیہ بزرگ' کی جگہ 'فقیہ حرم' ہے۔ چوتھا شعر حذف کر دیا گیا ہے۔ آخری شعر میں 'مولد حافظ' کو 'گلشن ویمر' بنا دیا گیا ہے[4]۔

---

[1] صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۳۵-۱۳۶

[2] تعارف، مکتوب، ۳۱

[3] گرامی، ص: ۱۰۱-۱۰۲

[4] کلیات اقبال (فارسی)، ۳۲۵

مکتوب نمبر: ۲۴[1]

مقام تحریر: لاہور[2]

تاریخ تحریر: ۱۹۱۴ء[3]

مکتوب الیہ: مولانا شوکت علی

تعارف: مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء - ۲۸ نومبر ۱۹۳۸ء) مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی، علی گڑھ سے بی اے کیا۔ محکمہ افیون میں اچھے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں مسلم یونیورسٹی کے قیام کے سلسلہ میں سر آغا خان (وفات ۱۱ جولائی ۱۹۵۷ء) کے سیکرٹری کے طور پر برصغیر کا دورہ کیا۔ سیاست میں اپنے بھائی مولانا محمد علی جوہر کا ساتھ دیا اس لیے دونوں بھائیوں کو علی برادران کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ۶ مئی ۱۹۱۳ء کو انجمن خدام کعبہ قائم ہوئی تو اس کے معتمد مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ قید و بند میں مبتلا ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں رہا ہوئے۔ ۱۹۲۱ء میں پھر دو سال کے لیے قید ہوئے۔ تحریک خلافت کی رہنمائی کی، بمبئی میں مرکز قائم کیا اور اخبار خلافت جاری کیا۔ آخر عمر میں قائد اعظم محمد علی جناح کی رفاقت اختیار کی اور مسلم لیگ کے لیے کام کرتے رہے[4]۔ اقبال کے بے تکلف دوست تھے۔

توضیحات:

تم کیسے علی گڑھ جاتے ہو: ۱۹۱۴ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ کی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی دعوت ملی تو اقبال نے اس مکتوب کے ذریعے معذرت کا اظہار کیا کہ "میں ان دنوں خدا گواہ یعنی دل کی دنیا میں رہ رہا ہوں"۔ دراصل جنگ عظیم اول کے دوران اقبال گوشہ نشین سے ہو گئے تھے لہٰذا زیادہ وقت مثنوی "اسرار خودی" کی تخلیق میں صرف کر رہے تھے۔

چند اشعار: کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے   وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

یہ بارہ (۱۲) اشعار "خطاب بہ جوانان اسلام" کے زیر عنوان "بانگ درا" میں شامل ہیں[5]۔

---

[1] ماخذ، عطاء، اول، ص: ۲۵۵

[2] مکتوب میں مقام درج نہیں ہے لیکن خیال ہے کہ یہ وہ مکتوب ہے جس میں مثنوی "اسرار خودی" مکمل ہو کر طباعت کے لیے تیار ہو رہی تھی لہٰذا قیاس ہے کہ یہ خط لاہور ہی سے لکھا گیا ہوگا۔

[3] تاریخ تحریر کا تعین نہیں ہو سکا۔

[4] دیکھیے: رحیم بخش شاہین، "مولانا شوکت علی (خاکہ)"، رئیس الاحرار، ص: ۲۶ - ۳۰، یادرفتگاں، ص: ۱۹۲ - ۱۹۵، اسلامی [illegible]

[5] کلیات اقبال، اردو، ص: ۱۸۰۔ یہ نظم "بانگ درا" کی اشاعت سے قبل "ذکر اقبال" (۱۹۱۸ء) میں [illegible] کے عنوان سے شامل تھی۔

مکتوب نمبر: ۴۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۸؍ جنوری ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

زدیدہ تا در دل ... : گرامی کی غزل کا شعر ہے،

زدیدہ تا در دل ذرہ ذرہ غماز است   نگاہ مہر کہ دل در دیدہ رازدارانند

غزل کا مطلع یوں ہے:

اسیر گوشۂ چشم تو شہریارانند   شہید نیم نگاہ تو شہسوارانند [3]

اقبال نے اس غزل کی داد دی ہے۔

مثنوی ختم ہو گئی ہے: مثنوی "اسرار خودی" مراد ہے، اقبال طباعت سے قبل مثنوی گرامی کو دکھانا چاہتے تھے۔

ماسٹر غلام محی الدین صاحب: گرامی کے ایک بھتیجے تھے اور حیدرآباد میں ملازم تھے

چند اشعار لکھتا ہوں: بسیار بادہ کہ گردوں بکام ما گردید   مثال غنچہ نواہا ز شاخسار دمید الخ

یہ چند اشعار اقبال کی فارسی غزل کے ہیں اور یہ غزل کچھ ترمیم کے ساتھ پیام مشرق (۱۹۲۳ء) میں شامل کر لی گئی ہے [4]

---

[1] ماخذ، گرامی، ص: ۹۸ - ۱۰۱

اس مکتوب کا عکس روزنامہ جنگ اقبال نمبر ۱۱ اپریل ۱۹۶۹ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

[2] تعارف، مکتوب: ۲۲

[3] دیوان گرامی، ص: ۹۴

[4] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۵۶

مکتوب نمبر: ۴۴[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۶ر فروری ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی[2]

توضیحات:

خطاب: خواجہ حسن نظامی نے 'خطیب' میں ہندوستانی رہنماؤں اور اہم شخصیتوں وغیرہ کو خطاب دینے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ ۱۹۱۵ء کے اوائل میں انہوں نے علامہ اقبال کو 'سرالوصال' کا خطاب دیا تھا[3]۔ اقبال نے اس خط میں خطاب پر خواجہ موصوف کا شکریہ ادا کیا ہے۔

عمدہ نام: مثنوی اسرار خودی مکمل ہو چکی تھی۔ اقبال اس کے لیے کسی اچھے سے نام کی جستجو میں تھے۔ اقبال زیر نظر مکتوب میں اطلاع دیتے ہیں کہ شیخ عبداللہ ور نے مندرجہ ذیل نام تجویز کیے تھے:

اسرار حیات، پیام سروش، پیام نو، آئینہ نو

اقبال نے خواجہ حسن نظامی کو بھی طبع آزمائی کی دعوت دی ہے اور لکھا ہے کہ نتائج سے مطلع فرمائیں تاکہ وہ مجوزہ ناموں میں سے کوئی موزوں نام منتخب کر سکیں۔ خواجہ حسن نظامی کا بیان ہے کہ 'اسرار خودی' کا نام انہوں نے ہی تجویز کیا تھا۔ اور کئی نام تجویز کیے تھے لیکن اقبال نے یہی نام پسند کیا تھا[4]۔

---

۱ ماخذ: جلد دوم، ص: ۳۶۸

۲ تعارف، مکتوب ۱۷

۳ خطیب، دہلی، ج ۱، شمارہ ۱۱، ۲۲ جنوری ۱۹۱۵ء، ص: ۱۶۹

۴ منادی، جون ۱۹۵۰ء، ص: ۱۱

مکتوب نمبر: ۴۵ [1]

مقامِ تحریر: لاہور [2]

تاریخ تحریر: فروری ۱۹۱۵ء [3]

مکتوب الیہ: ملا واحدی

تعارف: سید محمد ارتضیٰ (۱۷ مئی ۱۸۸۸ء – ۲۲ اگست ۱۹۷۶ء)، برصغیر کے معروف صحافی اور صاحبِ طرز انشا پرداز، خواجہ حسن نظامی کے قریبی دوست، خواجہ صاحب ہی نے انہیں ملا واحدی کا خطاب دیا جو رفتہ رفتہ اصل نام کی جگہ مشہور ہو گیا۔ ۱۹۰۹ء میں خواجہ حسن نظامی کی شراکت سے "نظام المشائخ" جاری کیا، ۱۹۱۳ء میں ہفت روزہ "خطیب" اور ۱۹۱۴ء میں "خطیب" جاری کیا، خطیب سالہا سال تک شائع ہوتا رہا، ملا واحدی نے ذاتی مطبع قائم کیا، دہلی میونسپل کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے، ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان چلے آئے، کراچی میں روزنامہ "انجام" کے مینیجر مقرر ہوئے، جنوری ۱۹۴۸ء میں کراچی سے نظام المشائخ جاری کیا[4]۔ میرا افسانہ (آپ بیتی)، حیاتِ سرورِ کائنات (۳ حصے)، [illegible] نامہ (فارسی سے ترجمہ)، تاثرات (متفرق تحریریں) اور سوانح عمری خواجہ حسن نظامی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

توضیح:

مولانا جامی: مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی (۷ نومبر ۱۴۱۴ء – ۹ نومبر ۱۴۹۲ء)، صوفی، عالم اور فارسی کے عظیم شاعر، نظم و نثر میں کئی کتابوں کے مصنف، شیخ اکبر ابن عربی (وفات ۱۲۴۰ء) کے فلسفے کے شارح، ان کی تصانیف میں دیوان کے علاوہ ہفت اورنگ، تحفۃ الاحرار، نفحات الانس، اشعۃ اللمعات، سلسلۃ الذہب، ہفت اورنگ، لوائح وغیرہ مشہور ہیں[5]۔ اقبال اس مکتوب میں جامی کے ایک شعر کی تضمین کی اطلاع دیتے ہیں اور مثنوی "اسرارِ خودی" میں شامل شعر لکھتے ہیں[6]

---

[1] ماخذ، خطوط، ص: ۱۲۱۔ یہ مکتوب سب سے پہلے ہفت روزہ خطیب دہلی ۷ فروری ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا تھا، دوبارہ "خطیب" کے حوالے سے اوراقِ گم گشتہ (ص: ۲۴-۲۵) میں شامل کیا گیا، خطوط کا ماخذ "اوراقِ گم گشتہ" ہی ہے۔

[2] مقام درج نہیں کیا گیا لیکن یہ مکتوب اسرارِ خودی کی طباعت کے زمانے میں لکھا گیا تھا اس لیے قیاس یہ ہے کہ لاہور سے لکھا گیا ہوگا۔

[3] مولف اشاریہ مکاتیب نے تاریخ تحریر جمعہ ۲۰ اگست ۱۹۱۵ء متعین کی ہے (ص: ۹۳) حالانکہ یہ بدیہی امر ہے کہ ۷ فروری ۱۹۱۵ء کو شائع ہونے والا مکتوب جمعہ ۲۰ اگست ۱۹۱۵ء میں کیسے لکھا جا سکتا ہے۔

[4] دیکھیے الیاس احمد مجیبی، ملا واحدی، ساقی کراچی، مئی ۱۹۵۸ء، ص: ۶۹-۷۶ [5] جامی، ص: ۱۳۰-۱۳۲

[6] کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۲۱ (ایک شعر یہ ہے: کشتۂ اندازِ ملا جامیم / نظم و نثر او علاجِ خامیم)

مکتوب نمبر: ۹۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۱ مارچ ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات:

مسٹر محمد علی: مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء - ۴ جنوری ۱۹۳۱ء) علی گڑھ اور آکسفورڈ کے فارغ التحصیل، انگریزی کے بلند پایہ انشا پرداز، نامور صحافی، ہمدرد (اردو) اور کامریڈ (انگریزی) کے ایڈیٹر، اور چوٹی کے سیاستدان اور مجاہد آزادی، تحریک خلافت کے رہنما، [3] اردو کے اچھے شاعر، ان کی شاعری ان کے قومی و ملی جذبات کی آئینہ دار ہے [4]۔ اقبال کے دوست تھے بعض سیاسی مسائل میں اختلاف کے باوجود دوستانہ تعلقات برقرار رہے [5]

مسٹر گلینسی: انڈین سول سروس کے ایک قابل انگریز افسر، ایف ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر کے دوران تحقیقاتی کمیشن کا نگران مقرر کیا گیا تھا۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں کئی سفارشات پیش کی تھیں جن پر عمل کیا گیا تھا، مولانا محمد علی جوہر نے حیدرآباد دکن کی وزارت پر ان کے فائز ہونے کا ذکر کیا تھا اور سید علی امام کے نائب وزیر اعظم مقرر ہونے [6] اور یہ بھی کہ سر علی امام نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

میر رضی دانش: حاجی میر سید رضی دانش رضوی مشہدی (وفات ۱۶۶۶ء) عہد شاہجہان میں مشہد سے آ کر کئی سال ہندوستان میں رہے، شاہجہاں دربار سے منسلک رہے، عہد اورنگزیب میں واپس چلے گئے۔ اقبال نے اس کے بعض اشعار کو اپنی تحریروں اور اشعار میں نقل اور تضمین کیا ہے [7] اس خط میں یہ شعر نقل کیا ہے: ز مستی بادہ می گیرم بپائے تاک می ریزم

ندارم فکر خود میخانہ را آباد می سازم

۱؎ انوار صحیفہ، اقبال نمبر ۱، ص: ۱۳۸ - ۱۳۸ ۲؎ لسان المکتوب، ۳۱

۳؎ تفصیل کے لیے دیکھئے رئیس الاحرار ۴؎ رحیم بخش شاہین، کلام جوہر (مقالہ)، قومی زبان، دسمبر ۱۹۷۸ء، ص: ۳۳-۴۱

۵؎ رحیم بخش شاہین، محمد علی جوہر اور علامہ اقبال (مقالہ)، اقبال، اپریل ۱۹۷۹ء

۷؎ اقبال اور فارسی شعراء، ص: ۲۹۶-۲۹۷

مکتوب نمبر: ۷۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۷ اپریل ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: ضیاء الدین برنی

تعارف: ضیاء الدین برنی (۳ فروری ۱۸۹۰ء – ۹ مئی ۱۹۶۹ء) ان کا برن سے تعلق نہیں تھا، خواجہ حسن نظامی نے مشہور مسلمان مورخ ضیاء الدین برنی کے نام پر انہیں بھی برنی کے نام سے پکارا جو ان کے اصل نام کا جزو بن گیا، عمر کا بڑا حصہ بمبئی میں گزرا، جہاں وہ سرکاری ملازمت کرتے تھے[2]۔ برنی نے اقبال سے دو تین مرتبہ ملاقات بھی کی تھی، ایک مرتبہ لاہور میں، دوسری مرتبہ ستمبر ۱۹۳۱ء میں عطیہ بیگم کے گھر پر بمبئی میں ملاقات کا ذکر ملتا ہے۔ برنی نے کچھ عرصہ تھیوسوفیکل سکول کانپور میں تدریس کی[3] اور ایک زمانے میں مولانا محمد علی جوہر کے اخبار "ہمدرد" میں رپورٹر کے طور پر بھی کام کرتے رہے[4]۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہو گئے، "کتابی دنیا" کے نام سے ایک ماہنامہ شائع کرتے رہے جو ان کی وفات کے بعد بند ہو گیا، متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں عظمت رفتہ، حیات و خدمات محمد علی (انگریزی) اور کلیۂ اخبار بینی وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے عطیہ بیگم کی کتاب "اقبال" کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے[5]۔

میں اس وقت کو... : برنی کی خواہش تھی کہ وہ اپنی کتاب "کلیۂ اخبار بینی" کو اقبال کے نام معنون کریں لیکن اقبال نے اس کو منظور نہیں کیا۔

اس واقعہ کو... : برنی لاہور آئے تو ملاقات کے لئے اقبال کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، اقبال ان کے خط کے منتظر تھے اور برنی نے ان کے خط کا اسی وقت جواب دیا تھا، انہوں نے جسارت کر کے باتوں باتوں میں اپنا رول نمبر پیش کر دیا جس پر اقبال سخت خفا ہوئے اور ملاقات ختم ہو گئی۔ اقبال نے واضح کیا کہ اس واقعہ سے تعلقات ختم نہیں ہوئے[6]۔

---

[1] ماخذ: انوار، ص: ۱۸۱ [2] Letters, P.175 [3] انوار، ص: ۱۴۳

[4] ریشۂ انوار، ص: ۱۶۷ [5] عطیہ بیگم، اقبال (ترجمہ ضیاء الدین برنی)، کراچی، اقبال اکادمی، ۱۹۵۶ء

مکتوب نمبر: ۴۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۹ جون ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متن کی درستی: متن کا ایک جملہ "آپ کے مناسب حال ہے"۔ عکس کی رو سے "آپ کے مناسب حال ہوا ہے" ہونا چاہیے۔

توضیحات:

شہزادی دلیپ سنگھ: شہزادی بمبا راں دلیپ سنگھ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پوتی، کنور دلیپ سنگھ کی بیٹی، کرنل سدرلینڈ کی بیوی جو کنگ ایڈورڈ کالج کا پرنسپل اور مستشرق بھی تھا، فنون لطیفہ کی دلدادہ تھی، گرامی اور اقبال کی عقیدت مند تھی۔ اردو کی بیرونی کے خوش ہوتی تھی، اردو سمجھتی تھی لیکن شعر سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتی تھی، سردار جوگندر سنگھ اس کے لیے انگریزی میں ترجمہ کرتے تھے۔ اقبال کی نظمیں "تصویر درد" کا تحفہ ملتا ہے ہے۔[3] "اور۔۔۔ کی گود میں بلی دیکھ کر"[4] اس کی ایک وقت میں تخلیق ہوئی تھیں۔ شہزادی دلیپ سنگھ نے اقبال کو کشمیر آنے کی دعوت دی تھی لیکن اقبال یہ سفر اختیار نہ کر سکے۔

سردار جوگندر سنگھ: پنجاب کے بہت بڑے جاگیردار، سکھوں کے رہنما، پنجاب اور پٹیالہ میں وزیر رہے، پنجاب یونیورسٹی کے فیلو، انگریزی رسالہ "ایسٹ اینڈ ویسٹ" کے حلقۂ ادارت کے رکن، اقبال کے دوست اور انگریزی میں "کملا" اور "نور جہاں" کے مصنف، اقبال کی نظم "مرثیہ"[5] میں انہی کی طرف اشارہ ہے۔

ہر کہ تسخیر مہ و پروین کند۔۔۔ الخ: یہ دو شعر مثنوی "اسرار خودی" میں شامل ہیں۔[6]

جلال بخاری: ابجد کے حساب کی رو سے جلال بخاری اور کشن پرشاد کے اعداد (۸۷۷) برابر ہیں، شاد کا تاریخی نام فرزند فرخندہ (۱۲۸۰ھ) تھا۔ مخدوم جلال بخاری سے مراد سید جلال الدین سرخ بخاری ہیں جو مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے دادا تھے۔

دو چیز نہ ہم کا چھوپ کا جیوں سے آزاد ہو۔۔۔۔۔۔ یہ نظم "سرگزشت آدم" (مطبوعہ مخزن، دسمبر ۱۹۰۷ء) میں شامل تھی لیکن بانگ درا میں شامل کرتے وقت اس کے چند اشعار کو حذف کر دیا گیا ہے۔[7]

---

[1] صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۲۲ - ۱۲۵

[2] شاد اقبال، مکتوب: ۳۱

[3] کلیات اقبال اردو، ص: ۱۵۸

[4] کتاب مذکور، ص: ۱۲۰

[5] کتاب مذکور، ص: ۱۰۸

[6] کلیات اقبال فارسی، ص: ۱۱

[7] نظم کے لیے دیکھیے کتاب مذکور، ص: ۸۱ - ۸۲، حذف شدہ اشعار کے لیے دیکھیے باقیات اقبال، ص: ۳۳۵ - ۳۳۶

مکتوب نمبر: ۴۹[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۷ر جولائی ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد[2]

متن کی درستی:

۱۔ عکس کی رو سے 'الحمدللہ سرکار...' دراصل 'الحمدللہ کہ سرکار...' ہے

۲۔ " " 'مگر افسوس ہے کہ...' " 'مگر افسوس کہ'... ہے

۳۔ " " 'یعنی صنوبر آزادی کے لئے' " 'یعنی صنوبر کی آزادی کو...' ہے

۴۔ " " '...خوشی میں شریک ہو رہا ہوں' " '...خوشی میں شریک ہوں' ہے

توضیحات:

الناس علیٰ دین ملوکہم: ترجمہ: لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

یہ جملہ یوں بھی روایت کیا گیا ہے 'الناس علیٰ دین ملیکہم'۔ مولانا روم (وفات ۱۲۷۳ء) نے مثنوی میں بھی اس کا حوالہ بطور حدیث دیا ہے[3]۔ امام شوکانی نے سخاوی کی تصنیف المقاصد الحسنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے[4]۔ بدیع الزماں فروزانفر نے بھی اس کو موضوع قرار دیا ہے[5]۔

خمار شاہ: ۱۹۱۵ء میں خواجہ حسن نظامی نے مہاراجہ کو 'خمار شاہ' کا خطاب دیا تھا۔

مومن استرآبادی: میر محمد مومن استرآبادی (وفات ۱۶۳۴ء) قطب شاہی دربار کا شاعر[6]۔ اس مکتوب میں اقبال نے اس کے اس شعر کی بہت تعریف کی ہے:

اے کہ گوئی عشق را درمان بہجران کردہ اند　　کاش می گفتی کہ ہجران را چہ درمان کردہ اند

مومن استرآبادی کا دیوان میسر نہ آنے کی بنا پر شعر کی نسبت اور نقل صحت پر کچھ کہنا مشکل ہے۔

---

1. ماخذ، صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۲۷-۱۲۸
2. لطائف، مکتوب ۳۱
3. مثنوی، ۵ ص: ۲۱
4. امام شوکانی، الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ، قاہرہ ۱۹۶۰ء، ص: ۲۱۰
5. احادیث مثنوی، ص: ۳۸
6. اقبال اور فارسی شعراء، ص: ۲۹۹-۳۰۰

مکتوب نمبر: ۵۰ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۳ ؍ جولائی ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: محمد الدین فوق [2]

تعارف: منشی محمد الدین فوق: (۱۸۷۶ء - اگست ۱۹۴۵ء) والد کا نام مولوی محمد خان تھا جو کشمیر میں سرکاری ملازم تھے۔ فوق نے ابتدائی تعلیم جاتکے (سیالکوٹ) میں حاصل کی۔ ۱۸۹۱ء-۱۸۹۲ء میں مڈل سکول، خالصہ ہائی سکول گوجرانوالہ اور ایچی سن لاہور میں زیرِ تعلیم رہے۔ ۱۸۹۵ء میں مڈل کا امتحان پاس کر کے پٹوار کا کام سیکھنا شروع کر دیا۔ ملازمت کی تلاش میں پہلے جموں اور بعد ۱۸۹۶ء میں لاہور کا رُخ کیا۔ ۱۸۹۸ء میں نواب مرزا داغ کی شاگردی اختیار کی۔ ۱۹۰۱ء میں "پنجۂ فولاد" جاری کیا جو ۱۹۰۵ء میں بند ہو گیا۔ ۱۹۰۶ء میں "کشمیری میگزین" جاری کیا جو ۱۹۱۳ء میں ترقی کرتے کرتے ہفتہ وار اخبار بن گیا۔ یہ اخبار ۱۹۳۴ء میں بند ہو گیا۔ ۱۹۱۲ء میں رسالہ "طریقت" جاری کیا جو چند سال تک شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۱۸ء میں رسالہ "نظام" شروع کیا جو جلد ہی بند ہو گیا۔ فوق کو تاریخ نویسی کا خاص ذوق تھا۔ مسلمان شخصیات کے علاوہ تاریخِ کشمیر ان کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ متعدد کتب کے مصنف تھے[3] جن میں مشاہیرِ کشمیر، تاریخِ اقوامِ کشمیر، یادِ رفتگاں، وجدانی نشتر، رہنمائے کشمیر اور حریتِ اسلام وغیرہ شامل ہیں۔ منشی محمد الدین فوق اقبال کے قریبی دوست تھے۔ ان کی دوستی کا آغاز ۳۱ ؍ جنوری ۱۸۹۶ء سے ہوا اور تادمِ آخر روابط برقرار رہے۔[4]

---

[1] ماخذ، انوار، ص: ۵۲

[2] اصل نام محمد الدین فوق ہے نہ کہ محمد دین فوق جیسا کہ مولفِ انوار نے درج کیا ہے

[3] حالاتِ زندگی اور تصانیف کی تفصیل کے لیے دیکھیے: لاہور نمبر، ۹۹۷ - ۱۰۰۳

[4] اقبال و فوق کے دوستانہ مراسم کی تفصیل کے لیے دیکھیے: معاصرینِ اقبال کی نظر میں، ص ۳۲۸ - ۳۲۵

توضیحات:

امیراکدل: سرینگر (کشمیر) میں دریائے جہلم پر کئی پل ہیں ان میں ایک پل امیراکدل کہلاتا ہے۔

کشمیری میگزین: فوق نے "پنجہ فولاد" کے بند ہونے پر ۱۹۰۶ء میں ماہنامہ "کشمیری میگزین" جاری کیا جو ۱۹۱۳ء میں ماہنامہ سے ہفت روزہ اخبار کی صورت اختیار کر گیا۔

میرے حالات: منشی محمد دین فوق نے "کشمیری میگزین" اپریل ۱۹۰۹ء میں اقبال کے حالاتِ زندگی مع تصویر شائع کئے تھے[1]۔ یہ اس سلسلہ کی اولین کوشش شمار ہوتی ہے۔ اس میں فوق نے اقبال کی تاریخ ولادت ۱۸۷۵ء بیان کی ہے۔ فوق نے بعد میں اقبال کے حالات مزید اضافوں کے ساتھ اپنی کتابوں "مشاہیر کشمیر" اور "تاریخ اقوام کشمیر" میں بھی شامل کئے تھے[2]۔

آپ پیر طریقت بھی بن گئے: اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ فوق نے رسالہ "طریقت" جاری کر رکھا ہے۔ یہ رسالہ اگست ۱۹۱۲ء میں شروع ہوا تھا، تقریباً چار سال تک شائع ہوتا رہا۔

حافظ محمد جماعت علی شاہ: (وفات، ۳۱ اگست ۱۹۵۱ء)، اس زمانہ کے مشہور پیر طریقت، ان کے مریدوں کا سلسلہ بہت وسیع تھا، شاردا ایکٹ کی مخالفت، قادیانیت کی سرکوبی اور تحریک شہید گنج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے[3]۔ کشمیر میں بھی ان کے مرید بڑی کثرت سے تھے جب کبھی کشمیر جاتے تو اخبارات میں خبریں شائع ہوتیں۔ اقبال نے زیر نظر خط میں فوق کے متعلق اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ وہ بھی جب کشمیر جایا کریں تو ان کی خبریں بھی اسی طرح اخبارات میں شائع ہوا کریں۔

---

[1] مزید دیکھیے: انوار، ص: ۷۹-۸۷

[2] محمد دین فوق، مشاہیر کشمیر، لاہور، گلزار پریس، ۱۹۳۰ء، صص: ۱۷۷-۲۰۸
وہی مصنف، تاریخ اقوام کشمیر، لاہور، گلزار پریس، ۱۹۳۴ء، ص: ۴۳-۴۴

[3] اردو انسائیکلوپیڈیا، ص: ۳۷۵، اکابر تحریک پاکستان، ص: ۶۰-۷۸
نیز عبدالسلام خورشید، [illegible]، لاہور، قومی کتب خانہ، دسمبر ۱۹۷۹ء، ص: ۱۰۴-۱۰۵

مکتوب نمبر: ۵۱ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۳ اگست ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: شاکر صدیقی [2]

تعارف: شاکر صدیقی کا تعلق گوجرانوالہ سے تھا، انجینئرنگ پیشہ تھا، ملازمت کے سلسلے میں ایک زمانے میں چک جھمرہ (لائل پور) میں مقیم تھے۔ ۱۹۱۵ء میں میونسپل کمیٹی گوجرانوالہ میں اوورسیئر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ انہیں شعر و شاعری سے لگاؤ تھا۔ مخزن کے دور ثانی میں سردار کیسرا سنگھ کچھ عرصہ کے لیے اس کی مجلس ادارت میں شامل رہے۔ ان کے ایما پر شاکر صدیقی نے اصلاح کے لیے اقبال سے رجوع کیا۔ اقبال نے حسب عادت اصلاح دینے سے انکار کیا لیکن شاکر کے اصرار پر اصلاح دینے پر آمادہ ہو گئے۔

اس نظم کو شائع نہ کریں: شاکر صدیقی نے اپنی ایک نظم اقبال کی خدمت میں بغرض اصلاح بھیجی تھی۔ اس میں زیادہ تر اقبال کی توصیف کی تھی۔ نظم میں چونکہ فنی اعتبار سے بہت سی خامیاں تھیں اس لیے اقبال نے مکتوب الیہ کو اسے اشاعت سے منع کیا اور بعض مصرعوں کی نشاندہی کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال معیار کا کتنا خیال رکھتے تھے۔

صاحب بہار عجم: ٹیک چند بہار (وفات: ۱۷۸۲ء) لغت نویس، دہلی کا رہنے والا اور سراج الدین علی خان آرزو (وفات: ۱۷۵۶ء) کا شاگرد، شیخ خیراللہ وفا کے حلقۂ درس میں شامل رہا، میر تقی میر (وفات: ۱۸۱۰ء) سے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس کی لغت 'بہار عجم' زندۂ جاوید کتاب ہے جو اس نے بیس سال صرف کر کے لکھی تھی۔ اقبال بہار عجم کی اہمیت کے قائل تھے اور الفاظ کی بحثوں میں اکثر اس کے حوالے دیتے تھے۔ ٹیک چند بہار کی ایک اہم تصنیف 'ابطال ضرورت' بھی ہے۔[3]

---

[1] ماخذ: انوار، ص: ۱۱۲۔ ترتیب کے اعتبار سے اس مکتوب کو ۱۳ اگست ۱۹۱۵ء والے مکتوب کے بعد آنا چاہیے تھا لیکن مولف انوار نے اس کا خیال نہیں رکھا۔

[2] فارسی ادب، ص: ۲۷۱

[3] عکس بریلوی، یادگار رفتگاں، مطبع انوار احمدی الٰہ آباد، س ن، ص: ۹۷–۹۹

مکتوب نمبر: ۵۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۹ر ستمبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متن کی درستی: متن کا جملہ "سرکار کے مزاج بخیر ہیں" عکس کی رو سے "سرکار کا مزاج بخیر ہے" ہے

" " "حسب زمانہ میں زندہ تھا" " " "حسب زمانہ میں میں زندہ تھا" ہے

" " "کہ ہر اصول ..." " " "کہ اس اصول پر ..." ہے

توضیحات:

فریدالدین عطار: شیخ فریدالدین محمد بن ابی بکر ابراہیم عطار نیشاپوری (۱۱۱۹ء - ۱۲۳۰ء) سنائی کے بعد دوسرے بڑے عرفانی شاعر۔ دیوان کے علاوہ تذکرۃ الاولیاء اور منطق الطیر وغیرہ مشہور تصانیف ان کی یادگار ہیں [3]۔ سنائی اور رومی کے پیش رو تھے اس لئے اقبال کے لئے ان کا مطالعہ یقیناً باعث کشش تھا [4]۔

منطق الطیر: تصوف کی ایک اہم کتاب، مولانا روم (وفات ۱۲۷۳ء) نے اس کی پیروی میں مثنوی لکھی۔ منطق الطیر میں پرندوں کی زبان سے تصوف کے مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔

رسالہ اجر السکوت: اقبال لکھتے ہیں کہ انہوں نے کسی زمانہ میں سکوت کے فوائد پر ایک رسالہ "اجر السکوت" تصنیف کیا تھا جس پر عطار بھی رشک کرتے۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ رسالہ تحریر کیا گیا تھا؟ مرتب شاد کا خیال ہے کہ یہ رسالہ سپرد قلم کیا گیا تھا لیکن چھپنے کی نوبت نہیں آئی [5]۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ اقبال کا یہ کہنا کہ "مذکورہ رسالہ تصنیف ہوا تھا" محض انداز بیان ہے۔ قوی امکان یہ ہے کہ یہ رسالہ تصنیف نہیں ہوا تھا۔ اس خط کے علاوہ کسی اور خط یا ملفوظ میں اس رسالہ کا ذکر نہیں ملتا۔

---

1 ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۵۱-۱۵۲   2 تعارف، مکتوب ۳۱

3 تصوف اسلام، ص: ۱۲۷-۱۲۸   4 اقبال اور فارسی شعرا، ص: ۸۳-۸۹

ادب نامہ ایران، ص: ۲۰۹-۲۱۹

5 مفکر پاکستان، ص: ۲۰۹

بادے کی یہ اتقائی کے صدقے ؛ اقبال کا اصل شعر یہ ہے :

دکھاوے کی یہ اتقائی کے صدقے   بڑے کام آیا مجھے دردِ دنیا

یہ شعر اقبال کی جس غزل کا ہے وہ بانگِ درا میں شامل نہیں ہوئی ہے[1]

سرخوش : محمد افضل بن محمد زاہد سرخوش (۱۶۳۹ء - ۱۷۱۲ء) عہدِ عالمگیر کا شاعر، تذکرہ نویس ، شاعر۔ مثنویوں میں چار مثنویاں حسن و عشق ، نورِ عالم نور ، ساقی نامہ ، قضا و قدر ، محمد شاہ نامہ ، محمد اعظم شاہ اور نثر میں رسالہ رواج ، جوش و خروش اور تذکرہ "کلمات الشعراء" اس کی تصانیف ہیں ۔

کلمات الشعراء : سرخوش نے تذکرہ "کلمات الشعراء" میں عہدِ جہانگیر سے لے کر عہدِ عالمگیر تک کے فارسی شعراء کا تخلص کے اعتبار سے الفبائی ترتیب سے مختصر تذکرہ کیا ہے جن سے اس کی ملاقات رہی یا جو اس کے معاصر تھے ۔ کتب کے نام سے اس کا مادۂ تاریخ (۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء) برآمد ہوتا ہے ۔ صادق علی دلاوری نے یہ تذکرہ مرتب کیا ہے[2] ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ اقبال کے زیرِ مطالعہ رہا تھا ۔

کلمات ایرانی کا یہ شعر ... : کشیدہ ام ز جنون ساغرے کہ ہوش نماند
دگر معاملہ با پیرِ مے فروش نماند

اقبال کو یہ شعر بہت اچھا لگا ۔ انھوں نے شاد کو لکھنے کے علاوہ ، اکبر کے نام مکتوب میں بھی یہ شعر لکھ بھیجا جیسا کہ زیرِ نظر مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے ۔

یہ شعر دراصل مولانا محمد سعید المجاز کا ہے جن کے بارے میں سرخوش کا بیان ہے کہ عمر کا بیشتر حصہ علوم معقول و منقول کی تحصیل کی ۔ اورنگ زیب کے عہد میں گزرا ۔ عقلا کا ذہین اور جودتِ طبع کی بنا پر شعر کہتے تھے ، خوش خیال اور نازک خیال تھا ان کی خصوصیت ہیں[3]

---

[1] باقیات ، سوم ، ص : ۲۲۱

[2] احمد منزوی (مرتب) ، فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ گنج بخش ، جلد چہارم ، اسلام آباد ، مرکز تحقیقات فارسی ، ایران ۱۹۸۲ء ، ص : ۲۰۶۶ - ۲۰۶۷

نیز دیکھیے کلمات الشعراء (مقدمہ) ، Beale p. 353

[3] یہ تذکرہ پہلی مرتبہ شیخ عبد الرحمٰن مرحوم نے ۱۹۲۳ء کے لگ بھگ شائع کیا تھا دوسری مرتبہ چھپنے کی نوبت نہیں آئی

[4] کلمات الشعراء ، ص : ۶

مکتوب نمبر: ۵۳ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳۰ ستمبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [۲]

متن کی درستی: جملہ "اسے آشکارا کروں گا" دراصل عکس کی رو سے "اسے آشکارا کر دے گا" ہے

توضیحات:

دوسرا حصہ: مثنوی اسرار خودی کا دوسرا حصہ مثنوی "رموز بیخودی"۔ اسرار خودی کی تکمیل اور پھر اس کی اشاعت اول (۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء) ہی کے لگ بھگ زمانے سے اقبال کو حصہ دوم کہنے کا خیال تھا۔ یہ کوئی نیا منصوبہ نہیں تھا اسرار خودی ہی کے مطالب کی توسیع تھی۔ اسی لیے اقبال اسے اسرار خودی کا دوسرا حصہ قرار دیتے ہیں۔ مثنوی رموز بیخودی کی تخلیق کا آغاز ۱۹۱۵ء کے اواخر یا ۱۹۱۶ء کے شروع میں ہوا اور تکمیل نومبر ۱۹۱۷ء میں ہوئی۔ اپریل ۱۹۱۸ء کے عشرۂ اول میں یہ کتاب چھپ کر تیار ہو گئی۔[۳]

میرزا سلطان احمد: خان بہادر مرزا سلطان احمد (۱۸۵۰ء - ۲ جولائی ۱۹۳۱ء) مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے تھے۔[۴] مختلف انتظامی عہدوں سے وابستہ رہے۔ ریاست بہاولپور کے وزیر مقرر ہوئے۔ پنجاب کے مارشل لاء کے دوران ہونے والے مظالم کی تحقیقات کے لیے (قائم شدہ) ہنٹر کمیٹی کے سامنے انہوں نے جرأت و صداقت کا مظاہرہ کیا۔ ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ معاصر ادیبوں اور شاعروں سے دوستانہ مراسم تھے اور باہم خط و کتابت رہتی تھی۔ متعدد کتب کے مصنف تھے جن میں "آئینہ فنون لطیفہ"۔ انہوں نے اقبال کے نام مضمون کی شکل میں[۵] مرزا صاحب نے "اسرار خودی" پر جو عالمانہ تبصرہ کیا تھا وہ "النظر" کے نام سے ۱۹۱۶ء میں مرغوب ایجنسی نے الگ طور پر بھی شائع کیا تھا۔[۶] اقبال نے اس مکتوب میں شاید اس تبصرے کے لکھے جانے کی اطلاع دی ہے اور شاد سے تبصرہ کرنے کی درخواست کی ہے۔

---

۱ ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۵۳ - ۱۵۷ — ۲ ملاحظہ، مکتوب: ۳۱

۳ تصانیف اقبال، ص: ۹۶ - ۹۸ — ۴ لاہور نمبر، ص: ۹۳۱

۵ دے عمر تیس اقبال، ص: ۱۲۵ - ۱۳۲ — ۶ کتابیات اقبال، ص: ۱۱۲

مکتوب نمبر: ۴۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۴ر اکتوبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: منشی سراج الدین احمد [2]

متون کا اختلاف:

عطائے اوّل	معاصرین اقبال کی نظر میں
۱۔ جس کو پڑھ کر کیفیات پر مسرت ہوئی	پڑھ کر مجھے بڑی مسرت حاصل ہوئی
۲۔ آپ کو مثنوی پسند ہوئی	آپ کو مثنوی پسند آئی
۳۔ ...لطف اٹھا سکتا ہے	...لطف اٹھا لیتا ہے
۴۔ امکانات کم ہو جاتے ہیں	... امکانات کم ہو جاتے ہیں
۵۔ اس موجودہ صورت سے ..	اپنی موجودہ صورت سے ...
۶۔ اس کا دوسرا حصہ بھی ہوتا	اس کا دوسرا حصہ بھی ہوگا
۷۔ ان کے لٹریری آئیڈیل...	ان کا لٹریری آئیڈیل ...
۸۔ سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں	سوشل نصب العین بھی ایرانی ہے
۹۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مثنوی...	میں چاہتا ہوں کہ اس...
۱۰۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام	والسلام۔ اُمید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

اصل مکتوب یا عکس دستیاب نہ ہونے کی بنا پر کسی ایک متن کو ترجیح دینا ممکن نہیں

توضیحات:

مثنوی اسرار خودی: اقبال نے مثنوی اسرار خودی کا ایک نسخہ منشی سراج الدین احمد کو بھیجا اور لکھا تھا کہ یہ مثنوی گزشتہ دو سال کے عرصہ میں لکھی گئی ہے۔ اس اعتبار سے اس کا زمانہ آغاز ۱۹۱۳ء قرار پاتا ہے جبکہ اصل صورت یہ ہے کہ اقبال نے اس کا آغاز ۱۹۱۱ء میں کیا تھا[3]

صوفی لوگوں نے اسے تصوف پر ایک حملہ تصور کیا ہے: اس مخالفانہ بحث کی طرف اشارہ ہے جو مثنوی اسرار خودی کی اشاعت پر شروع ہوئی اور جس میں اقبال کو تصوف اور خواجہ حافظ شیرازی (وفات ۱۳۸۹ء) کا دشمن کہا گیا۔

---

[1] ماخذ، عطائے اوّل، ص: ۲۲-۲۴، معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۳۰۷-۳۰۹

[2] تعارف، مکتوب ۲

[3] دیکھئے مکتوب ۳۵

مکتوب نمبر: ۵۵[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۵

مکتوب الیہ: منشی سراج الدین احمد[2]

متون کا اختلاف:

عطاء اول	معاصرین اقبال کی نظر میں
۱۔ آپ کا خط چھپ جانے کی غلطی کا ذمہ دار..	آپ کا خط چھپ جانے کا ذمہ دار..
۲۔ مولوی عمادی صاحب کی خدمت میں...	مولوی عمادی کی خدمت میں...
۳۔ ان کو یہیں لکھا تھا کہ..	ان کو یہیں لکھا تھا کہ یہ...
۴۔ ...دفتر میں کیوں بھیجا گیا۔	...دفتر میں کیوں بھیجا گیا۔
۵۔ اس عداوت کا سبب کوچہ...	اس عداوت کا کوچہ

اصل مکتوب یا عکس دستیاب نہیں ہے اس لیے کسی ایک متن کو ترجیح دینا ممکن نہیں ہے۔

توضیحات:

پس منظر: محمد عبداللہ قریشی کے خیال میں منشی سراج الدین نے "اسرارِ خودی" پر جو تنقید کی تھی اس کی اخبار میں اشاعت پر منشی صاحب نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا، جس کے جواب میں اقبال نے غلطی کا اعتراف اور ندامت کا اظہار کیا ہے۔[3]
جبکہ حبیب کیفوی کہتے ہیں کہ اس تبصرہ میں ہندوستان کے سیاسی امور بھی زیر بحث آگئے تھے لہٰذا منشی صاحب کو اس خط کی اشاعت سے بہت پریشانی لاحق ہوگئی تھی جس کا اظہار انہوں نے اقبال کے نام اپنے خط میں کیا تھا کہ "یہ بھی خلاف مصلحت اشاعت تھی جبکہ میں انگریز کا ملازم ہوں اور پولیٹیکل محکمہ سے وابستہ ہوں وغیرہ وغیرہ"[4]

مولوی عمادی: مولوی عبداللہ العمادی (وفات ستمبر ۱۹۴۷ء) عربی زبان و ادب اور علوم اسلامی کے ماہر، نامور انشا پرداز، شاعر، ادیب اور صحافی، مختلف اوقات میں الندوہ، وکیل، تہذیب الاخلاق، الہلال اور زمیندار کے مدیر رہے، تاریخ عرب قدیم، مقالات، علم الحدیث، لغات القرآن، فلسفہ ابن عربی وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ اقبال اور عمادی میں دوستانہ مراسم قائم تھے۔ حیدرآباد سے شائع ہونے والے کلیات اقبال (۱۹۲۴ء) کا مقدمہ انہوں نے لکھا تھا۔[5]

[illegible]، غالباً ان مضامین کی طرف اشارہ ہے جو عمادی نے "زمیندار" میں "اسرار خودی" کی حمایت میں لکھے تھے۔[6]

حواشی: ۵ تفصیل کے لیے دیکھیے ... ص: ۲۸۰-۲۸۵ ۶ ... ص: ۳۵۷

---

۱ ماخذ: عطاء اول، ص: ۲۵-۲۶، معاصرین اقبال کی نظر میں، ۳۰۹-۳۱۰ ۲ ...، مکتوب ۳۰
۳ معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۳۰۹
۴ اقبال ریویو، حیدرآباد دکن اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص ۱۸۹

مکتوب نمبر: ۵۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۸/اکتوبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: اکبر الہ آبادی [2]

متن کی درستی: متن میں اشعار نقل کرتے وقت احتیاط سے کام نہیں لیا گیا، کئی لفظ غلط درج ہوگئے ہیں "رخت خود زشعلہ ئے" کی جگہ "رخت خود بہ شعلہ ئے"، "متاع زآتشے" کی جگہ "متاعے زآتشے" اور "چہرہ را گلفام کن" کی بجائے "چہرہ را گلفتام کن" ہونا چاہئے تھا۔

توضیحات:

امامت کا مسئلہ: اہل تشیع اس امر پر متفق الرائے ہیں کہ امامت ان مصالح عامہ میں سے نہیں ہے جن کا انتظام والتزام عام لوگوں کی صوابدید پر کیا جاتا ہے بلکہ امامت اسلام کی اصل و بنیاد ہے نبی کی ذمہ داری ہے کہ وہ امام کا خود چناؤ کرے اور امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ کبائر و صغائر سے پاک ہو۔[3]

اولادِ علی مرتضیٰ: امیر المومنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب: (وفات ۴۰ھ) حضورؐ کے چچا زاد بھائی، نوجوانوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے، مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ، اہل تشیع کے نزدیک حضرت علیؓ مامور من اللہ امام ہیں اور امامت اولاد علی کا حق ہے۔ اکبر نے شیعوں کے بارے میں کچھ لکھا تھا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے اقبال جزوی طور پر اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "شیعوں کے متعلق آپ نے خوب لکھا۔ میرا بھی عرصے سے یہی خیال ہے۔ امامت کا مسئلہ مسلمانوں کو انتشار سے محفوظ رکھنے والا ہے ... البتہ امامت کے اصول میں ایک نقص ہے اور وہ یہ کہ عوام کو مجتہدین سے تعلق رہتا ہے اور قرآن سے تعلق کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ بالکل کوئی تعلق نہیں رہتا۔"

مذہب بغیر قوت کے محض فلسفہ ہے: اس موضوع پر اکبر کا یہ شعر ان کے ایک قطعہ بعنوان "ترجمہ یکے از اکابر یورپ" سے لیا گیا ہے، اصل قطعہ یوں ہے:

---

[1] ملا دوم، ص: ۴۳ - ۴۷
[2] انوار، مکتوب ۲۳
[3] مفصل بحث کے لئے دیکھئے مقدمہ، ص: ۲۲۵-۲۳۱

یہ شیخ اگر ہے آشنائے فنا ہے   یہ کیوں فساد و غضب و جور و جفا ہے

نہیں ہے اس میں تنگ لے کی گواہ بات   یہ اک قول حکیم با صفا ہے

نہ ہو مذہب میں جب زور حکومت   تو وہ کیا ہے فقط اک فلسفہ ہے [1]

اس ضمن میں 'شذرات' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال مثنوی 'اسرار خودی' تصنیف کرنے سے کئی سال قبل قوت کی اہمیت پر زور دیتے رہے ہیں[2] کلام اکبر کے مرتب کا خیال ہے کہ اکبر کے مذکورہ قطعہ میں 'حکیم با صفا' سے مراد علامہ اقبال ہیں یہ مفہوم ان کے کسی شعر سے ماخوذ ہے[3] اس میں کوئی شک نہیں کہ اقبال نے حصول قوت پر ہمیشہ زور دیا ہے۔ اس سلسلہ میں شذرات اور مثنوی اسرار خودی کے علاوہ مثنوی 'پس چہ باید کرد' (۱۹۳۶ء) کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

رائے بے قوت ہمہ مکر و فسوں   قوت بے رائے جہل است و جنوں [4]

راقم کا خیال یہ ہے کہ اقبال کے اس خیال کا ماخذ سعدی شیرازی (وفات ۱۲۹۱ء) کا یہ قول ہے جو 'در آداب صحبت' کے ضمن میں یوں درج ہوا ہے:"

رای بے قوت مکر و فسون است و قوت بے رای جہل و جنون [5]

معراج الدین: کتاب کا اصل نام 'معارج الدین' ہے جو ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی تھی[6] اس کے مصنف کا نام مولوی سید نواب علی ایم اے، بڑودہ کالج ہے[7] اس میں مصنف نے سائنس و فلسفہ پر ابراہیمی مذہب کی صداقت کی ہے، اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس کتاب کی تعریف کی ہے۔

صرف ہوئی چند شعر فارسی کے کہے تھے: اقبال نے دو غزلوں کے اشعار درج کیے ہیں

(۱) خوش آمد رقت خرد را بہ شعلہ ہے سوختہ الخ

(۲) فروغ قبلہ آں بچہ کار باد کر گفتہ الخ

مذکورہ ۱ کے چار شعر ایک شعر کے اضافہ کے ساتھ پیام مشرق (۱۹۲۳ء) میں شائع ہوئے[8] اور ۲ کے پانچ میں سے صرف چار شعر (۱، ۲، ۳، ۵) ایک شعر حذف کر کے اور ایک شعر اضافہ کر کے اور ترتیب میں کچھ تبدیلی کر کے 'پیام مشرق' ہی میں شامل کیے گئے[9]

حاشیہ: ۸ کلیات اقبال فارسی، ص: ۳۲۵
۹ ایضاً، ص: ۳۲۴

۱ کلیات و رباعیات اکبر الہ آبادی اول، ص: ۱۵۱
۲ شذرات، شذرہ نمبر ۱۲۴، ۱۶۳، ۱۶۴
۳ کلیات و رباعیات اکبر الہ آبادی اول، ص: ۱۵۱
۴ کلیات اقبال فارسی، ص: ۸۴۱
۵ گلستان، ص: ۱۸۵
۶ جیسا کہ خود کہتے ہیں کہ مصنف نے یہ کتاب اقبال کی خدمت میں بھیجی تھی (اقبال اور بھوپال، ص: ...) لیکن اس سے یہ کوئی حوالہ درج نہیں کیا نہ اقبال کا کوئی خط یا ملفوظ سے اس کی تصدیق ہوتی
۷ تعارف، مکتوب، ۳۰

مکتوب نمبر: ۵۷ [۱]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: اکبر الٰہ آبادی [۲]

متون کا اختلاف:

علامہ دوم	معاصرینِ اقبال کی نظر میں
۱. فطرت کی زبان حسن کو سمجھو	فطرت کی زبان حسن کو سمجھو
۲. ـــ جو کچھ قسمت سے ہی ہوتی	غضب یہ ہے کہ کبھی محتسب بھی ہوتا ہے

'معاصرینِ اقبال کی نظر میں' کا متن بہتر ہے تاہم اس میں لفظ 'حسن' کی بجائے 'حسین' ہونا چاہیے جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔

توضیحات:

دونوں اشعار ردِ جواب ہیں: اقبال نے مکتوب میں صرف ایک ایک مصرع پر اکتفا کیا ہے، اکبر کے مکمل شعر یہ ہیں:

(۱) بے شک ہے شیخ اس کو سمجھو — فطرت کی زبان حسن کو سمجھو [۳]

(۲) وہی نگاہ جو رکھتی ہے رند مستوں کو — غضب یہ ہے کہ کبھی محتسب بھی ہوتا ہے [۴]

شیخ مجدد الف ثانی: شیخ بدرالدین ابوالبرکات امام ربانی احمد مجدد الف ثانی (۲۶ جون ۱۵۶۴ء – ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء)، مکتوبات (سہ دفتر)، معارف لدنیہ اور رسالہ تہلیلیہ کے مصنف[۵]۔ اقبال کو حضرت مجدد سے خاص عقیدت تھی۔ انہوں نے اپنی نظم 'پنجاب کے پیرزادوں سے' میں حضرت مجدد کو 'ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان' قرار دیا ہے[۶]۔ علامہ اقبال کو ان سے اس لیے زیادہ عقیدت تھی کہ انہوں نے بدعت کے خلاف جہاد کیا، سنت کے احیاء کی کوشش کی، حق گوئی کی نادر مثال قائم کی، قرآن و سنت پر مبنی نظریہ توحید کو اجاگر کیا، ان کی پیروی میں اقبال نظریہ وحدت الشہود کے حامی اور وحدت الوجود کے مخالف تھے[۷]۔

---

۱ ماخذ: علامہ دوم، ص: ۷۴ – ۷۶، جزوی طور پر یہی کا متن معاصرینِ اقبال کی نظر میں (ص: ۱۶۳ – ۱۶۵) میں نقل کیا گیا ہے

۲ لسان العصر، مکتوب: ۲۳

۳ کلیاتِ اکبر، حصہ سوم، ص: ۲۲

۴ کتابِ مذکور، ص: ۳۶

۵ علامہ نمبر، ۱۲، ص: ۵۲۲

۶ کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۵۱۱

۷ محبوبِ صوفیہ، ص: ۲۵۳

مولانا اسمٰعیل شہید ، (اپریل ۱۷۷۹ء – مئی ۱۸۳۱ء) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (وفات ۱۷۶۲ء) کے پوتے ، شاہ عبدالغنی کے بیٹے ، عالم ، مجاہد ، مصنف ، سکھوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ کے مقام پر شہید ہوئے[1] مولانا اسمٰعیل شہید کی مشہور تصانیف یہ ہیں ، عبقات ، تقویۃ الایمان اور منصب امامت ۔ تقویۃ الایمان کا موضوع اثبات توحید اور تردید شرک و بدعت ہے اقبال کہا کرتے تھے "ہندوستان نے ایک مولوی پیدا کیا اور وہ مولوی محمد اسمٰعیل کی ذات تھی"[2]

اقبال نے زیر نظر مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی ، اورنگزیب عالمگیر (وفات ۱۷۰۷ء) اور شاہ اسمٰعیل شہید کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ "کئی صدیوں سے علماء اور صوفیہ میں طاقت کے لیے جنگ رہی جس میں آخرکار صوفیہ غالب آئے یہاں تک کہ اب برائے نام علماء جو باقی ہیں وہ بھی جب تک کسی نہ کسی خانوادے میں بیعت نہ ہوں یا پیچھے ہر دلعزیز نہیں ہو سکتے ۔ یہ روش گویا علماء کی طرف سے اپنی شکست کا اعتراف ہے ، مجدد الف ثانی ، عالمگیر اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم نے اسلامی سیرت کے احیاء کی کوشش کی مگر صوفیہ کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا ، اب اسلامی جماعت کا محض خدا ہی حافظ ہے"

---

1. اُردو دائرہ ، ص: ج ۲ ، ص: ۷۲۹ – ۷۵۴
نیز دیکھیے محمد رحیم بخش دہلوی (مولانا) ، حیات ولی ، لاہور ، المکتبۃ السلفیہ ، ۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء ، ص: ۶۲۲ – ۶۵۳

2. عبداللہ بٹ (مرتب) ، مقالات یوم شاہ اسمٰعیل شہید ، لاہور ، قومی کتب خانہ ، ۱۹۵۵ء ، ص ، ۱۳۰

مکتوب نمبر: ۵۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۳ نومبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: ایڈیٹر پیغام صلح لاہور [2]

توضیحات:

پس منظر: قادیانیت یا احمدیت کے بارے میں اقبال کا موقف یہ تھا کہ اس جماعت میں شامل لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا مضمون "قادیانی اور جمہور مسلمان" (مئی ۱۹۳۵ء) بطور حوالہ و سند پیش کیا جا سکتا ہے [3] مگر ابتدائی دور میں ان کی رائے ایسی واضح نہیں تھی لیکن رفتہ رفتہ ان پر اس جماعت کی حقیقت واضح ہوتی چلی گئی جس کے نتیجہ میں انہوں نے اس کے عقائد و عزائم پر مدلل تنقید کرنا ضروری خیال کیا۔ ابتدائی دور کے زیر نظر مکتوب میں بھی اقبال نے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے۔

الفضل: قادیانی جماعت کا ترجمان اخبار جس کو مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۸ جون ۱۹۱۳ء کو قادیان سے جاری کیا تھا۔ قیام پاکستان تک قادیان سے اور بعد میں لاہور سے اور آخر میں ربوہ سے شائع ہو رہا ہے۔

سید انعام اللہ شاہ، سیالکوٹی: سید میر حسن (وفات: ۱۹۲۹ء) کے چچازاد بھائی سید حسین شاہ کے بیٹے، سر محمد ظفر اللہ خان (وفات ۱۹۸۵ء) کے قریبی ساتھی، سیالکوٹ کی آمد سے کچھ عرصہ پیشتر لاہور سے ہفت روزہ "دور جدید" جاری کیا [4]

سید بشیر احمد: سید محمد ذکی کے نواسے اور سید امانت علی کے فرزند [5]

---

[1] ماخذ: خطوط، ص: ۱۲۵-۱۲۶۔ اس سے قبل یہ خط پیغام صلح لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا تھا، پھر اس کے حوالے سے ادبی دنیا، اپریل مئی ۱۹۷۰ء میں نقل کیا گیا۔ خطوط کا ماخذ ادبی دنیا ہے۔

[2] پیغام صلح لاہوری احمدیوں کا ترجمان رسالہ جو پیغام صلح سوسائٹی نے ۱۹۱۳ء میں جاری کیا تھا

[3] حرف اقبال، ص: ۱۰۳ - ۱۱۹

[4] مولوی سید میر حسن، ص: ۱۵۱ [5] کتاب مذکور، ص: ۲۳۱

قادیانی پارٹی اور لاہوری پارٹی : مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۸ء - ۱۹۰۸ء) کی وفات کے بعد حکیم نور الدین جانشین ہوئے ۔ ان کے بعد قادیانی جماعت میں قیادت کا تنازعہ پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی قادیانی اور لاہوری ۔ قادیانی جماعت نے مرزا بشیر الدین محمود احمد کو سربراہ تسلیم کیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا اقرار کیا جبکہ لاہوری جماعت نے مولوی محمد علی کو سربراہ بنایا اور یہ موقف اختیار کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی نہیں مسیح اور مجدد تھے ۔[1]

حقیقۃ النبوۃ : مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کی تصنیف جو ۱۹۱۵ء میں ضیاء الاسلام پریس قادیان سے شائع ہوئی ۔[2] سید اسلم اللہ شاہ سیالکوٹی نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ اقبال نے حقیقۃ النبوۃ کی بہت تعریف کی ہے، اس پر اقبال نے زیر نظر مکتوب لکھا " افسوس ہے کہ میر اسلم اللہ صاحب نے میرے الفاظ کو صحیح طور پر بیان نہیں کیا ۔ اتنی بات ضرور ہے کہ میں نے کہا: حقیقۃ النبوۃ کی بہ لحاظ اس کی ترتیب کے توصیف کی تھی مگر اس کے دعاوی پر رائے دینے کا مجھے حق حاصل نہیں ، ایک غیر احمدی مسلمان ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل نہ ہو وہ کس طرح یہ بات کہہ سکتا ہے کہ عقائد کے لحاظ سے قادیان والے سچے ہیں "۔

---

[1] مولانا الیاس برنی ، ہر دو حصے ، قادیانی مذہب ، لاہور ، شیخ محمد اشرف ، بار پنجم ، ص : ۲۶۴

[2] قاموس الکتب ، ص : ۸۹۷

مکتوب نمبر: ۵۹ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متون کا اختلاف:

متن میں مندرج جملہ "اراده سفر سن کر..." عکس کی رو سے "مژدهٔ سفر سن کر..." ہے

توضیحات:

پرسوں پیغام صلح ..: "پیغام صلح" احمدی جماعت کی لاہوری شاخ کا ہفت روزہ ترجمان،[3] جس میں مہاراجہ کی نظم شائع ہوئی تھی۔

مژدهٔ سفر سن کر...: میر محبوب علی خان نظام دکن (وفات، ۱۹۱۱ء) کی وفات کے بعد مہاراجہ اپنے عہدہ مدارالمہامی سے سبکدوش ہو چکے تھے، اس فراغت کے زمانہ میں انہیں پنجاب کی سیاحت کا خیال ہوا، چنانچہ ۶ جنوری ۱۹۱۳ء کو وہ اجمیر اور پنجاب کی سیاحت کے لئے نکلے اور اسی ماہ کی ۱۷ تاریخ کو شب کے نو بجے گیارہ دن کے سفر کے بعد لاہور پہنچے اور ۲۲ جنوری کو واپس روانہ ہوئے۔ لاہور کے قیام میں اقبال اور شاد میں کئی ملاقاتیں ہوئیں جن کی یاد دونوں طرف باقی رہی،[4] دونوں بعد میں بھی ملاقات کے آرزومند رہے، اقبال نے جب سنا کہ مہاراجہ پنجاب کا سفر کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اس مکتوب میں خوشی کا اظہار کیا لیکن بعد کی خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ پنجاب کا سفر اختیار نہ کر سکے۔

---

[1] ماخذ، صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۵۶   [2] تعارف، مکتوب ۳۱

[3] دیکھئے مکتوب ۵۸

[4] دیکھئے شاد، ص: ۱۳-۱۴

مہاراجہ نے سفر کی تفصیل اپنی کتاب "سیر پنجاب" میں لکھی یہ کتاب دائل سائز کے ۱۵۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مہاراجہ نے بڑے دلچسپ انداز میں روداد سفر بیان کی ہے۔

مکتوب نمبر: ۹۰ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۱ دسمبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات:

خواجہ کمال الدین صاحب: (۱۸۷۰ء - ۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء) مشہور احمدی مبلغ، اردو اور انگریزی میں متعدد کتابوں کے مصنف، جن میں اسوۂ حسنہ، اسلام اور دیگر مذاہب، توحید فی الاسلام وغیرہ لائق ذکر ہیں [3]۔ علامہ اقبال کے عقیدت مند تھے [4]۔ اس مکتوب میں اقبال نے ذکر کیا ہے کہ خواجہ کمال الدین مہاراجہ کے عمدہ ادبی ذوق کا اچھے لفظوں میں ذکر کرتے ہیں۔

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا: حکیم مومن خان مومن دہلوی (۱۸۰۰ء - ۱۸۵۱ء) کا مشہور شعر جو یہ ہے:

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا — جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

مرزا غالب نے اس شعر کی داد دیتے ہوئے کہا تھا کاش مومن خان میرا سارا دیوان لے لیتا اور صرف یہ شعر مجھ کو دے دیتا [6]۔

مسٹر الالیفی: انڈین سول سروس کے ایک قابل اور محنتی افسر، اقبال کے دوست۔

ذخیرہ: ماہنامہ 'ذخیرہ' حیدرآباد دکن سے سید فخر الحسن ہوش بلگرامی کی ادارت میں شائع ہوتا تھا، یہ رسالہ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں جاری ہوا اور جب ہوش کو ملک بدر کیا گیا تو ۱۹۱۸ء میں بند ہو گیا۔ 'ذخیرہ' میں معیاری علمی و ادبی مضامین اور منظومات شائع ہوتی تھیں۔ نظام دکن اس کی سرپرستی کرتے تھے۔

تم سلامت رہو ہزار برس: دعائیہ مصرع ہے جو مرزا غالب (وفات: ۱۸۶۹ء) کے ایک قصیدے سے لیا گیا ہے۔ شعر یوں ہے: تم سلامت رہو ہزار برس — ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار [7]

---

1 ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۵۶-۱۵۷ — 2 تعارف، مکتوب: ۳۱

3 لاہور نمبر، ص: ۹۲۰ - ۹۲۱، یاد رفتگاں، ص: ۱۵۰ - ۱۵۱

4 اوراق گم گشتہ، ص: ۱۸۲ — 5 سکینہ، ص: ۲۲۴ - ۲۲۸

6 الطاف حسین حالی، یادگار غالب (لاہور، حاجی فرزند علی، س ن)، ص: ۸۶

7 دیوان غالب، ص: ۲۰۷

مکتوب نمبر: ۶۱[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۳ر دسمبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: محمد الدین فوق[2]

توضیحات:

دونوں کتابیں مل گئی ہیں: 'وجدانی نشتر' اور ایک انگریزی کتاب جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اقبال نے فوق کی تصنیف 'وجدانی نشتر' پر جو تنقیدی رائے رسالہ 'طریقت' جون ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی تھی۔[3]

شیخ ملا کے ملحدانہ و زندیقانہ شعر: ملا شاہ محمد بدخشی (وفات: ۱۶۵۹ء) داراشکوہ کے استاد، حضرت میاں میر کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ بعد میں مستقل طور پر کشمیر میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ جہاں داراشکوہ اور جہاں آرا نے خانقاہ تعمیر کروا دی تھی۔ دونوں بہن بھائی ان کے مرید تھے۔ ملا بدخشی فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ شاہ تخلص کرتے تھے۔ اورنگزیب عالمگیر (وفات: ۱۷۰۷ء) کے زمانہ میں لاہور میں رہنے لگے تھے۔[4] ملا وحدت الوجود کے قائل تھے۔ اقبال نے ان کے جس شعر کو ملحدانہ اور زندیقانہ قرار دیا ہے وہ یہ ہے:

پنجۂ در پنجۂ خدا دارم　　من چہ پروائے مصطفیٰ دارم[5]

---

[1] ماخذ: انوار، ص: ۶۱ - ۶۲ ، انوار میں ص: ۶۱ کے بالمقابل مکتوب کا عکس بھی دیا گیا ہے لیکن اس پر اقبال کے دستخط موجود نہیں ہیں۔

[2] تعارف، مکتوب ، ۵۰

[3] دیکھئے انوار، ص: ۶۲

[4] رود کوثر، ص: ۳۸۶ ، لاہور نمبر، ص: ۸۲۳ - ۸۲۴

[5] انوار، ص: ۶۲

مکتوب نمبر: ۶۲ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متن کی درستی: مکتوب کے عکس کی رو سے

۱۔ متن کے جملہ "لندن میں ایک انگریز..." میں لفظ لندن ہے نہ کہ لندن

۲۔ جملہ "میں نے عرض کی" دراصل "میں نے عرض کیا" ہے

۳۔ "... دو لطیف چیزوں" دراصل "دو لطیف ترین چیزوں" ہے

۴۔ "دل تڑپتی چاہتا ہے" کی بجائے "دل تڑپنا چاہتا تھا" لکھا گیا ہے

توضیحات:

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: اشارہ ہے اس حدیثِ رسولؐ کی طرف "حبب الیّ من دنیاکم النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ"[3] (ترجمہ) تمہاری دنیا میں سے میرے لیے عورتیں اور خوشبو مرغوب بنائی گئی ہیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے۔

ملا علی قاری نے اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا ہے[4]

تفضیلی مذہب کو خیرباد کہہ کر پنجتنی ہو جاؤں: یعنی خلفائے ثلاثہؓ کی فضیلت کی بجائے حضرت رسولِ مقبولؐ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا قائل ہو جاؤں۔

اُفوّض امری الی اللہ: اصل آیت یوں ہے "وَ اُفوّض امری الی اللہ"[5] (ترجمہ) اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

گریزد از صف ما...: محمد حسین نظیری نیشاپوری (وفات ۱۶۱۲ء) خانخاناں، اکبر اور جہانگیر کا درباری شاعر، ظہوری اور عرفی کا معاصر، نظیری قادر الکلام شاعر تھا، دیوان شائع ہو چکا ہے[6]، اقبال نے اس کے اشعار کو تضمین بھی کیا ہے۔ اس کا تتبع بھی[7]، اقبال نے اس کا یہ شعر زیرِ نظر مکتوب میں نقل کیا ہے:

گریزد از صفِ ما ہر کہ مردِ غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست[8]

---

[1] ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۵۸-۱۶۰ [2] تشریح، مکتوب ۳۱۰ [3] سنن نسائی، باب عشرۃ النساء
[4] ملا علی قاری، المصنوع فی احادیث الموضوع، لاہور، مطبع مجتبائی، ص: ۱۲۰ [5] قرآن مجید، المومن ۴۴
[6] ادبیاتِ ایران، ص: ۶۵۲-۶۵۹، شعر العجم، سوم، ص: ۱۴۰-۱۴۲ [7] اقبال اور فارسی شعرا، ص: ۲۳۸-۲۴۲
اورینٹل کالج میگزین، ص: ۵۱۲-۵۱۵

[8] کلیاتِ نظیری، ... ص: ۲۹

مکتوب نمبر: ۶۳ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۵ء

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی [2]

توضیحات:

پس منظر: مثنوی اسرار خودی (۱۹۱۵ء) کی اشاعت پر جو قلمی معرکہ ہوا اس میں اقبال نے مندرجہ ذیل مضامین میں اپنے موقف کی وضاحت کی:

اسرار خودی اور تصوف، وکیل امرتسر، ۱۵ر جنوری ۱۹۱۶ء [3]

سرِ اسرار خودی، ” ” ، ۹ر فروری ۱۹۱۶ء [4]

علم ظاہر و علم باطن، ” ” ، ۲۸ر جون ۱۹۱۶ء [5]

تصوف وجودیہ، ” ” ، ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۶ء [6]

اس کے علاوہ مکاتیب میں اس موضوع پر بحث ملتی ہے، یہ مکتوب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

صوفی اور آبائی میلان: اقبال لکھتے ہیں کہ ان کا صوفی اور آبائی میلان تصوف کی طرف ہے [7] یورپ کے فلسفہ کے مطالعہ نے اس میلان کو مزید تقویت دی ہے مگر قرآن حکیم اور تاریخ اسلام کے مطالعہ نے مجھے آمادہ کیا کہ میں اس میلان پر تنقید کروں۔

---

[1] ماخذ، خطوط، ص: ۱۱۷ - ۱۱۹۔ اس خط کے دو مختلف متون دستیاب ہیں۔ ایک پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے شرح اسرار خودی (ص: ۳۹-۴۵) میں نقل کیا ہے اور خطیب، ۱۵ر جنوری ۱۹۱۵ء کا حوالہ دیا ہے۔ البتہ یہی متن ذاتی دفتہ ۲۲ر جولائی ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا تھا، اوراق گم گشتہ (ص: ۷۳-۷۷) میں بھی پروفیسر چشتی کے حوالے سے نقل کیا گیا لیکن تلاش کے باوجود راقم کو خطیب میں یہ خط نہ مل سکا، تاہم پروفیسر چشتی کو اپنے حوالے کی صحت پر اصرار ہے (خطوط، ص: ۳۱۷)۔ دوسرا متن محمد عبداللہ قریشی نے مجلہ اقبال، اپریل ۱۹۵۵ء (ص: ۷۴-۷۷) میں جو حوالہ نقل کیا ہے اس کا ماخذ وکیل امرتسر، ۱۵ر جنوری ۱۹۱۶ء ہے۔ مرتب خطوط کے استفسار پر قریشی صاحب نے وکیل ۱۵ر جنوری ۱۹۱۶ء (ص: ۵-۶) کا حوالہ دیا لیکن ان کے منقول متن میں خط کا آغاز و اختتام مفقود ہے جبکہ پروفیسر چشتی نے ان کا اہتمام کیا ہے۔ [2] انوار، مکتوب ۷

[3] مقالات، دوم، ص: ۳۰۰ - ۳۱۰ [4] کتاب مذکور، ص: ۳۱۱ - ۳۲۲ [5] انوار، ص: ۲۶۸ - ۲۷۷

[6] مقالات دوم، ص: ۳۲۳ - ۳۲۸

[7] محمد عبداللہ قریشی، اقبال کا خاندان اور صوفیانہ تصوف (مقالہ)، ماہ نو، اپریل ۱۹۷۷ء، ص: ۳۳ - ۴۱

گسستن اور پیوستن: اقبال کہتے ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح نے مکتوبات میں ایک جگہ بحث کی ہے کہ گسستن اچھا ہے یا پیوستن؟ ان کے نزدیک گسستن عین اسلام ہے اور پیوستن رہبانیت یا ایرانی تصوف ہے اور اسی کے خلاف میں صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔ اقبال نے گسستن سے مراد یہ لی ہے کہ آدمی اللہ کی ذات میں فنا ہونے کی بجائے اپنی خودی برقرار رکھے، جبکہ حضرت مجدد الف ثانی رح نے مکتوبات (مکتوب ۲۲۰) میں سیر انفسی پر بحث کرتے ہوئے مذکورہ دونوں اصطلاحات استعمال کی ہیں، وہ کہتے ہیں:

"اس بیان سے لازم آیا کہ تعلق و وابستگی گسستن (انقطاع تعلقات) پر مقدم ہے جب تک مطلوب کے حصول میں کوئی عمل سالک کے آئینے میں منعکس نہ ہو، غیر مطلوب سے قطع تعلق متصور نہیں ہوتی لیکن اصل سے وابستہ ہونا گسستن و قطع تعلق کے بعد ہے۔ لہٰذا مشائخ میں سے جنھوں نے گسستن کو پیوستن پر مقدم رکھا ہے تو اس سے اصل سے پیوستگی مراد لی جائے تاکہ فریقین کی نزاع لفظی نہ بن جائے۔"[1]

---

۱ مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی (ترجمہ مولانا محمد سعید)، دفتر دوم، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۸۱ء، ص: ۱۰۶۳

مکتوب نمبر: ۶۴ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۹ر جنوری ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان

تعارف: خان صاحب محمد نیاز الدین خان (۱۸۵۹ء - ۱۰ر جون ۱۹۲۹ء) والد کا نام جمال الدین خان تھا، جشن اہل شہر جالندھر سے انٹرنس کیا، گورنمنٹ کالج لاہور سے مختاری کا امتحان پاس کیا، جالندھر میں پریکٹس شروع کی، پھر نائب تحصیلدار ہوئے، ترقی کرتے کرتے سینئر سب جج (سینئر سول جج) بنے اور اسی عہدے سے پنشن یاب ہوئے۔ نیاز الدین خان کو قومی مسائل سے ہمیشہ دلچسپی رہی، سر سید احمد خان (وفات ۱۸۹۸ء) نے پنجاب کا دورہ کیا تو وہ ان کے ہمراہ رہے، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاسوں میں شرکت کرتے رہے، مسلم لیگ کے رکن تھے، جب لیگ دو حصوں میں بٹ گئی تو ان کی ہمدردی شفیع لیگ کے ساتھ تھی۔ [2] مطالعہ کا بے حد شوق تھا، کتابیں جمع کرنے کے گھر پر اچھا خاصا کتب خانہ بنا رکھا تھا، اخبار وکیل اور مسلم آؤٹ لک میں کبھی کبھی مضمون لکھتے رہتے تھے، شعر کہتے تھے اور بیاض میں درج کرتے جاتے تھے لیکن ۱۹۴۷ء کے فسادات میں یہ بیاض ضائع ہو گئی۔ [3]

نیاز الدین خان کے گرامی اور اقبال دونوں سے گہرے مراسم تھے، اقبال کے مکاتیب دونوں کے دوستانہ تعلقات کے گواہ ہیں۔ مولانا گرامی کے نام مکاتیبِ اقبال میں بھی خان صاحب کا اکثر ذکر ملتا ہے۔

توضیحات:

سید ولی اللہ شاہ: یہ نام پڑھ کر ذہن تین اشخاص کی طرف منتقل ہوتا ہے (۱) میر ولی اللہ (۲) ڈاکٹر میر ولی الدین (۳) میر ولی اللہ ایبٹ آبادی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی آدمی بھی مراد نہیں، اقبال کا اشارہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۲۱ر فروری ۱۷۰۳ء - ۱۷۶۲ء) کی طرف ہے، شاہ عبدالرحیم دہلوی کے فرزند، برصغیر کے بہت بڑے عالم، متعدد کتب کے مصنف جن میں فتح الرحمٰن ترجمۃ القرآن، فوز الکبیر فی اصول التفسیر، حجۃ اللہ البالغہ، الخیر الکثیر اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء شامل ہیں

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۱

[2] یہ حالاتِ زندگی خان صاحب کے بیٹے جناب نفیس الدین احمد لاہور نے فراہم کر دیے ہیں

[3] شخصی حالات اور مینا کا مہاجر کے لیے دیکھیے: رود کوثر، ص: ۲۹۵ - ۵۰۵

نیز دیکھیے: محمد رحیم بخش دہلوی، حیاتِ ولی

قرمطی تحریک : اہل تشیع کا ایک فرقہ جو حمدان قرمطی نامی شخص سے منسوب ہے ، اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن و حدیث کے دو معنی ہیں ایک ظاہری اور دوسرے باطنی ، ظاہری معنی عوام کے لیے ہیں اور باطنی خواص کے لیے ۔ اسی بنا پر اسے فرقہ باطنیہ بھی کہتے ہیں[1] ۔ اقبال کے خیال میں قرمطی تحریک بھی تصوف پر اثر انداز ہوئی اور اسی کے زیر اثر تصوف میں شریعت کی مخالفت کا رجحان پیدا ہوا ۔

حافظ : لسان الغیب خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی (۱۳۲۴ء - ۱۳۸۹ء) سبک عراقی کے عظیم شاعر ، مقبول ترین غزل گو ، دیوان حافظ گو مختصر ہے لیکن انتخاب ہے ، غزل میں حافظ ، سعدی اور خواجو کرمانی کی پیروی کی ، ان کے کلام میں عجب لطف و اثر پایا جاتا ہے[2] ۔ اسرار خودی میں خواجہ حافظ پر اقبال کی تنقید کا شدید رد عمل ہوا تھا[3] ۔ اقبال نے آخر کار دوسرے ایڈیشن (۱۹۱۸ء) سے وہ اشعار نکال دیے لیکن اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی غرض سے 'در حقیقت شعر و اصلاح ادبیات اسلامیہ' کے زیر عنوان نئی فصل شامل کر دی[4] ۔ فکری اختلاف کے باوجود اقبال حافظ کے کمال فن کے معترف ہیں ، زبور عجم (۱۹۲۷ء) اور پیام مشرق (۱۹۲۳ء) کی غزلوں میں خواجہ حافظ کا اثر نمایاں ہے بلکہ اردو کلام بھی تاثیر حافظ سے خالی نہیں ہے[5] ۔ زیر نظر مکتوب میں انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے حافظ کی مخالفت اس لیے کی ہے کہ ان کی تعلیم 'سکر' ہے جبکہ اسلام 'صحو' کی تعلیم دیتا ہے ۔

محی الدین ابن عربی : شیخ اکبر ، ابوبکر محی الدین ابن العربی ابن علی الطائی الاندلسی (۲۸ جولائی ۱۱۶۵ء - ۱۲۴۰ء) ، فلسفہ تصوف کی تاریخ میں بلند مقام کے مالک ہیں ، ان کی تصانیف میں فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کو بہت شہرت حاصل ہوئی ہے ، ان میں فلسفہ وحدت الوجود کے علمبردار ، مرتب اور شارح ہیں ، ان کے مخصوص نظریے کی بنا پر بعض جلیل القدر علماء اور صوفیہ نے ان کی مذمت کی ہے جبکہ بعض نامور علماء اور اکثر صوفیہ ان کی توصیف میں رطب اللسان ہیں[6] ۔ اقبال ابن عربی کے نقاد اور مجدد الف ثانی (وفات ۱۶۲۴ء) کے مویّد تھے[7] ۔ زیر نظر مکتوب میں اقبال نے ان کی شخصیت کے اعتراف کے باوجود ان کے عقائد کو قرآن و سنت کے خلاف قرار دیا ہے ۔

---

[1] اردو دائرہ ع ۱۶/۲ ، ص : ۲۱ - ۳۳

[2] ادبیات فارسی ، ص : ۱۲۲ - ۱۲۵ ، شعر العجم ، دوم ، ص : ۲۲۲ - ۳۱۰

[3] تلمیحات اقبال ، ص : ۸۳ ،

[4] کلیات اقبال (فارسی) ص : ۳۷ - ۳۹

[5] اقبال اور فارسی شعراء ، ص : ۱۷۹ - ۱۹۱

[6] محبوب صوفیہ ، ص : ۵۲۷ - ۵۳۲

[7] تاریخ تصوف ، ص : ۹۴ ، ۹۵ ، ۱۰۳

علاوہ ازیں تصوف میں تفہیمات الٰہیہ، انفاس العارفین، فیوض الحرمین، الطاف القدس، القول الجمیل، لمعات وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ سب سے اہم ان کا ایک رسالہ "فیصلہ وحدت الوجود والشہود" کہا ہے جو دراصل اسمٰعیل آفندی کے طویل سوال نامہ کا جواب ہے جس میں شاہ صاحب نے شیخ اکبر ابن عربی (وفات ، ۱۲۴۰ء) اور مجدد الف ثانی (وفات ، ۱۶۲۴ء) کے خیالات کی تطبیق کی کوشش کی ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ زیر نظر مکتوب میں ان کے اسی رسالے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

علامہ اقبال شاہ صاحب کے تجدیدی، اصلاحی اور سیاسی کارناموں کی تحسین کرتے تھے اور ان کے صوفیانہ نقطۂ نظر پر تنقید[1]

افلاطونیت جدیدہ: فلسفہ افلاطون کی ایک تعبیر جو پہلی شکل جسے فلاطینس (PLOTINUS) نے پیش کیا، جو مصر میں ۲۰۴ یا ۲۰۵ء میں پیدا ہوا اور روم میں ۲۷۰ء میں فوت ہوا، اس کے فلسفہ کو نو فلاطونیت یا فلسفہ اشراق بھی کہا جاتا ہے، اس میں اخلاقیات، الٰہیات اور ریاضیات سے صرف نظر کر کے صرف مابعد الطبیعیات پر زور دیا جاتا ہے، اس کی رو سے اللہ ایک مطلق اور بے نیاز ہستی ہے جس کا ادراک حواس نہیں کر سکتے۔ یہ طرز فکر مسائل زندگی کا کوئی مثبت اور عملی حل تجویز نہیں کرتا بلکہ ترک دنیا کی راہ دکھاتا ہے۔[2] اس کے زیر اثر یونانی فلسفہ اور تصوف کی آمیزش ہوئی تو توحید کا سادہ عقیدہ، وحدت الوجود کے پیچیدہ فلسفہ کی صورت اختیار کر گیا۔[2]

HYPATIA : ہائپے شیا مصر کی ایک عیسائی عورت اور ایک ریاضی دان کی بیٹی جو اپنے علم اور حسن کی وجہ سے مشہور تھی، وہ افلاطونیت جدیدہ کی حامی تھی، اسے عیسائیوں نے سائرل کے زمانہ میں قتل کرا دیا تھا۔[3]

---

1. تفصیل کے لیے دیکھیے "اقبال کے حضور"، ص: ۳۰۰ - ۳۰۱، ۳۰۳ - ۳۰۷
2. تاریخ تصوف، ص: ۷۷، Britannica, Vol. 16, PP. 217-220
3. تاریخ تصوف، ص: ۷۸

حرّان کے صابئی: حرّان شمالی عراق (الجزیرہ) میں ایک چھوٹے سے دریا جُلّاب پر اک جگہ واقع ہے جہاں ایشیائے کوچک، شام اور عراق کو جانے والے اہم کاروانی راستے ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں۔ آجکل یہ مقام ترکی مقبوضات میں شامل ہے[1] عباسی عہد میں حرّان نے ثقافت کے میدان میں اہم کردار ادا کیا تھا کیونکہ یہ شہر علم و فن کا مرکز تھا۔ اسی مقام پر ثابت بن قرّہ کے زیرِ ہدایت صابئین نے ریاضیات اور نجوم کی بہت سی یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا تھا[2] مغربی مستشرقین کا دعویٰ ہے کہ عربی فلسفہ کوئی مستقل بالذات شے نہیں ہے بلکہ عربوں نے پہلے تو یونانی فلسفہ مستعار لے لیا تھا جو شام کے عیسائیوں اور حرّان کے ملحد فرقہ میں متداول تھا۔ اور پھر اس میں ایران اور افلاطونیت کے بعض اجزا کی آمیزش کر دی تھی[3] اقبال کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں افلاطونیت جدید اسی ذریعے سے آئی اور اسلامی تعلیمات پر اثر انداز ہوئی۔ عصرِ حاضر کے مسلم محققین نے اس نظریہ کی تردید کی ہے[4]

---

[1] اردو دائرہ، ج ۸، ص: ۶۲ [2] کتاب مذکور، ص: ۶۳

[3] De Lacy O'Leary, How Greek Science Passed to the Arabs, London, 1964, P. 171-175

سرمایۂ افکار، ص: ۳۰

[4] دیکھیے بشیر احمد خان غوری، یونانی علوم کا مسلمانوں میں داخلہ (مقالہ)، برہان، دہلی، جلد ۴۳، ۱۹۵۹ء، اگست ۱۹۵۹ء

مکتوب نمبر: ۶۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۷ جنوری ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: اکبر الٰہ آبادی [2]

متن کی درستی:

مکتوب میں دو مقامات پر نام حذف کر دیا گیا ہے ۔ یہ نام "خواجہ حسن نظامی" ہونا چاہیے

توضیحات:

پس منظر: اقبال کی فارسی مثنوی اسرار خودی (۱۹۱۵ء) کی اشاعت پر بعض اہل تصوف کی طرف سے جو ہنگامہ اٹھا اور اعتراضات اس میں خواجہ حسن نظامی پیش پیش تھے ۔ اکبر الٰہ آبادی کے اقبال اور حسن نظامی دونوں سے گہرے مراسم تھے ، انہوں نے دونوں کو اس جھگڑے سے باز رکھنے کی کوشش کی ۔ اس مکتوب میں اقبال نے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے اور خواجہ حسن نظامی کے طرز عمل پر روشنی ڈالی ہے ۔

علامہ ابن جوزی: عبدالرحمٰن بن علی محمد بن ابوالفرج اصفہانی (وفات ۱۲۰۰ء) ، تقریباً تین سو کتابوں کے مصنف جن میں سے صرف ۲۶۲ کتابوں کے نام ملتے ہیں [3] تلبیس ابلیس ان کی مشہور تصنیف ہے ۔ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے ۔

تلبیس ابلیس: علامہ ابن جوزی نے اس کتاب میں ہر طبقے اور جماعت کو معیار شریعت پر پرکھا ہے اور اس کی فکری و عملی گمراہیوں کی نشاندہی کی ہے ، اس کے دسویں باب میں صوفیہ کی کمزوریوں کا ذکر کیا ہے ، اقبال اس کتاب سے متاثر تھے اور اس کے مذکورہ باب کو اپنی مجوزہ تاریخ تصوف کا حصہ بنانا چاہتے تھے

تصوف کی تاریخ: اسرار خودی میں پیش کردہ موقف کی حمایت میں اقبال تصوف پر ایک تعارفی مضمون (دیباچہ) لکھنا چاہتے تھے ، بعد ازاں انہوں نے تصوف کے ارتقاء پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنے کا ارادہ کیا جس میں "تلبیس ابلیس" کے مذکورہ باب کے علاوہ ابن حلاج کے افکار پر بحث بھی شامل کرنا چاہتے تھے ، انہوں نے ضروری مواد جمع کر لیا تھا اور چند باب لکھ بھی لئے تھے لیکن یہ کتاب نہ تو مکمل ہو سکی اور نہ ان کی زندگی میں منظر عام پر آ سکی [5]

---

[1] ماخذ ، علامہ دوم ، ص: ۷۷ - ۹۷ء [2] تعارف ، مکتوب ، ۲۳ [3] تاریخ تصوف ، ص ۸۱

[4] ابن جوزی ، تلبیس ابلیس (ترجمہ ، ابو محمد عبدالحق اعظم گڑھی) ، کراچی ، میر محمد کتب خانہ ، مرکز علم و ادب ، ص: ۹ - ۱۳

[5] علامہ اقبال کے تیار کردہ ابواب اور اشارات کو بعد ازاں صابر کلوروی نے "تاریخ تصوف" عنوان سے شائع کر دیا ہے ۔

[6] [illegible] (۳) ، ص: ۲۱۲

منصور حلاج : شیخ حسین بن منصور حلاج بیضاوی (۸۵۷ء - ۹۲۲ء) دنیائے تصوف کی انتہائی مشہور اور متنازع شخصیت ، وحدت الوجود اور حلول کا قائل تھا ، اس کا نعرہ "انا الحق" بہت مشہور ہے ۔ اسی نعرے کی بنا پر انھیں پھانسی دی گئی تھی[1] ۔ شروع شروع میں اقبال اس نعرے کو وحدت الوجود کی ایک تعبیر سمجھتے ہوئے قابل مذمت خیال کرتے تھے[2] لیکن بعد میں خطبات میں "انا الحق" کو اثبات خودی کا اعلان قرار دیتے تھے[3] ۔ ایک قطعہ میں انا الحق کو خودی کے لیے نہیں "بیخودی" کے لیے سود مند بتاتے ہیں[4]

کتاب الطواسین : ابن منصور حلاج کی تحریروں کا مجموعہ جسے فرانسیسی مستشرق لوئی ماسینیو (L. MASSIGNON) نے ۱۹۱۳ء میں پیرس سے شائع کروایا ۔ یہ مجموعہ عربی و فارسی زبانوں میں ہے عربی متن مجہول المولف ہے جبکہ فارسی متن شطاح شیراز شیخ روزبہان دیلمی بقلی شیرازی (وفات ۶۰۶ ھ) کے قلم سے ہے ۔ کتاب الطواسین اقبال کی پسندیدہ کتابوں سے تھی ۔ ان کی اکثر کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے[5]

عبد الماجد : مولانا عبد الماجد دریا آبادی (۱۶ مارچ ۱۸۹۲ء - ۶ جنوری ۱۹۷۷ء) صاحب طرز انشا پرداز ، صحافی اور مفسر ، "الناظر" ، "سچ" ، "صدق" اور "صدق جدید" کے مدیر ، فلسفہ جذبات ، فلسفہ اجتماع ، محمد علی ذاتی ڈائری کے چند اوراق ، قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ و تفسیر وغیرہ کے مصنف ، تاریخ یورپ اور مکالمات برکلے کے مترجم ۔ زیر نظر مکتوب میں اقبال نے لکھا ہے کہ عبد الماجد نے ترجمہ جو شروع کیا ہے وہ بہت خوب ہے[6]

وائے بر ہستی اگر معدود ہستی ہو چکا : اکبر کا یہ مصرع ان کے ایک قطعہ سے ماخوذ ہے ، شعر یوں ہے :

مرنے والا مر گیا اور رونے والا رو چکا — وائے بر ہستی اگر معدود ہستی ہو چکا[7]

گل تبسم کہہ رہا تھا زندگانی کو مگر : یہ شعر اقبال کی غزل کا ہے جو بانگ درا (۱۹۲۴ء) میں شامل ہے[8]

---

1. تاریخ تصوف ، ص : ۸۲ - ۹۰ 2. فلسفہ عجم ، ص : ۱۵۷ 3. تشکیل جدید ، ص : ۱۴۷
4. کلیات اقبال ، فارسی ، ص : ۹۵۳ 5. تفصیل کے لیے دیکھیے اقبال اور ابن حلاج ، ص : ۹ - ۱۳ ، مکتوب ، ۷۷
6. حالات کے لیے دیکھیے عبد الماجد دریا آبادی ، آپ بیتی ، کراچی ، مجلس نشریات اسلام ، اکتوبر ۱۹۸۳ء نیز شخصیات نمبر (۱) ، ص : ۲۵۸ - ۲۶۶ ، علامہ کے چند دوست ، ص : ۲۱۰ - ۲۳۷
7. کلیات اکبر ، سوم ، ص : ۸
8. کلیات اقبال ، اردو ، ص : ۱۳۵ ، حیرت ہے کہ باقیات سوم (ص : ۵۰۳) میں اس شعر کو متفرقات کے تحت درج کیا ہے

مکتوب نمبر: ۶۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۴ فروری ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: اکبر الٰہ آبادی [2]

متن کی درستی :

عکس دوم میں ایک مقام پر نام حذف کر دیا گیا ہے، یہاں خواجہ حسن نظامی کا نام ہونا چاہیے۔

توضیحات :

اسرار خودی : خواجہ حسن نظامی کا مضمون جس میں انہوں نے لکھا کہ اقبال نے مثنوی اسرار خودی یورپ کے افکار کے زیر اثر لکھی ہے، انہوں نے اس کا خلاصہ تحریر کیا اور اس کے مضامین کا آٹھ حصوں میں تعارف کرانے کے بعد مثنوی سے اپنے اختلاف کے پانچ اسباب تحریر کیے تھے[3]

شعر : درمیان کارزار کفر و دیں　　ترکش ما را خدنگ آخریں

یہ شعر مثنوی "رموز بیخودی" (۱۹۱۸ء) میں "حکایت شیر و شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ" کے زیر عنوان فصل میں شامل ہے[4]

قطعہ : "حضرت اقبال اور خواجہ حسن" اکبر الٰہ آبادی کے ایک قطعہ کا عنوان ہے، قطعہ کا پہلا شعر یوں ہے:

حضرت اقبال اور خواجہ حسن　　پہلوان ان میں ان میں بانکپن[5]

---

[1] ماخذ: عکس دوم، ص: ۵۱-۵۳
[2] تعارف، مکتوب، ۲۳
[3] خطیب، دہلی، ۳۰ جنوری ۱۹۱۶ء
[4] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۹۸-۹۹
[5] خطوط اکبر، ص: ۲۷، خطیب، دہلی، ۳۰ جنوری ۱۹۱۶ء میں ان اشعار کا عنوان "ویرانہ میں دیوانوں کا رقص" رکھا گیا

مکتوب نمبر: ۶۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۳ر فروری ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

متن کی درستی:

مکتوب کے جملہ "صورت اتفاق غیبی کے مشاہدہ طرف..." میں "مشاہدہ" کے بعد حرف "کی" چھوٹ گیا ہے

توضیحات:

فرصت کا وقت مثنوی کے دوسرے حصے کو...: مثنوی "رموز بیخودی" اس زمانے میں لکھی جا رہی تھی لیکن "اسرار خودی" پر ہونے والے قلمی مباحثہ کی وجہ سے اقبال یکسوئی سے "رموز بیخودی" کو مکمل کرنے سے قاصر تھے۔ یہ کام نومبر ۱۹۱۷ء میں جا کر ختم ہوا۔[3]

تصوف کی تاریخ لکھ رہا ہوں: اقبال تصوف کے ادبیات کے اخلاقی حصے کو مفید سمجھتے تھے اور اس کے فلسفیانہ مطالب کو بے کار اور بعض صورتوں میں خلاف شریعت۔ اس لئے وہ تاریخ تصوف لکھ کر اپنا مدعا واضح کرنا چاہتے تھے۔ اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک وہ دو باب مکمل کر چکے تھے۔ چار پانچ ابواب مزید لکھنا چاہتے تھے لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔[4]

منو کی شریعت: ہندو مقنن، دھرم شاستر کا مصنف۔ یہ کتاب ہندوؤں کے مذہبی قانون کی کتاب، اسے منو سمرتی بھی کہا جاتا ہے۔[5] اقبال اس خیال میں تنہا ہیں کہ اس کتاب کی کورانہ تقلید نے ہندو قوم کو طوفانی انقلاب میں موت سے بچا لیا۔

فیلو: PHILO، نامور یہودی فلسفی جسے (افلاطونِ یہود) کو یہودی فلسفہ الٰہیات کا پیشرو سمجھا جاتا ہے۔[6] اقبال کہتے ہیں کہ یہودی قوم اپنی شریعت کی حفاظت ہی کی وجہ سے اب تک زندہ ہے ورنہ اگر وہ فیلو کی پیروی کرتی تو آج وہ قوم اپنا جداگانہ تشخص ختم کر چکی ہوتی۔

---

۱ ماخذ: نیاز، ص: ۱-۳ ۲ تعارف، مکتوب: ۶۷ ۳ تصانیف اقبال، ص: ۹۷

۴ مکتوب: ۶۵ ۵ اردو انسائیکلوپیڈیا، ص: ۹۵۸

۶ Britannica, vol.17, pp.737-739

مکتوب نمبر: ۶۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۴ر فروری ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: شاہ محمد سلیمان پھلواروی

تعارف: قاری شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء - ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء) پھلواری (بہار) میں پیدا ہوئے، والد کا نام حکیم شاہ محمد داؤد تھا۔ علوم دینیہ کی تکمیل مولانا عبدالحی فرنگی محل، مولانا الٰہی بخش بہارپوری اور سید نذیر حسین محدث سے کی، طب کی تعلیم لکھنؤ میں کی، درس طبابت کا آغاز کیا، شعر و شاعری کا ذوق رکھتے تھے، حاذق تخلص تھا اور شوق نیموی سے اصلاح لیتے تھے، علم طریقت میں اپنے خسر اور پیر و مرشد مولانا شاہ علی حبیب پھلواروی اور پھر مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے فیض یاب ہوئے، حج پر گئے تو وہاں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت کی، ان کی ہدایت پر وعظ و تبلیغ شروع کی، ان کے مواعظ سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے بعض دیگر بزرگوں سے مل کر ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نام سے انجمن قائم کی جس کے زیر اہتمام اسی نام سے دارالعلوم قائم ہوا، شاہ سلیمان سر سید احمد خان (وفات ۱۸۹۸ء) کی قائم کردہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے بھی سرگرم رکن تھے، انہوں نے مسلم سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت میں حصہ لیتے رہے، جمعیۃ العلماء صوبہ بہار ان کی صدارت ہی میں قائم ہوئی تھی، صوفیوں میں مشائخ اور پیرزادوں کی اصلاح کی کوشش بھی کرتے رہے۔[2]

علامہ اقبال کو شاہ صاحب سے خاص عقیدت تھی، وہ ان کی علمی فضیلت اور دینی خدمات کے معترف تھے،[3] شاہ صاحب بھی اقبال کی لیاقت کے معترف تھے،[4] دونوں میں خط و کتابت کا سلسلہ بہت دیر سے جاری تھا لیکن اب صرف چند مکاتیب محفوظ ہیں۔

ے ماخذ:

مکتوب کے جملہ "ان کا نام انوار ان تقسیم..." میں "تقسیم سے پہلے" "کی" چھوٹ گیا ہے۔

---

[1] ماخذ: انوار، ص: ۱۷۷-۱۷۸

[2] علمائے پاک و ہند، ص: ۲۵۶-۲۶۶ ، یادرفتگاں، ص: ۱۵۶-۱۶۲

[3] مکتوب ۱۱۰

[4] اوراق گم گشتہ، ص: ۱۸۳-۱۸۴

اقبال کے آٹھ سوال : خواجہ حسن نظامی نے "اسرار خودی" کے حوالے سے تصوف اور خواجہ حافظ شیرازی (وفات ، ۱۳۸۹ء) کے بارے میں آٹھ سوالات بنا کر بعض مشائخ کے پاس بھیجے اور رسالے میں "ڈاکٹر اقبال کے آٹھ سوال" کے عنوان سے شائع کر کے اور صوفیا کو ان کا جواب دینے کی دعوت دی تھی۔[1]

آپ کا خط : مولانا سیالوی نے مذکورہ سوالوں کے جواب میں ایک مفصل مکتوب میں تصریح کی کہ قرآن مجید نے صرف وحدت معبود کا اثبات کیا ہے اور یہی مدار نجات ہے ، تاہم وحدت وجود اور وحدت شہود کی اسلامی توجیہ اسلام کے خلاف نہیں ، توحید ان سب پر حاوی ہے ، اسلام کا مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچان لے ، اپنے اخلاق کی اصلاح کرے ، صحابہ کی پرورش عالم صحو میں ہوتی تھی ، عالم سکر نقص ہے ، حالت سکر بطور دوا استعمال ہونی چاہیے ، اس کا دوام غیر موزوں ہے ، وحدت وجود کا تعلق مشاہدۂ باطن سے ہے یہ مدار نجات نہیں ، الغرض اکابر مسلمان صوفیہ غیر اسلامی افکار سے متاثر نہیں ہوئے ، اقبال نے محض غلط فہمی کی بنا پر ان بزرگوں کو جوگیوں وغیرہ سے متاثر خیال کیا ہے۔[2]

---

[1] مولانا سیالوی کے مکتوب کا متن دیکھیے "شمس المعارف" ، ص : ۱۷۶-۱۸۰

پہلی مرتبہ یہ مکتوب "خطیب" دہلی ، ۱۵-۲۲ فروری ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا تھا ۔

مکتوب نمبر: ۶۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۸ مارچ ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات:

مرزا بیدل: ابوالمعانی مرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی (وفات ۲۰ نومبر ۱۷۲۰ء) برعظیم کا عظیم شاعر [3] اس کا ضخیم کلیات شائع ہو چکا ہے۔ اس کا ایک انتخاب ۱۳۰۲ھ میں مطبع صفدری بمبئی سے شائع ہوا تھا۔ اس انتخاب کو ۱۹۷۸ء میں مرکز تحقیقات فارسی نے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔ اقبال بیدل کے افکار و فن کے مداح تھے لیکن مرزا غالب (وفات: ۱۸۶۹ء) کے برعکس انہوں نے بیدل کی پیروی کی کوشش نہیں کی [4]۔

ولی: شمس الدین محمد ولی اورنگ آبادی (۱۶۶۸ء - ۱۷۴۴ء)۔ اُسے ولی دکنی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے [5] ولی کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد (وفات: ۱۹۱۰ء) نے آبِ حیات میں ولی دکنی کو اردو کا پہلا شاعر قرار دیا ہے [6]۔

سلطان قلی قطب شاہ: سلطان محمد قلی قطب شاہ (۱۵۶۸ء - ۱۶۱۲ء) گولکنڈہ کے قطب شاہی خاندان کا فرمانروا، ۱۵۸۰ء میں تخت نشین ہوا۔ دکنی کے علاوہ فارسی اور تلگو میں بھی شعر کہتا تھا، اس کا کلیات کوئی پچاس ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ وہ اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر ہے [7]۔

[illegible] مہاراجہ مذکورہ شعراء میں سے مرزا بیدل یا قلی قطب شاہ کا دیوان مرتب کریں۔

---

1 ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۶۳ - ۱۶۷   2 شادِ اقبال، مکتوب ۳۱

3 ادبیات فارسی، ص: ۹۸ - ۹۹   4 اقبال اور فارسی شعرا، ص: ۲۵۷ - ۲۶۲

5 ولی کے نام اور وطن وغیرہ کے بارے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے:
نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ۱۹۶۳ء، ص: ۳۲۳ - ۳۲۸، سکینہ، ص: ۵۰ - ۵۷

6 محمد حسین آزاد، آبِ حیات، طبع [illegible]، شیخ مبارک علی، ۱۹۵۷ء، ص: ۸۸

7 دکن میں اردو، ص: ۷۸ - ۸۸، سکینہ، ص: ۳۹ - ۴۱

مکتوب نمبر: ۷۰ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۹ مارچ ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: شاہ محمد سلیمان پھلواروی [2]

متن کی درستی:

۱۔ 'جناب کا والا نامہ' کی بجائے 'جناب کا والا نامہ ملا' ہونا چاہیے

۲۔ 'خیر خواہ ہے نہ مخالف' کی بجائے 'خیر خواہ ہے نہ کہ مخالف' ہونا چاہیے

۳۔ 'حسب رو' طباعت کی غلطی ہے 'حسب کو' ہونا چاہیے۔

توضیحات:

حزیں: شیخ محمد علی بن ابی طالب حزیں لاہیجی (وفات ۱۷۶۶ء) اصفہان میں پیدا ہوئے، عارفِ الستین ہوئے تو حوادث زمانہ نے وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا، ملک ملک کی سیاحت کی، آخر ہندوستان کا رخ کیا اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے، بنارس میں وفات پائی، کلیات کے علاوہ ان کا تذکرہ اور تاریخ ایران کے علمی آثار میں شامل ہے [3]

تذکرۂ حزیں: اواخر عہد صفویہ کے ایک سو معاصر شعرا، علما اور بزرگوں کا تذکرہ ہے، یہ تذکرہ ۱۳۳۴ھ میں اصفہان سے شائع ہو چکا ہے [4]

تصوف برائے شعر گفتن خوب است: اقبال نے تصوف پر اظہار خیال کرتے ہوئے حزیں کا یہ قول نقل کیا ہے لیکن تذکرۂ حزیں میں یہ قول نہیں مل سکا۔

خود سلسلۂ عالیہ قادریہ سے تعلق رکھتا ہوں: کہا جاتا ہے کہ اقبال نے قاضی سلطان محمود آوان شریف (گجرات)[5] سے بیعت کی تھی[6]، اقبال چاہتے تھے کہ تمام سلاسل تصوف کی تاریخ پر تنقیدی نظر ڈالی جائے[7]۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اسی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

---

۱ ماخذ: انوار، ص: ۱۸۰-۱۸۲

۲ تعارف، مکتوب: ۶۸

۳ ادبیات فارسی، ۱۸۰-۱۸۱

۴ کتاب مذکور، ص: ۱۸۰

۵ دیکھیے مکتوب: ۶۳

۶ سلاسل کی تشکیل کے لیے دیکھیے: خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، کراچی، مکتبہ عارفین، ص ۱۳۲-۱۳۳

نیز دیکھیے: [illegible] سلاسل [illegible]، پیش گفتار، نفحات الانس (دیباچہ)

مکتوب نمبر: ۱۷[۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۶ مارچ ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان[۲]

ترشیح:

الحمدللہ کہ جالندھر کے کتب خانہ کے لیے اجازت ہو گئی:

علامہ اقبال نے تاریخ تصوف لکھنے کا ارادہ کر رکھا تھا اور اس کے لیے کچھ سامان اکٹھا کرنے کے بعد فروری ۱۹۱۶ء کے پہلے عشرے میں کتاب کا کچھ حصہ لکھ بھی لیا تھا لیکن ان کی مطلوبہ کتب لاہور کے کتب خانوں میں دستیاب نہیں تھیں[۳] ممکن ہے کہ انھوں نے نیاز الدین خان سے کہا ہو کہ وہ جالندھر کے کسی کتب خانہ میں مطلوبہ کتابیں تلاش کریں۔ نیاز الدین خان نے ایک کتب خانہ کی نشان دہی کی جو میاں مبارک علی کا تھا۔ یہ کتب خانہ ان کی وفات کے بعد ان کے متبنّیٰ کو ورثے میں ملا تھا جیسا کہ محمد نیاز الدین خان کے مکتوب[۴] ۱۱ دسمبر ۱۹۱۶ء سے ظاہر ہوتا ہے[۵]۔ بہر حال انھوں نے اس کتب خانہ سے استفادے کی اجازت حاصل کر لی اور اقبال کو اس کی اطلاع دے دی لیکن خواہش کے باوجود اقبال اس مقصد کے لیے جالندھر نہ جا سکے۔

---

۱ ماخذ: نیاز، ص: ۳

۲ انوار، مکتوب، ۴۷

۳ نیاز، ص: ۱-۲

۴ عکس اردو، ص: ۵۲

۵ دیکھیے مکتوب، ۸۶

مکتوب نمبر: ۲۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳ / اپریل ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متن کی درستی:

مطبوعہ متن اور مکتوب کے عکس میں حسب ذیل اختلافات نظر آتے ہیں:

صحیفہ اقبال نمبر ۱	عکس
۱۔ ہندوستان کے فارسی لٹریچر پر بڑا ...	ہندوستان کے فارسی لٹریچر بڑا ...
۲۔ افسوس ہے سرکار تک ...	افسوس ہے کہ سرکار تک ...
۳۔ مجھے پہلے سے معلوم تھا ...	مجھے پہلے سے یہ معلوم تھا ...
۴۔ ان کلکتوں کے لٹریچر سے واقفیت نہیں	ان کلکتوں کے لٹریچر کی واقفیت نہیں
۵۔ جو اس منظر سے خدا میں ..	جو اس منظر خدا میں ...
۶۔ اطبا کو اپنے مریض کا ...	اطبا کو اپنے اپنے مریض کا ...
۷۔ وہ نکتہ خیال صدیوں سے ...	وہ نکتہ خیال صدیوں کے ...

مذکورہ ۱ میں مکتوب نگار سے "لٹریچر" کے بعد "پر" چھوٹ گیا ہے

توضیحات:

والد محترم: شیخ نور محمد (وفات: ۱۷/ اگست ۱۹۳۰ء)۔ والد کا نام شیخ محمد رفیق تھا۔ مذہب اور عرفان سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ ابتدا میں ڈپٹی وزیر علی بلگرامی کی ملازمت کی بعد ازاں برقعوں کی ٹوپیاں سینے لگے۔ علامہ اقبال کی تربیت میں ان کا بہت دخل تھا۔ وفات کے بعد سیالکوٹ میں امام صاحب کے قبرستان میں دفن ہوئے۔[3] اقبال نے اس خط میں ان کی علالت پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔

---

[1] ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۶۵-۱۶۶   [2] تعارف: مکتوب ۳۱

[3] حالات کی تفصیل کے لیے دیکھیے رحیم بخش شاہین، "شیخ نور محمد" پدر مرشد اقبال (مقالہ) صحیفہ اقبال نمبر ۲ جولائی-اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص: ۲۵۱-۲۶۵

مزید دیکھیے زندہ رود (۱) ص: ۵۱-۵۲، ۶۲-۶۷، مظلوم اقبال، ص: ۲۲-۳۶، منظر پاکستان، ص: ۲۴-۲۸

راسخ کی مثنوی : میر محمد زمان راسخ سرہندی (وفات ، ۱۶۹۶ء) شیخ ناصر علی سرہندی کے معاصر، شہزادہ محمد اعظم کا مصاحب، میر عماد کا بیٹا اور میرزا فرحسین ناقب کا شاگرد، نازک خیال، بلند پرواز اور مشکل گو تھا۔ اس کے کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔[1] اس کی مثنوی مطبع نور حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی تو اقبال نے اس سلسلے میں حیدرآباد کی مساعی اور مثنوی کے اشعار کی تعریف کی ہے۔

ناصر علی : شیخ ناصر علی سرہندی (وفات ، ۱۶۹۷ء) ، شیخ محمد معصوم کا مرید، شاعر تھے۔ نزاکت خیال اور مشکل پسندی کے لئے مشہور ہیں۔[2] ناصر کی مثنوی کا موضوع معرفت و تصوف ہے۔ اقبال چاہتے تھے کہ یہ مثنوی بھی شائع ہو۔

خواجہ حسن نظامی .. : اقبال نے زیر نظر مکتوب میں خواجہ حسن نظامی کے مضامین کا ذکر کر کے تصوف خصوصاً خواجہ حافظ کے بارے میں اپنے موقف کی وضاحت کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ وہ تصوف کے مخالف نہیں البتہ اس کے بعض مسائل سے اختلاف ضرور رکھتے ہیں، دوسری بات یہ کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے زوال کا اصل سبب یہ ہے کہ ان کے قوائے حیات میں ناتوانی اور ضعف پیدا ہو گیا ہے جو ایک خاص قسم کے ادب کے زیر اثر پیدا ہوا ہے۔

نفحات : مولانا جامی (وفات ، ۹ نومبر ۱۴۹۲ء) کی تصنیف "نفحات الانس من حضرات القدس" مراد ہے، اس کی تالیف امیر نظام الدین علی شیر نوائی کی درخواست پر ہوئی اور ۱۴۷۸ء میں مکمل ہوئی، جامی نے ابوعبدالرحمن محمد بن حسین السلمی النیشاپوری کی تالیف "طبقات الصوفیہ" کو بنیاد بنا کر ۶۱۶ اکابر کے حالات و مناقب تحریر کئے ہیں۔ مقدمہ میں تصوف کی اصطلاحات، حقیقت معرفت وغیرہ کا ذکر ہے، اس کے بعد صوفیہ کے حالات بیان کئے ہیں، اس تذکرے کا آغاز ابوہاشم صوفی سے ہوتا ہے اور خواجہ حافظ پر تذکرہ ختم ہوتا ہے۔[3] اقبال کہتے ہیں کہ مولانا جامی نے نفحات میں لکھا ہے کہ خواجہ حافظ کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ مرید تھے "کسی اور نسبت بھی درست کی تھی یا نہیں"

---

[1] کلمات الشعراء، ص: ۴۲-۴۳ [2] فارسی ادب، ص: ۲۲۶ ، کلمات الشعراء، ص: ۷۶-۷۷

[3] تاریخ ادبیات، ج ۲، ص: ۳۸۸ - ۳۸۹

مولانا جامی کے اصل الفاظ یہ ہیں :

"وی لسان الغیب و ترجمان الاسرار است ۔ بسا اسرار غیبیہ و معانی حقیقیہ کہ در کسوت صورت و لباس مجاز باز نمودہ ۔ ہرچند معلوم نیست کہ وی دست ارادت پیری گرفتہ و در تصوف بیکی از این طائفہ نسبت درست کردہ باشد ، اما سخنان وی چنان بر مشرب این طائفہ واقع شدہ است کہ ہیچ کس را آن اتفاق نیفتادہ ۔"[1]

تاریخی حقائق مولانا جامی کی رائے کی تردید کرتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ

(۱) خواجہ حافظ نے اپنے اشعار میں بعض صوفیہ و مشائخ ، مثلاً شیخ امین الدین محمد بلیانی کازرونی ، شیخ محمد الدین ، مولانا بہاء الدین عبدالصمد بحرآبادی ، سید کمال الدین ابوالوفا وغیرہ کی تعریف کی ہے ۔

(۲) خواجہ حافظ نے اپنے آپ کو صوفی مشرب کہا ہے

(۳) خواجہ حافظ کے ہم عصر صوفیہ و مشائخ ، مثلاً سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی اور میر سید علی ہمدانی نے ان کا اور ان کی تصنیفات کا ذکر بڑے ادب سے کیا ہے اور انہیں اہل سلوک میں شمار کیا ہے ۔

(۴) مولانا جامی خواجہ حافظ سے ۵۳ سال بعد پیدا ہوئے تھے ان کی رائے کی نسبت خواجہ حافظ کے ہم عصر صوفیہ و مشائخ کی رائے کا اعتبار کرنا زیادہ موزوں اور مناسب ہے[2]

---

[1] عبدالرحمن جامی ، نفحات الانس (تقدیم و تصحیح: مہدی توحیدی پور) کتاب فروشی محمودی ، س ـ ن ، ص: ۶۱۲

[2] مفصل بحث کے لئے دیکھئے: عبدالحسین زرین کوب ، ڈاکٹر ، از کوچۂ رندان حافظ (اردو ترجمہ: ڈاکٹر مہر نور محمد خان ، ڈاکٹر کلثوم فاطمہ سید) ، اسلام آباد ، مرکز تحقیقات فارسی ، جون ۱۹۸۵ء ، ص: ۲۶ تا ۴۰

مکتوب نمبر: ۷۳ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۰ مئی ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات:

مثنوی اسرارِ خودی...: مثنوی اسرارِ خودی میں اقبال نے خواجہ حافظ شیرازی (وفات ۲۶؍ جولائی ۱۳۸۹ء) کی شاعری کی خودی شکن تعلیمات پر جو تنقید کی تھی اس کے حوالے سے مہاراجہ نے اقبال سے ثبوت طلب کیا تھا کہ جو کیفیت خواجہ حافظ قاری کے دل میں پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ قوتِ حیات کو ضعیف و ناتواں کرنے والی ہے۔ اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں لکھا ہے کہ اس دعویٰ کے حق میں ثبوت دو طرح دئے جا سکتے ہیں (۱) فلسفیانہ (۲) شاعرانہ چونکہ کتاب نظم میں ہے اس لئے اس میں فلسفیانہ ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا، رہا شاعرانہ ثبوت تو ضروری نہیں کہ متعلق اشارے سے صحیح ہو، البتہ یہی مضمون نثر میں لکھا جاتا تو تمام ثبوت لکھے جا سکتے تھے تاہم بقدرِ ضرورت دلائل مثنوی میں موجود ہیں، مسئلہ نہایت اہم اور دقیق ہے اس کی تہہ تک پہنچنا آسان نہیں خود اقبال کو بیس سال بعد کہیں جا کر اس کا فہم حاصل ہوا جیسا کہ اس مکتوب میں اقبال نے ظاہر کیا ہے اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے ۱۸۹۷ء کے لگ بھگ زمانے سے اس موضوع پر غور و فکر شروع کیا تھا۔

ڈیپوٹیشن: اقبال نے اس مکتوب میں مہاراجہ کو اطلاع دی ہے کہ انجمن حمایتِ اسلام کی طرف سے ایک وفد ستمبر میں ان کے پاس آنے کا قصد رکھتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اقبال ذاتی طور پر اس طرح کے وفد کی تجویز پیش کرنا چاہتے تھے لیکن یہ تجویز پیش کی گئی یا نہیں؟ اور اگر پیش کی گئی تو انجمن مذکور نے کیا فیصلہ کیا؟ اس کی تفصیل دستیاب نہیں ہو سکی۔

---

[1] ماخذ، صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۶۹-۱۷۰، یہ مکتوب قبل ازیں ادبی دنیا شمارہ ۳۰ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

[2] تعارف، مکتوب ۳۱

مکتوب نمبر: ۴۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۷؍اپریل ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متن کی درستی:

مطبوعہ متن کا جملہ "نہ خواجہ حسن نظامی رہے گا.." عکس کی رو سے یوں ہے "نہ حسن نظامی رہے گا..."

توضیحات:

اس سے پہلے ایک عریضہ...: اقبال کے مکتوب، ۳؍اپریل ۱۹۱۶ء کی طرف اشارہ ہے جس میں انھوں نے لعنت اللہ خواجہ جادو کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ [3]

مگر وہی مثل ہے...: اقبال نے شیخ سعدی شیرازی (وفات، ۶۹۱ھ) کے ایک مصرع کے حوالے سے اپنی معاشی حالت کی کمزوری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مصرع یوں ہے: "چہ خورد بامداد فرزندم" مکمل شعر یوں ہے جو گلستان کے ایک قطعہ کا ہے:

شب چو عقد نماز می بندم چہ خورد بامداد فرزندم [4]

من صدائے شاعر فردا استم: مثنوی اسرار خودی کی تمہید کے مندرجہ ذیل شعر کا مصرع ہے:

نغمہ ام از زخمہ بے پرواستم من نوائے شاعر فرداستم [5]

نا امید استم ز یاران قدیم: یہ شعر مثنوی اسرار خودی کی تمہید میں شامل ہے، شعر یوں ہے:

نا امید استم ز یاران قدیم طور من سوزد کہ می آید کلیم [6]

نہ پوچھ اقبال کا ٹھکانہ..: بانگ درا (۱۹۲۴ء) میں شامل یہ شعر یوں ہے:

نہ پوچھ اقبال کا ٹھکانہ ابھی وہی کیفیت ہے اس کی کہیں سر رہگزار بیٹھا ستم کش انتظار ہوگا [7]

مکتوب میں "سر راہگزار" کی بجائے "سر رہگزار" لکھا گیا ہے

چوں سراپا ئے ازل...: یہ تین اشعار رموز بیخودی (۱۹۱۸ء) میں "پیش کش بحضور ملت اسلامیہ" کے زیر عنوان شامل ہیں۔ [8]

---

۱ ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر، ص: ۱۶۸-۱۶۹، یہ مکتوب قبل ازیں ادبی دنیا شمارہ ۳۰ میں شائع ہو چکا ہے

۲ تعارف، مکتوب، ۳۱

۳ مکتوب، ۲۷

۴ گلستان، ص: ۸۷

۵ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۶

۶ کتاب مذکور، ص: ۷

۷ کلیات اقبال، اردو، ص: ۱۴۲

۸ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۸۳-۸۴

مکتوب نمبر: ۷۵[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: غازی عبدالرحمٰن

تعارف: غازی عبدالرحمٰن امرتسر سے تعلق رکھتے تھے۔ بی اے پاس کرنے کے بعد ایک مقامی سکول میں معلم ہو گئے، پھر ایل ایل بی کیا اور وکالت کرنے لگے۔ تحریک آزادی کے کارکن تھے، کانگریس کے حامی اور مجلس احرار کے سرگرم رکن تھے۔ امرتسر میونسپل کمیٹی کے رکن رہے۔ پاکستان قائم ہوا تو لاہور آگئے اور باقی زندگی یہیں گزار دی۔ مجلس احرار کی تاریخ وغیرہ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں غازی عبدالرحمٰن کا نام تو آتا ہے لیکن ان کا شخصی تعارف اور سیاسی خدمات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ اقبال سے ان کے مراسم کے بارے میں بھی کوئی معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔ ان کے نام اقبال کا صرف یہی ایک مکتوب ملتا ہے جس سے مکتوب الیہ کی شخصیت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔[2]

توضیحات:

پس منظر: مکتوب الیہ نے اپنے خط میں نشان ہلال کو ناجائز قرار دیا تھا۔ ان کے خیال میں اس کا سبب یہ تھا کہ اس نشان کو اپنانے والے چاند سے اپنا سلسلۂ نسب ملاتے ہیں جو مشرک قوموں کا شعار رہا ہے، اقبال نے عالم اسلام میں اس نشان کے رواج پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اُمت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے

فتح قسطنطنیہ: سلطان محمد ثانی المعروف محمد فاتح (وفات ۳ مئی ۱۴۸۱ء) نے ۲۷ مئی ۱۴۵۳ء کو قسطنطنیہ فتح کیا تھا۔[3]

صلیبی لڑائیوں ...: عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والی آٹھ جنگیں جو ۱۰۹۷ء تا ۱۲۵۰ء کے دوران لڑی گئیں۔[4]

صلاح الدین ایوبی: (۱۱۳۷ء - ۱۱۹۳ء) مسلمان حکمران اور فاتح جس نے صلیبی جنگوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔[5]

حدیث صحیح ہے کہ میری اُمت کا اجماع ضلالت پر نہ ہوگا: حدیث: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِی عَلَی الضَّلَالَۃِ[6]

---

[1] ماخذ: مکاتیب اقبال، جلد اول، ص: ۳۳۶ - ۳۳۷ [2] یہ معلومات مجھے شیخ سعادت اللہ امرتسری مقیم راولپنڈی سے حاصل ہوئی ہیں

[3] محمد مصطفیٰ صفوت، سلطان محمد فاتح (ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی)، لاہور، مکتبہ جدید، ۱۹۶۱ء، اردو دائرہ، ج ۲، ص ۔۔۔

[4] Saracens PP.320-389، انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم، ج ۲، ص: ۲۰۲ - ۲۰۵

مزید دیکھیے: محمد اکرم خان، کروسیڈ اور جہاد، لائل پور، انجمن اسلامیہ، ۱۹۶۱ء

معین الدین ندوی ... (مترجم)، اسلام اور عربی تمدن، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۵۲ء، ص: ۳۱۱ - ۳۴۲

[6] مکمل حدیث کے لیے دیکھیے جامع ترمذی: ابواب الفتن

Saracens PP.349-372

مکتوب نمبر: ۷۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۴ رجون ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متن کی درستی:

مطبوعہ متن میں جملہ "میں لفظ خودی میرے..." سے قبل "اس" چھوٹ گیا ہے جو کہ عکس میں موجود ہے۔

توضیحات:

تصوف وجودیہ: مثنوی اسرار خودی پر بحث کے حوالے سے اقبال نے وحدت الوجودی فلسفہ کی تردید کی تو مہاراجہ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اقبال نے اس مکتوب میں لکھا ہے کہ اس فلسفہ کی تردید میں وہ تنہا نہیں ہیں، علماء اسلام کے علاوہ ہندوؤں میں سری کرشن کی گیتا بھی اسی قسم کا رجحان رکھتی ہے۔ تصوف وجودیہ کو ہندی لٹریچر سے کوئی نسبت نہیں۔ اقبال نے گسستن اور پیوستن پر بحث کرتے ہوئے گسستن کو ترجیح دی ہے [3] کیونکہ اس میں اثبات خودی کا پہلو موجود ہے اور یہی وقت کا تقاضہ ہے۔

معنون: اقبال کا مضمون "تصوف وجودیہ" جس میں اقبال نے نبی کریمؐ کی پیش گوئی پر بحث کی ہے جس کی رو سے تین قرنوں کے بعد حضورؐ کی امت میں سستی کا ظہور ہوگا [4]

اور جس شعر کا ذکر آپ نے خط میں کیا تھا: مکمل شعر یوں ہے:

غریق قلزم وحدت دم از خودی نزند　　بود محال کشیدن میان آب نفس

یہ شعر مرزا محسن تاثیر (وفات ۱۱۳۱ھ) کا ہے جو صائب تبریزی (وفات ۱۶۶۹ء) کا ہم عصر اور دوست تھا، ۵۳ برس تک صفوی حکمرانوں کے دربار سے وابستہ رہا، صائب کی وفات کے بعد

---

[1] ماخذ: صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۷۲-۱۷۳
[2] تصوف، مکتوب ۳۱
[3] تفصیل کے لیے دیکھیے مکتوب ۶۳
[4] دیکھیے مقالات اردو، ص: ۲۲۳-۲۲۸

دربارِ صفویہ کے سب سے بڑے شاعر کا مقام حاصل تھا ، اس کا مقام ابھی مخطوطوں کی صورت میں ہے۔[1] اقبال نے اس کا مذکورہ شعر مثنوی کے دیباچہ میں بھی نقل کیا ہے[2] اور لکھا ہے کہ "غالباً محسن تاثیر کے اس شعر میں لفظ 'خودی' کے یہی معنی (احساسِ نفس یا تعینِ ذات) ہیں ، اقبال نے یہاں اس شعر پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے " اس میں لفظ خودی میرے خیال میں تشخص ذاتی کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور شعر کا مفہوم میرے خیال میں یہ ہے کہ واصل باللہ کو اپنی ذات کا احساس نہیں رہتا ۔ وہاں سوائے ہستی مطلق کے اور کچھ نہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ خودی بمعنی غرور بھی یہاں سمجھا جا سکتا ہے ۔ اسی واسطے میں نے 'غالباً' کا لفظ لکھ دیا تھا ۔"

لفظ خودی کی بحث : اقبال نے اس مکتوب میں یہ بھی بتایا ہے کہ انہوں نے مثنوی میں خودی کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے ؟ وہ کہتے ہیں " جہاں جہاں یہ لفظ میں نے استعمال کیا ہے اس سے مراد تشخص ذاتی یا احساس نفس ہے ۔ انگریزی لفظ INDIVIDUALITY کا یہ ترجمہ ہے ہماری زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے جہاں تک مجھے علم ہے کوئی ایسا لفظ نہیں جو شعر میں کام دے سکے ۔ تشخص یا تعین وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جن کا یہ مفہوم ہے مگر یہ دونوں الفاظ شعر کے لیے موزوں نہیں 'انا' یا 'انانیت' بھی ایسے ہی الفاظ ہیں ۔ لفظ خودی میں نے مجبوراً اختیار کیا ہے اگر کوئی اور لفظ شعر میں کام دے سکتا تو میں اس لفظ کو خودی پر یقیناً ترجیح دیتا ۔"

---

[1] اقبال اور فارسی شعرا ، ص: ۳۰۲ - ۳۰۵

[2] مقالات ، دوم ، ص: ۱۹۹

مکتوب نمبر: ۷۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۸ر جولائی ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

توضیحات:

سراج الدین صاحب کے دونوں مضامین۔۔ : مولوی سراج الدین پال ایڈووکیٹ، جنہوں نے خواجہ حافظ اور تصوف کی حمایت میں لکھے گئے "شیخ مشیر احمد قدوائی (لندن)" کے مضامین کے جواب میں تین مضامین لکھے تھے جن میں سے ایک "وکیل" ۱۵ر جولائی ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا تھا [3] اقبال نے مولوی صاحب کے ان مضامین کی تعریف کی ہے۔

علم ظاہر و علم باطن: اقبال کا مضمون جس میں انہوں نے علم باطن کے صوفیانہ تصور پر تنقید کی ہے [4]

ایک اور مضمون: "تصوف وجودیہ" کے زیر عنوان اس مضمون میں اقبال نے نبی کریم ؐ کی اس پیش گوئی پر اچھوتی بحث کی ہے کہ "تین قرنوں کے بعد میری امت میں سمن کا ظہور ہوگا"[5]۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس مضمون کے اچھوتے مطالب کی طرف توجہ دلائی ہے۔

شیخ روزبہان بقلی: (وفات ۱۲۰۹/۱۰ء) صوفی اور شاعر۔ "شطحیات روزبہان" اس کی مشہور تصنیف ہے جس کو اقبال نے غلطی سے "شرح شطحیات" لکھا ہے اور جس کے حصول کی شدید خواہش کا اظہار کیا ہے۔ "شطحیات" میں شیخ روزبہان نے صرف ابن حلاج (وفات ۹۲۲ء) کی عربی گفتگو کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے اور فرانسیسی مستشرق ڈاکٹر لوئی میسنیو (L. MASSIGNON) نے یہ متن "کتاب الطواسین" میں شامل کیا ہے جو کئی صورتوں میں عربی متن کا تکملہ ہے [6]

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۱۷ [2] تعارف، مکتوب: ۷۶ [3] زندہ رود (۲)، ص: ۲۲۷

[4] دیکھیے مکتوب: ۶۳ [5] مقالات، دوم، ص: ۲۲۳-۲۲۸، مکتوب: ۷۶

[6] دیکھیے مکتوب: ۷۶، کارنامہ بزرگان ایران، ص: ۲۰۰-۲۰۲

نیز دیکھیے محمد تقی دانش پژوہ (مرتب)، روزبہان نامہ، تہران ۱۹۶۸ء

محمد تقی میر (مرتب)، احوال و آثار شیخ روزبہان، شیراز ۱۹۷۵ء

مکتوب نمبر: ۷۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۰ر جولائی ۱۹۱۶ء [2]

مکتوب الیہ: سراج الدین پال

تعارف: مولوی سراج الدین پال (۱۸۹۳ء - ۱۱ر اپریل ۱۹۷۶ء) امرتسر میں پیدا ہوئے، والد ایک دیندار آدمی تھے، میونسپل پرائمری سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر ایم اے او ہائی سکول امرتسر میں داخل ہو گئے، ساتھ ساتھ مکتب میں بھی پڑھتے رہے، مولوی سراج الدین نے اس مکتب کے صدر مدرس اور جید عالم دین مفتی غلام مصطفیٰ سے عربی زبان اور علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کی، میٹرک کے بعد خالصہ کالج امرتسر میں داخل ہو گئے جہاں سے بی اے کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا، ایف اے اور بی اے میں عربی ان کا اختیاری مضمون تھا، بی اے کے بعد اخبار وکیل سے وابستہ ہو گئے کچھ عرصہ اس کے مدیر بھی رہے، انہوں نے وکیل میں اسرار خودی کی حمایت میں چند مضامین بھی لکھے، اسی زمانہ میں ان کی اقبال سے خط و کتابت شروع ہوئی، چند ایک کے سوا اکثر مکاتیب ہجرت کے دوران ضائع ہو گئے، ۱۹۲۰ء میں مولوی سراج الدین لاہور آ گئے اور اورینٹل کالج میں عربی کے ایم اے میں داخلہ لیا، اسی دوران انہوں نے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے، ایم اے عربی میں صوبہ بھر میں دوم رہے، اوّل درجہ علامہ عبدالعزیز میمن نے حاصل کیا تھا، ایم اے کرنے کے بعد وہ جز وقتی طور پر اورینٹل کالج میں لیکچرار مقرر ہو گئے تھے، علامہ اقبال کے مشورہ پر انہوں نے لاء کالج سے وکالت کا امتحان پاس کیا اور وکالت کرنے لگے، مولوی صاحب نظریاتی طور پر مسلم لیگ کے حامی تھے اور اس کے سرگرم کارکن تھے، علاوہ ازیں انجمن اسلامیہ امرتسر اور انجمن حمایت اسلام لاہور سے وابستہ رہ کر بھی رفاہی کاموں میں حصہ لیتے رہے، اپنے زمانہ کے مشاہیر سے ان کے گہرے مراسم قائم تھے۔[3]

توضیحات:

آپ کے مضامین: مولوی سراج الدین کے وہ تین مضامین جو اسرار خودی کی حمایت میں شائع ہوئے تھے۔[4]

---

[1] ماخذ: علامہ اقبال، ص: ۳۴-۳۷ [2] یادگار مرحوم اقبال مرتبہ یعقوب توفیق میں اس مکتوب کی تاریخ ۱۵ر جولائی درج ہے۔

[3] یہ معلومات مولوی سراج الدین کے صاحبزادہ جناب جسٹس ذکی الدین پال نے راقم کی خصوصی درخواست پر مہیا کی ہیں جو لاہور ہائیکورٹ کے جج رہ چکے ہیں اور آجکل وکالت کر رہے ہیں۔

[4] دیکھئے مکتوب ۷۷

حدیث: اقبال نے بیان نبی اکرمؐ کی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے:

"جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔"

حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں: "مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّہْہُ فِی الدِّینِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللہُ عَزَّوَجَلَّ یُعطِی وَلَن تَزَالَ ھٰذِہِ الاُمَّۃُ قَائِمَۃً عَلٰی اَمرِ اللہِ لَا یَضُرُّھُم مَن خَالَفَھُم حَتّٰی یَاتِیَ اَمرُ اللہِ"[1]

ترجمہ: اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور دیتا تو اللہ ہی ہے اور (یاد رکھو) یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی، جو شخص ان کا مخالف ہوگا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔

حافظ پر ایک طویل مضمون: اقبال کی خواہش تھی کہ خواجہ حافظ پر ایک مفصل مضمون میں خواجہ حافظ کے فنی اور فکری اثرات پر بحث کی جائے۔ ان کے خیال میں پہلی مرتبہ اس موضوع پر قلم اٹھانے کی [illegible]

حکیم سنائی: ابوالمجد مجدود بن آدم سنائی (۱۰۸۰ء - ۱۱۲۵ء تقریباً) دربار غزنوی کے ملازم اور قصیدہ گو شاعر تھے۔ بعد میں دربار سے قطع تعلق کر کے عرفان و سلوک کی راہ اختیار کی۔ ان کے دیوان میں تیس ہزار کے قریب اشعار ہیں۔ ان کی مثنویوں میں حدیقۃ الحقیقۃ، طریق التحقیق اور سیر العباد الی المعاد لائق ذکر ہیں۔ حضرت حدیقۃ الحقیقۃ فارسی کی عظیم مثنویوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد دس ہزار ہے[2]۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں حکیم سنائی کے اس نقطۂ نظر کو ہدف تنقید بنایا ہے کہ افلاس اعلیٰ درجے کی سعادت ہے حالانکہ اسلام افلاس کو برا کہتا ہے۔ بعد میں اقبال ان کے معتقد دکھائی دیتے ہیں اور انہوں نے نظم و نثر میں حکیم سنائی سے عقیدت کا اظہار کیا ہے[3] اور ان کی پیروی کی ہے[4]۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب العلم

۲۔ شعر العجم، اقبال، ص: ۲۱۶ - ۲۲۸۔ ادبیات فارسی، ص: ۲۲۲۔ کارنامۂ سخنوران ایران، ص: ۱۲۰

۳۔ اقبال اور فارسی شعراء، ص: ۶۶ - ۶۷

۴۔ کتاب مذکور، ص: ۶۷ - ۷۰

اشعار : غازی ز پے شہادت اندر تگ و پوست   غافل کہ شہید عشق فاضل تر از اوست

در روز قیامت این بدو کے ماند   این کشتۂ دشمن است و آں کشتۂ دوست

یہ اشعار حکیم سنائی[1]، شیخ سعدی شیرازی (وفات، ۱۲۹۱ء)[2] اور ابوسعید ابوالخیر (وفات، ۱۰۴۸ء) سے منسوب کیے جاتے ہیں[3]، ڈاکٹر رضا زادہ شفق نے ان کو موخر الذکر کی تخلیق قرار دیا ہے لیکن ان کے نقل شدہ اشعار میں لفظی تبدیلیاں نظر آتی ہیں ۔ مذکورہ اشعار کی صورت یوں ہو گئی ہے :

غازی بہرہ شہادت اندر تگ و پوست   غافل کہ شہید عشق فاضل تر از اوست

در روز قیامت این بداں کے ماند   کیں کشتۂ دشمن است و آں کشتۂ دوست[3]

یہاں متن مولانا شبلی نعمانی نے شعر العجم میں اختیار کیا ہے۔

اقبال نے مکتوب میں یہ رباعی نقل کر کے یہ واضح کیا ہے کہ شعرائے عجم نے نہایت خوبصورت طریقے سے اسلامی جہاد کی تردید کی ہے ۔

---

1. تاریخ تصوف، ص: ۱۱۲
2. شعر العجم، پنجم، ص: ۱۳۰
3. رضا زادہ شفق، ڈاکٹر، تاریخ ادبیات ایران، چاپخانہ دانش، ۱۳۲۱ ھ ش، ص: ۱۱۷

مکتوب نمبر: ۷۹ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: سید فصیح اللہ کاظمی

تعارف:

سید فصیح اللہ کاظمی الہ آباد کے رہنے والے تھے۔ شعر و شاعری سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ رسالہ "پیامِ امید" ان کی تصنیف ہے۔ اقبال سے عقیدت رکھتے تھے۔ وہ اقبال اور ان کی مثنوی "اسرارِ خودی" کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ ان کے نام اقبال کے جو چند مکاتیب ملے ہیں ان میں زیادہ تر مثنوی "اسرارِ خودی" پر چھڑی ہوئی بحث کا ذکر ملتا ہے۔

توضیحات:

رسالہ عدم ہوش بیخودی: یہ رسالہ صوفی عبداللہ نے تصنیف کیا تھا۔ اس میں انہوں نے اقبال کو اس لیے ہدفِ تنقید بنایا تھا کہ اقبال نے حافظ پر تنقید کی تھی۔ اقبال کے زیرِ نظر مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ سید فصیح اللہ نے یہ رسالہ دیکھ کر اقبال سے دریافت کیا تھا کہ انہوں نے حافظ پر کس کتاب میں تنقید کی ہے؟ اس کے جواب میں اقبال نے ان اشعار کی طرف اشارہ کیا ہے جو اسرارِ خودی کے پہلے ایڈیشن (۱۹۱۵ء) میں شائع ہوئے تھے[2]۔ اقبال صوفی عبداللہ کے مذکورہ رسالہ کو دیکھنے کے خواہشمند تھے تاکہ وہ اس میں مندرج دلائل کا جائزہ لے سکیں۔

تصوفِ وجودی: اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں تصوفِ وجودی کو اسلامی تعلیم کے خلاف قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ انہوں نے اس بات کی وضاحت ("وکیل" امرتسر میں شائع ہونے والے) اپنے مضامین میں کر دی ہے[3]۔

---

[1] ماخذ: خطوط، ص: ۱۲۷ - ۱۲۸۔ یہ مکتوب قبل ازیں اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا تھا۔

[2] اشعار کے لیے دیکھیے سرودِ رفتہ، ص: ۷۰ - ۷۲

[3] دیکھیے مکتوب ۶۳

مکتوب نمبر: ۸۰ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۷ر جولائی ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: سید فصیح اللہ کاظمی [2]

توضیحات:

میں نے ان دونوں پر حاشیے ... : دونوں رسالے یعنی 'پیامِ امید' اور صوفی عبداللہ کا رسالہ 'مدہوشی بیخودی' جس کا ذکر ۱۰ر جولائی ۱۹۱۶ء کے مکتوب بنام سید فصیح اللہ کاظمی میں ہوا ہے[3] اقبال نے ان دونوں پر ضروری اشارات لکھ دیے تھے تاکہ اگر کاظمی صاحب اس موضوع پر کچھ لکھنا چاہیں تو ان کی مدد سے مضمون لکھ سکیں اور حوالوں اور سندوں کی تلاش کی زحمت سے بچ جائیں۔

تصوف کے متعلق ... : دکن میں شائع ہونے والے مضامین کے علاوہ تاریخِ تصوف کی طرف اشارہ ہے جس کی تکمیل کی نوبت نہیں آئی[4] اقبال زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں کہ 'میرے نزدیک حافظ کی شاعری نے بالخصوص اور عجمی شاعری نے بالعموم مسلمانوں کی سیرت اور عام زندگی پر نہایت مذموم اثر کیا ہے، اسی واسطے میں نے ان کے خلاف لکھا ہے۔ مجھے امید تھی کہ لوگ مخالفت کریں گے اور گالیاں دیں گے لیکن میرا ایمان گوارا نہیں کرتا کہ حق بات نہ کہوں۔ شاعری میرے لیے ذریعہ معاش نہیں کہ میں لوگوں کے اعتراضات سے ڈروں، آخر میں انسان ہوں اور مجھ سے غلطی ممکن کیا یقینی ہے، نہ ہمہ دانی کا دعویٰ ہے نہ زبان دانی کا۔'

---

[1] ماخذ: خطوط، ص: ۱۲۸ - ۱۲۹۔ اس سے پہلے یہ مکتوب اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔

[2] تعارف، مکتوب: ۷۹

[3] حوالہ مذکور

[4] دیکھیے مکتوب: ۶۳، ۶۵

مکتوب نمبر: ۸۱ ؎۱

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲ر جولائی ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: سراج الدین پال ؎۲

متن کی درستی:

مکتوب میں "تیمور رخاندان" لکھا گیا ہے جو "تیموری خاندان" ہونا چاہیے۔ نقل و کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

توضیحات:

لطائف غیبی: کتاب کا نام لطائف غیبی نہیں اور جس کے مصنف کا نام مرزا محمد دارابی ہے۔ کتاب کا اصل نام ہے "لطیفۂ غیبی حاوی توضیح اشعار مشکلۂ حضرت خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی بضمیمہ بیان اصطلاحات اہل عرفان" اور مصنف کا نام ہے "مولیٰ شاہ محمد ابن محمد دارابی" جو شیراز کے علماء و فضلاء میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا ایک رسالہ معراج الکمال بھی ہے جو [illegible] کے موضوع پر ہے۔ "لطیفۂ غیبی" پہلی مرتبہ ۱۳۰۴ھ ق میں تہران سے اور دوسری مرتبہ ۱۳۱۹ھ ش میں شیراز سے شائع ہوئی تھی۔ راقم نے جو نسخہ دیکھا ہے اس پر سن طباعت نہیں ہے اور یہ ۱۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ علامہ اقبال کے زیر نظر مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کا ایک مطبوعہ نسخہ انگلستان میں دیکھا تھا۔ اس کتاب کے نام کے بارے میں دیگر محققین کو بھی مغالطہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد اکرم نے اس کا نام لطیفۂ غیبیہ اور مصنف کا نام محمد دارابی لکھا ہے؎۳ دوسری جگہ "محسن دارابی" نام لکھا ہے؎۴ انہوں نے اس کتاب کے ہندوستان میں چھپنے کا ذکر بھی کیا ہے لیکن غیر واضح انداز میں؎۵ براؤن نے اس کتاب کا نام "لطیفۂ غیبیہ" لکھا ہے؎۶۔

؎۱ ماخذ: علماء، اوّل، ص: ۳۸-۴۰ ؎۲ تعارف، مکتوب: ۸۱ ؎۳ دیوان حافظ، ص: مو

؎۴ کتاب مذکور (پیش گفتار) ص: ۹ ؎۵ وہی کتاب مذکور، ص: سو

؎۶ A Literary History of Persia Vol. III, P. 300

پروفیسر براؤن : (E.G. BROWNE ۱۸۶۲ء - ۱۹۲۶ء) ، معروف انگریز مستشرق ، ایران اور فارسی زبان و ادب کا محقق ، اس کی شہرہ آفاق کتاب "A LITERARY HISTORY OF PERSIA" چار ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔[1] براؤن نے اس کتاب کی چوتھی جلد میں اقبال کے تحقیقی مقالہ 'فلسفۂ عجم' سے استفادہ کیا ہے اور باب ۹ میں دو جگہ اس کا حوالہ دیا ہے۔[2] اقبال براؤن کی علمی تحقیقات کے معترف تھے ، اس کی وفات پر انہوں نے قطعہ تاریخ بھی کہا تھا۔[3] جہاں تک خواجہ حافظ کی شخصیت و شاعری پر تبصرے کا تعلق ہے ، براؤن نے زیادہ تر مولانا شبلی نعمانی (وفات ۱۹۱۴ء) کی آراء پر انحصار کیا ہے اور اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔[4]

کلارک نے جو انگریزی ترجمہ حافظ کا کیا ہے : H.W.V. CLARKE نے انگریزی میں دیوان حافظ کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور شروع میں مبسوط مقدمہ بھی لکھا جس میں حافظ کے سوانح اور کلام پر تبصرہ بھی شامل ہے ، تصوف پر بھی بحث کی گئی ہے ، کلام کے ترجمے کے ساتھ ساتھ حواشی و تشریحات بھی درج کی گئی ہیں ، یہ ترجمہ گورنمنٹ آف انڈیا سنٹرل آفس کلکتہ سے ۱۸۹۱ء میں تین جلدوں میں شائع ہوا ، پہلی دو جلدیں تو ترجمۂ دیوان حافظ پر مشتمل ہیں جبکہ تیسری جلد شیخ شہاب الدین سہروردی (وفات ۱۲۳۴ء) کی تصنیف 'عوارف المعارف' کے انگریزی ترجمہ پر مشتمل ہے ، یہ ترجمہ کتاب کے فارسی ترجمہ پر مبنی ہے جو محمود بن علی الکاشانی نے کیا تھا۔[5] اقبال نے کلارک ترجمہ دیوان حافظ کے مقدمہ کے حوالے سے حافظ کے چچا سعدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "کتاب کے پڑھنے والوں پر دیوانگی اور لعنت نازل ہوگی"۔ یہ واقعہ لکھ کر مصنف حاشیہ میں یہ نوٹ دیتا ہے کہ قسطنطنیہ کے شیروں کا اب تک

---

[1] Britannica, Vol. 4, PP. 267-268

[2] A Literary History of Persia, Vol. IV, PP. 430-431

[3] باقیات ، سوم ، ص : ۹۳

[4] A Literary History of Persia, Vol. III, P. 273

[5] ماہیار نوابی ، دکتر ، کتابشناسی ایران ، انتشارات بنیاد فرہنگ ایران ، ۱۳۵۰ هش ، ج ۲ ، ص : ۲۲۳

○ اردو دائرہ (ج ۷ ، ص ۶۵۱) میں مقالہ نگار نے اس ترجمہ کی تین جلدوں کا ذکر کیا ہے جبکہ دیوان کا ترجمہ صرف دو جلدوں میں ہے۔

یہ عقیدہ ہے کہ حافظ کا کلام پڑھنے والوں پر بالآخر جنون کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔" حافظ کے زیر اثر مسلمانوں میں تقدیر پرستی کے رجحان کو بھی تقویت ملی اس لیے اقبال نے سراج الدین پال کو اس امر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دیوان حافظ سے فال نکالنے کے طریقے کے متعلق علماء نے مفید باتیں لکھی ہیں۔

مولانا شبلی کی شعر العجم ملاحظہ کیجیے: شعر العجم مولانا شبلی نعمانی کا علمی و تنقیدی کارنامہ ہے۔ یہ فارسی شعراء کا تذکرہ اور فارسی شاعری کے عہد بہ عہد ارتقاء کا جائزہ ہے۔ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ چار جلدیں شبلی کی زندگی میں اور پانچویں ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی تھی۔[1] شعر العجم کے حصہ دوم میں شبلی نے خواجہ حافظ کی شخصیت، سوانح اور کلام پر تبصرہ کیا ہے اور ان کی طبیعت کی آزادی کا ذکر کیا ہے۔[2]

آتشکدۂ آذر: فارسی شعراء کا معروف تذکرہ ہے۔ لطف علی بیگ آذر بیگدلی (وفات، ۱۷۸۰ء) کی تالیف ہے۔ اس میں بارہویں صدی ہجری تک کے ہندوستانی و ایرانی شعراء کے حالات اور ان کا منتخب کلام دیا گیا ہے۔ اس کے حصہ اول کو ڈاکٹر سید سادات ناصری نے مرتب کر کے تین جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں موصوف آتشکدۂ آذر کے حوالے سے حافظ اور تیمور کی ملاقات اور "بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را" والے واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ تاریخی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ تیمور نے شیراز ۱۳۹۲ء میں فتح کیا تھا جبکہ حافظ اس سے چار سال قبل ۱۳۸۸ء میں وفات پا چکے تھے۔ آتشکدہ کے مؤلف نے اس بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"در وقت ورود تیمور گورگان بشیراز و قتل شاہ منصور خواجہ در حیات بودہ، خواجہ را احضار و گفت ما آنکہ من اکثر ربع مسکون را بضرب شمشیر مسخر کردہ ام تو سمرقند و بخارا را کہ مولد و وطن مألوف منست بہندوی خال بخشیدہ، خواجہ بدیہہ فرمود کہ از ہمین غلط بخشیہاست کہ باین فقر و مسکنت میگذرانم، امیر را خوش آمد اورا بنوازشات خسروانی دریافتہ"[3]

۱۔ اردو دائرہ، ص: ۶۵۱ ۲۔ شعر العجم، ج ۲، ص: ۲۲۰-۳۱۰

۳۔ آذر بیگدلی، لطف علی بیگ، آتشکدۂ آذر (تعلیقات: سید جعفر شہیدی) تہران، انتشارات موسسہ نشر کتاب، س ن، ص ۲۷۲

مولانا اسلم جیراجپوری (وفات ۱۹۵۵ء) نے حافظ و تیمور کی ملاقات کا واقعہ لکھنے کے بعد کہا ہے کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اس واقعہ کا انکار کیا گیا ہے اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ تیمور شیراز میں خواجہ کے انتقال کے کئی سال بعد گیا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تیمور دو مرتبہ شیراز میں آیا۔ پہلی مرتبہ ۷۸۹ھ میں جب خواجہ زندہ تھے اور دوسری مرتبہ ۷۹۵ھ میں جب وہ وفات پاچکے تھے۔[1]

جن لوگوں نے خواجہ حافظ اور امیر تیمور کی ملاقات کو تسلیم نہیں کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ قدیم تذکرہ نویسوں نے ملاقات کا زمانہ ۷۹۵ھ بمطابق ۱۳۹۲ء بتایا ہے اور حافظ کا انتقال ۷۹۱ھ (بمطابق ۱۳۸۸ء تا ۱۳۸۸ء) میں ہوا تھا اس لیے ملاقات کا کوئی امکان نہیں۔ یہ درست ہے کہ دولت شاہ نے ملاقات کا سن ۷۹۵ھ بمطابق ۱۳۹۲ء لکھا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ امیر تیمور ۷۸۹ھ۔ ۷۹۰ھ بمطابق ۱۳۸۷ء تا ۱۳۸۸ء شیراز ہی میں تھا۔ یہاں اس نے دو ماہ قیام کیا تھا۔ چونکہ وہ مفتوحہ ملکوں کے علماء و فضلا کی تالیف قلوب کرنے کا عادی تھا اس لیے غالب امکان یہی ہے کہ اس نے خواجہ حافظ ایسے مشہور و معروف شاعر سے ملاقات کی ہوگی۔ یہ ممکن ہے کہ ملاقات کا سن لکھنے میں دولت شاہ سے سہو ہو گیا ہو اور یہ ملاقات ۷۹۵ھ کی بجائے ۷۸۹ھ بمطابق ۱۳۸۷ء۔۱۳۸۸ء میں ہوئی ہو جبکہ تیمور فارس پر بلا مزاحمت قابض ہوا تھا۔[2]

---

[1] محمد اسلم جیراجپوری، مولانا، حیات حافظ، علی گڑھ، مطبع مفید عام، ۱۳۳۹ھ، ص: ۲۷-۲۸

[2] ادب نامۂ ایران، ص: ۵۶۵ - ۵۶۶

مکتوب نمبر: ۸۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۹ر جولائی ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: سراج الدین پال [2]

توضیحات:

تنزلات: تنزلات ستہ، وجودی صوفیہ کی رُو سے حق تعالیٰ عالم تنزیہہ سے عالم جسم و شہادت تک مختلف مراتب میں جلوہ گر ہے۔ اصطلاح میں ان مراتب کو حضرات، عالمین، مراتب اور تنزلات کہتے ہیں۔ ان مراتب یا تنزلات میں تقدم و تاخر اعتباری ہے زمانی نہیں۔ ان میں پہلا مرتبہ 'لا ظہور' کا ہے باقی مراتب کو پانچ یا چھ تجلیوں پر تقسیم کیا جاتا ہے ان میں پہلی تجلی کو حقیقت محمدی، نور محمدی یا وحدت کہا جاتا ہے اور آخری تجلی کو ناسوت اور مرتبہ انسانی وغیرہ کا نام دیا گیا ہے۔[3]

اقبال نے ایک صوفی مفسر قرآن کی کسی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ آیت خلق الارض والسموات فی ستۃ ایام میں ایام سے مراد تنزلات لی جاتی ہے یعنی فی ستۃ تنزلات۔ اقبال نے اس مفہوم کو مفسر مذکور کی طرف سے ناواقفیت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔[4]

کلارک کے ترجمہ حافظ کے لیے...: اقبال نے مکتوب ۱۴ر جنوری ۱۹۱۶ء میں کلارک کے انگریزی ترجمۂ حافظ کا ذکر کیا تھا۔[5] مکتوب الیہ یہ کتاب خریدنا چاہتے تھے لیکن اقبال نے اس قیمتی کتاب خریدنے سے منع کیا ہے اور اورینٹل کالج لاہور کی لائبریری میں اسے دیکھنے کا مشورہ دیا ہے۔[6]

---

1 ماخذ: عطاء اول، ص: ۵۴-۵۵ 2 تعارف مکتوب: ۷۸

3 تفصیل کے لیے دیکھیے محمد ذوقی، حضرت شاہ سید، سرِّ دلبراں، کراچی، محفل ذوقیہ، ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ، ص: ۳۱۰-۳۵۷
ابوالعلوم عبدالعلی، تنزلات ستہ، (ترجمہ حبیب اللہ غضنفر) اقبال ریویو، جولائی ۱۹۶۵ء، ص: ۳۳-۶۵

4 تنزلات ستہ کے بارے میں اقبال کے خیالات سے آگاہی کے لیے دیکھیے ان کا مضمون 'اسرار خودی اور تصوف' مشمولہ مقالات، دوم، ص: ۲۰۰-[illegible]

5 مکتوب: ۸۱ 6 اب یہ کتاب اورینٹل کالج کی لائبریری میں نہیں ملتی۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام : ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM ، اسے یورپ کے مستشرقین کی ایک بڑی جماعت نے ۳۱ سال (۱۹۰۸ء - ۱۹۳۸ء) کی لگاتار محنت سے مرتب کیا، اپنی خامیوں کے باوجود اسلام پر اس سے وسیع تر معلوماتی کتاب دنیا کی کسی زبان میں موجود نہ تھی، عربی، فارسی اور ترکی میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں، اردو میں اس پر مبنی اردو دائرۂ معارف اسلامیہ طبع ہو رہا ہے، اقبال انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کو وسیع خیال کرتے تھے۔[1]

خواجو کرمانی : ابوالعطا کمال الدین خواجو کرمانی (وفات ، ۱۳۵۲ء) ، فارسی کا عظیم شاعر، غزل میں سعدی شیرازی کا پیرو اور خواجہ حافظ کا پیش رو ، مثنوی میں نظامی گنجوی کا معتقد تھا، اس کا دیوان غزلیات و قصائد پر مشتمل ہے ہمای و ہمایوں ، گل و نوروز ، روضۃ الانوار ، کمال نامہ ، شاہنامہ اور گوہر نامہ اس کی مثنویاں ہیں۔[2]

سودی : محمد سودی (وفات ، ۱۵۹۱ء - ۱۵۹۲ء) ترک شاعر، ادیب ، مترجم اور معلم سودی نے گلستان ، بوستان ، مثنوی مولانا روم اور دیوان حافظ کی شرحیں لکھی ہیں ، سودی کی شرح حافظ قابل ذکر ہے ، اس نے شرح سے پہلے مختلف نسخوں سے دیوان حافظ کا متن تیار کیا جو لائپزگ سے شائع ہو چکا ہے۔[3]

علامہ مجلسی کی مجالس المومنین : "مجالس المومنین" علامہ مجلسی کی نہیں قاضی نور اللہ شوستری (وفات ، ۱۶۱۰ء) کی تصنیف ہے ، شوستری اکبر اعظم کے عہد میں ایران سے برصغیر میں آئے تھے اور اس کے حکم سے لاہور کے قاضی مقرر ہوئے، مجالس المومنین میں انہوں نے شیعہ علماء، فقہا ، صوفیہ اور سلاطین کا ذکر کیا ہے[4]، سید محمد بشیر نے اس کا ترجمہ مواعظ المومنین کے نام سے مطبع شمسی الہ آباد سے ۱۳۲۲ھ میں شائع کیا ہے۔

---

[1] علامہ روم ، ص: ۲۷۶ - ۲۷۷ [2] ادبیات فارسی ، ص: ۱۹۹ - ۲۰۰ ، کارنامہ بزرگان ایران ، ص: ۲۶۴ - ۲۶۵
ادب نامہ ایران ، ص: ۵۱۲ - ۵۱۸

[3] اکبر بہروز ، و دیگر ، (مرتب) ، شرح سودی بر بوستان ، تہران ، ۱۳۵۲ ھ ش ، ص : ۱۵
علی اکبر دہخدا ، لغت نامہ (زیر نظر ، دکتر محمد معین) شمارہ ، ۱۳۲ ، ص: ۷۰۷
Beale, P.388

[4] ادبیات فارسی ، ص: ۲۹۹ ، کارنامہ بزرگان ایران ، ص: ۳۱۶ - ۳۱۷
ادب نامہ ایران ، ص: ۲۲۸ - ۲۲۹

ملفوظات شاہ جہانگیر اشرف : شاہ جہانگیر اشرف یعنی شاہ اشرف جہانگیر سمنانی (وفات ۱۴۰۵ء)[1] حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مرید اور خلیفہ[2]، انہی کی ہدایت پر بنگال گئے اور شیخ علاء الحق کی بیعت کی، وصال کچھوچھا شریف میں ہوا[3]۔ ان کا ایک رسالہ اردو میں اخلاق و تصوف کے موضوع پر ہے جو ۱۳۰۸ھ میں تصنیف ہوا، اردو نثر میں اس سے پہلے کی کتاب کا پتہ نہیں چلتا۔ بشارت المریدین اور مکتوبات اشرفی بھی ان کی تصانیف ہیں۔ ان کے ملفوظات عرفانی حقائق کا خزانہ ہیں۔ ان ملفوظات کو نظام الدین یمنی الملقب بہ نظام حاجی غریب الیمنی نے "ملفوظات اشرفی در بیان لطائف صوفی" کے عنوان سے مرتب کیا۔ عرف عام میں اسے "لطائف اشرفی" کہا جاتا ہے۔ تصوف کے موضوع پر یہ کتاب قاموس کا درجہ رکھتی ہے[4]۔ شاہ اشرف جہانگیر خواجہ حافظ کے ہمعصر تھے اور انہوں نے ملفوظات میں حافظ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے کلام اور صوفیانہ مسلک کی توصیف کی ہے۔

مولانا اسلم جیراجپوری : (جنوری ۱۸۸۲ء - ۲۸ دسمبر ۱۹۵۵ء) موضع جیراجپور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سلامت اللہ تھا، جنہیں نواب صدیق حسن خان نے ریاست بھوپال میں صیغۂ تحقیقات کا مہتمم مقرر کیا تھا۔ اسلم کی تعلیم بھوپال میں ہوئی۔ ۱۹۰۳ء میں لاہور آئے اور پیسہ اخبار میں عربی مترجم کے طور پر کام کرتے رہے۔ ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ میں فارسی و عربی کے مدرس ہو گئے۔ یونیورسٹی بنی تو پروفیسر کا درجہ ملا۔ ترک موالات کے زمانہ میں جامعہ ملیہ کا قیام عمل میں آیا تو مولانا محمد علی جوہر (وفات ۱۹۳۰ء) کے اصرار پر جامعہ ملیہ میں چلے گئے، تاریخ کی تدریس پر مامور ہوئے۔ جامعہ کی دہلی منتقلی پر دہلی آ گئے اور آخر دم تک جامعہ ہی سے منسلک رہے۔

۱۔ حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، آگرہ، لکشمی نرائن اگروال، ۱۹۴۱ء، ص: ۱۹

۲۔ محمد ادیب قادری، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، کراچی، ادارۂ تصنیف و تالیف، ۱۹۶۳ء، ص: ۲۴۳-۲۷۷

۳۔ حامد حسن قادری، کتاب مذکورہ، ص: ۲۰

۴۔ صباح الدین عبد الرحمن، سید، بزم صوفیہ، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۴۹ء، ص: ۴۶۹

مولانا اسلم کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں الوراثۃ فی الاسلام (عربی)، سیرۃ عمرو بن العاص، تاریخ الامت (۸ جلد)، تاریخ نجد، حیات جامی، حیات حافظ، نقلیات اور نوادرات (مجموعہ مقالات) لائق ذکر ہیں۔[1]

مولانا اسلم اور اقبال کے درمیان مراسم کی ابتدا اسرار خودی (۱۹۱۵ء) کی اشاعت کے بعد قائم ہوئے، دونوں میں خط و کتابت رہتی تھی۔[2]

اقبال نے یہاں مولانا موصوف کی کتاب "حیات حافظ" کا ذکر کیا ہے جو ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے اور ۱۳۳۹ھ میں مطبع مفید عام علی گڑھ سے شائع ہوئی۔

عراقی: شیخ فخرالدین ابراہیم عراقی ہمدانی (وفات ۱۲۸۹ء)، فارسی کے نامور شاعر، عارف کامل۔[3] شیخ اکبر ابن عربی (وفات ۱۲۴۰ء) کی تالیف فصوص الحکم کے زیر اثر "لمعات" تصنیف کی جس کی شرح مولانا جامی (وفات ۱۴۹۲ء) نے "اشعۃ اللمعات" کے نام سے لکھی۔[4] اقبال کا خیال ہے کہ فارسی شاعری میں ابن عربی کی تعلیمات عراقی کی بدولت داخل ہوئی ہیں۔

فصوص الحکم: ابن عربی کی مشہور تصنیف، ۲۷ فصوص پر مشتمل ہے، اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں، شارحین میں صدرالدین قونوی، میر سید علی ہمدانی، رکن الدین شیرازی، خواجہ محمد پارسا اور شاہ نعمت اللہ قادری جیسی شخصیتوں کے نام شامل ہیں۔[5] حضرت مجدد الف ثانی "فصوص الحکم" کے نقاد تھے اور کہتے تھے ہمیں نصوص درکار ہیں نہ کہ فصوص یعنی قرآن و سنت کے ہوتے ہوئے فصوص الحکم ایسی کتابوں کی کیا ضرورت ہے؟ تاہم وہ ابن عربی کی عظمت اور خلوص کے معترف تھے۔[6] علامہ اقبال بھی اسی نقطۂ نظر کے مالک تھے۔

---

1. عبدالرزاق قریشی، مولانا حافظ اسلم جیراجپوری (مقالہ)، نوائے ادب بمبئی، جنوری ۱۹۵۶ء، ص: ۵۹-۶۰
2. اختر راہی، علامہ اقبال اور مولانا اسلم جیراجپوری (مقالہ)، مجلہ اقبال، ۱۹۷۵ء، ص: ۱۲۳-۱۲۱
3. ادبیات فارسی، ص: ۳۶۳، اقبال کے محبوب صوفیہ، ص: ۲۰۷-۲۱۶
4. فارسی ادب، ص: ۸۲، جامی، ص: ۳۶۸-۳۶۹، کارنامہ بزرگان ایران، ص: ۳۱۱-۳۱۲
5. احمد منزوی (مرتب)، فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی، ج ۲، ص: ۷۴۳-۷۷۲
احمد منزوی (مرتب)، فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی، ج ۳، ص: ۱۲۳۶-۱۲۷۵
6. رود کوثر، ص: ۲۶۶-۲۶۷

مکتوب نمبر: ۸۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۶ رجولائی ۱۹۱۶ء [2]

مکتوب الیہ: نامعلوم [3]

توضیح:

مشاہیر کشمیر: * منشی محمد الدین فوق (وفات: ۱۹۴۵ء) نے کشمیری میگزین، اپریل ۱۹۰۹ء میں اقبال کے حالات زندگی مع تصویر شائع کیے تھے[4] پھر مزید اضافوں کے ساتھ اپنی کتابوں "مشاہیر کشمیر" اور "تاریخ اقوام کشمیر" میں شامل کیے تھے[5] اقبال کے یہ حالات "نیرنگ خیال" (علامہ اقبال نمبر) ۱۹۳۲ء میں بعنوان "ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال مختصر سوانح حیات" شائع کیے گئے تھے[6]

۱۔ ماخذ: انوار، ص: ۶۲

۲۔ اس مکتوب کا عکس دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے خط پر سن انگریزی ہندسوں میں "16" تحریر کیا ہے اور تاریخ تحریر اردو میں "۲۶ رجولائی" لکھی ہے

۳۔ پروفیسر صابر کلوروی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ مکتوب منشی محمد دین فوق کے نام نہیں بلکہ ان کے ادارے کے کسی آدمی کے نام لکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ خط کے القاب اور اسلوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط فوق کے دفتر کے کسی آدمی یا مینیجر کے نام لکھا گیا ہے جس نے فوق کی ہدایت پر اقبال کو "مشاہیر کشمیر" بھیجی تھی۔ اقبال نے فوق کے نام مکاتیب میں انہیں "ڈیر فوق" کہہ کر پکارا ہے جبکہ اس مکتوب میں "مکرم بندہ" کے الفاظ کا استعمال مکتوب الیہ کے اجنبی ہونے کی چغلی کھاتا ہے، پھر اس خط میں مولوی محمد دین کے نام سلام لکھنے کو کہا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ فوق ان دنوں شہر سے باہر گئے ہوئے تھے

۴۔ دیکھیے مکتوب: ۵۰

۵۔ حوالہ سابقہ

۶۔ اقبال (نمبر ۲)، نیرنگ خیال، ص: ۱۷-۳۴

* "مشاہیر کشمیر" منشی محمد الدین فوق کی تصنیف ہے جس میں برصغیر کے ہندو اور مسلمان کشمیری مشاہیر کے حالات درج کیے گئے ہیں۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا جس میں سے کئی لوگوں کے حالات نکال دیے گئے اور کئی آدمیوں کے حالات شامل کر دیے گئے تھے۔ فوق اس کا تیسرا حصہ بھی شائع کرنا چاہتے تھے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

مکتوب نمبر: ۸۴ [1]
مقام تحریر: لاہور
تاریخ تحریر: ۳۱ راگست ۱۹۱۶ء
مکتوب الیہ: ضیاء الدین برنی [2]

متن کی درستی :

۱۔ مطبوعہ متن میں جملہ "امید ہے کہ" دراصل عکس میں "اُمید کہ" ہے
۲۔ " " "پیغام محبت کے جواب میں" دراصل "پیغام بیعت کے جواب میں" ہے
۳۔ " " "اس سے پہلے یہ طے..." دراصل "اس پہلے یہ طے" ہے
۴۔ " " "اس کا فائدہ کچھ نہ ہوگا..." عکس میں "اس کا فائدہ کچھ نہ ہوگا کہ..." ہے

۳ میں "اس" کے بعد اقبال سے "سے" چھوٹ گیا ہے اور ۴ میں "ہوگا" کے بعد اقبال سے "کہ" چھوٹ گیا ہے جو سہو قلم ہے۔

توضیحات :

مینارِ دل پہ... : اقبال کی ابتدائی دور کی ایک غزل کا شعر ہے جو مخزن، مئی ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی تھی، اصل شعر یوں ہے:

مینارِ دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ — یہ انتظار مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے [3]

غزل کا یہ شعر بانگ درا (۱۹۲۴ء) کی طباعت کے وقت حذف کر دیا گیا تھا [4]
برنی نے "مینارِ دل" کی ترکیب سے اندازہ لگایا تھا کہ اشارہ مرزا غلام احمد قادیانی (وفات: ۱۹۰۸ء) کی طرف ہے، اقبال نے لکھا ہے کہ اس غزل کا اس قصے سے کوئی تعلق نہیں ہے جو آپ نے سنا ہے

۱۔ ماخذ: انوار، ص: ۱۲۴-۱۲۵، مکتوب کا عکس ماہ نو، اپریل ۱۹۵۲ء میں چھپا ہے۔
۲۔ تعارف، مکتوب: ۷۴ ۳۔ محذوف اشعار کے لیے دیکھئے باقیات اسلم، ص: ۱۵۱
۴۔ غزل کے لیے دیکھئے کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۱۰۷-۱۰۸

مہدی و مسیح: اقبال زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں کہ مسیح و مہدی کے بارے میں جو احادیث ہیں ان کو علامہ ابنِ خلدون نے کمزور قرار دیا ہے۔ علامہ ابنِ خلدون نے ان احادیث پر مقدمہ کی فصل نمبر ۵۲ بعنوان "امام مہدی، ان کی نسبت لوگوں کے خیالات اور مہدویت کی اصل حقیقت" میں بحث کی ہے اور اس مضمون کی جملہ روایات کو احادیث کو ضعیف یا موضوع قرار دیا ہے۔[1]

اقبال کہتے ہیں کہ اس معاملے میں وہ ابنِ خلدون کے ہمنوا ہیں، تاہم وہ ذاتی طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ مسلمانوں میں کسی بڑی شخصیت کا ظہور ہوگا۔ اقبال نے چودھری محمد احسن کے نام مکتوب، ۷ اپریل ۱۹۳۲ء میں بھی لکھا ہے کہ مہدی، مسیحیت اور مجددیت کے متعلق جو احادیث ہیں ان کے نزدیک ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہیں۔[2]

پیغام بیعت کے جواب میں: اقبال کی یہ نظم "خط منظوم (پیغام بیعت کے جواب میں)" کے عنوان سے مخزن، مارچ ۱۹۰۲ء اور "پنجہ فولاد"، ۱۱ جون ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی۔[3] اس منظوم خط کے ابتدا میں چالیس شعر تھے، نظرِثانی میں ستائیس حذف کر دیے گئے "بانگِ درا" میں صرف تیرہ شامل ہوئے اور عنوان بھی بدل کر "عقل و دل" رکھ دیا گیا۔[4] اس نظم کو ہفت روزہ "الحکم" قادیان، نے اپنی ۱۰، ۱۷ اور ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں نقل کیا اور اسی پرچے میں میر حامد سیالکوٹی کی طرف سے منظوم جواب بھی شائع کیا گیا۔[5]

---

[1] مقدمہ، ص: ۳۴۲ - ۳۷۰

[2] جلد دوم، ص: ۲۳۱

[3] مکمل نظم ملاحظہ کیجیے: باقیات، سوم، ص: ۱۶۳ - ۱۶۶

[4] کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۱۰۱ - ۱۰۲

[5] دیکھیے محمد حنیف، اقبال کا تقدس میں، ص: ۲۳۷ - ۲۷۱

ماجد علی صاحب کی کتاب ... : ماجد علی سے مراد عبدالماجد دریابادی (وفات ۱۹۷۷ء) ہے جن کی کتاب کا نام ہے: 'THE PSYCHOLOGY OF LEADERSHIP' ، اس کا تفصیلی روپ اردو میں 'فلسفۂ اجتماع' کے نام سے انجمن ترقی اردو نے ۱۹۱۶ء میں شائع کیا۔ اس کتاب کے بعض مندرجات پر علماء نے کفر کے فتوے لگائے تھے۔[1] بعد میں مولانا نے یہ کتاب اپنی تصانیف کی فہرست سے خارج کر دی تھی۔ مکتوب الیہ نے اردو ترجمہ کا حوالہ دے کر انسان کی سیرت کی ناہمواری اور تغیر پذیری کے بارے میں مولانا ماجد کے خیالات کی وضاحت کی درخواست کی تھی۔ اقبال لکھتے ہیں کہ یہ کتاب ان کی نظر سے نہیں گزری اور نہ زیر بحث فقرہ کا مطلب پوری طرح ذہن میں آیا ہے کہ کچھ عرض کر سکیں۔

مولانا ماجد نے انسانی کردار کی تغیر پذیری کی بحث انگریزی کتاب کے باب اوّل میں کی ہے اور انسانی فطرت کو INCONSISTENT لکھا ہے۔[2] مولانا ماجد کا یہ خیال نیا نہیں البتہ اس کی وضاحت کے لیے انھوں نے بعض مثالیں برصغیر کے اکابر کی پیش کی تھیں۔

محمد علی صاحب کے شعر ... : مولانا محمد علی جوہر (وفات ۱۹۳۱ء) ان دنوں چھندواڑہ میں نظربند تھے۔ اس زمانہ میں ان کا ایک شغل مقدم اشغال کا سلسلہ بھی تھا[3] اور شعر و شاعری بھی۔ یہاں اقبال نے مولانا محمد علی کے ان اشعار کی طرف اشارہ کیا ہے جو انھوں نے چھندواڑہ سے ۱۶ اگست ۱۹۱۶ء کے مکتوب میں مولانا ماجد کو لکھ بھیجے تھے۔[4]

---

[1] عبدالماجد دریابادی، آپ بیتی، کراچی: مجلس نشریات اسلام، اکتوبر ۱۹۸۳ء، ص: ۲۷۷-۲۷۸؛ شخصیات نمبر (۱)، ص: ۲۵۹، ۲۶۴

[2] دیکھیے Abdul Majid, The Psychology of Leadership, London, T. Fisher & Unwin, 1915, pp. 13, 14

[3] رحیم بخش شاہین، مولانا محمد علی جوہر اور علامہ اقبال (مقالہ)، اقبال، اپریل ۱۹۷۹ء، ص: ۱۰

[4] رئیس الاحرار، ص: ۲۰۷-۲۰۹
مولانا محمد علی جوہر کی شاعری پر بحث کے لیے دیکھیے رحیم بخش شاہین، کلام جوہر (مقالہ)، قومی زبان، دسمبر ۱۹۷۸ء، ص: ۲۳-۴۱

مکتوب نمبر : ۸۵[1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۲ ستمبر ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ : مہاراجہ کشن پرشاد[2]

توضیح :

پس منظر : مہاراجہ نے اقبال کو ایک قابل آدمی کی تلاش میں مدد دینے کو کہا تھا جو تصنیف و تالیف کے کام میں ان کی مدد کر سکے ۔ اقبال نے مولانا عبداللہ العمادی (وفات ، ۱۹۴۷ء)[3] کی قابلیت کی توصیف کی اور مہاراجہ سے ان کی سفارش کی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کسی بنا پر اس سفارش پر عمل درآمد نہ ہو سکا ، مولانا عبداللہ العمادی حیدرآباد دکن گئے لیکن اقبال کی بجائے مولانا ظفر علی خان (وفات ، ۱۹۵۶ء) کی کوششوں سے اور دارالترجمہ کے رکن مقرر ہوئے ۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانہ میں انہوں نے رفیع علمی کام کیا۔[4]

---

۱ ماخذ ، صحیفہ اقبال نمبر ا ، ص: ۱۷۲

۲ تعارف ، مکتوب ، ۳۱

۳ دیکھئے مکتوب ، ۵۵ ۔

۴ دیکھئے علمائے پاک و ہند ، ص: ۲۷۹

مکتوب نمبر: ۸۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۱ر ستمبر ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

توضیحات:

عزم کشمیر: اقبال منشی سراج الدین احمد (وفات، ۱۹۲۰ء) میر منشی، ریذیڈنسی کشمیر کی دعوت پر اقبال جانا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں مولوی احمد دین وکیل (وفات، ۱۱ر اکتوبر ۱۹۲۹ء) اور چودھری شہاب الدین (وفات، ۱۹۴۹ء) کی رفاقت کے متوقع تھے لیکن اقبال کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔

میاں مبارک علی صاحب کا کتب خانہ: میاں مبارک علی جالندھر کے ایک معزز آدمی تھے، ان کے کتب خانہ میں اقبال اپنے ذوق کی کتابیں دیکھنا چاہتے تھے، اس کتب خانہ کا ذکر محمد نیاز الدین خان کے نام اقبال کے مکتوب، ۲۶ر مارچ ۱۹۱۶ء میں بھی آیا ہے [3] میاں صاحب کے اولاد نہ تھی، انہوں نے کسی عزیز کا لڑکا لے کر پالا تھا، یہ لڑکا مشن ہائی سکول جالندھر میں پڑھتا تھا اور محمد نیاز الدین خان کے لڑکے نفیس الدین احمد کا ہم جماعت تھا، اسی بنا پر زندگی بسر کرتا تھا، اسی سے کتب خانہ دیکھنے کی اجازت لی گئی تھی [4]

فضیلۃ الشیخین: کتاب کا اصل نام 'قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین' ہے نہ کہ 'فضیلۃ الشیخین'، یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (وفات، ۱۷۶۲ء) کی تصنیف ہے اور فارسی زبان میں ہے، اس میں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے روحانی و دینی مراتب کی خصوصیات فائقہ کو مدلل طور پر ثابت کیا ہے، انداز عقلی و نقلی ہے

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۵ [2] انوار، مکتوب، ۶۲

[3] مکتوب، ۷۱ [4] نفیس الدین احمد کا مکتوب، ۱۶ر دسمبر ۱۹۸۵ء

یہ کتاب ۱۳۱۰ھ میں مطبع مجتبائی، دہلی سے شائع ہوئی اور ۱۳۱۷ھ میں اس کا اردو ترجمہ دہلی سے شائع ہوا۔

امام غزالی: حجۃ الاسلام امام زین العابدین ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (۱۰۵۹ء - ۱۱۱۲ء) نامور مسلم متکلم، عالم دین اور صوفی، متعدد کتابوں کے مصنف، احیاء علوم الدین ان کا عظیم کارنامہ ہے، علاوہ ازیں مقاصد الفلاسفہ، تہافۃ الفلاسفہ، المنقذ من الضلال، اور نصیحۃ الملوک وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔[1]

اقبال نے زیر نظر مکتوب میں ان کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ وہ ہمہ اوست یا ہمہ از اوست کے قائل تھے نہایت مشکل ہے، وہ صوفی تھے اور دونوں طریقوں کی مشکلات کو خوب سمجھتے تھے۔

یہ درست ہے کہ ان کی کسی تصنیف میں اس موضوع پر بحث نہیں ملتی اور علامہ شبلی نعمانی (وفات: ۱۹۱۴ء) نے الغزالی میں اس طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

لاٹز: R.H. LOTZE (۱۸۱۷ء - ۱۸۸۱ء)، جرمن فلسفی، تین جلدوں میں شائع ہونے والی کتاب MIKROKOSMOS (۱۸۵۶ء - ۱۸۶۴ء) کا مصنف، اس نے میکانکی سائنس کو روحانی شائیت سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی، اس کے فلسفہ میں کائنات کی روحانی تعبیر ملتی ہے۔[2] اقبال نے اس خط میں لاٹز کو غزالی سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے: "لاٹز خدا کے سمیع و بصیر ہستی ہونے کا قائل ہے اور اس بات کا بھی قائل ہے کہ وہ ہستی ہر شے کی عین ہے، میرے نزدیک منطقی اعتبار سے کوئی آدمی ایک ہی وقت میں ان دونوں شقوں کا قائل نہیں ہو سکتا، اسی واسطے اس کی تعلیم یورپ میں مقبول نہ ہو سکی گو اس میں وحدت الشہود اور وحدت الوجود دونوں کی طرف میلان رکھنے والی طبائع کے لیے سرمایۂ تسکین تھی۔"

---

[1] جلال ہمائی، غزالی نامہ (ترجمہ سید ابوالحسنات)، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، اگست ۱۹۶۳ء؛ شبلی نعمانی، الغزالی، لاہور، دانش گاہ اسلام، سن ندارد، ص: ۵ - ۲۹

[2] Britanica, vol. 14, pp. 406-407

میرا مذہب: اس مکتوب میں اقبال شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام غزالی اور کانٹ کے افکار کے حوالے سے ہمہ اوست اور ہمہ از اوست پر بحث کرتے ہوئے اپنے نقطۂ نظر کا یوں اظہار کرتے ہیں "مگر میرا مذہب تو یہ ہے کہ یہ سارے مباحث مذہب کا مفہوم غلط سمجھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ مذہب کا مقصود عمل ہے نہ کہ انسان کے عقلی و وجدانی تقاضوں کو پورا کرنا"۔ اس سلسلے میں انہوں نے قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت بھی درج کی ہے:

وما أوتيتم من العلم إلا قليلاً (ترجمہ) اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے[1]

اقبال نے لکھا ہے کہ اگر ہندو فلسفیوں اور رشیوں نے یہ خیال کیا تھا کہ مذہب کا مقصود عقلی تقاضوں کو پورا کرنا ہے تو بھی اس زمانے میں اس خیال کو نظر انداز کر کے عمل ہی کو ترجیح دینا چاہیے اس وقت وہی قوم محفوظ رہے گی جو اپنی عملی روایت پر قائم رہ سکے گی۔

شعر: اس دور میں سب مٹ جائیں گے ہاں باقی وہ رہ جائے گا
جو اپنی راہ پہ قائم ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے

یہ شعر بانگ درا (۱۹۲۴ء) کے حصہ "ظریفانہ" کے ایک قطعہ کا ہے[2] اور اقبال نے مذکورہ بحث کے حوالے سے درج کیا ہے۔

---

۱ قرآن مجید، الاسراء: ۸۵ (سورۃ الاسراء کا دوسرا نام سورۃ بنی اسرائیل بھی ہے)

۲ کلیات اقبال، اردو، ص: ۲۸۵

مکتوب نمبر: ۸۷ [1]
مقام تحریر: لاہور
تاریخ تحریر: یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء [2]
مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [3]

متون کا اختلاف:

	شاد	عطا، دوم
۱-	بالتزام	بالالتزام
۲-	میری تنہائی کی کائنات...	میری تنہائی کُل کائنات...
۳-	... ان کی آنکھ کھولے	... ان کی آنکھیں کھولے

۱، ۳ میں 'عطا، دوم' کا متن درست لگتا ہے جبکہ ۲ میں 'شاد' والا متن قابلِ ترجیح ہے۔

توضیحات:

پس منظر: اقبال لاہور سے تقریباً ایک ماہ غیر حاضر رہے۔ مہاراجہ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ان کی اس غیر حاضری کا مقصد سیر و تفریح نہ تھا بلکہ تنہائی اور آرام تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ ایک گاؤں میں چلے گئے تھے جو لاہور کی طرح گرم تھا، گو کہ پُر فضا۔ پہاڑی مقام پر اس لیے نہیں گئے کہ یہ بات انہیں مناسب معلوم نہ ہوتی کہ خود تو پہاڑی مقام پر آرام کریں اور اہل و عیال کو لاہور کی گرمی میں چھوڑ جائیں۔

مثنوی اسرار خودی کے حصہ دوم...: اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے 'رموزِ بیخودی' کا کچھ حصہ لاہور سے باہر ایک گاؤں میں لکھا تھا۔

ایک نظم کے خیالات...: 'رموزِ بیخودی' کے علاوہ اقبال نے اس گاؤں میں 'اقلیم خاموشاں' کے عنوان سے ایک اردو نظم کا خاکہ تیار کیا تھا، لیکن وہ مکمل نہ ہو سکی۔ اس نظم کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ مردہ قومیں دنیا میں کیا کرتی ہیں، ان کے حالات، خیالات اور جذبات کس قسم کے ہوتے ہیں!

---

[1] ماخذ: شاد، ص: ۳-۴؛ عطا، دوم، ص: ۱۷۳-۱۷۴

[2] شاد اور عطا، دوم میں مکتوب کی تاریخ تحریر یکم نومبر درج کی گئی ہے جبکہ شاد کے مکتوب ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء (ص: ۴-۶) میں اس کی تاریخ یکم اکتوبر درج کی گئی ہے۔ یوں بھی یہ بات عجیب ہے کہ شاد کے مرتب نے یکم نومبر کا مکتوب پہلے اور ۱۰ اکتوبر کا بعد میں درج کیا ہے۔

[3] تعارف مکتوب: ۳۱

مکتوب نمبر : ۸۸ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ : مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات :

راجہ نریندر پرشاد مرحوم و مغفور ... : مہاراجہ کے چھوٹے بھائی ، ۲۶ سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے ، اقبال نے ان کی تعزیت کرتے ہوئے انہیں "آنجہانی" لکھنے کی بجائے "مرحوم و مغفور" کے الفاظ سے یاد کیا ہے جو مسلمان متوفیان کے لیے استعمال ہوتے ہیں ۔

شعر : ہستی عالم میں ملنے کو جدا ہوتے ہیں ہم — عارضی فرقت کو دائم جان کر روتے ہیں ہم

اقبال کی نظم "فلسفۂ غم" کا ایک شعر ہے [3]

شعر : کبھی اس راہ سے شاید سواری تیری گزری ہے — کہ ہر ذرے میں نقش پا ترے توسن کے نکلے ہیں

اقبال کی غزل کا شعر ہے ، یہ غزل "الکاشف" سیالکوٹ ، اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی [4]

شعر : طالب دیدار محشر کا تمنائی ہوا — وہ سمجھتے ہیں کہ مجرم ناشکیبائی ہوا

اقبال کی غزل کا شعر ہے ، یہ غزل مخزن ، اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی [5]

علامہ عبدالعلی طہرانی : (۱۸۵۸ء – ۹ دسمبر ۱۹۲۲ء) ، مشہور شیعہ عالم ، جنہوں نے متعدد ملکوں کی سیاحت کی ، برصغیر کے مختلف شہروں کراچی اور لاہور وغیرہ میں رہا سہے ، کئی زبانیں جانتے تھے ، ایک جامع مجتہد الحال اور ایک صاحب جسمانی کے ثبوت پر اور ایک مقلد و معتقد ہیں ان کی یادگار رہیں [6] اقبال ان کے علمی کمالات سے متاثر تھے لیکن بعض لوگ تھے اس بات کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے [7]

علم جفر : غیب کا حال معلوم کرنے کا علم حساب کی بنیاد یونانیوں کے قدیم علم الاعداد پر ہے [8] یہ علم ... [illegible]

---

[1] ماخذ : شاد ، ص : ۶-۷ ، مکاتیب اقبال بنام شاد ، ص : ۱۲۵ – ۱۲۶ [2] تعارف ، مکتوب : ۳۱

[3] کلیات اقبال اردو ، ص : ۱۵۷ [4] باقیات اسلم ، ص : ۴۲۶

[5] کتب خانہ گوہر ، ص : ۳۹۳ باقیات میں "طالب دیدار" کی جگہ "عاشق دیدار" ہے

[6] لاہور ، ص : ۹۳۵ [7] غیاث الدین ، مسلک اقبال پر علامہ شیخ عبدالعلی الہروی کا اثر (مقالہ) ، معارف اسلام ، اپریل ۱۹۶۱ء

[8] تفصیل کے لیے دیکھیے اردو انسائیکلوپیڈیا ، ص : ۳۲۲ – ۳۲۳

[9] دفتر وزیر ... دائرہ ، علم الجفر (مقالہ) سیارہ ڈائجسٹ ، چودہ صدی نمبر ، ص : ۱۲۵

مکتوب نمبر: ۸۹ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: یکم نومبر ۱۹۱۶

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

تعارف: مولانا سید سلیمان ندوی (۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء - ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء) دیسنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے، والد کا نام حکیم سید ابوالحسن تھا، ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے بڑے بھائی حکیم سید ابو حبیب سے حاصل کی، پھر مدرسہ امدادیہ دربھنگہ، پھلواری میں پڑھتے رہے، ۱۹۰۱ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے جہاں مولانا شبلی نعمانی (وفات: ۱۹۱۴ء) سے فیض یاب ہوئے، ۱۹۰۶ء میں ندوۃ العلماء سے فارغ ہوئے اور ۱۹۰۷ء تا ۱۹۱۲ء یہیں معلم رہے، رسالہ "الندوہ" کے نائب مدیر مقرر ہوئے، بعد ازاں ۱۹۱۲ء میں مولانا ابوالکلام آزاد (وفات: ۱۹۵۸ء) کے اخبار "الہلال" کے ادارتی عملے میں شامل ہوئے، مولانا شبلی کی کوشش سے دکن کالج پونہ میں عربی و فارسی کے استاد ہوئے، ۱۹۱۴ء میں شبلی نے جانشین مقرر کیا، ان کی وفات کے بعد ان کے مجوزہ خاکہ کے مطابق دارالمصنفین اعظم گڑھ قائم کیا، ۱۹۱۶ء میں رسالہ "معارف" جاری کیا، علمی و ادبی مشاغل کے علاوہ برصغیر کے مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے حل میں بھی کوشاں رہے، ۱۹۲۰ء میں وفد خلافت میں شرکت کی، ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۵ء میں تحریک خلافت کے وفد حجاز کی قیادت کی، اکتوبر تا نومبر ۱۹۲۵ء میں مدراس میں سیرت نبوی پر خطبات دیے، ۱۹۳۳ء میں نادر شاہ کی دعوت پر افغانستان کی سیاحت کی، علامہ اقبال اور سر سید راس مسعود (وفات: ۱۹۳۷ء) بھی ان کے ہمراہ تھے، ۱۹۴۱ء میں علی گڑھ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی، ۱۲ جون ۱۹۵۰ء کو پاکستان تشریف لے گئے، تادم آخر اسلامی دستور کی تیاری اور دیگر علمی و دینی امور میں مصروف رہے۔

---

[1] ماخذ: عطاء اول، ص: ۷۶-۷۷، سید سلیمان ندوی کے نام اقبال کے کئی خطوط مکمل یا جزوی طور پر زیراکس کی صورت میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد "گوشۂ اقبال" میں محفوظ ہیں، یہ نقول میری درخواست پر جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ نے ارسال کی تھیں۔

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے: یوسف سلیم چشتی، "خراج عقیدت" (مقالہ)، ماہنامہ "ریاض" کراچی، مارچ ۱۹۵۴ء، ص: ۸۱-۸۶
علامہ محمد ابراہیم، "علامہ سید سلیمان ندوی اور پاکستان کے تین سال" (مقالہ)، "ریاض" اشاعت مذکور، ص: ۱۳۲-۱۴۸
مسعود عالم ندوی، "سید سلیمان ندوی مرحوم" (مقالہ)، "چراغ راہ" کراچی، مارچ ۱۹۵۴ء، ص: ۷-۱۱

سید سلیمان ندوی ایک ہمہ گیر شخصیت تھے ۔ وہ بیک وقت سیرت نگار، سوانح نگار، مورخ، نقاد، محقق، شاعر، ادیب، صحافی، ماہر لسانیات، خطیب، معلم، محدث اور مفسر قرآن تھے ان کی تصانیف اور مقالات کا بنیادی موضوع اسلامی تہذیب و ثقافت تھا۔

ان کی اہم ترین تصنیف سیرۃ النبی ہے جس کا منصوبہ مولانا شبلی نعمانی نے بنایا تھا، لیکن وہ اس کی ابتدائی دو جلدیں لکھ پائے تھے۔ سید سلیمان ندوی نے نہ صرف ان کو مرتب کیا بلکہ باقی چار جلدیں بھی لکھیں ان کی زندگی میں چھ جلدیں شائع ہو چکی تھیں۔ ساتویں جلد کا کچھ حصہ لکھ چکے تھے لیکن تکمیل سے پیشتر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب یہ جلد سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے تیار کر کے ۱۹۸۰ء میں شائع کر دی ہے۔ علاوہ ازیں ان کی تصانیف میں خطبات مدراس، سیرت عائشہؓ، رحمت عالمؐ، اہل السنۃ والجماعۃ، حیات امام مالکؒ، عمر خیام، حیات شبلی، ارض القرآن (دو جلد)، عرب و ہند کے تعلقات، عربوں کی جہاز رانی، سیر افغانستان، یاد رفتگاں، برید فرنگ اور نقوش سلیمانی لائق ذکر ہیں[1]

علامہ اقبال کو ابتداء ہی سے سید سلیمان ندوی سے تعلق رہا تھا، اس کا اندازہ دونوں کی خط و کتابت اور کلام اقبال کے مجموعوں پر مولانا ندوی کے تبصروں سے لگایا جا سکتا ہے[2]

---

[1] مکمل فہرست تصانیف کے لئے دیکھئے:

عبدالرشید عراقی، "سید سلیمان ندوی اور ان کی علمی و ملی خدمات (مقالہ)" فاران، نومبر ۱۹۸۴ء، ص: ۵۱-۵۹

اختر علی ڈار، "اسلامی تہذیب کے مطالعوں میں سید سلیمان ندوی کا کردار (مقالہ)" المعارف، جولائی-اگست ۱۹۸۵ء
ص: ۸۱-۹۵

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے:

اختر راہی، "اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں"، لاہور، بزم اقبال، مارچ ۱۹۷۸ء

سید صباح الدین عبدالرحمٰن، "اقبال اور سید سلیمان ندوی (مقالہ)"، اقبال کے ممدوح علماء، مرتبہ افضل حق قرشی، لاہور، مکتبہ محمودیہ، ۱۹۷۷ء، ص: ۴۹-۷۲

سنڈیکیٹ کے بعض ممبران... : پنجاب یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ کے بعض ارکان کی خواہش پر اقبال نے یکم نومبر ۱۹۱۶ء کے خط میں سید سلیمان ندوی سے اورینٹل کالج لاہور میں عربی پروفیسرشپ کے عہدے پر آنے کی درخواست کی تھی[1]۔ اقبال کی اپنی خواہش بھی یہی تھی ۔ اس طرح وہ سید صاحب سے استفادہ کرنا چاہتے تھے لیکن سلیمان ندوی نے اپنے مرحوم استاد علامہ شبلی نعمانی کی وصیت کی تعمیل میں دارالمصنفین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا ، بنابریں انھوں نے لاہور آنے سے انکار کر دیا ۔

دارالمصنفین : اس علمی ادارے کی تیاری مولانا شبلی نعمانی نے اپنی زندگی کے آخری دور میں رکھی تھی ، ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو ان کی وفات کے بعد سید سلیمان ندوی اس کے ناظم بنے اور آج کل مولانا سید صباح الدین عبدالرحمٰن اس کے ناظم ہیں[2]۔ اقبال بھی تازندگی اس کے رکن مجلس انتظامیہ رہے[3]۔

آپ کی غزل : یہ غزل پہلی بار ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ کے مشاعرے میں پڑھی گئی تھی ، اقبال نے اس کا یہ شعر بطور خاص بہت پسند کیا ہے :

ہزار بار مجھے لے گیا ہے مقتل میں — وہ ایک قطرۂ خوں جو رگ گلو میں ہے

اس غزل کا مطلع یوں ہے :

عجب طرح کا اک پیچ گفتگو میں ہے — مگر نہیں میں وہی بات ہے جو تو میں ہے[4]

---

[1] خطوط اقبال ، ص : ۷۵

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے سفینہ ، ص : ۴۳۳

[3] عبدالرشید عراقی ، سید سلیمان ندوی اور ان کی علمی و ملی خدمات (مقالہ) نوائے اسلام ، ص ، ۳۹

[4] ارمغان سلیمان بحوالہ اقبال ، سید سلیمان ندوی کی نظر میں ، ص ، ۱۲۴

مکتوب نمبر: ۹۰ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۶ر دسمبر ۱۹۱۶ء [2]

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [3]

ترضیحات:

حضور نظام: میر عثمان علی خان والی دکن (وفات: ۱۹۶۷ء) اقبال نے ان کے بمبئی جانے کی خبر اخبارات میں دیکھی تھی لیکن انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مہاراجہ بھی ان کے ہمراہ ہیں۔ اس لئے انہوں نے ۵ر دسمبر کو مہاراجہ کو ان کے حیدرآباد کے پتے پر خط لکھا تھا۔

دیار پیر سنجر: اشارہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری (وفات: ۱۲۳۵ء) کے مزار واقع اجمیر کی طرف ہے۔ اقبال نے حضرت اجمیری کو اسرار خودی (۱۹۱۵ء) میں بھی "پیر سنجر" کے لقب سے یاد کیا ہے [4]۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری سجستان (سیستان) میں پیدا ہوئے تھے۔ بعض لوگ انہیں سجزی کہتے تھے لہٰذا پیر سنجر کی بجائے پیر سجز کہنا مناسب ہے [5]۔

شعر: فرشتوں نے کانوں سے جس کو سنا تھا ۔ ہم آنکھوں سے وہ زیر و بم دیکھتے ہیں

مہاراجہ کا شعر ہے [6]۔ اقبال کہتے ہیں کہ یہ شعر ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔

شعر: دم طوف کرمک شمع نے یہ کہا کہ وہ اثر کہن ۔ نہ تری حکایت سوز میں نہ مری حدیث گداز میں

یہ شعر بانگ درا (۱۹۲۴ء) میں شامل ہے اور اقبال کی غزل کا ہے [7]۔

شعر: تا ز تیر از آرزو تاب ہم است ۔ نا امیدی زندگانی را سم است

یہ شعر اسرار خودی کی فصل "در معنی این کہ یاس و حزن و خوف ام الخبائث..." میں شامل ہے [8]۔

اشعار: اے کہ در زندان غم باشی اسیر ۔ از نبی تعلیم تحزن بگیر الخ

اقبال کے یہ اشعار مثنوی اسرار خودی کی مذکورہ بالا فصل میں شامل ہیں [9] اور اقبال نے یہاں مہاراجہ کو تسلی دینے کے لئے نقل کئے ہیں۔

---

[1] ماخذ: شاد، ص: ۱۲-۱۳، اقبالنامہ دوم، ص: ۱۲۶-۱۲۸ [2] مرتب شاد نے ۶ر دسمبر کو ۲ر دسمبر لکھا ہے (دیکھیے مکتوب ۹۱)

[3] تعارف، مکتوب، ۳۱ [4] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۵۱ [5] بزم صوفیہ، ص: ۳۵

[6] شاد، ص: ۱۲ [7] کلیات اقبال، اردو، ص: ۲۸۱ [8] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۹۷

[9] کتاب مذکور، ص: ۹۵

مکتوب نمبر: ۹۱ [۱]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۷ دسمبر ۱۹۱۶ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [۲]

توضیحات :

اِمسال لکھنؤ اور علی گڑھ میں بڑے جلسے ہیں : یہ اجلاس کانگریس اور مسلم لیگ میں مفاہمت کی اُس کوشش کی کڑی کی حیثیت رکھتے تھے جس کا آغاز ۱۹۱۵ء میں ہوا تھا۔ نیز مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس بھی انہی دنوں میاں محمد شفیع (وفات ۱۹۳۲ء) کی صدارت میں علی گڑھ میں منعقد ہو رہا تھا۔

اقبال نے ان جلسوں کا ذکر مہاراجہ کے نام اپنے مکتوب ۴/۵ دسمبر ۱۹۱۶ء میں بھی کیا تھا [۳] اور لکھا تھا کہ صاحبانِ قوم و سیاست تہیۂ سفر کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر مکتوب میں سردی کی وجہ سے اپنے سفر نہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

حیدرآباد میں طاعون : ۱۹۱۶ء کے آخری دو مہینوں میں حیدرآباد میں طاعون نے شدت اختیار کر لی تھی، اس بنا پر نظام حیدرآباد دکن نے بمبئی کا سفر اختیار کر لیا تھا اور مہاراجہ کو بھی بمبئی آنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ وہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۶ء کو حیدرآباد سے روانہ ہو کر ۲۹ دسمبر ۱۹۱۶ء کی رات کو بمبئی پہنچے اور زیرِ نظر مکتوب میں اقبال نے طاعون کی شدت پر تشویش کا اظہار کیا ہے [۴]

کشن پرشاد کو ذوالمنن کا ہم عدد کیا ہے : اس سے قبل مہاراجہ کے نام مکتوب ۱۹ جون ۱۹۱۵ء میں اقبال کشن پرشاد کو جمال کا ہم عدد بتا چکے تھے [۵] اس مکتوب میں ذوالمنن کو کشن پرشاد کا ہم عدد لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تینوں ناموں کے عدد (۸۷) برابر ہیں [۶]

---

[۱] ماخذ : شاد، ص: ۱۶-۱۷

[۲] انوار، مکتوب ۳۱

[۳] شاد، ص: ۱۰-۱۱۔ شاد میں اس مکتوب کی تاریخ ۴ دسمبر ۱۹۱۶ء لکھی گئی ہے جبکہ اقبال نے ۶ دسمبر کے مکتوب میں بتایا ہے کہ یہ مکتوب ایک دن قبل یعنی ۵ دسمبر کو لکھا تھا۔ اس لئے شاد میں اس کی تاریخ ۴ دسمبر غلط درج ہو گئی ہے یا پھر اقبال کو مغالطہ ہوا ہے۔ اس بنا پر یہاں اس مکتوب کی تاریخ تحریر ۴/۵ دسمبر لکھی گئی ہے۔ مولفِ شاد دسمبر کو ڈسمبر اور اگست کو اگسٹ لکھتے ہیں غالباً یہ حیدرآبادی انداز ہے۔ اقبال ایسا نہیں لکھتے تھے۔

[۴] شاد، ص: ۲۳

[۵] دیکھیے، مکتوب ۸۱

مکتوب نمبر : ۹۲ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۱۹ جنوری ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ : مولوی الف دین

تعارف : مولوی الف دین نفیس، کشمیر کی وائیں ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے پردادا عبداللہ ڈار اپنے فرزند گھرگال کے ہمراہ ۱۱۳۷ھ (۱۷۲۴ء) میں کشمیر سے ہجرت کر کے پنجاب آئے اور سیالکوٹ سے چار میل کے فاصلے پر موضع متھلانوالی میں آباد ہوئے۔ گھرگال کے فرزند کا نام فضل دین تھا اور ان کی اولاد سے مولوی الف دین ہوئے۔ انھوں نے عربی، فارسی اور انگریزی پڑھی اور پنجاب یونیورسٹی سے B.A. کر کے وکالت شروع کی۔ پہلے ڈسکہ اور پھر کیمبلپور (اٹک) میں وکالت کرتے رہے[3]۔ مسلمانوں کی تعلیمی و معاشرتی اصلاح کے کاموں میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ پنجاب پراونشل ایجوکیشنل کانفرنس کے رکن تھے[4] اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے اجلاسوں میں شریک ہوتے تھے[5]۔ ان کی ایک کتاب کے بارے میں اکبر الٰہ آبادی (وفات ۱۹۲۱ء) نے کہا تھا :

الف دین نے خوب لکھی کتاب — کہ بے دین نے پائی راہ صواب[6]

مثنوی اسرار خودی کے دوسرے حصے ... اقبال الف دین کو دیتے ہیں کہ رموز بیخودی کے تقریباً پانچ سو اشعار لکھے جا چکے ہیں۔

اشعار : سینہ ما چون سفال جام ماست — گردی روشن گِل اندام ماست — الخ

ہجرت کے مضمون پر یہ اکیس اشعار ترتیب اور بعض الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ 'رموز بیخودی' میں شامل ہیں[7]۔

---

1 عطاء اول، ص : ۲۱۲ - ۲۱۴ ، خط میں شامل اشعار کا عکس ص : ۲۱۲ کے مقابل دیا گیا ہے

2 مکتوب عبداللہ قریشی، ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء — 3 عطاء اوّل، ص : ب

4 دیکھیے انوار، ص : ۲۹۷ — 5 انجمن حمایت اسلام، ص : ۱۸۹

6 کلیات اکبر، سوم، ص : ۵۵ — 7 کلیات اقبال، فارسی، ص : ۱۱۳ - ۱۱۵
ان تبدیلیوں کی تفصیل عطاء دوم، ص : ۲۱۲ پر دی گئی ہے

مکتوب نمبر: ۹۳ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۷ فروری ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [۲]

توضیحات:

فقہ کا وہ مسئلہ ... : اقبال لکھتے ہیں کہ انہوں نے فقہ کا وہ مسئلہ نظم کیا ہے جس کی رو سے مسلمانوں پر اس دشمن پر حملہ کرنا حرام ہے جو صلح کی امید میں اپنے حصار رفیع گرا دے۔ اس مسئلے کی تفصیل اقبال نے رموز بیخودی (۱۹۱۸ء) کی فصل "در معنی اینکہ پختگی سیرت ملیہ از اتباع آئین الٰہی است" میں بیان کی ہے۔[۳] اس ضمن میں اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں جو آٹھ اشعار نقل کیے ہیں وہ بعض تبدیلیوں کے ساتھ رموز بیخودی کی مذکورہ فصل میں شامل کر لیے گئے۔[۴] جہاں تک واقعہ کا تعلق ہے یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (وفات: ۷۲۰ء) کے زمانے میں پیش آیا تھا۔ مشہور مسلم سپہ سالار قتیبہ بن مسلم باہلی (وفات: ۷۱۵ء) نے سمرقند پر قبضہ کیا تو اہل شہر نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں قتیبہ کی شکایت کے لیے وفد بھیجا جس نے بتایا کہ قتیبہ نے خلاف شرع شہر پر قبضہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے عامل کو تحقیق کا حکم دیا جس نے جمیع بن حاضر الباجی کو مقرر کیا۔ جمیع نے اس شرط پر مسلمانوں کے اخراج کا فیصلہ کیا کہ فریقین برابری کے ساتھ رہیں۔ سمرقند والے لڑنے پر آمادہ نہ ہوئے اور مسلمانوں کو شہر پر قابض رہنے دیا۔[۵]

مولوی اشرف علی: مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ (۱۸۶۳ء - ۱۹۴۳ء) مترجم و مفسر قرآن، عالم دین، مفتی اور صوفی، تھانہ بھون (مظفر نگر) میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے تکمیل تعلیم کے بعد کانپور کے دینی مدرسے میں مدرس رہے۔ زیارت حرمین کے موقع پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (وفات: ۱۸۹۹ء) سے روحانی فیض حاصل کیا۔ عمر بھر تھانہ بھون میں مقیم رہے۔ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ۱۲ جلدوں میں تفسیر بیان القرآن کے علاوہ احیاء السنن، التکشف، شرح مثنوی وغیرہ لائق ذکر ہیں۔[۶] مسئلہ وحدت الوجود پر ان کی بعض تصانیف یادگار ہیں۔ اقبال اس مسئلے میں ان کے معتقد تھے۔[۷]

---

۱ نیاز، ص: ۶-۷ ۲ انوار، مکتوب: ۶ ۳ کلیات اقبال فارسی، ص: ۱۲۷

۴ کتاب مذکور، ص: ۱۲۷ ۵ البلاذری، فتوح البلدان (اردو ترجمہ سید ابوالخیر مودودی) کراچی، نفیس اکیڈمی، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص: ۶۰۰-۶۰۱

۶ تفصیل کے لیے دیکھیے عبدالرحمن خان منشی، سیرت اشرف، لاہور، شیخ اکیڈمی، اول ۱۹۲۷ء، دوم ۱۹۲۹ء

۷ مقالات، دوم، ص: ۲۲۱

مکتوب نمبر: ۹۴[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲ر فروری ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی[2]

توضیحات:

درس از سیماب ...[3] : اقبال نے ۸ر فروری ۱۹۱۷ء کے مکتوب میں گرامی کو جو اشعار لکھ بھیجے تھے ان میں ایک شعر یہ تھا: از تن آسانی بیفسرد زندگی قوت از پیکار گیرد زندگی
اس شعر میں لفظ "پیکار" اقبال کو کھٹکتا تھا۔ مولانا گرامی نے مصرع ثانی کو یوں بنا دیا:

درس از سیماب گیرد زندگی

اقبال نے اس مصرعے کی تعریف کی لیکن اپنے مصرعے کی جگہ اسے موزوں خیال نہیں کیا کیونکہ اس سے مضمون ہی تبدیل ہو جاتا تھا۔ اقبال نے پہلے تو پورا شعر ہی بدل دیا اور پھر اسے ہی قلم زد کر دیا۔

حیدرآباد ہائی کورٹ میں ایک جج: سید ہاشم بلگرامی کے انتقال پر حیدرآباد ہائی کورٹ میں جج کی اسامی خالی ہو گئی تھی جس کے لیے اقبال کا نام بھی پیش کیا گیا تھا۔

پنجاب کے ایک اخبار نے...: میونسپل گزٹ لاہور کے مدیر منشی دین محمد نے اقبال کا نام تجویز کیا تھا اور اس مضمون کا خط مہاراجہ کشن پرشاد کی خدمت میں بھیجا تھا، انہوں نے ہر ممکن کوشش کی یقین دہانی کرائی، اقبال کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس پر مہاراجہ کا شکریہ ادا کیا۔

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۱۱۱-۱۱۲ [2] تعارف، مکتوب ۳۲۰

[3] گرامی، ص: ۱۱۰

مکتوب نمبر: ٩٥ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ١٩ر فروری ١٩١٧ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

حضرت حسینؓ کے واقعۂ شہادت . . . : الخ دنوں اقبال حضرت حسینؓ کے واقعۂ شہادت کا تاریخی مفہوم نظم کر رہے تھے۔ اس ضمن میں انہوں نے عقل و عشق پر چار شعر کہے تھے وہ بھی درج کر دیئے ہیں:

عقل سفاک است و او سفاک تر　　پاک تر چالاک تر بے باک تر　الخ

یہ چار اشعار معمولی ترمیم اور ایک شعر کے اضافے کے ساتھ رموزِ بیخودی کی فصل "در معنیِ حریتِ اسلامیہ و سرِ حادثۂ کربلا" میں درج ہیں۔ اضافہ شدہ شعر یہ ہے:

عشق صید از زورِ بازو افگند　　عقل مکار است و دامے می زند

ایک شعر پہلے اس طرح تھا:

عقل را سرمایہ از بیم و شک است　　عشق از عزم و یقین لاینفک است

اس کے دوسرے مصرع میں یہ تبدیلی کی گئی:

عشق را عزم و یقین لاینفک است [3]

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ١١٣ - ١١٤

[2] نقوش، مکتوب، ٢٣

[3] کلیاتِ اقبال، فارسی، ص، ١٠٩

مکتوب نمبر: ۹۶[۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد[۲]

توضیحات:

پس منظر: اخبارات میں اس طرح کی خبریں شائع ہو رہی تھیں کہ حیدرآباد دکن ہائی کورٹ کی ججی کے لیے چند نام نظام دکن کے زیر غور ہیں اور ان میں ایک نام اقبال کا بھی ہے۔ اقبال نے اس مناسبت سے اس مکتوب میں اپنے کوائف ارسال کیے ہیں تاکہ اگر مہاراجہ ضروری سمجھیں تو نظام دکن کی خدمت میں پیش کر دیں۔

علم الاقتصاد: اقبال کی اردو نثر میں کتاب جو ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی۔ اقبال نے اسے اس موضوع پر سب سے پہلی مستند کتاب قرار دیا ہے جبکہ پروفیسر الیاس برنی کے نام ۸ مارچ ۱۹۱۷ء کے مکتوب میں انھوں نے اپنی تصنیف "کتاب المعیشت" کو علم الاقتصاد پر پہلی کتاب قرار دیا ہے۔[۳] اصل صورت یہ ہے کہ "علم الاقتصاد" سے پہلے اس موضوع پر چھ کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔[۴]

فلسفہ ایران: اقبال کا تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی،[۵] انگریزی میں عنوان یہ ہے:

'THE DEVELOPMENT OF METAPHYSICS IN PERSIA'

جو ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا تھا۔ اردو ترجمہ میر حسن الدین نے "فلسفہ عجم" کے نام سے کیا ہے جو حیدرآباد دکن سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا۔

فقہ اسلام میں اس وقت ایک مفصل کتاب ...: اقبال انگریزی میں اسلام کے اصول فقہ پر ایک مبسوط کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انھوں نے مصر و شام سے ضروری کتابیں بھی منگوائی تھیں لیکن یہ کتاب لکھی نہ جا سکی۔[۶]

---

[۱] ماخذ: شاد، ص: ۴۴-۴۶ [۲] تعارف، مکتوب: ۳۱

[۳] عطا، اول، ص: ۲۰۹ [۴] تصانیف اقبال، ص: ۳۰۱-۳۱۲

[۵] مقالہ کے دو مختلف مطبوعہ متون کے لیے دیکھیے: سعید اختر درانی، اقبال یورپ میں، لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۴۳-۱۷۲، ۲۴۶-۲۹۸

[۶] دیکھیے: رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی مجوزہ تصانیف (مقالہ)، نقوش اقبال نمبر (۲)، ص: ۱۲۷-۱۵۶؛ رحیم بخش شاہین، کتب جو اقبال لکھنا چاہتے تھے (مقالہ)، علم کی دستک، مجلد ... مارچ ۱۹۸۸ء، اپریل - جون ۱۹۸۸ء

امام نسفی کی مبسوط ... سات جلدوں میں لکھی گئی تھی ۔ Beale نے اس نام کے دو عالموں کا ذکر کیا ہے (۱) ابوالبرکات عبداللہ بن احمد (وفات ، ۱۳۱۰ء) جو حافظ الدین النسفی کے نام سے معروف ہیں ، ان کی تصنیف کا نام "وافی" ہے ۔ جس کی شرح "کافی" کے نام سے کی گئی ہے ، ان کی ایک اور تصنیف "کنز الدقائق" ہے جو "وافی" پر مبنی ہے اور جس میں سوال و جواب کی صورت میں فقہ حنفی کی رو سے مسائل شرعیہ کی وضاحت کی گئی ہے ، اس کی متعدد شرحوں میں "بحر الرائق" کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی جو زین الدین بن نجیم المصری کی تالیف ہے[۱] (۲) نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی ، جن کی تصنیف "عقائد نسفی" ہے اس میں اصول عقائد پر بحث کی گئی ہے دینی تصانیف میں اس کو بہت اونچا مقام حاصل ہے ، اس کی شرح علامہ تفتازانی نے کی ہے[۲]

حقیقت یہ ہے کہ نسفی دو نہیں کئی ہوئے ہیں لیکن ان میں سے کسی کی تصانیف میں "المبسوط" کا تذکرہ نہیں ملتا ، جہاں اس نام کی کتابوں کا تعلق ہے ایسی کتابوں کی تعداد اٹھارہ (۱۸) ہے لیکن ان میں کوئی تصنیف کسی بھی نسفی کے قلم سے نہیں ہے[۳] البتہ ایک شرح کتاب "المبسوط" شمس الائمہ سرخسی کی ہے جو تیس (۳۰) جلدوں میں شائع ہو چکی ہے ، اس کا موضوع فقہ ہے اور یہ الحاکم الشہید ابو الفضل محمد بن احمد المروزی کی کتاب "المختصر الکافی" کی شرح ہے اور "المختصر الکافی" امام محمد شیبانیؒ (تلمیذ امام ابو حنیفہؒ) کی تصنیف "المبسوط" کا خلاصہ ہے جس میں انہوں نے تکرار کو حذف کر کے طالبان فقہ کے لئے سہولت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے[۴]

---

۱ Beale, pp. 293-294 ، مولف کو مغالطہ ہوا کہ یہ کتاب سوال و جواب کی صورت میں ہے یہ دینی مدارس میں درسی کتاب کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے ، اجمال کی وجہ عبارت مشکل ہے ، اس کی شرحوں میں "بحر الرائق" کے علاوہ "تبیین الحقائق" بھی مقبول ہے ، اس میں دلائل اور علت احکام سے بحث کی گئی ہے (محمد میاں صدیقی ، تدوین فقہ اسلامی کا سائنٹی فک انداز فکر ، غیر مطبوعہ مقالہ برائے نیشنل سائنس کونسل ، اسلام آباد ، باب ۱۳)

۲ کتاب مذکور ، ص : ۲۹۷

۳ حاجی خلیفہ ، کشف الظنون ، بغداد ، س ـ ن ، ج ۲ ، ص : ۱۵۸۰ - ۱۵۸۳

۴ طالب ہاشمی ، شمس الائمہ سرخسیؒ (مقالہ) ، المعارف ، جون ، ۱۹۸۷ء ، ص : ۲۴

مکتوب نمبر: ۹۷[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۹ اپریل ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: محمد امین زبیری

تعارف: مولوی محمد امین زبیری (۱۸۷۲ء – ۵ ستمبر ۱۹۵۸ء) قصبہ دوہ ضلع نینی تال میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولوی امانت حسین تھا۔ اردو، فارسی اور دینی تعلیم گھر پر حاصل کی، رام پور کے سرکاری اینگلو ورنیکلر سکول میں زیر تعلیم رہے، والد کی وفات پر تعلیم نامکمل چھوڑ کر تلاش معاش میں مصروف ہو گئے۔ ریاست گوالیار، چھوٹا گراہ، بارہ بنکی وغیرہ میں ملازمت کی، بمبئی میں روزنامہ مسلم ہیرالڈ کے کالم نگار رہے، حاجی رحمت اللہ حاجی داؤد سیٹھ کی لائبریری ملازمت اختیار کی، نواب محسن الملک نے انہیں ذاتی معاون بنایا، ان کی سفارش پر بدرالدین طیب جی کے اخبار "مراۃ الاخبار" بمبئی میں نائب مدیر مقرر ہو گئے۔ نواب محسن الملک کی سرپرستی میں اخبار "سفیر" نکالا، بھوپال میں سید عبدالعزیز وکیل کے معاون ہو گئے۔ والیٔ ریاست بھوپال سلطان جہاں بیگم کے ادبی معاون مقرر ہو گئے، ان کی زیر سرپرستی تعلیم نسواں کی غرض سے رسالہ "ظل السلطان" جاری کیا۔ ۱۹۳۱ء میں بھوپال سے پنشن پائی، علی گڑھ میں اقامت اختیار کی۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے اور وہیں فوت ہو گئے۔ امین زبیری نے مختلف موضوعات پر ۳۲ کتابیں تصنیف کیں، ان میں افتخار الملک (تذکرۂ حمید اللہ خان)، تذکرۂ وقار (وقار الملک) تذکرۂ محسن (محسن الملک)، پرنس آغا خان، ضیائے حیات (سوانح ڈاکٹر ضیاء الدین احمد)، سیاست ملیہ، تذکرۂ سرسید، خطوط شبلی اور ذکر شبلی ان کی مشہور تصانیف ہیں[2]۔ حال ہی میں ان کی ایک تصنیف "خدوخال اقبال" منظر عام پر آئی ہے جس میں انہوں نے علامہ اقبال کے کردار وغیرہ کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

۱۔ ماخذ: جلد اول، ص: ۲۵۲

۲۔ دیکھیے محمد امین زبیری، خدوخال اقبال، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص: ۳-۶، ۱۰-۱۳

توضیحات :

MODERN EUGENICS : صحت انسانی بچوں کی پیدائش کا علم

SUFFRAGETTE : سفر یجٹ عورتوں نے ... سے مراد وہ عورتیں ہیں جو عورتوں کے حق رائے دہی کی حامی ہیں ۔

RIGHTS OF WOMEN : اقبال کے خیال میں کسی خاتون کی تصنیف ، لیکن اس خاتون کا نام اور کتاب کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہو سکیں ۔ اقبال کے ذخیرۂ کتب میں ایک کتاب کا پتہ چلتا ہے جس کا نام 'THE SOUL OF WOMAN' ہے اور جو GUIA LOMBROSO کی تصنیف ہے ، یہ کتاب ۱۹۲۴ء میں لندن سے شائع ہوئی تھی[1]

J.S. MILL : جان سٹوارٹ مل (۱۸۰۶ء - ۱۸۷۳ء) انگریز منطقی ، ماہر معاشیات اور مصنف ، اس کی مشہور تصانیف یہ ہیں :

THE SYSTEM OF LOGIC (۱۸۴۳ء)

PRINCIPLES OF POLITICALECONOMY (۱۸۴۸ء)

ON LIBERTY (۱۸۵۹ء) اور UTILITARIANISM (۱۸۶۳ء)[2]

اقبال نے زیر نظر خط میں اس کے جس مقالہ کا حوالہ دیا ہے یہ اس نے HARRIET TAYLOR (۱۸۳۳ء میں) کے ساتھ مل کر لکھا تھا[3] اس میں ۱۹ ویں صدی کی مظلومیت نسواں کے خلاف احتجاج کیا گیا تھا - اس کا اردو ترجمہ معین الدین انصاری نے 'محکومیت نسواں' کے عنوان سے کیا جو ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا ۔

---

۱ Muhammad Siddiq, Descriptive Catalogue of Allama Iqbal's Personal Library, Lahore, Iqbal Academy, Oct. 1983, P. 69

۲ Britannica, Vol. 15, PP. 490-493

۳ A.A.E., Vol. 13, P. 425

مکتوب نمبر: ۹۸[۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۷/مئی ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی[۲]

توضیحات:

پس منظر: اخبار پنجاب میں اقبال کی غزل غلط سلط چھپ گئی تھی[۳]، مولانا گرامی نے بعض غلطیوں کی طرف توجہ دلائی تھی، اس پر اقبال نے وضاحت کی غرض سے یہ خط لکھا، اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال شعر کے اسرار و رموز پر کتنی گہری نظر رکھتے تھے اور اپنی تخلیقات کو مجموعہ میں شامل کرنے سے پیشتر کس کس پہلو سے ان کا جائزہ لیتے تھے۔

جلوۂ گل تر ہے ...: اقبال کا اصل شعر یوں ہے:

جلوۂ گل تر ہے رگ دام نمایاں بلبل   اس گلستاں میں ہے پوشیدہ کہاں دام ابھی[۴]

اقبال کہتے ہیں "پہلے مصرعے میں نمایاں پوشیدہ کے مقابل ہے جو دوسرے مصرعے میں ہے"

اقبال نے یہ شعر اور مندرجہ ذیل شعر 'بانگ درا' (۱۹۲۴ء) میں شامل نہیں کیا:

ہم کو لذت آزادیٔ پرواز کہاں   بے پری سے ہے نشیمن بھی مجھے دام ابھی[۵]

عشق فرمودۂ قاصد ...: پورا شعر یوں ہے:

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گام عمل   عقل سمجھی ہی نہیں معنیٔ پیغام ابھی

اقبال کہتے ہیں "خرام نہیں ہے، دوسرے مصرعے میں پیغام کا لفظ مقتضی ہے کہ پہلے مصرعے میں قاصد کا لفظ ہو۔"

---

۱ ماخذ: گرامی، ص: ۱۱۹ - ۱۲۰

۲ تعارف، مکتوب: ۲۲

۳ کلیات اقبال اردو، ص: ۲۷۸ - ۲۷۹

۴، ۵ سرود رفتہ، ص: ۱۵۸، باقیات، سوم، ص: ۲۲۹، باقیات میں "جلوۂ گل تر ہے" کی بجائے "جلوۂ گل کا ہے" درج کیا گیا ہے۔

اس شعر میں مولانا گرامی نے 'فرمودۂ قاصد' کی جگہ 'نیم اشارہ' تجویز کیا تھا۔ اقبال لکھتے ہیں 'نیم اشارہ' عمدہ ہے مگر نیم اشارہ کس کا ہوگا؟ قاصد کا یا خود محبوب کا۔ اس کے علاوہ 'ہے' لانا پڑے گا۔ عمل سے خرام اچھا ہے مگر معانیٔ مطلوبہ کے اعتبار سے عمل بہتر ہے۔ اقبال نے اس شعر کو اپنے مندرجہ ذیل فارسی شعر کا ترجمہ قرار دیا ہے:

عقل در پیچاکِ اسباب و علل　　　عشق چوگان باز میدانِ عمل

یہ شعر 'رموزِ بیخودی' (۱۹۱۸ء) میں شامل ہے[1]

رہینِ سحر و شام ..... اقبال کی اسی غزل کا یہ شعر یوں ہے:

سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات　　　تیری میزاں ہے شمارِ سحر و شام ابھی

گرامی نے 'شمارِ سحر و شام' کی جگہ 'رہینِ سحر و شام' تجویز کیا تھا۔ اقبال لکھتے ہیں 'رہینِ سحر و شام' سے میری تسکین نہیں ہوئی۔ مفصل لکھئے یا خود آکے ارشاد بیان کیجیے۔ میرا مقصود اس شعر سے یہ ہے کہ زندگی سحر و شام کی تعداد کے مجموعے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا معیار 'سعیِ پیہم' ہے۔ اس کو دنوں کے ترازو میں نہ تولنا چاہیے جیسا کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں۔ اب کوئی پوچھے 'فلاں آدمی کی عمر کتنی ہے؟' تو جواب ملتا ہے اتنے سال یا اتنے مہینے۔ یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ جواب ایام یعنی سحر و شام کے شمار کا نتیجہ ہے۔

---

[1] کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۱۰۹

مکتوب نمبر: ۹۹ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۹ مئی ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متون کا اختلاف:

شاد میں مصرع "گم ہو وہ نگیں جس پہ کھدے نام ہمارا" درج ہے جبکہ عطا دوم میں "پہ" کی جگہ "پر" درج ہے۔

توضیحات:

اُردو غزل: اقبال نے اس خط میں اپنی اس غزل کے تین شعر لکھے ہیں جس کا مطلع یہ ہے:

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی — اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی [3]

اور کہتے ہیں "حال میں ایک اردو غزل لکھی تھی"۔ اس سے قبل گرامی کے نام مکتوب ۷ مئی ۱۹۱۷ء میں بھی اس غزل کے اشعار پر بحث کی تھی [4]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل اپریل ۱۹۱۷ء کے اواخر میں تخلیق ہوئی تھی۔ یہ غزل "بانگِ درا" حصہ سوم میں دیکھی جا سکتی ہے [5]۔

گم ہو وہ نگیں جس پہ کھدے نام ہمارا: یہ مصرع شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی (وفات ۱۸۳۸ء) کے شعر کا ہے۔ اصل شعر یوں ہے:

ایسا کوئی گمنام زمانے میں نہ ہوگا — گم ہو وہ نگیں جس پہ کھدے نام ہمارا [6]

شعر: زباں سے قلب پر صرفِ خدا کا نام لایا ہے — یہی مسلک ہے جس نے حلقۂ اسلام لایا ہے

یہ شعر مولانا اکبر الہ آبادی (وفات ۱۹۲۱ء) کا ہے۔ مہاراجہ نے اپنے مکتوب ۱۲ جون ۱۹۱۷ء میں اقبال کو اکبر الہ آبادی کے خط کے حوالے سے مصرعِ اول یوں لکھا ہے:

"زباں سے قلب میں صرفِ خدا کا نام لایا ہے" [7] اصل مصرع یوں ہے: "[illegible] نے یہ زباں سے دل میں حق کا نام لایا ہے" [8]

---

[1] ماخذ: شاد، ص: ۷۷-۷۹؛ عطا دوم، ص: ۱۸۵-۱۸۷

[2] تعارف: مکتوب ۳۱

[3] غزل کے لیے دیکھیے کلیاتِ اقبال اردو، ص: ۲۴۸-۲۴۹

[4] دیکھیے مکتوب ۹۸

[5] کلیاتِ اقبال اردو، ص: ۲۴۸-۲۴۹
محذوف اشعار کے لیے دیکھیے سرودِ رفتہ، ۱۵۸؛ باقیات سوم، ص: ۲۴۹

[6] کلیاتِ شیخ امام بخش ناسخ، مطبع سلطانی، ص: ۱۵

[7] شاد، ص: ۵۰

[8] کلیاتِ اکبر، سوم، ص: ۳۵

مکتوب نمبر: ۱۰۰[۱]
مقامِ تحریر: لاہور
تاریخِ تحریر: ۲۱ مئی ۱۹۱۷ء
مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی[۲]

توضیحات:

کیا حیدر آباد سے کوئی خط آیا؟ : حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی کی اسامی کے بارے میں نظامِ دکن کے فیصلے کے بارے میں اقبال کچھ جاننے کے خواہشمند تھے۔

تقریظ: مولانا گرامی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مثنوی "اسرارِ خودی" کے دوسرے حصے کے لیے منظوم تقریظ لکھیں گے[۳]، اقبال اس وعدے کے ایفا کی طرف گرامی کو توجہ دلاتے ہیں۔ انہوں نے یہ تقریظ آٹھ ماہ کے آخر میں جاکر ارسال کی۔ اقبال نے اس کے اشعار کی داد ۲۳ ستمبر ۱۹۱۷ء کے خط میں دی[۴] لیکن "رموزِ بیخودی" میں یہ اشعار شامل نہیں کیے گئے کیونکہ ایک تو یہ اشعار تھوڑے سے تھے دوسرے مطلب کے اعتبار سے "اسرارِ خودی" کے لیے موزوں تر تھے، لہٰذا اقبال نے انہیں دوبارہ تقریظ لکھنے کو کہا۔ اس کی یاد دہانی انہوں نے [illegible] خاں کے نام مکتوب ۲۷ نومبر ۱۹۱۷ء میں کرائی اور پندرہ روز کے اندر اندر مل جانے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن اقبال کی اس فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکی۔ گرامی کی کہی ہوئی تقریظ کا کچھ پتہ نہیں چلتا البتہ دیوانِ گرامی میں آٹھ اشعار "سپاسِ اقبال گرامی کی زبانی" کے زیرِ عنوان ملتے ہیں[۵]۔

شعر: مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند — ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

اقبال اس شعر کی داد دیتے ہوئے لکھتے ہیں "کیا اچھا شعر کسی استاد کا ہے"۔ یہ شعر تذکروں میں گیارہویں صدی ہجری کے شاعر ملا فرخ اللہ فرخ اصفہانی سے منسوب کیا گیا ہے اور [illegible] ایرانی کی کسی غزل کا ہے[۶]۔

---

[۱] ماخذ: گرامی، ص: ۱۲۱
[۲] تشریحات، مکتوب: ۲۲
[۳] گرامی، ص: ۱۳۶-۱۳۷
[۴] شیرازہ، ص: ۱۱
[۵] دیوانِ گرامی، ص: ۱۵۷-۱۵۸
[۶] اقبال اور فارسی شعراء، ص: ۲۹۸

مکتوب نمبر: ۱۰۱[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۷ جون ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان[2]

متن کی درستی:

حد 'مجھے یہ اندیشہ' میں 'مجھے' کا ہونا سہو قلم کا نتیجہ ہے اور 'مرور ایام وانعصار' میں 'انعصار' طباعت کی غلطی ہے اصل لفظ 'اعصار' ہے

توضیحات:

مصرع: مرزا غالب (وفات: ۱۸۶۹ء) کے شعر کا صرف ایک مصرع اقبال نے نقل کیا ہے پورا شعر یوں ہے:

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا — کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا[3]

'رموز بیخودی' کو میں اپنے خیال میں ختم کر چکا تھا: اقبال رموز بیخودی (۱۹۱۸ء) کو جلد از جلد ختم کرنا چاہتے تھے لیکن نئے نئے مضامین ذہن میں آ جاتے تھے اب وہ قرآن، بیت الحرام کے مفہوم اور مقصود حیات ملیہ اسلامیہ پر لکھنا چاہتے تھے۔ یہ مضامین انہوں نے مندرجہ ذیل عنوان سے بیان کیے ہیں:

(۱) در معنی اینکہ نظام ملت غیر از آئین صورت نہ بندد و آئین ملت محمدیہ قرآن است[4]

(۲) در معنی اینکہ حیات ملیہ مرکز محسوس میخواہد و مرکز ملت اسلامیہ بیت الحرام است[5]

(۳) در معنی اینکہ جمعیت حقیقی از محکم گرفتن نصب العین ملیہ است و نصب العین امت محمدیہ حفظ و نشر توحید است[6]

---

[1] حافظہ، شیراز، ص: ۸-۹

[2] انوار، مکتوب، ۶۴

[3] دیوان غالب، صفحہ: ۱۷

[4] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۲۱-۱۲۳

[5] کتاب مذکور، ص: ۱۳۳-۱۳۶

[6] کتاب مذکور، ص: ۱۳۷-۱۴۰

مکتوب نمبر: ۱۰۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۸ / جون ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

غنی کشمیری: مُلّا محمد طاہر غنی کشمیری (وفات: ۱۶۶۹ء)، تحصیلِ علوم سے فارغ ہو کر شاعری میں مشغول ہو گیا، مرزا صائب تبریزی (وفات: ۱۶۶۹ء)، اس کا بہت قدردان تھا اور کہا کرتا تھا کہ کاش غنی میرا سارا دیوان مجھ سے لے لیتا اور اپنا یہ شعر مجھے دے دیتا:

حسنِ سبزے بخطِ سبز مرا کرد اسیر   دام ہمرنگِ زمیں بود گرفتار شدم

غنی کی طبیعت میں غایت درجہ کی خودداری اور قناعت تھی، مرزا بیدل (وفات: ۱۷۲۰ء) کی طرح ساری عمر کسی امیر کے دروازے پر نہیں گیا، ساری زندگی کشمیر میں گزاری، اس کا دیوان غزلیات اور قصائد و رباعیات و قطعات پر مشتمل ہے، ڈاکٹر ریاض احمد شیروانی نے اس کے حالات پر تحقیق کی ہے [3]، غنی اقبال کے پسندیدہ شعرا میں شمار ہوتا ہے [4]، اقبال ان دنوں سیرِ کشمیر کا عزم کیے ہوئے تھے لیکن چاہتے تھے کہ مولانا گرامی بھی ہمراہ ہوں، اس لیے لکھتے ہیں: "کشمیر کی سیر کا آپ کی معیت میں لطف ہے۔ غنی کشمیری کی روح خوش ہو گی کہ گرامی جیسا شاعر اس کے مزار پر آئے ہیں"

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۱۲۲-۱۲۳   [2] تشریح، مکتوب: ۳۲

[3] ریاض احمد شیروانی، ڈاکٹر، غنی کشمیری: احوال و آثار و سبک اشعار، سری نگر، ۱۹۶۸ء

[4] اقبال اور فارسی شعرا، ص: ۲۷۶

مولوی عبدالحق: (۲۰ اگست ۱۸۷۰ء - ۱۶ اگست ۱۹۶۱ء)۔ ۱۸۹۴ء میں علی گڑھ سے بی اے کیا۔ فلسفہ و تاریخ آپ کے مضامین تھے۔ ملازمت کے سلسلے میں حیدرآباد دکن پہنچے اور مدرسہ آصفیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ بعد میں ریاست کے معتمد امور عامہ کے محکمہ میں چلے گئے۔ ۱۹۰۱ء میں ناظم تعلیم کے مددگار اور چند سال بعد صوبہ اورنگ آباد کے صدر مہتمم تعلیمات مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) کے سکریٹری ہوئے۔ ۱۹۲۱ء میں جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر اردو مقرر ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں انجمن کا دفتر دہلی منتقل ہوا، آپ دہلی چلے گئے اور قیام پاکستان کے بعد نومبر ۱۹۴۷ء میں کراچی آ گئے اور انجمن کا دفتر قائم کر کے کام کرنے لگے۔[1] اردو زبان کی اشاعت و ترویج کے سلسلے میں ان کی خدمات کے پیش نظر انہیں "بابائے اردو" کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ انہوں نے متعدد قدیم کتب کو مرتب کیا، مقدمے لکھے، اردو لغت و قواعد پر کتابیں لکھیں۔ ان کے مقدمات، تبصرات، تنقیدات، مکتوبات اور خطبات وغیرہ کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ مولوی عبدالحق اقبال کے دوست تھے اور اردو زبان کی ترویج اور انجمن کے معاملات میں ان سے مشورہ کرتے رہتے تھے۔[2]

زیر نظر مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں "مولوی عبدالحق کا خط اورنگ آباد سے آیا تھا، آپ لاہور آئیں گے تو اس خط کے مضمون سے آگاہ کروں گا۔" "مکتوبات عبدالحق" میں ایسا کوئی مکتوب اقبال کے نام نہیں ملتا جس سے مذکورہ مضمون پر کچھ روشنی پڑتی ہو۔ ان دنوں مولوی عبدالحق انجمن ترقی اردو (ہند) کے معتمد تھے۔ امکان یہ ہے کہ انہوں نے انجمن ہی کے سلسلے میں اقبال سے خط و کتابت کی ہو گی۔

۱؎ سکینہ، ص: ۲۲۵ - ۲۲۶

۲؎ اقبال اور عبدالحق کے باہمی روابط کے لیے دیکھیے:

ممتاز حسن، ڈاکٹر، اقبال اور عبدالحق، لاہور، مجلس ترقی ادب، دسمبر ۱۹۷۳ء

فاطمہ زہراؓ کا مضمون زیرِ نظر ہے۔ اس ضمن میں اقبال نے مندرجہ ذیل دو شعر بھی نقل کئے ہیں:

بہرِ محتاجے دلش آں گونہ سوخت   با یہودے چادرِ خود را فروخت

مختش پروردۂ صبر و رضا   آسیا گردان و لبش قرآن سرا

دوسرا شعر اب یوں ہے:

آں ادب پروردۂ صبر و رضا   آسیا گردان و لب قرآن سرا

یہ اشعار رموزِ بیخودی (۱۹۱۸ء) کی فصل "در معنیٰ اینکہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ اسوۂ کاملہ ایست برائے نساء اسلام" میں شامل ہیں[1]

آج کے مجوزہ صوفیا پر بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اے کہ بیت الحرم بیدار کرد   اے کہ مسلم را حجے ایجاد کرد   الخ

یہ چار اشعار فصل "در معنیٰ اینکہ نظامِ ملت غیر از آئین صورت نہ بندد و آئینِ ملتِ محمدیہ قرآن است" میں شامل ہیں[2]

---

[1] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۵۲-۱۵۳

[2] کتاب مذکور، ص: ۱۲۳

مکتوب نمبر: ۱۰۳ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: یکم جولائی ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

حیاتِ مستقبلۂ اسلامیہ: مثنوی اسرارِ خودی (۱۹۱۵ء) کا دوسرا حصہ رموزِ بیخودی (۱۹۱۸ء) کے زیرِ عنوان تکمیل پذیر تھا، تیسرا حصہ ذہن میں آ چکا تھا، اقبال اس حصے کا نام 'حیاتِ مستقبلۂ اسلامیہ' رکھنا چاہتے تھے اور مقصد یہ تھا کہ واضح کریں کہ قرآن شریف سے مسلمانوں کی آئندہ تاریخ پر کیا روشنی پڑتی ہے اور جماعتِ اسلامیہ جس کی تاسیس دعوتِ ابراہیمی سے شروع ہوئی کیا کیا واقعات و حوادث آئندہ صدیوں میں دیکھنے والی ہے؟ اور بالآخر ان سب واقعات کا مقصود و غایت کیا ہے؟ اس سلسلے میں اقبال نے قرآن مجید کو اپنے افکار کا منبع قرار دیا ہے اور کہتے ہیں 'یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے قرآن شریف کا مخفی علم مجھ کو عطا کیا ہے، میں نے پندرہ سال تک قرآن پڑھا ہے اور بعض آیات و سورتوں پر مہینوں بلکہ برسوں غور کیا ہے۔' اقبال نے فارسی مثنوی اسرارِ خودی کے جس تیسرے حصے کی نوید دی ہے وہ مثنوی کی بجائے 'پیامِ مشرق (۱۹۲۳ء)' کی صورت میں شائع ہوا۔

فاطمہ زہراؓ کے متعلق روایت: اقبال حضرت فاطمۃ الزہراؓ پر 'رموزِ بیخودی' میں ایک فصل لکھنا چاہتے تھے لیکن متعلقہ روایت دستیاب نہیں تھی، اس کے باوجود اقبال نے 'رموزِ بیخودی' کی ایک فصل اس موضوع کے لیے مختص کی ہے [3]

حضرت حسینؓ کے متعلق چند اشعار کہے تھے: یہ اشعار کچھ ترمیم کے ساتھ مثنوی 'رموزِ بیخودی' میں شامل ہو گئے [4]

دو شعر: در جہاں مانند جوئے کوہسار — از نشیب و ہم فراز آگاہ شو الخ

یہ دو شعر 'پیامِ مشرق' کے حصہ بعنوان 'خردہ' میں ملتے ہیں [5]

---

[1] گرامی، ص: ۱۳۴ - ۱۳۶ — [2] انوار، مکتوب: ۲۲ — [3] کلیاتِ اقبال فارسی، ص: ۱۵۲ - ۱۵۳

[4] کتابِ مذکور، ص: ۱۱۰ — [5] کتابِ مذکور، ص: ۳۹۱

مکتوب نمبر: ۱۰۴ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳ر جولائی ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [۲]

توضیحات:

حضرت سیدہ کے متعلق ایک ایسا شعر۔۔۔: اقبال اس فکر میں تھے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے متعلق ایک ایسا شعر کہیں جو معانی کے اعتبار سے ایک سو شعروں کے برابر ہو۔ انہوں نے مکتوب میں یہ شعر لکھا ہے:

گریۂ شب ہائے آں بالانشیں　　ہم چو شبنم ریخت بر عرش بریں

یہ شعر اقبال نے رموز بیخودی (۱۹۱۸ء) کے لیے کہا تھا اور گرامی سے مشورہ طلب کیا تھا کیونکہ اس میں لفظ "بالانشیں" "ریختن" کے لیے موزوں تھا مگر اقبال کو کسی قدر کھٹکتا تھا۔ مولانا گرامی نے بالانشیں کی جگہ "محو سجود" کی ترمیم تجویز کی تھی اقبال نے ۱۷ر جولائی ۱۹۱۷ء کے مکتوب میں اس کی داد تو دی[۳] لیکن اس پر عمل نہیں کیا اور خود ہی اس شعر کو یوں کر دیا:

اشک او برچید جبریل از زمیں　　ہم چو شبنم ریخت بر عرش بریں [۴]

---

۱ ماخذ: گرامی، ص: ۱۲۷

۲ تعارف، مکتوب: ۲۲

۳ گرامی، ص: ۱۲۸

۴ کلیات اقبال فارسی، ص: ۱۵۳

مکتوب نمبر: ۱۰۵[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۶ر جولائی ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی[2]

توضیحات:

فاطمہ زہراؓ کے متعلق جو شعر میں نے لکھا تھا: اس شعر پر ۳ر جولائی کے مکتوب اقبال میں بحث ہو چکی ہے[3]

حضرت فاطمہؓ کے متعلق اشعار نظم کر رہا ہوں: اقبال نے اس سلسلے میں دو شعر لکھے ہیں:

پردۂ رنگم شمیمے نیستم | صید ہر موج نسیمے نیستم

در شرار آبادِ ہستی اخگرم | خلعتے بخشد مرا خاکسترم

یہ دونوں شعر "رموز بیخودی" میں شامل ہوئے۔[4]

انہوں نے جو فارسی نظم لکھی ہے: کسی نے مہاراجہ کشن پرشاد کو مشرک کہہ دیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے فارسی نظم لکھی تھی، اس کا مسودہ اقبال کو ارسال کر کے اس پر تقریظ لکھنے کی خواہش کی تھی، اس خط میں اقبال نے تقریظ کے اشعار لکھے ہیں:

اے شاد، دامنِ تو بدانگونہ گل فشاند | صحنِ چمن مثالِ کتابِ مصوّر است

معمورۂ ریاضِ تمنائے تو این قدر | یک برگِ غنچہ ات بہ گلستاں برابر است

تا بر تو حق ز فیضِ نبوت شد آشکار | کارت ز صاحبانِ سلاسل نکوتر است

فرمانِ مصطفیٰ است کہ من قال لا الٰہ | از اہلِ جنت است وعلی الرغم بوذر است۔[5]

آپ کو گنگرا بھی مل جائے گا اور کانگڑا بھی۔ گنگرا آم کی مشہور قسم ہے اور کانگڑا راگ کی قسم ہے۔

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۱۲۸ - ۱۲۹ [2] تشریح، مکتوب ، ۲۲

[3] دیکھئے مکتوب ، ص ۱۰۲ [4] کلیات اقبال ، فارسی ، ۱۵۲-۱۵۳

[5] یہ اشعار اقبال کے کسی مجموعہ کلام میں شامل نہیں ہیں حتیٰ کہ باقیات، سرود رفتہ اور رختِ سفر میں بھی درج نہیں ہوئے

مکتوب نمبر: ۱۰۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۶ جولائی ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیح:

حضرت فاطمہؓ کے متعلق جو اشعار ... ان اشعار میں اور بعد کے اشعار میں بقول اقبال انہوںؒ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا ذکر کرکے یہ بتایا ہے کہ ایسے بیٹوں سے جن کے یہ اوصاف ہیں ماں کی تربیت کا اندازہ کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ اس ماں کے آغوش میں کیا تاثیر تھی جس میں ایسے بچوں کی تربیت ہوئی۔ اس سلسلے میں اقبال نے جو پانچ اشعار لکھے ہیں ان میں سے تیسرے شعر کے مصرع اول میں تبدیلی کی گئی ہے۔ باقی اشعار اسی طرح 'رموز بیخودی' میں شامل ہیں[3]۔ تیسرا شعر پہلے یوں تھا:

تا بیرد آتش پیکار و کیں   پشت پا زد بر سر تاج و نگیں

تبدیل شدہ مصرع اول یوں ہے:

تا نشیند آتش پیکار و کیں

---

[1] ماخذ، گرامی، ص: ۱۳۰ - ۱۳۱   [2] اشارات، مکتوب ۲۲

[3] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۵۲ - ۱۵۳

مکتوب نمبر: ۱۰۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۷ اگست ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

علی بخش: (وفات ۲ جنوری ۱۹۶۹ء) اقبال نے مولانا گرامی کو لاہور لانے کے لیے علی بخش کو بھیجا تھا لیکن وہ انہیں ہمراہ لانے میں ناکام رہا۔

مطلع: آن کہ از حلقۂ زر گوش گران است اورا — چہ غم از نالۂ خونین جگران است اورا

مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی (وفات ۱۴۹۲ء) کی ایک غزل کا مطلع ہے [3] اقبال کو یہ مطلع بہت اچھا لگا انہوں نے اس طرح کا مطلع کہنے کی بہت کوشش کی لیکن نہ کہہ سکے البتہ اس زمین میں دو فرد کہے گئے جو یہ ہیں:

باز گو بہ صنم از تب عاشقش بخشند — گلہ ہا کہ ز سپید لبان است اورا

یارب از غارت گل بر دل نرگس چہ گذشت — دست بے طاقت چشم نگران است اورا [4]

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۱۳۲ - ۱۳۳

[2] تعارف، مکتوب: ۲۳

[3] کلیات جامی، ص: ۷۲

[4] یہ شعر اقبال کے کسی مطبوعہ مجموعے میں شامل نہیں ہیں بلکہ باقیات سوم کے مسودے میں بھی نہیں آ سکا۔

مکتوب نمبر: ۱۰۸ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۲ اگست ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [۲]

توضیحات:

حیدرآباد ہائی کورٹ کی ججی: ۱۹۱۷ء کے آغاز میں حیدرآباد ہائی کورٹ کے جج سید ہاشم بلگرامی کی وفات سے ان کی اسامی خالی ہوئی تو منشی دین محمد، مدیر میونسپل گزٹ لاہور نے اس کے لیے اقبال کا نام پیش کیا۔ لوگوں نے اس بارے میں اقبال سے استفسار کیا تو انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ۱۸ مارچ ۱۹۱۷ء کو منشی دین محمد نے اقبال کے ہاں آکر معاملہ کی تفصیل بتائی۔ انھوں نے مہاراجہ کشن پرشاد (وفات: ۱۹۴۰ء) سے خط و کتابت بھی کی تھی۔ انھوں نے اس ملاقات میں اقبال کو مہاراجہ کا جوابی مکتوب بھی دکھایا جس میں تقرر کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود اقبال نے کوئی درخواست پیش نہیں کی تھی۔ ابھی اس معاملہ کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ پنجاب اور یوپی کے اخباروں میں چرچا ہونے لگا اور لوگوں نے اقبال کو مبارکباد کے تار ارسال کرنے شروع کر دیے۔ اس صورت حال سے اقبال کی وکالت پر جو اثر ہوا تو صرف یہ کہ نئے مقدمات آنے بند ہو گئے، جن لوگوں کے مقدمے آپ کے پاس تھے وہ دوسرے طور پر بھی پریشان ہو گئے تھے۔ اپریل ۱۹۱۷ء میں "مخبر دکن" میں یہ خبر شائع ہوئی کہ مذکورہ اسامی کے لیے چند نام نظام دکن کے سامنے پیش کیے گئے ہیں جن میں اقبال کا نام بھی شامل ہے۔ اس پر اقبال نے مہاراجہ کے نام اپنے مکتوب میں اپنے تعلیمی کوائف اور تصانیف وغیرہ کا تعارف کرایا ہے۔[۵] معلوم ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے اقبال کا تقرر اس اسامی پر نہ ہو سکا۔ جنوری ۱۹۱۷ء میں اکبر حیدری (وفات: ۱۹۴۲ء) نے اقبال کو حیدرآباد آنے کے لیے لکھا۔ اقبال نے اس سلسلے میں مولانا گرامی[۶] اور مہاراجہ[۷] کو بذریعہ مراسلت اطلاع دی اور دونوں سے مشورہ طلب کیا۔

---

۱ ماخذ: گرامی، ص: ۱۳۴-۱۳۵   ۲ تعارف، مکتوب: ۲۳

۳ شاد، ص: ۳۷-۳۸   ۴ کتاب مذکور، ص: ۴۲-۴۳   ۵ کتاب مذکور، ص: ۴۴-۴۶

۶ گرامی، ص: ۱۳۴-۱۳۵   ۷ شاد، ص: ۵۷

دونوں نے اس پیشکش کو قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ اس پر اقبال نے اگست ۱۹۱۶ء میں حیدرآباد جانے کا قصد کیا لیکن اگست میں سر اکبر حیدری کے مدراس جانے کی بنا پر اقبال نے ستمبر میں عزمِ دکن کیا لیکن ۳۰ اگست کی شام کو روانہ ہونا چاہتے تھے[1] کہ ۲۹ کی شام کو بخار آ گیا[2] ہفتہ بھر اس میں مبتلا رہے اب انہوں نے ۱۱ اکتوبر کو روانہ ہونے کا ارادہ کیا لیکن کسی مقدمہ کی وجہ سے رک جانا پڑا۔ علاوہ ازیں سر اکبر حیدری نے لکھا کہ اگر آنا ہو تو نومبر میں آئیں۔ اقبال کو چونکہ نومبر میں فرصت نہیں تھی اس لیے وہ حیدرآباد نہ جا سکے[3]۔ بہرحال خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر حیدری نے اقبال کو قانون کی پروفیسری پیش کی تھی اور یہ پوچھا تھا کہ اگر پرائیویٹ پریکٹس کی بھی اجازت ہو تو کیا تنخواہ لیں گے اقبال نے لکھا کہ اگر انہیں عدالت عالیہ کی ججی مل جائے تو وہ اسے قانون کی پروفیسری اور پرائیویٹ پریکٹس پر ترجیح دیں گے[4]۔ آخرکار اقبال نے اس پیشکش پر تبصرہ کرتے ہوئے ۷ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو مہاراجہ کشن پرشاد کو لکھا "گرما کی تعطیلوں میں حیدرآباد کا سفر آسان تھا اور اب یہ سفر قریباً دو ہزار کے نقصان کے مترادف ہے۔ اگر حیدری صاحب کے خطوط سے کوئی امید خاص میرے دل میں پیدا ہوتی تو میں اس نقصان کا متحمل ہو جاتا لیکن حیدری صاحب کے خطوط کسی قسم کی امید پیدا نہیں کرتے بلکہ محض تفننِ طبع کے لیے حیدرآباد کی دعوت دیتے ہیں۔ اس قدر نقصان برداشت کرنا میرے امکان سے باہر ہے[5]۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۱۷ء کو گرامی کے نام مکتوب میں لکھتے ہیں "باقی رہا چیف ججی سو اس کا کوئی امکان نہیں کہ وہاں یہ جگہ خالی ہی ہے اور اگر خالی بھی ہو تو وہاں کے حقدار لوگ موجود ہیں"۔ اس مکتوب میں اقبال نے حیدرآباد سے آنے والے ایک گمنام مکتوب کا بھی ذکر کیا ہے جس میں لکھا تھا کہ یہاں کے لوگ تو اقبال کی آمد کے منتظر ہیں لیکن خود اقبال کے دوست اس پر خوش نہیں ہیں۔ اشارہ تھا کہ سر اکبر حیدری کو بھی بہت برا لگتا تھا[6]۔

۱ مسلمانوں کا کعبہ کی طرف اشارہ سے سمت پانا: رموزِ بیخودی کی فصل "در معنیٰ این کہ حیات ملیہ مرکزِ محسوس می‌خواہد..." کے اشعار کی طرف اشارہ ہے[7]۔ اقبال نے یہاں جو شعر درج کیا ہے وہ بعینہٖ اس فصل میں شامل ہے۔ شعر یہ ہے:

ملت بیضا ز طوفِ او ہم نفس — ہم چو صبح آفتاب اندر نفس

---

۱ گرامی، ص: ۱۳۵ - ۱۳۷
۲ شاد، ص: ۶۳ - ۶۷
۳ کتاب مذکور، ص: ۶۵
۴ کتاب مذکور، ص: ۶۱ - ۶۳
۵ کتاب مذکور، ص: ۶۵ - ۶۷
۶ گرامی، ص: ۱۳۷
۷ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۳۳ - ۱۳۶

مکتوب نمبر: ۱۰۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳؍ستمبر ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیح:

پس منظر: خط کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ گرامی نے اس توقع کا اظہار کیا تھا کہ اقبال جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر یا عدالت عالیہ میں چیف جج کی حیثیت سے حیدرآباد ضرور جائیں گے۔ اس مکتوب میں اقبال نے جامعہ عثمانیہ میں نہ جانے کے فیصلے اور اس کی وجوہ پر روشنی ڈالی ہے۔

یونیورسٹی کی تکمیل کے لیے...: اقبال کہتے ہیں کہ جامعہ عثمانیہ کی تکمیل کے لیے ابھی عرصے کی ضرورت ہے اور کچھ عجب نہیں کہ جامعہ قائم ہی نہ ہو سکے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حیدرآباد میں ایک گروہ اس کا مخالف ہے اور دوسرے یہ کہ حیدرآباد میں کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جو جامعہ کا انتظام کامیابی سے چلا سکے اور تیسرے یہ کہ مقامی لوگ حیدرآباد سے باہر کے زیادہ قابل لوگوں کو یونیورسٹی میں آنے نہ دیں گے۔ لیکن اقبال کے یہ خدشات درست ثابت نہ ہوئے۔ ۱۹۱۸ء میں یونیورسٹی کے قیام کی منظوری ہوئی۔ ابتدا کلیہ جامعہ عثمانیہ سے ہوئی جس کا افتتاح ۲۸؍اگست ۱۹۱۹ء کو ہوا۔ جب کلیہ نے جامعہ کی صورت اختیار کر لی تو اے ایچ میکنزی اس کے پہلے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں یونیورسٹی کو نئی عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں پرو وائس چانسلری کا عہدہ ختم کر کے وائس چانسلر کو سربراہ بنا دیا گیا۔ سید محمد اعظم پہلے وائس چانسلر تھے ان کے بعد علی یاور جنگ، ڈاکٹر ولی الدین اور ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اس عہدے پر متمکن ہوئے۔[3]

---

[1] ماخذ، گرامی، ص: ۱۳۶–۱۳۷ [2] تعارف، مکتوب ۲۳

[3] تفصیل کے لیے دیکھیے:

حواشیہ شفقت رضوی، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن) (مقالہ)، مجلہ "علم و آگہی" خصوصی شمارہ، ادارے، کراچی، گورنمنٹ نیشنل کالج، ۱۹۷۲–۷۳ء، ص: ۱۱۷–۱۲۵

مکتوب نمبر: ۱۱۰ [1]
مقام تحریر: لاہور
تاریخ تحریر: ۱۶ر نومبر ۱۹۱۷ء
مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خاں [2]

توضیحات:

الکوفی لا یوفی: ضرب المثل، مطلب یہ کہ کوفہ کا باشندہ وفا نہیں کرتا۔ اقبال نے یہ ضرب المثل اس بنا پر لکھی ہے کہ مولانا گرامی (وفات، ۱۹۲۷ء) آنے کا وعدہ کرکے ایفا نہ کرتے تھے۔

کعبہ آباد است ... : یہ مصرع "اسرار خودی" (۱۹۱۵) کی فصل "اندرز میر نجات نقشبند..." کے اس شعر کا ہے: کعبہ آباد است از اصنام ما خندہ زن کفر است بر اسلام ما [3]

اسلامی NATIONALISM : اسلام کا تصور قومیت جس پر اقبال نے مثنوی "رموز بیخودی" (۱۹۱۸ء) میں "در معنی این کہ وطن اساس ملت نیست" کے زیر عنوان اظہار خیال کیا ہے [4]۔ اقبال زیر نظر مکتوب میں کہتے ہیں کہ "یہ کہنے میں کوئی مبالغہ یا خود ستائی نہیں کہ اس رنگ کی کوئی نظم یا نثر اسلامی لٹریچر میں آج تک نہیں لکھی گئی"۔

امام غائب ... غیبت کبریٰ ... : شیعہ عقائد کی رو سے امام مہدی آخری امام ہیں، جو گیارھویں امام حسن عسکری کے فرزند اور نرجس خاتم کے بطن سے ہیں۔ ۲۵۵ھ/۸۶۹ء میں پیدا ہوئے، گویا دنیا میں آ چکے ہیں لیکن قرب قیامت تک غائب رہیں گے۔ ان کی غیبت کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ۳۲۹ھ/۹۴۰ء سے ان کی غیبت کا جو زمانہ شروع ہوا ہے "غیبت کبریٰ" کہلاتا ہے [5]۔ لیکن اقبال نے یہاں یہ دونوں اصطلاحیں مولانا گرامی کے بارے میں استعمال کی ہیں۔ گرامی صاحب تو امام غائب ہو گئے، معلوم نہیں اس غیبت صغریٰ کا زمانہ کب ختم ہو گا؟

---

1. ماخذ: نیاز، ص: ۱۰
2. تعارف: مکتوب ۴۲
3. کلیات اقبال فارسی، ص: ۷۰
4. کتاب مذکور، ص: ۱۱۵ — ۱۱۷
5. براؤن، ای۔ جی، تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید (ترجمہ: سید وہاج الدین احمد کنتوری) دہلی، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۳۹ء، ص: ۵۳۲، ۵۴۱ — ۵۴۳

مکتوب نمبر: ۱۱۱ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۳ر نومبر ۱۹۱۷ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

۱۔ عکس میں "جس کا مقصود" کی بجائے "جن کا مقصود" لکھا نظر آتا ہے

۲۔ "بعد بعد (نسبت)" کی جگہ "بعد بعد (سمیت)" ہونا چاہیے

۳۔ "اور بعد و سرہندی کی" دراصل "اور محمود سرہندی کی" ہے

۴۔ "کہ لفقوف کا وجود ہی" اصل میں "کہ لفقوف وجود ہی" لکھا گیا ہے

۵۔ "کے رنگ میں رنگ گیا ہے" عکس کی رو سے "کے رنگ میں رنگین گیا ہے" ہے

مذکورہ ۱، ۲ اور ۳ عکس میں درست لکھے گئے ہیں اور علامہ اقبال نے غلط، جبکہ ۴ اور ۵ میں "کا" اور "رنگین" کے الفاظ اقبال سے چھوٹ گئے ہیں۔

توضیحات:

خیر القرون قرنی والی حدیث: حدیث نبوی کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم" قال عمران فلا ادری اذکر بعد قرنہ قرنین او ثلاثا" ثم ان بعدکم قوما یشہدون ولا یستشہدون و یخونون ولا یؤتمنون و ینذرون ولا یفون و یظہر فیہم السمن۔ [3]

ترجمہ: میری امت میں بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان کا جو ان کے بعد متصل ہوں گے پھر ان کا جو ان کے بعد متصل ہوں گے، عمران بیان کرتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ آپ نے اپنے قرن کے بعد دو مرتبہ قرن فرمایا تھا یا تین مرتبہ، پھر ارشاد فرمایا تمہارے بعد کچھ لوگ ہوں گے جو بغیر طلب کے گواہی دیں گے، وہ خیانت کریں گے اور امین نہ بنائے جائیں گے وہ نذر مانیں گے اور اس نذر کو پورا نہ کریں گے اور یہ لوگ بہت فربہ ہوں گے۔

---

[1] ماخذ، علامہ اقبال ص: ۷۷-۷۹

[2] تعارف، مکتوب ۸۹

[3] صحیح بخاری، باب فضائل اصحاب النبیؐ

صحیح بخاری کے مترجم لفظ "سمن" کا ترجمہ "فربہ" کرتے ہیں لغت شارحین نے اس لفظ کا مطلب "بُت" بھی لیا ہے ۔ بظاہر اس حدیث سے تصوف وجودیہ کے بارے میں کوئی نکتہ سامنے نہیں آتا لیکن علامہ اقبال اس لفظ سے مراد بدھ مذہب کے نتیجے میں مروجہ "رہبانیت" لیتے ہیں اور اپنے مضمون "تصوف وجودیہ" میں انہوں نے عربی، سنسکرت، پراکرت اور فارسی لغت کی مدد سے اس موضوع پر نہایت عمدہ بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فارسی لفظ "شمن" اور حدیث کا لفظ "سمن" دونوں حقیقت میں ایک ہیں[1] یہاں اس امر کی طرف اشارہ بھی مفید رہے گا کہ علامہ وحیدالزماں نے اس لفظ پر بحث کرتے ہوئے "سمن" کے معنی "موٹا ہونا" لکھے ہیں۔ اسکی لغت "سمنیہ" کے تحت لکھا ہے "بت پرستوں کا ایک فرقہ جو جسم کا قائل ہے" مجمع میں ہے کہ ہند کے دہریوں کا ایک فرقہ جو محسوسات کے سوا اعتبار کو نہیں مانتا۔[2]

اس بنا پر اقبال زیر نظر مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ائمہ محدثین نے اگرچہ اس لفظ سے فربہی کی مراد لی ہے مگر لسانی تحقیق سے یہ خیال درست ثابت نہیں ہوتا۔ وہ اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ غلو فی الزہد اور مسئلۂ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (سمنیت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہے۔

سلسلہ قادریہ میں بیعت : اقبال کہتے ہیں کہ اکثر دیگر سلاسل عجمیت سے متاثر ہو چکے ہیں اور یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں وہ خود بیعت رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اقبال نے سلسلہ قادریہ کے کس بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے والد ماجد شیخ نور محمد (وفات ۱۹۳۰ء) سے بیعت تھے۔ جناب نذر احمد قادری نے اس سلسلہ میں ذاتی طور پر تحقیق کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ اقبال قاضی سلطان محمود (آوان شریف، گجرات) کے مرید تھے[3] محمد عبداللہ قریشی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے[4]

---

[1] مقالات، دوم، ص: ۲۲۳ - ۲۲۵

[2] وحیدالزماں، علامہ، لغات الحدیث، کراچی، نور محمد اصح المطابع، س-ن، ج ۳، ص: ۱۷۲

[3] تفصیل کے لئے دیکھیے نذر احمد قادری، سلسلہ قادریہ میں اقبال کی بیعت (مقالہ)، ضیائے حرم، اپریل ۱۹۷۵ء، ص: ۴۳-۴۶

[4] محمد عبداللہ قریشی، اقبال کا خاندان اور صوفیانہ تعلقات (مقالہ)، ضیائے حرم، اپریل ۱۹۷۵ء، ص: ۳۹

صوفی : ماہنامہ 'صوفی' پنڈی بہاؤالدین سے ۱۹۰۳ء کے لگ بھگ سید حبیب شاہ کی یادگار میں جاری ہوا تھا ، اس کے مدیر محمد الدین اعوان تھے جو ادب کا خاص ذوق رکھتے تھے ، صوفی میں مذہبی ، علمی اور ادبی نگارشات نظم و نثر شامل ہوتی تھیں ، علامہ اقبال کے علاوہ اکبر الہ آبادی (وفات ، ۱۹۲۱ء) ، نظام دکن اور مہاراجہ کشن پرشاد (وفات ، ۱۹۴۰ء) کا کلام بھی شائع ہوتا تھا۔

معارف : دارالمصنفین اعظم گڑھ کا علمی و ادبی مجلہ جس کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۱۶ء میں نکلا تھا ، یہ مجلہ اب تک شائع ہو رہا ہے ، اس میں گاہے گاہے اقبال کا کلام بھی شائع ہوتا تھا اور ان کی تصانیف پر تبصرے بھی ، اقبال کی نظر میں 'معارف' خاص مقام کا مالک تھا۔ ۲۸ راپریل ۱۹۱۸ء کے مکتوب میں سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں : رسالہ 'صوفی' میں میں نے کوئی نظم شائع نہیں کی کوئی پرانی نظم علیحدہ انہوں نے شائع کر دی ہو گی ، ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں 'صوفی' کو معارف پر ترجیح دوں ، معارف ایک ایسا رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حرارت ایمانی میں ترقی ہوتی ہے[1]

---

[1] حصہ دوم ، ص: ۸۰

مکتوب نمبر: ۱۱۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۱ر جنوری ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: خواجہ حسن نظامی [2]

متون میں اختلاف:

انوار	خطیب
۱۔ تقریباً دو سال ہوئے...	قریباً دو سال ہوئے...
۲۔ حسن کا مقصد...	حسن کا مقصود...
۳۔ ان دونوں مسائل..	ان دونوں مسائل
۴۔ فیصلہ صادر فرمایا۔	فیصلہ صادر فرمایا تھا۔
۵۔ گو ان پر بحث کرنا..	گو ان پر مزید بحث کرنا...
۶۔ مولانا اکبر (الہ آبادی)	مولانا اکبر
۷۔ اس طرح کرتا ہوں	اسی طرح کرتا ہوں
۸۔ مولوی صاحب موصوف (ظفر علی خان)	مولوی صاحب موصوف
۹۔ بدگمانی پر مبنی تھی۔	بدگمانی پر مبنی ہو گئی تھی

خطیب دہلی کا منقول متن لائق ترجیح ہے۔

توضیحات:

پس منظر: 'اسرار خودی' کی طبع اول (۱۹۱۵ء) پر جو علمی مباحثہ شروع ہوا تھا، اس سے دونوں اقبال اور حسن نظامی دونوں میں تلخی پیدا ہو گئی تھی۔ شاہ سلیمان پھلواروی (وفات: ۱۹۳۵ء) اور اکبر الہ آبادی (وفات: ۱۹۲۱ء) کی کوششوں سے تلخی ختم ہو گئی لیکن بعد میں

---

[1] ماخذ: انوار، ص: ۱۸۲-۱۸۶، اس سے قبل یہ مکتوب خطیب دہلی، ۲۲-۳۰ جنوری ۱۹۱۸ء، جلد ۲، شمارہ ۳۰، ص ۱۳ میں شائع ہوا تھا۔

[2] تعارف، مکتوب ۷

مولانا ظفر علی خان (وفات، ۱۹۵۶ء) کے رسالہ "ستارہ صبح" میں کچھ تحریریں شائع ہونے لگیں تو خواجہ حسن نظامی کو خیال ہوا کہ یہ اقبال لکھ رہے ہیں، اس کے نتیجے میں وہ تلخی پھر تازہ ہو گئی، اس پر میر غلام بھیک نیرنگ (وفات، ۱۹۵۲ء) نے خواجہ حسن نظامی کو وضاحتی خط لکھا اور غلط فہمی رفع کر دی تو خواجہ حسن نظامی نے خط کے ذریعہ اقبال کو بتایا کہ اب انہیں اقبال کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں رہی، اقبال کو یہ معذرت نامہ ملا تو انھوں نے مفصل مکتوب تحریر کیا "الحمد للہ کہ آپ لوگوں کی باتیں سن کر بدگمان نہ ہوں۔ لوگ ایسی باتیں اڑاتے ہی رہتے ہیں، انشاء اللہ میں ہمیشہ جن بزرگوں کے عقائد و عمل کا ماخذ کتاب و سنت ہے اقبال ان کے پاؤں پر ٹوپی تو کیا سر رکھنے کو تیار ہے۔ اللہ ان کی صحبت کے ایک لمحے کو دنیا کی تمام عزت و آبرو پر ترجیح دیتا ہے۔"

اس خط و کتابت کے بعد خواجہ حسن نظامی نے ہفت روزہ "خطیب" میں ایک مضمون بعنوان "جناب اقبال و حسن نظامی" شائع کیا جس میں یہ اعلان کیا "گزشتہ ایام میں جناب شیخ اقبال صاحب بیرسٹر، ایم اے پی ایچ ڈی اور حسن نظامی کے درمیان مسئلہ تصوف میں اختلاف واقع ہوا تھا۔ گفتگو آگے بڑھتی مگر ایک طرف تو جناب ڈاکٹر صاحب کو مولانا سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی نے روکا اور دوسری جانب مجھ کو بھی ممانعت فرمائی، میں حضرت اکبر کی ذات کو اپنا مرشد معنوی تصور کرتا ہوں اس لئے گفتگو سے دستبردار ہو گیا اور حقیقت کی اس شہرت کو برداشت کرتا رہا کہ حسن نظامی اقبال سے علمی بحث نہ کر سکا کیونکہ یہ بدنامی بہتر تھی اپنے رہنمائے روحانی کی عدم تعمیل ارشاد سے۔[1]

آپ ہی کے اخبار خطیب میں ..... خواجہ حسن نظامی کے مضمون "ڈاکٹر اقبال کے آٹھ سوال" کے جواب میں مولانا قاری شاہ سلیمان پھلواروی نے یہ لکھ کر ایک طرح سے اقبال کی تائید کی تھی کہ خواجہ حافظ شیرازی کا عالم، عالمِ صحو نہیں عالمِ سکر ہے جو نقص کی دلیل ہے، مولانا پھلواروی کا یہ مضمون مع مکتوب بھی خطیب میں شائع ہوا تھا۔[2]

---

[1] خطیب دہلی، ۲۲ - ۳۰ جنوری ۱۹۱۸ء

[2] رسالۂ مذکور، ۱۴ - ۲۲ فروری ۱۹۱۶ء

مکتوب نمبر: ۱۱۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۵ر جنوری ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

تعارف: اکبر شاہ خان نجیب آبادی (۱۸۷۵ء - ۱۰ر مئی ۱۹۳۸ء) والد کا نام مولوی نادر شاہ خان تھا، اکبر شاہ خان نے ابتدائی تعلیم اور فارسی ادب کی تحصیل اپنے والد سے کی، مڈل سکول کا امتحان پاس کیا، عربی کی تعلیم متوسطات تک ہوئی۔ قرآن حکیم اور دیگر دینی کتب کا گہرا مطالعہ کیا، حسب ضرورت طب کی تحصیل بھی کی، انگریزی میں خط و کتابت کر سکتے تھے، شعر بھی کہتے تھے، شعر کا ذوق کی بدولت مولانا حسرت موہانی (وفات، ۱۹۵۱ء) سے مراسم پیدا ہوئے، تعلیم سے فارغ ہو کر نجیب آباد (ضلع بجنور) کے مڈل سکول اور پھر اسی جگہ ہائی سکول میں استاد مقرر ہوئے، ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۲ء تک قادیان میں مختلف خدمات انجام دیتے رہے، حکیم نورالدین کی وفات (۱۹۱۴ء) پر وہ لاہوری احمدیوں میں شامل ہو گئے، ۱۹۱۵ء تک اشاعت اسلام کالج لاہور میں تاریخ کے استاد رہے، "پیغام صلح" کی ادارت کرتے رہے، آخر کار احمدیت سے تائب ہو گئے اور آریوں سے مناظرے کرتے رہے، جنوری ۱۹۱۶ء میں نجیب آباد سے ماہنامہ "عبرت" جاری کیا جو مارچ ۱۹۱۷ء تک شائع ہوتا رہا، ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء تک لاہور میں درس و تدریس میں مصروف رہے، اخبار "منصور" لاہور کے مدیر اور پھر "زمیندار" سے وابستہ رہے، نومبر ۱۹۲۱ء میں "عبرت" کا دوبارہ اجرا کیا جو دسمبر ۱۹۲۲ء تک نکلتا رہا، ۱۹۲۳ء میں شدھی اور سنگھٹن کے مقابلے میں سرگرم عمل رہے، عمر کے آخری ۱۴/۱۵ سال گوشہ نشین ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے، وفات گوالیار میں ہوئی، لیکن دفن نجیب آباد میں ہوئے۔

---

[1] ماخذ، انوار، ص: ۳۱۵

اکبر شاہ خان نجیب آبادی کی تصانیف میں تاریخ نجیب آباد، تاریخ اسلام (تین حصے) حجۃ الاسلام، آئینۂ حقیقت نما، مقدمۂ تاریخ ہند قدیم اور نظام سلطنت لائق ذکر ہیں[1]
اقبال اکبر شاہ خان کی علمی و تبلیغی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے

توضیح :

پس منظر : مکتوب کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۱۷ء میں مولانا نجیب آبادی دوبارہ لاہور آگئے اور ۱۹۲۱ء کے وسط تک اقامت گزیں رہے ۔ اس دوران وہ دیال سنگھ کالج، مسلم ہائی سکول اور سینٹ زکریا کیمبرج کالج میں اردو اور فارسی پڑھاتے رہے ۔ ہوسٹل کی نگرانی بھی ان کے سپرد تھی ۔ جہاں وہ نہایت باقاعدگی سے پانچ وقت اذان و نماز کا اہتمام کرتے ۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن اور نماز عشاء کے بعد امام غزالی (وفات : ۱۱۱۲ء) کی "احیاء العلوم الدین" کا درس دیتے تھے ۔ اسی زمانہ میں وہ ایک اخبار "مسفور" لاہور کے مدیر بھی رہے ۔ مولانا ظفر علی خان (وفات : ۱۹۵۶ء) کی گرفتاری پر روزنامہ "زمیندار" سے وابستہ رہے اور ۱۹۲۱ء کے وسط تک یہ خدمت انجام دیتے رہے[2] ۔ اکبر شاہ خان نے لاہور میں اپنی دوبارہ آمد کی اطلاع اقبال کو دی تو انھوں نے زیر نظر مکتوب کے ذریعے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔

---

[1] کاروان رفتہ ، ص : ۳۱

مکتوب نمبر: ۱۱۴ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۰؍جنوری ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متن کی درستی:

جملہ "تصوف کی دشمنی پر محمول کیا" میں لفظ "محمول" کتابت کی غلطی ہے درست لفظ "محمول" ہے

توضیح:

پس منظر: مولانا ظفر علی خان (وفات: ۱۹۵۶ء) نے اپنے رسالہ "ستارۂ صبح" میں تصوف کے بارے میں جو مضامین شائع کیے تھے ان کے متعلق اقبال کے احباب کا خیال تھا کہ اقبال لکھ رہے ہیں یا ان کے ایما پر یہ مضامین چھپ رہے ہیں۔ خود مہاراجہ نے جنوری ۱۹۱۸ء کے خط میں دبے لفظوں میں اس گمان کا اظہار کیا تھا [3] اس کے جواب میں اقبال نے تفصیل سے معاملہ کی وضاحت کی اور بتایا کہ اس سے قبل وہ خواجہ حسن نظامی (وفات: ۱۹۵۵ء) کو بھی اپنی صفائی پیش کر چکے ہیں [4]۔ حیدری صاحب تو اقبال کو جاتے جاتے رہ گئے: اقبال کو حیدرآباد ہائی کورٹ کے جج کے عہدے کی دیرینہ آرزو تھی لیکن کوئی صورت نہ بن رہی تھی، اس پر طرہ یہ کہ سر اکبر حیدری (وفات: ۱۹۴۲ء) جامعہ عثمانیہ کے بارے میں ان سے مشورہ طلب کرتے رہتے تھے اور مولوی عبدالحق (وفات: ۱۹۶۱ء) اصطلاحات کے ترجمہ پر نظر ثانی کی زحمت دیتے رہتے تھے۔ اقبال فطری طور پر اس صورت حال سے نالاں تھے اس لیے اس مکتوب میں ان کا لہجہ شکایت کا رنگ لیے ہوئے ہے۔

---

[1] ماخذ: شاد، ص: ۷۶-۷۸

[2] تعارف، مکتوب ۳۱

[3] شاد، ص: ۷۵

[4] دیکھیے مکتوب ۱۱۲

مکتوب نمبر : ۱۱۵ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : یکم فروری ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ : مہاراجہ کشن پرشاد [2]

توضیحات :

پرسوں رات خواب میں دیکھا : نواب میر عثمان علی خان آصف سابع (وفات ۱۹۶۷ء) کے عہد حکمرانی کے آغاز سے تقریباً گیارہ ماہ بعد ۱۹۱۲ء میں مہاراجہ کو مدارالمہامی سے محروم ہونا پڑا تاہم وہ پیشکاری کی خدمت ، جاگیر اور دیگر مناصب پر بدستور فائز رہے ۔ یہ صورت حال مہاراجہ کے لیے بے حد پریشان کن تھی اور وہ دوبارہ مدارالمہامی کے منصب کے آرزومند تھے ۔ اسی بنا پر صوفیہ کی طرف رجحان بڑھ گیا تھا اس ضمن میں اقبال سے بھی راز و نیاز ہوتے رہتے تھے ، اقبال بھی ان کو تسلی دلاتے رہتے تھے ، اقبال زیر نظر مکتوب میں انہیں لکھتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں والی دکن کو ان پر مہربان ہوتے دیکھا ہے ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں اُن کی آرزو کے منصب پوری ہو جائے لیکن ہوا یہ کہ مہاراجہ ۱۹۲۶ء میں دوبارہ وزیراعظم مقرر ہوئے [3]

حضور نظام علی گڑھ تشریف لے گئے : میر عثمان علی خان نظام دکن علی گڑھ گئے ۔ اس موقع پر نواب اسحٰق خان نے اقبال کو بھی دعوت دی اور موقع کی مناسبت سے نظام کے لیے کچھ شعر لکھنے اور بنفس نفیس علی گڑھ آکر پڑھنے کی درخواست کی ، معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے شعر تو لکھ لیے لیکن علالت کی بنا پر علی گڑھ نہ جا سکے ، یہ اشعار "خطاب بہ تاجدار دکن" کے عنوان سے کلیات اقبال (۱۹۲۴ء) میں شامل ہوئے [4]

---

[1] ماخذ : شاد ، ص : ۷۸ - ۸۰   [2] تعارف ، مکتوب : ۳۱

[3] صحیفہ اقبال نمبر ۱ ، ص : ۶۷

[4] مہر اقبال ، مقدمہ ، کلیات اقبال (مرتبہ : مولوی عبدالرزاق راشد) ، حیدر آباد دکن ، ۱۹۲۴ء ، ص : ۸۵ - ۶۶

نیز دیکھیے : حیات سوم ، ص : ۲۱۳ - ۲۱۴ ، مرتبین نے کلیات اقبال کا سن اشاعت ۱۹۲۳ء درج کیا ہے جو غلط ہے

شعر: کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری

اقبال کا یہ شعر 'بانگِ درا' (۱۹۲۴ء) میں شامل نظم 'میں اور تو' میں شامل ہوا ہے۔[1]

یہ شعر ان اشعار میں شامل ہے جو اقبال نے ۲۳ مئی ۱۹۱۸ء کو سید سلیمان ندوی کو لکھ بھیجے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر انھی دنوں تخلیق ہوئے تھے۔

رینالڈ نکلسن: R.A. NICHOLSON (۱۹ اگست ۱۸۶۸ء - ۱۹۴۵ء) معروف انگریز مستشرق، عربی، فارسی زبان و ادب کا ماہر۔ اسلامی تصوف اور صوفی شعرا پر نکلسن نے بہت کام کیا ہے۔ اس کی بعض تصانیف یہ ہیں:

(۱۹۰۷ء) A LITERARY HISTORY OF THE ARABS

(۱۹۱۴ء) THE MYSTICS OF ISLAM

(۱۹۲۱ء) STUDIES IN ISLAMIC MYSTICISM

'اسرارِ خودی' کا انگریزی ترجمہ 'THE SECRETS OF THE SELF' (۱۹۲۰ء) کے نام سے اُس کا عظیم کارنامہ ہے۔ علاوہ ازیں مثنوی مولانا روم کا انگریزی ترجمہ اور شرح بھی اس کے اہم ترین علمی کارناموں میں شمار ہوتی ہے۔[2]

تیسرے حصے کا بھی آغاز ہو گیا ہے: مثنوی اسرارِ خودی جس کا دوسرا حصہ 'رموزِ بیخودی' ان دنوں زیرِ طباعت تھا اور جو اپریل ۱۹۱۸ء کے وسط میں شائع ہوا۔[3] اقبال تیسرے حصے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس مکتوب میں انھوں نے لکھا ہے کہ 'یہ ایک قسم کی نئی منطق الطیر ہوگی'۔[4] 'منطق الطیر' خواجہ فریدالدین عطار (وفات: ۱۲۳۰ء) کی مشہور مثنوی ہے۔[5] لیکن مثنوی کا تیسرا حصہ شائع نہیں ہوا۔ اس کی جگہ 'پیامِ مشرق' (۱۹۲۳ء) منظرِ عام پر آ گیا ہے۔

---

۱ کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۲۵۳

۲ مجلہ روزگارِ نو، رابطہ دوران، نیویارک، شمارہ ۵، ص: ۲ - ۶

۳ تصانیفِ اقبال، ص: ۹۶ - ۱۰۳

۴ دیکھیے مکتوب، ۵۲ ۵ دیکھیے مکتوب، ۱۰۳

مکتوب نمبر: ۱۱۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: مارچ، اپریل ۱۹۱۸ء [2]

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [3]

توضیحات:

پس منظر: گرامی اپنے جدی مکان کے قبضے کے سلسلے میں اقبال کی شہادت بذریعہ عدالت دلانا چاہتے تھے مگر اقبال جالندھر جانے کی بجائے لاہور میں کمیشن کے ذریعے بیان دینے کے خواہاں تھے۔ گرامی اس کو پہلو تہی خیال کرتے تھے اس لیے انہوں نے ذرا سخت الفاظ میں شکوہ کیا جس کے جواب میں اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اپنی صفائی پیش کی۔

حکیم سنائی: ابوالمجد حسن محمد بن آدم سنائی (وفات ۱۱۲۵ء)۔ گرامی نے اقبال کی مثنوی 'رموز بیخودی' کی داد دیتے ہوئے اقبال کو سنائی سے تشبیہ دی تھی، اس پر اقبال لکھتے ہیں 'اگر اقبال حکیم سنائی ہے تو گرامی کیا ہوگا؟'

---

[1] ماخذ، گرامی، ص: ۱۴۳-۱۴۴

[2] مولف گرامی نے اس خط کی تاریخ تحریر بھی درج کی ہے البتہ ۱۹۱۷ء کے خطوط کے آخر میں رکھا ہے۔ مولف انوار اقبال نے اس خط کی تاریخ '۱۹۱۷ء' لکھی ہے (ص: ۱۱۲)۔ اس خط میں مکان کے مقدمہ کے سلسلہ میں گواہی کا ذکر ہے۔ اس مسئلے کا حوالہ محمد نیاز الدین خان کے نام مکتوب، ۲۹ مارچ ۱۹۱۸ء میں بھی آتا ہے 'مولوی گرامی صاحب کی بیوی کا خط دربارۂ گواہی مجھے آیا تھا، وہ مجھ سے مقبوضہ مکان کی شہادت دلانا چاہتے ہیں مگر میری شہادت ان کے لیے کچھ مفید نہیں ہو سکتی میں نے ان کو مفصل لکھ دیا ہے۔ معلوم نہیں میرا خط ان کو ملا یا نہ ملا' (نیاز، ص: ۱۲)۔ اس خط کی روشنی میں یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ خط مارچ - اپریل ۱۹۱۸ء میں لکھا گیا ہوگا کیونکہ گواہی کے سلسلہ میں گرامی کو اقبال نے نیاز الدین خان کے نام مذکورہ خط کے لگ بھگ زمانے میں خط لکھا تھا نیز پہلے بیگم گرامی نے خط لکھا، پھر اقبال نے جواب دیا البتہ صفائی کا اظہار کیا۔ اس پر مولانا گرامی نے شکوہ کیا جو اقبال کو ۲۹ مارچ والے خط کے بعد موصول ہوا ہوگا۔

[3] تعارف، مکتوب، ۳۴

مکتوب نمبر : ۱۱۷ [1]

مقامِ تحریر : لاہور

تاریخِ تحریر : ۲۸ ؍ اپریل ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ : سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات :

ریویو کے لیے سراپا سپاس ہوں : اقبال نے رموزِ بیخودی (۱۹۱۸ء) کا ایک نسخہ سید سلیمان ندوی کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ سلیمان ندوی نے اس پر تبصرہ لکھا جو معارف، اپریل ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا تھا۔ [3] اس میں سید سلیمان ندوی نے اقبال کے افکار کی توضیح کے ساتھ مثنوی کی شاعرانہ خوبیوں کو سراہا لیکن الفاظ و محاورات کی خامیوں اور تنقید لفظی و معنوی کی طرف اشارہ بھی کیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد : (۱۸۸۸ء – ۲۲ ؍ فروری ۱۹۵۸ء) بلند پایہ عالم دین، صحافی، صاحبِ طرز انشاء پرداز، سیاستدان، الہلال اور البلاغ کے مدیر۔ ان کی تصانیف میں ترجمان القرآن، تذکرہ اور غبارِ خاطر کے علاوہ خطبات، مقالات اور خطابات کے مجموعے شامل ہیں۔ سیاست میں وہ آزادی کے نقیب مگر کانگریس کے طرفدار رہے۔ تقسیمِ ہند میں پیش پیش رہے، آزادی کے بعد بھارت کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ [4] سیاسی اختلافات کے باوجود اقبال اور ابوالکلام آزاد میں باہمی احترام کا جذبہ موجود تھا۔ [5] اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں لکھا ہے کہ رموزِ بیخودی کو انھوں نے بہت سراہا ہے۔

---

[1] ماخذ : خطوطِ اقبال، ص : ۸۰ – ۸۱

[2] معارف، مکتوب : ۸۹

[3] تبصرے کے لیے دیکھیے : اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص : ۲۷ – ۶۱

[4] ابوسلمان شاہجہانپوری، ارمغانِ آزاد، کراچی، آزاد اکیڈمی، ۲۲ ؍ فروری ۱۹۷۸ء، ۱۲، ص : ۱۰۷ – ۱۲۸

[5] قاضی افضل حق قرشی، اقبال کے ممدوح علماء، لاہور، مکتبہ محمودیہ، ۱۹۷۷ء، ص : ۹۱ – ۱۰۶

نیز دیکھیے : علمائے پاک و ہند، ص : ۳۸۹ – ۳۹۸

مکتوب نمبر: ۱۱۸ [1]
مقام تحریر: لاہور
تاریخ تحریر: ۱۰ر مئی ۱۹۱۸ء
مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

معارف میں ابھی آپ کا ریویو: معارف، اپریل ۱۹۱۸ء میں سید سلیمان ندوی نے 'رموزِ بیخودی' پر تبصرہ شائع کیا تھا اور فکری اعتبار سے مثنوی کی بے حد تحسین کی تھی۔

صحتِ الفاظ و محاورات: سید سلیمان ندوی نے لکھا تھا کہ ایک نابغہ نظر شخص اس مثنوی میں الفاظ کی صحت یا صحیح فارسی معنی میں ان کے استعمال کی صحت میں شک کر سکتا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ اقبال کے شاعرانہ خیالات میں اتنی تیز روانی ہے کہ یہ خس و خاشاک اس کی قبول و لطافت میں مزاحم نہیں ہو سکتے۔ اس پر اقبال نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ سید سلیمان ندوی اپنی الفاظ و محاورات کی غلطیوں سے آگاہ کر دیا تاکہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی اصلاح کر دی جائے۔ 'رموزِ بیخودی' کی دوسری اشاعت 'اسرارِ خودی' کی تیسری اشاعت کے ساتھ 'اسرار و رموز' کے نام سے یکجا صورت میں ۱۹۲۳ء میں ہوئی۔ اس میں اقبال نے متعدد تبدیلیاں کیں۔ غالب امکان ہے کہ اقبال نے نظرِ ثانی کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی کے مشوروں کو بھی پیشِ نظر رکھا ہوگا۔ تاہم ان مشوروں پر اقبال نے اپنے مکاتیب بنام سید سلیمان ندوی ۳ر اکتوبر ۱۹۱۸ء[3]، ۲۳ر اکتوبر ۱۹۱۸ء[4]، ۳۰ر اکتوبر ۱۹۱۸ء[5]، ۲۰ر نومبر ۱۹۱۸ء[6] اور ۳ر اپریل ۱۹۱۹ء[7] میں اظہارِ خیال کیا ہے۔

---

[1] عطاء اوّل، ص: ۸۱-۸۲
[2] تعارف، مکتوب، ۸۹
[3] مکتوب، ۱۲۸
[4] مکتوب، ۱۳۰
[5] مکتوب، ۱۳۲
[6] مکتوب، ۱۳۷
[7] مکتوب، ۱۳۶

مکتوب نمبر: 119[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۳ رمئی ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی[2]

متن کی درستی:

عطاء اوّل میں مطبوعہ متن کے جملے 'امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا' کے بعد اشعار درج ہیں جبکہ عکس میں اس جملے کے بعد یہ الفاظ درج ہیں: والسلام

مخلص محمد اقبال، لاہور

۲۳ رمئی ۱۹۱۸ء

توضیح:

چند اشعار: نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا

میں ہلاک جادوئے سامری تو قتیل شیوۂ آزری الخ

یہ سات اشعار معارف، جون ۱۹۱۸ء میں 'ترانۂ اقبال' کے عنوان سے شائع ہوئے۔

بعد میں معمولی لفظی ترمیم اور دو شعروں کے اضافے کے ساتھ 'میں اور تو' کے زیر عنوان 'بانگ درا' (۱۹۲۴ء) میں شامل ہوئے[3] چوتھے شعر کے مصرع اولیٰ میں 'تری راکھ' کی جگہ 'تری خاک' بنا دیا گیا ہے اور درج ذیل اشعار کا اضافہ کیا گیا ہے:

دم زندگی، رم زندگی، غم زندگی سم زندگی   غم رم نہ کر، سم غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے   وہی فطرت اسداللّٰہی وہی مرحبی وہی عنتری

معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر انھی دنوں تخلیق ہوئے تھے[4]

---

[1] ماخذ: عطاء اوّل، ص: ۸۲-۸۳

[2] تعارف، مکتوب: ۸۹

[3] کلیات اقبال، اردو، ص: ۲۵۲-۲۵۳

[4] دیکھیے مکتوب: ۱۱۵

مکتوب نمبر: ۱۲۰ [1]
مقام تحریر: لاہور
تاریخ تحریر: ۸ر جون ۱۹۱۸ء
مکتوب الیہ: کیپٹن منظور حسین

تعارف: کیپٹن منظور حسین (۱۸۹۷ء - دسمبر ۱۹۷۳ء) ان کا تعلق گوجرانوالہ کے ایک دینی علمی گھرانے سے تھا، والد کا نام مولوی عزیز الدین عزیز تھا جو نواب بہاولپور، صادق محمد خان چہارم کے مصاحب، درباری شاعر اور ممتاز خوشنویس تھے۔ فنِ تاریخ گوئی میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ منظور حسین نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے، ایم او ایل کے امتحانات پاس کیے تھے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے رکن تھے، ذہین تھے بہت جلد شاعری میں مقام پیدا کر لیا۔ ان کا کلام ہفت روزہ "المنیر"، "جنگ"، "البشیر" مراد آباد اور "زمیندار" لاہور میں شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۱۹ء میں سرکاری ملازمت اختیار کی، ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۸ء فوج میں رہے۔ وہاں سے واپس گھر اعوان بھی میں آئے اور بعد میں پنشن کے حقدار ہوئے۔ گوجرانوالہ سے ایک دینی ہفت روزہ "العدل" جاری کیا جو ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۵ء شائع ہوتا رہا۔ "فن تاریخ گوئی" پر ان کی کتاب ۱۹۷۳ء میں لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ کیپٹن منظور حسین اقبال سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور شعر و ادب میں ان کے پیروکار تھے[2]

توضیحات:

حضرت جنیدؒ: حضرت جنید بغدادی (وفات ۹۱۰ء) ابوالقاسم کنیت، قواریری، زجاج اور خراز القاب ہیں۔ تصوف میں آپ کے بلند مقام کے پیش نظر سید الطائفہ، شیخ المشائخ اور دیگر معزز القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے حضرت سری سقطیؒ، حارث محاسبیؒ اور شیخ محمد قصابؒ سے روحانی تربیت حاصل کی۔ ان کے ہاں تصوف وہی معتبر ہے جس کی اصل قرآن و سنت ہو[3]۔ اقبال اپنے کلام میں ان کے فقر کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

---

[1] ماخذ: انوار، ص: ۲۸۷
[2] معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۵۵۵-۵۶۰
[3] محبوب صوفیہ، ص: ۲۲-۳۱

اقبال لکھتے ہیں " آجکل وہ زمانہ ہے کہ مسلمان کو اپنی کوئی قوت اپنے نفس کی خاطر صرف نہ کرنی چاہیے! حضرت جنید نے ایک دفعہ بیماری میں قرآن شریف کی ایک سورۃ اپنے اوپر پڑھ کے دم کی تھی بارگاہِ ایزدی سے رنہیں ملامت ہوئی کہ ہمارا کلام اپنے نفس کی خاطر صرف کرتا ہے "

پیام غربت : کیپٹن منظور حسین نے اپنی نظموں کا ایک مختصر مجموعہ "پیام غربت" کے نام سے چھپوایا جس کے سرورق پر اقبال کا یہ شعر لکھا گیا تھا :

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے — غربت کے درد مند کا طرزِ کلام اور ہے[1]

مذکورہ شعر کے بارے میں اقبال لکھتے ہیں کہ مصرع ثانی میں لفظ غربت غلط طور پر شائع ہو گیا ہے غربت سے شعر کی بحر درست نہیں رہتی ۔ یہ لفظ غلط چھپ گیا تھا اب اسے درست کر لیا ہے ۔ اصل مصرع یوں ہے " عشق کے درد مند کا طرزِ کلام اور ہے " اقبال کا یہ شعر "بانگ درا" (۱۹۲۴ء) کی نظم "طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام" میں شامل ہے[2]

مقصودِ شاعری : اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اپنی شاعری کا مقصد شاعری نہیں بلکہ یہ قرار دیا ہے کہ دوسروں کے دلوں میں بھی وہی خیالات موجزن ہوں جو اقبال کے اپنے دل میں ہیں اور بس ۔

---

[1] انوار، ص: ۲۸۶

[2] کلیات اقبال، اردو، ص: ۱۱۲ ۔ یہ نظم پہلی مرتبہ مخزن، جون ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی تھی اور اس وقت لفظ "غربت" ہی شائع ہوا تھا، باقیات، سوم (ص: ۵۶۵) میں نظم کے باقی ماندہ اشعار تو درج کر دیے گئے ہیں، اشعار میں تبدیلی کا ذکر نہیں کیا گیا ۔ اس قسم کی ترمیم و تبدیلی کا ذکر "اصلاحاتِ اقبال" (ص: ۵۰ - ۵۱) میں کیا گیا ہے ۔

مکتوب نمبر: ۱۲۱ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۰ رجون ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات :

نواب سراج الدین خان سائل : نواب سراج الدین احمد خان سائل دہلوی (وفات ۱۵ ستمبر ۱۹۴۵ء) نواب مرزا داغ (وفات ۱۹۰۵ء) کے شاگرد، دہلی کی بول چال میں روایتی مضامین کا بیان ان کی خصوصیت ہے[3]۔ گرامی کے دوست تھے۔ جب شادی کے سلسلہ میں گرامی کچھ عرصہ کے لیے ان کے ہاں دہلی میں مقیم رہے، جیسا کہ اقبال نے لکھا ہے کہ "آپ مقدمہ کے خوف سے بھاگ کر دہلی میں نواب سراج الدین خان سائل کے یہاں پناہ گزیں تھے مگر آپ لکھتے تو اس سے محفوظ جگہ آپ کے لیے تجویز کر دیتا"۔

اشعار آپ نے خوب لکھے : اقبال نے گرامی کے جن اشعار کی داد دی ہے وہ گرامی کی اس غزل کے ہیں جس کا مطلع یہ ہے : عشق می ورزی ملامت را برگ باد دہ   سنگ را آتش زن و ناموس را بر باد دہ[4]

وہ مثنوی جو آپ نے شروع کی تھی ... محمد عبداللہ قریشی لکھتے ہیں کہ گرامی نے ایک مثنوی مولانا روم کی پیروی میں شروع کی تھی لیکن اس کو نبھا نہ سکے، غنیمت کنجاہی کی مثنوی "نیرنگ عشق" کے جواب میں "خرابات جنون" لکھنے کی کوشش کی لیکن مکمل نہ ہو سکی۔[5] اس سے ظاہر ہے کہ گرامی کی کوئی مثنوی شائع نہیں ہوئی تھی اقبال نے اس کی اشاعت کا ذکر محض اندازے سے کیا ہے۔ دراصل اقبال ان دنوں پنجاب یونیورسٹی کے لیے ایم اے فارسی کا نصاب تجویز کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ گرامی کا مطبوعہ کلام مل جائے تو اسے "ہندوستان کے فارسی شعراء" والے پرچے میں شامل کریں۔ بہرحال اب یہ دونوں مثنویاں گرامی کے دیوان میں شامل ہیں[6]۔

---

1. ماخذ: گرامی، ص: ۱۲۲-۱۲۶
2. تعارف، مکتوب ۲۲۱
3. شخصیات، جزء ۲، ص: ۸۴۳-۸۵۳
   مکاتیب، جزء ۲، ص: ۹۲۱
4. دیوان گرامی، ص: ۸۳
5. گرامی، ص: ۵۶
6. مثنوی بطرز مولانا روم علیہ الرحمۃ کے لیے دیکھیے دیوان گرامی، ص: ۱۰۲-۱۱۲
   خرابات جنون بطرز مثنوی غنیمت کے لیے دیکھیے دیوان گرامی، ص: ۱۲۲-۱۵۳

مکتوب نمبر: ۱۳۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۱ر جون ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: اکبر الہ آبادی [2]

متن کی درستی:

حصہ دوم میں منقول متن میں لفظ 'Nacotic' دراصل 'Narcotic' ہے اور 'حضرت علاء الدولہ سبحانی' دراصل 'حضرت علاء الدولہ سمنانی' ہے۔ یہ کتابت و طباعت کی اغلاط ہیں۔

توضیحات:

پس منظر: علامہ اقبال کی مثنوی 'اسرارِ خودی' میں شامل خواجہ حافظ شیرازی (وفات ۱۳۸۹ء) کے خلاف اشعار پر اکبر نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تاہم ان کی خواہش تھی کہ یہ نزاع ختم ہو جو اقبال اور خواجہ حسن نظامی کے درمیان برپا تھی۔ اس لیے انہوں نے اقبال کو بھی لکھا جس کے جواب میں اقبال نے اس مکتوب میں اپنے موقف کی وضاحت کی اور یہ بھی بتایا کہ حافظ کے خلاف لکھے گئے اشعار مثنوی سے خارج کر کے 'در حقیقت شعر و اصلاحِ ادبیات اسلامیہ' کے عنوان سے اشعار شامل کیے ہیں۔

حالتِ سکر: روحانی حال کے غلبہ کا نام سکر ہے اور تہذیبِ اقوال و ترتیبِ افعال کی جانب سکر سے واپس آجانے کا نام صحو ہے۔[3]

.... نے ایسا سمجھ کر: خالی جگہ میں خواجہ حسن نظامی کا نام تھا جو حذف کر دیا گیا۔

حضرت علاء الدولہ سمنانی[4]: اقبال نے سمنانی نہیں سبحانی لکھا ہے یا یہ کتابت و طباعت کی غلطی ہے جیسا اوپر تصریح کی گئی ہے اور یہی قرینِ قیاس ہے۔ ان کا پورا نام ابوالمکارم رکن الدین احمد البیابانکی السمنانی ہے ۱۳۳۶ء میں فوت ہوئے۔[5] سمنانی شیخ اکبر ابن عربی (وفات ۱۲۴۰ء) کے

---

[1] ماخذ: حصہ دوم، ص: ۵۳ - ۵۷

[2] تعارف، مکتوب: ۲۳

[3] شہاب الدین سہروردی، شیخ، عوارف المعارف (ترجمہ: حضرت شمس بریلوی) کراچی، مدینہ پبلشنگ ہاؤس، اپریل ۱۹۷۷ء، ص: ۶۹۸

[4] محبوب صوفیہ، ص: ۳۳

[5] کارنامہ بزرگانِ ایران، ص: ۲۶۵ - ۲۶۷

فلسفۂ وحدت الوجود کے سخت مخالف تھے[1]

اسی طرح حضرت جنید بغدادی (وفات ۹۱۰ء) بھی تصوف میں سُکر کی بجائے صحو کے قائل تھے[2]
اقبال بھی یہی رائے رکھتے تھے کہ کیف و مستی میں بالعموم آگہی صحو ہی کی ضرورت ہے، نبی کریمؐ
نے صحابہ کرامؓ کی تربیت اسی حال میں کی تھی[3]

TERRITORIAL NATIONALISM : یورپ کا نظریہ وطنیت جس کے زیر اثر عالم اسلام
میں وطنی قومیت کا جذبہ پیدا ہوا اور ہندوستان میں متحدہ قومیت کے نظریے کو رواج حاصل ہوا،
اقبال یورپ کے نظریہ وطنیت کے شدید مخالف تھے انہوں نے نظم و نثر میں جا بجا اس کی مخالفت کی ہے
اقبال کے نزدیک موجودہ عصر میں اسلام کا دشمن نمبر ایک یورپ کا نظریہ وطنیت ہے۔

مذہب کیا ہے گروہ بندی ہے فقط : اکبر الٰہ آبادی کی اس دو بیتی کا مصرع ہے:

غالب انسان پہ خود پسندی ہے فقط   مذہب کیا ہے گروہ بندی ہے فقط
ہر ذرۂ دہر سے آتی ہے یہ صدا   الفت ہے اگر تو عقلمندی ہے فقط[4]

اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اکبر کے اس خیال سے اختلاف کیا ہے کہ مذہب گروہ بندی ہے، انہوں نے واضح
کیا ہے کہ اسلام کا ایک نہایت ضروری پہلو قومیت ہے جس کا مرکز کعبۃ اللہ ہے

ادب : زیر نظر مکتوب میں اقبال نے ادب پر عجمی تصوف کے اثرات سے بھی بحث کی ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ عجمی
تصوف سے لٹریچر میں دلفریبی اور حسن تو پیدا ہوتا ہے مگر اس سے طبائع پست ہو جاتی ہیں، اسلامی تصوف دل
میں قوت پیدا کرتا ہے جس سے ادب پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے، اقوام عالم اسلامیہ کا ادب قابل اصلاح ہے
یاس پرستانہ ادب بے کار ہے، قومی زندگی اور قومی ترقی کے لئے رجائیت آمیز ادب تخلیق ہونا چاہئے۔

---

۱ مکتوب صوفیہ، ص: ۵۳۰

۲ کتاب مذکور، ص: ۲۶

۳ مجلد اوّل، ص: ۱۰۰

۴ کلیات اکبر اوّل، ص: ۵۷

مکتوب نمبر: ۱۲۳ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۰ر جولائی ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: اکبر الٰہ آبادی [2]

متن کی درستی:

۱۔ مطبوعہ 'سبحۂ اقل' دراصل 'سبحۂ اقل' ہے

۲۔ " 'از نقش' " 'ازتعش' ہے

۳۔ " 'در خیالش' " 'دررخالش' ہے

اسی طرح مولفِ علامہ دوم نے مصرع 'طبع مسلم از محبت قاہر است' کے بعد دوسرا مصرع درج ہی نہیں کیا جو یوں ہے 'مسلم ار عاشق نباشد کافر است'۔ یہ درستی کلیاتِ اقبال فارسی کی مدد سے کی گئی ہے۔

توضیحات:

پس منظر: اقبال نے ۱۱ر جون ۱۹۱۸ء کے مکتوب[3] میں خواجہ حافظ شیرازی (وفات: ۱۳۸۹ء) اور تصوف کے بارے میں اپنا موقف بیان کیا تھا۔ اکبر الٰہ آبادی نے اس موقف کو ایک حد تک درست تسلیم کیا تھا لیکن ساتھ ہی لکھا تھا کہ مثنوی میں کچھ لکھا گیا ہے اور خط میں کچھ اور رائے ظاہر کی گئی ہے۔ اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں بتایا ہے کہ اکبر کو اقبال کے ہاں کہیں کہیں تناقض نظر آتا ہے کہ انہوں نے مثنوی 'اسرارِ خودی' پڑھنے کی زحمت نہیں کی۔ اس مکتوب میں اقبال نے خودی اور بیخودی کے متعلق اسلامی تعلیم کی روشنی میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے۔ اس بنا پر فکرِ اقبال میں یہ خط بہت اہمیت رکھتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں اس خودی کا حامی ہوں جو سچی بیخودی سے پیدا ہوتی ہے یعنی جو نتیجہ ہے ہجرت الی الحق کرنے کا اور جو باطل کے مقابلے میں پہاڑ کی طرح مضبوط ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے بیخودی کی بھی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک وہ جو غزلیہ شاعری LYRIC POETRY کے پڑھنے سے پیدا ہوتی ہے اور

---

۱ ماخذ: علامہ دوم، ص: ۵۸-۶۲ ۲ تعارف، مکتوب ۲۳۰

۳ دیکھیے، مکتوب ۱۲۲

اور دوسری وہ جو گروہ صوفیوں کے نزدیک ذات باری میں فنا کے تصور سے پیدا ہوتی ہے جبکہ حقیقی اسلامی بیخودی وہ ہے جس میں انسان اپنے نفس کی بجائے ذات الٰہی کی اطاعت اختیار کرے۔

اشعار: اندکے اندر سرائے دل نشیں   ترک خود کن سوئے حق ہجرت گزیں   الخ

یہ تین اشعار "اسرار خودی" میں بعنوان "در بیان اینکہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد" میں شامل ہیں۔ پہلے شعر کے مصرع اول میں لفظ "سرائے" کو "حرائے" سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔[1]

شعر: بندۂ حق پیش مولا لاستے   پیش باطل از نعم برپاستے

یہ شعر مثنوی "رموز بیخودی" کا ہے۔[2]

عالمگیر کی ایک حکایت: یہ حکایت اردو خط میں مندرجہ اشعار "رموز بیخودی" میں بعنوان "حکایت شیر و شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ" میں شامل ہیں، پہلا شعر یوں ہے:

اے چنیں دل خود نما و خود شکن   دارد اندر سینۂ مومن وطن[3]

شعر: در قبائے خسروی درویش زی   دیدۂ بیدار و خود اندیش زی

یہ شعر "رموز بیخودی" کی فصل "در بیان اینکہ مقصد حیات مسلم اعلائے کلمۃ اللہ است..." میں شامل ہے۔[4]

حضرت عمرؓ کا ایک قول یوں منظوم کیا ہے: راہ دشوار است سامان کم بگیر   در جہاں آزاد زی آزاد میر   الخ

یہ اشعار "رموز بیخودی" میں تفسیر سورۂ اخلاص کے ذیلی عنوان "اللہ الصمد" کے تحت درج کیے گئے ہیں۔[5] یہاں اقبال نے حضرت عمرؓ کے جس قول کا ذکر کیا ہے مولانا شبلی نعمانی نے وہ قول یوں نقل کیا ہے "اَقلِل مِنَ الدُّنیا تَعِش حُرًّا" (ترجمہ) دنیا تھوڑی سی لو تو آزادانہ زندگی بسر کرو گے۔[6]

مسلمان کی تعریف: قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ   عشق را ناموس و نام و ننگ دہ   الخ

یہ چار شعر "رموز بیخودی کی فصل" در بیان اینکہ مقصد حیات مسلم...." میں شامل ہیں۔[7]

---

[1] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۲۲   [2] کتاب مذکور، ص: ۹۹   [3] کتاب مذکور، ص: ۶۳

[4] کتاب مذکور، ص: ۱۸۹   [5] کتاب مذکور، ص: ۱۵۸

[6] شبلی نعمانی، الفاروق، [illegible] ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ، ص: ۶۳۰   [7] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۶۲

مکتوب نمبر: ۱۲۴ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۵ جولائی ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: اکبر الہ آبادی [2]

متن کی درستی: "یں خاکِ راہ" میں "یں" کتابت کی غلطی ہے، اصل لفظ "بن" ہے

توضیحات:

مصرع: غم بڑا مدرکِ حقائق ہے: یہ دراصل اکبر کے ایک قطعہ کا مصرع ہے، اقبال نے اس مصرع کی داد ۱۶ فروری ۱۹۱۲ کے مکتوب میں دی تھی [3]

.....: مولفِ علامہ مرحوم نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ الفاظ پڑھے نہیں جا سکے، الفاظ یہ ہیں "آپ کے اکثر اشعار میں حقائقِ حیات ..." [4]

مولانا روم: مولانا جلال الدین محمد رومی (۱۲۰۷ء - ۱۲۷۳ء) عظیم فارسی شاعر، صوفی اور عارف، لقب سے زیادہ مولوی کے نام سے معروف ہیں، مثنوی معنوی ایسے شاہکار کے مصنف جس کے چھ دفتر اور ستائیس ہزار کے لگ بھگ شعر ہیں [5]۔ اقبال رومی کو پیرِ حق پرست، مرشدِ روم اور پیرِ رومی وغیرہ القابات سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی تقریباً ہر کتاب میں رومی کا ذکر ملتا ہے [6]۔ جاوید نامہ کے افلاک کے سفر میں اقبال کے رہنما بھی رومی ہی ہیں۔

جہاں ہستی ہوئی محدود ...: اکبر کا شعر یوں ہے:

جہاں ہستی ہوئی محدود لاکھوں پیچ پڑتے ہیں عقیدے، عقل، عنصر سب کے سب آپس میں لڑتے ہیں

اقبال نے ہیگل کے فلسفہ کی روشنی میں ۷ دسمبر ۱۹۱۲ء کے مکتوب میں اس شعر کی داد دی تھی [7]

---

1. ماخذ: علامہ مرحوم، ص: ۶۳-۶۶ — 2. تصوف، مکتوب، ۲۳

3. مکتوب، ۳۶ — 4. معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۱۷۱

5. شبلی نعمانی، سوانح مولانا روم، لاہور، ترقی ادب، اپریل ۱۹۷۱ء، ص: ۱۵-۶۶
ادبیاتِ فارسی، ص: ۲۹۱-۲۹۲، کارنامہ بزرگانِ ایران، ص: ۲۴۸-۲۴۹

6. اقبال اور فارسی شعراء، ص: ۱۰۰-۱۵۰، محبوب صوفیہ، ص: ۱۲۵-۱۴۳

7. مکتوب، ۷۰، ہیگل چونکہ جرمن فلسفی تھا اس لیے علامہ مرحوم کے متن میں یہ لفظ درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کسی انگریز فلسفی کا حوالہ دے رہے تھے

شعر : ہر خیالے را خیالے می خورد   فکر ہم بر فکر دیگر می چرد

مولانا رومی کا شعر ہے، مثنوی کے باب "در بیان آنکہ ماسوی اللہ شاہ ہر چیز آکل و ماکول است" میں موجود ہے۔ مصرع ثانی یوں ہے "فکر آن فکر دگر را می چرد"[1]

شوپن ہار : SHOPENHAUER (۱۷۸۸ء – ۱۸۶۰ء) مشہور جرمن قنوطی فلسفی، اس کی اہم ترین تصنیف یہ ہے:

WORLD AS WILL AND IDEA (۱۸۱۹ء)

دوسری اہم تصنیف THE FUNDAMENTAL PROBLEMS OF ETHICS (۱۸۴۱ء) ہے

اس کے نزدیک ہر چیز اس حقیقت کے محور کے گرد گھوم رہی ہے کہ دنیا ارادے کی ایک شکل ہے، ذہن اور جسم دونوں ارادے کے تابع ہیں، زندہ رہنے کی آرزو ارادے ہی کا دوسرا نام ہے، عقل تھک جاتی ہے ارادہ کبھی نہیں تھکتا، زندگی شر سے عبارت ہے اور اس میں درد والم کے سوا کچھ بھی نہیں[2]

شعر : اکبر کا مکمل شعر یوں ہے :

دل اس کے ساتھ ہے خدا جس کے ساتھ ہے   لیکن خبر نہیں کہ خدا کس کے ساتھ ہے[3]

شعر : اکبر کا اصل شعر یوں ہے :

انجم روحیہ کے لئے عقل کی کیا قدر تھی   جب خاک راہ ناچ لیا کرتی ہوا کے ساتھ[4]

فارسی رباعی : اقبال کی فارسی رباعی یہ ہے :

گل گفت کہ عیش نوبہارے خوشتر   یک صبح چمن ز روزگارے خوشتر
زاں پیش کہ کس ترا بدستار زند   مردن بکنار شاخسارے خوشتر

یہ رباعی "پیام مشرق" (۱۹۲۳ء) کے حصہ "خردہ" میں شامل ہے[5]

---

1 مثنوی معنوی، دفتر پنجم، ص: ۸۲
2 Britannica, Vol. 20, PP.102,104
3 رباعیات مولانا اکبر، ص: ۸۷
4 کلیات اکبر، سوم، ص: ۲۲
5 کلیات اقبال، فارسی، ص: ۳۸۹

مکتوب نمبر: ۱۲۵ [1]

مقامِ تحریر: سیالکوٹ

تاریخِ تحریر: ۱۳ اگست ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: اکبر الٰہ آبادی [2]

توضیحات:

باپ کی نگاہِ شفقت: اکبر نے لکھا تھا کہ ہزار کتب خانہ ایک طرف اور باپ کی نگاہِ شفقت ایک طرف۔ اس کی تائید کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں کہ اسی واسطے تو جب کبھی موقعہ ملتا ہے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور پہاڑ پر جانے کی بجائے ان کی گرمیٔ صحبت سے مستفید ہوتا ہوں۔ یہاں اقبال نے والد کا ایک ملفوظ بھی نقل کیا ہے جو یہ ہے "معلوم نہیں بندہ اپنے رب سے کب کا بچھڑا ہوا ہے"۔ اقبال نے اس جملے کے گہرے اثر کا بھی ذکر کیا ہے اور اس طرح کے واقعات کو پیرانِ مشرق کی خاموش تبلیغ قرار دیا ہے جن سے یورپ کی درسگاہیں محروم ہیں۔

سید عبدالرؤف: الٰہ آباد سے تعلق رکھتے تھے اور لاہور ہائی کورٹ میں جج رہے تھے۔ اس زمانے میں ریٹائر ہو چکے تھے۔ انہوں نے چیف جسٹس سے اقبال کی جج کے عہدے پر تقرری کی سفارش کی تھی جیسا کہ اقبال نے اسی خط میں لکھا ہے۔

گورنمنٹ میں نام ضرور پیش ہے: ان دنوں لاہور ہائی کورٹ میں کسی مسلمان جج کی تقرری کا سوال پیدا ہوا تو عوام و خواص نے اس عہدے کے لئے اقبال کا نام پیش کیا لیکن ایک تو اقبال نے خود اس کے لئے کوشش نہیں کی اور دوسرے اس زمانے میں لاہور ہائی کورٹ میں سر شادی لال چیف جسٹس تھے جو اپنے تعصب کے لئے مشہور تھے۔ انہوں نے اقبال کے بارے میں یہ منفی رائے دی کہ ہم اقبال کو شاعر کی حیثیت سے جانتے ہیں قانون دان کی حیثیت سے نہیں جانتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اقبال کی تقرری نہ ہو سکی اور ان کی جگہ ایران کے سید آغا حیدر کا تقرر عمل میں آیا۔[3]

---

[1] ماخذ، جلد دوم، ص: ۶۶ - ۶۸

[2] تعارف، مکتوب ۲۳

[3] تفصیل کے لئے دیکھیے مفکرِ پاکستان، ص: ۳۲۸ - ۳۲۹

مکتوب نمبر: ۱۳۶ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۸ ستمبر ۱۹۱۸ء [2]

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [3]

توضیحات:

دساتیر کے حوالوں کے متعلق آپ نے لکھا تھا۔ دساتیر زردشتیوں کی مقدس کتاب کا نام ہے
جسے ان کا ایک گروہ جعلی قرار دیتا ہے اور جلال الدین اکبر (وفات ۱۶۰۵ء)
کے زمانے کی تالیف خیال کرتا ہے۔ اس میں ۱۶ کتابیں شامل ہیں اور کہا جاتا ہے کہ
یہ علم معنوی میں آذر کیوان کے پیرووں کے توسط سے تالیف ہوئی۔ اس میں شامل
کتابیں خاص اور مجہول زبان میں لکھی گئی ہیں اور فارسی ترجمے کو مؤلف نے ساسانِ پنجم
سے منسوب کیا ہے۔ اس میں فرقہ آذر کیوان کے عقائد درج ہیں۔ بہت سے الفاظ
جو مؤلف اور اس کے رفقا وضع کیا کرتے تھے بعد کی کتابوں اور لغات حتیٰ کہ متداول فارسی
میں داخل ہو چکے ہیں۔[4]

روس کے مسلمانوں کے متعلق: یہ مضمون 'مسلمانانِ روس' کے عنوان سے عبدالسلام ندوی نے لکھا تھا

---

[1] ماخذ: اقبال نامہ اول، ص: ۸۴

[2] اقبال نامہ اول میں اس مکتوب کی تاریخ تحریر ۸ دسمبر ۱۹۱۸ء لکھی گئی ہے۔ حالانکہ اس کے مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ
یہ تاریخ غلط ہے۔ اقبال خط کے آغاز میں لکھتے ہیں: 'رموز بیخودی کی لغزشوں سے آگاہ کرنے کا وعدہ آپ نے
کیا تھا۔ اب تو ایک ماہ سے بہت زیادہ عرصہ ہو گیا۔ امید کہ توجہ فرمائی جائے گی۔' اقبال نے ۱۰ مئی ۱۹۱۸ء
کے مکتوب میں سید سلیمان ندوی سے درخواست کی تھی کہ 'رموز بیخودی' پر ریویو میں اگر لغزشیں بھی واضح کر دی جاتیں
تو بہتر تھا تاہم ایسے الفاظ و محاورات سے ضرور سید سلیمان ندوی انہیں آگاہ کر دیں تو دوسرے ایڈیشن
میں اصلاح ہو جائے گی (اقبال نامہ اول، ص: ۸۳) ان دونوں خطوں کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ
ان کا زمانی بعد دو تین ماہ کا تو ہو سکتا ہے مئی تا دسمبر یعنی آٹھ ماہ کا نہیں ہو سکتا۔ بطور قرینہ خط
(باقی اگلے صفحہ پر)

جو پانچ قسطوں میں 'معارف' میں شائع ہوا تھا ۔ اس کی آخری قسط ستمبر ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی تھی ۔ اس میں ۱۸۹۹ء تک کے تعلیمی حالات اور خاص طور پر مسلم مدارس میں فارسی زبان کی تعلیم کے رواج اور اثرات کا جائزہ لیا گیا تھا ۔ اقبال نے اس کو الگ رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کی تجویز پیش کی ۔

حاشیہ بقیہ از ص:

کے آخری حصے میں اقبال نے اورنٹل کالج لاہور کے بند ہونے کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے کہ کالج اکتوبر میں کھلے گا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ کالج موسم گرما کی تعطیلات کے بعد یکم اکتوبر کو کھلتا تھا جب کہ اس زمانے میں ہوتا تھا ۔ اس سلسلے کی ایک دوسری دلیل یہ ہے کہ اقبال نے روسی مسلمانوں والے جس مضمون پر اظہار خیال کیا ہے وہ ستمبر ۱۹۱۸ء میں مکمل ہوا تھا ۔ اس پر دو تین مہینے بعد اظہار خیال کی کوئی تک نظر نہیں آتی ۔ بنا بریں اس مکتوب کی تاریخ ۱۸ دسمبر بجائے ۱۸ ستمبر ہونی چاہیے ۔ یہ بات ممکن ہے کہ مرتب علامہ اول نے ستمبر کو دسمبر پڑھ لیا ہو ۔

۳۔ معارف ، مکتوب ، ۸۹

۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے

محمد معین ، دکتر ، فرہنگ فارسی ، تہران ، انتشارات امیر کبیر ، ۱۳۴۵ ھ ش

ج ۵ ، ص : ۵۲۹

مکتوب نمبر : ۱۳۷[۱]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۱۷ر ستمبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ : اکبر الہ آبادی[۲]

متن کی درستی :

۱۔ مطبوعہ متن میں 'جب علم پر عاشق دنیا ہوا' ہے جبکہ مکتوب اصل میں 'ہوا' کی جگہ لفظ 'ہو' درج ہے ۔

۲۔ " " " یہ صحیح کی فقیری فقر' " " " 'فقر' " " 'فقرہ' "

توضیحات :

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری : (۱۸۸۵ء - نومبر ۱۹۱۸ء) قصبہ سیوہارہ (بجنور) میں پیدا ہوئے ، والد کا نام نور الٰہی سعدم تھا ، بچپن گونڈہ میں گزرا ، ۱۹۰۲ء میں گونڈہ سے میٹرک پاس کیا ، ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ سے بی اے اور ۱۹۰۹ء میں قانون کا امتحان پاس کیا ، انگلستان میں بیرسٹری اور جرمنی میں پی ایچ ڈی کی تکمیل کی ۔ ۱۹۱۳ء میں مرادآباد میں وکالت شروع کی ، ۱۹۱۶ء میں ریاست بھوپال میں افسر تعلیمات مقرر ہوئے ، بجنوری ایک وسیع المطالعہ شخص تھے کئی زبانوں کے ماہر اور فنون لطیفہ کے نقاد تھے ، مغرب سے متاثر تھے لیکن مرعوب نہیں تھے ، ان کی تصانیف میں 'محاسن کلام غالب' ، 'باقیات بجنوری' اور 'یادگار بجنوری' ان کی یادگار ہیں ۔

ایسٹ اینڈ ویسٹ (انگریزی) کے اگست کے نمبر میں ... : EAST AND WEST کے اگست نمبر ۱۹۱۸ء جولائی کے شمارہ میں 'اسرار و رموز' پر تبصرہ شائع ہوا تھا ، یہ تبصرہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا تھا ، مضمون کا ترجمہ اردو میں ہو چکا ہے[۴] ، مضمون کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ مشہور انگریزی نقاد ہربرٹ ریڈ نے اقبال پر اپنے مقالے میں اس کا حوالہ دیا ہے[۵] ۔

---

۱ ماخذ ، علاوہ دوم ، ص : ۶۸ - ۷۰ ۲ تعارف مکتوب ، ۲۳

۳ تصانیف اقبال ، ص : ۹۶ ۴ ہمایوں ، لاہور ، نومبر ۱۹۳۰ء ، نقوش ، نیرنگ خیال اقبال نمبر ، ص : ۸۰-۹۸

۵ سلیم اختر ، ڈاکٹر ، اقبال ممدوح عالم ، لاہور ، بزم اقبال ، نومبر ۱۹۷۸ء ، ص : ۱۱۷

لیکن شیخ عبدالقادر (وفات ۱۹۵۰ء) کا یہ کہنا درست نہیں کہ اقبال نے ڈاکٹر بجنوری کا مضمون پڑھ کر پہلے احساس ہوا کہ 'رموز بیخودی' کا لکھا جانا بے حد ضروری ہے[1] حقیقت یہ ہے کہ اقبال 'رموز بیخودی' کا آغاز بہت پہلے کر چکے تھے اور پھر جس مضمون کا ذکر کیا گیا ہے وہ دونوں مثنویوں (اسرار و رموز) کے بعد میں ہے ۔

'آج' زمانہ' میں ایک ریویو نظر سے گزرا: پنڈت دیا نرائن نگم (وفات ۱۹۴۲ء) نے 'زمانہ' کے پرچہ میں 'اردو شاعری اور شعرائے حال' کے عنوان سے ایک مضمون میں اقبال اور اکبر کے کلام پر تبصرہ کیا تھا، جو اس رسالہ کی اکتوبر اور نومبر کی اشاعتوں میں شامل تھا ۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں اکبر اور نومبر ۱۹۱۸ء میں اقبال کی شاعری پر اظہارِ خیال کیا گیا تھا[2]

اس ضمن میں آپ کے اشعار بھی دیکھیے: ان اشعار کا مطلع یہ ہے:

جب دینِ مذہب، اصلاحِ بشر، دنیا میں پھر آخر کون کرے ؟

غفلت کے سوا اس شغل میں مہمان کی خاطر کون کرے ؟[3] اقبال نے ان اشعار کی داد دی ہے ۔

جب علم ہی عاشق دنیا ہوا: مکمل شعر یوں ہے:

جب علم ہی عاشق دنیا ہو، پھر کون بتائے راہ خدا جب حضرتِ اقدس بے پروا، تائیدِ حق پھر کون کرے ؟[4]

یہ صاحب کی فقیری: اصل شعر یوں ہے:

ہیں صاحب کل ہیں بے شرع و دین جن کا وظیفہ ہے فقیری میلے کی، یہ فقرہ یا شاہ کا وظیفہ ہے[5]

شکوہ اور جوابِ شکوہ: اقبال کی دو عظیم اور طویل نظمیں جو بالترتیب ۱۹۱۱ء اور ۱۹۱۳ء میں کہی گئیں، اکبر کو جب یہ نظمیں دوبارہ چھپوانا چاہتے تھے بشرطیکہ اکبر الہ آبادی تبصرہ لکھیں لیکن اکبر اس خواہش کی تعمیل نہ کر سکے ۔

---

[1] نذرِ اقبال، ص: ۱۸

[2] اکبر اور اقبال، ص: ۳۳ ۔ زمانہ کے مذکورہ شمارے نہ مل سکے تاہم مولف 'اکبر اور اقبال' کی یہ بات قابلِ غور ہے کہ اکتوبر کے شمارے کا ریویو اقبال نے ستمبر ۱۹۱۸ء کے زمانے میں دیکھ لیا تھا ۔

[3] مکتوبات اکبر، سوم، ص: ۲۹ [4] حوالہ مذکور

[5] کتاب مذکور، ص: ۶۰

مکتوب نمبر: ۱۲۸[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳ اکتوبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی[2]

توضیح:

اقبال کے تقاضے پر سید سلیمان ندوی نے مثنوی 'رموز بیخودی' کی بعض خامیوں کی نشان دہی کی تھی۔ انہوں نے اس کے کمزور قافیوں، اصول تشبیہ کی خلاف ورزی اور لفظی تراکیب مثلاً 'بجز نیلم زدہ'، 'کلمہ بیکون لام'، 'باریک تر از جو (یعنی کم در عرض و عمق)'، 'گرمی ذوق'، 'محفل از ساغر رنگین کردن'، 'سرمہ از دیدۂ نمرود شکست'، 'ساز برق آہنگ'، 'از گل غربت (یعنی شر)'، 'نوا پیرایان'، 'صبح آفتاب اندر قفس' وغیرہ پر اعتراض کیا تھا۔ اس کے علاوہ 'قطرۂ از نرگس شہلا ستی'، 'خیمہ بر زد در حقیقت از مجاز'، 'نعرہ زد شیرے از دامان دشت' اور 'بزبانت کلمہ توحید خواند' ایسے مصاریع پر بھی نظر ثانی کے لیے کہا تھا۔

اقبال نے زیر نظر مکتوب میں قوافی اور اصول تشبیہ کے متعلق سید سلیمان ندوی کے اعتراض کو تسلیم کیا لیکن مولانا روم (وفات، ۱۲۷۳ء) اور ملا ظہوری (وفات، ۱۶۱۶ء) کے کمزور قوافی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا ہے کہ اس مثنوی سے شاعری مقصود نہ تھی اس لیے قوافی پر زیادہ توجہ نہ دی گئی۔ اصول تشبیہ کے متعلق انہوں نے مرزا بیدل (وفات، ۱۷۲۰ء) اور غنی کشمیری (وفات، ۱۶۶۸ء) کے علاوہ زمانہ حال کے بعض مغربی شعرا کے طرز عمل کو بطور جواز پیش کیا البتہ تراکیب لفظی کے بارے میں لکھا ہے کہ اساتذہ کے کلام سے سند میں پیش کر سکتے ہیں۔ مصاریع پر مولانا ندوی کے اعتراضات اقبال سمجھ نہیں سکے۔ اس پر مولانا ندوی نے یکے بعد دیگرے دو خط لکھے جن کی روشنی میں اقبال نے ان کے نام اپنے مکاتیب ۲۳ اکتوبر[3]، ۱۳ اکتوبر[4] اور ۲۰ نومبر ۱۹۱۸ء[5] میں ان امور پر بحث کرکے اپنا موقف واضح کیا۔

---

[1] ماخذ، عطا اوّل ص، ۸۵-۸۷ [2] تعارف، مکتوب ۸۹ [3] مکتوب، ۱۳۰

[4] مکتوب، ۱۳۲ [5] مکتوب، ۱۳۳

مکتوب نمبر: ۱۲۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

گرامی کو خاکِ پنجاب جذب کرے گی یا خاکِ دکن؟ : گرامی حیدرآباد سے سبکدوش ہو کر ۱۷-۱۹۱۶ء میں واپس آچکے تھے لیکن نہ تو ان کا اپنا دل یہاں لگتا تھا اور نہ حیدرآباد والے دوست انہیں کھینچ سکے تھے، اس کے باوجود گرامی حیدرآباد جانے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اس پر اقبال نے اس مکتوب میں ان کی کیفیت پر نہایت معنی خیز تبصرہ کیا کہ گرامی "مسلم" ہے اور "مسلم" تودۂ خاک نہیں کہ خاک اسے جذب کر سکے یا آگ اسے جلا سکے یہ ایک قوت نورانیہ ہے کہ جامع ہے جواہر موسویت و ابراہیمیت کی ..." غرضیکہ اقبال نے اس موقع پر جو عبارت لکھی ہے وہ ان کی نثر کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔

شاید نصیر نام ایک شخص تھا ... : اقبال لکھتے ہیں کہ ہجرت سے قبل یہ شخص حضورؐ کو سخت ایذا دیتا تھا فتح مکہ کے بعد آپؐ نے حضرت علیؓ کو اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔

سیرت کی کسی مستند کتاب میں اس نام کے کسی شخص کے قتل کا ذکر نہیں ملتا۔ ایک شخص اخطل بن الاخطل کے قتل کا حکم حضورؐ نے دیا تھا لیکن یہ حکم حضرت علیؓ کو نہیں دیا گیا تھا کیونکہ حضرت علیؓ فتح مکہ کے موقع پر مکہ سے کئی میل باہر فوجی خیمہ گاہ پر متعین کئے گئے تھے۔ وہ فتح مکہ کے کئی روز بعد مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ انہیں کسی کے قتل کا حکم حضورؐ نے نہیں دیا تھا اور نہ انہوں نے کسی کو قتل کیا تھا۔ یہ روایت موضوع ہے [3]

شیخ محمد اقبال صاحب ... : شیخ محمد اقبال ایم اے، ایل ایل بی گرامی کے ملنے والے تھے ہوشیارپور کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۶۶ء میں بعارضۂ قلب لائل پور ریلوے سٹیشن پر فوت ہوگئے۔

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۱۲۷ - ۱۲۸ [2] تعارف، مکتوب ۲۲۱

[3] مولانا عبدالقدوس ہاشمی کا مکتوب، ۱۹ دسمبر ۱۹۸۵ء

مکتوب نمبر: ۱۳۰ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۳ر اکتوبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

مطبوعہ متن میں 'دشت در' ہے جبکہ اصل ترکیب لفظی 'دشت و در' ہے

توضیحات:

ٹیک چند بہار کی الطائف مزروت: ٹیک چند بہار (وفات ۱۷۸۲ء) مشہور ماہرِ لغت، اس کی فارسی لغت 'بہارِ عجم' بہت مشہور ہے، 'الطائف مزروت' بھی اس کی تصنیف ہے، اقبال لفظی اور معنی بحثوں میں ان دونوں کتابوں کا ذکر فرما دیتے ہیں۔

سید سلیمان ندوی نے 'اسرارِ خودی' کی اغلاط کی نشاندہی کی تھی ان میں سے ایک لفظ 'گلہ' کو 'سکون' کے لازم استعمال کرنے پر اعتراض کیا تھا، اقبال لکھتے ہیں کہ اس لفظ پر ٹیک چند بہار کی 'الطائف مزروت' میں بحث ہے لیکن وہ ان کے پاس لاہور میں موجود نہیں، اس کو دیکھ کر جواب دیں گے۔

سیر: اقبال لکھتے ہیں کہ 'سیر کردن'، 'سیر زدن'، 'سیر داشتن' اور 'سیر دیدن' کے الفاظ فارسی میں مستعمل ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے مندرجہ ذیل شعر بطورِ مثال پیش کیے ہیں:

(۱) ہمرہِ صاحب بشہرِ عقل بودم گرچہ بند — مدتے ہم با غزالان سیرِ صحرا می زدم

(۲) تماشا دارد اے مہ با تو سیرِ گلستاں کردن — کہ از شرمِ رخت ہر گل بچندیں رنگ خواہد شد

یہ دونوں شعر 'بہارِ عجم' میں درج ہیں پہلا صاحب تبریزی (وفات ۱۶۷۶ء) کا ہے اور دوسرا غنی کاشمیری کا ہے[3]

---

[1] ماخذ: عطار اوّل، ص: ۸۹-۹۱، مؤلف نے ۲۰ر نومبر ۱۹۱۸ء کا خط غلطی سے پہلے درج کیا ہے پھر ۲۳ر اکتوبر کا اور اس کے بعد ۳۰ر اکتوبر کا حالانکہ ترتیب کے اعتبار سے ۲۳ر اکتوبر کا خط پہلے آنا چاہیے تھا پھر ۳۰ر اکتوبر کا اور اس کے بعد ۲۰ر نومبر کا خط۔

[2] تعارف، مکتوب، ۸۹ [3] بہارِ عجم، ج ۲، ص: ۱۴۰

مصرع : نعرۂ زد شیرے از داماں دشت ۔ یہ مصرع سید سلیمان نے لکھا تھا ، اقبال نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے مصرع یوں لکھا ہے " نعرہ زد شیرے ز دامانِ دشت "

مولانا ندوی کو شیر کے لیے "نعرہ زدن" کے استعمال کرنے پر اعتراض تھا ، ان کے خیال میں یہاں "غریدن" موزوں تھا ، اقبال نے جواب میں لکھا ہے کہ "نعرہ حیوانات مثلاً اسپ اور شیر کی آواز کے لیے آتا ہے لیکن انہوں نے شعر میں بعض دیگر وجوہ سے ترمیم کر دی تھی تاہم انہوں نے غریدن کو بہتر قرار دیا ہے ۔

ٹیک چند بہار نے لفظ "نعرہ" کے ضمن میں امیر معزی کا یہ شعر نقل کیا ہے :

باہر مانند چو بے بنیاد و نعرہ کند در   بود ز کام درخشش از ترغاو تندراو[1]

دشت : مولانا ندوی کو لفظ "دشت" پر اعتراض تھا ، اقبال کہتے ہیں کہ "دشت" اور "بیشہ" ہم معنی ہو جاتے ہیں اور "دشت" کے لیے ضروری نہیں کہ بالکل خشک ہو ، اس کی سند میں اقبال نے یحییٰ شیرازی کا یہ شعر نقل کیا ہے :

مپرس از آب و رنگ کوہسارش   ہزاراں دشت لالہ داغدارش

ٹیک چند بہار نے یہ شعر "دشتِ لالہ" کے زیرِ عنوان درج کیا ہے[2] ، اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ دشت کے معنی ہر جگہ ویران اور بے آباد جگہ کے نہیں ہیں ، تاہم اقبال نے لکھا ہے کہ دشت دو معنی آبادی و ویرانہ آیا ہے اور معنی کلیت کے دیتا ہے ، دشت دور الیہ ہو ہے جیسا کہ کوہ و دشت یا پست و بلند وغیرہ ۔

---

1 بہارِ عجم ، ج ۲ ، ص : ۲۵۳

2 کتاب مذکور ، ج ۱ ، ص : ۴۴۶

مکتوب نمبر: ۱۳۱ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: اکبر الہ آبادی [2]

متن کی درستی:

متن کے فقرہ "جنبہ للہ وجہ من قال" میں "من" غلط کتابت کی گئی ہے

توضیحات:

وبائے انفلوئنزا: جنگ عظیم اول کے اختتام سے چند ماہ پیشتر پنجاب کے بعض علاقوں میں انفلوئنزا کی مہلک وبا پھوٹ پڑی تھی۔ اس وبا کا ذکر اقبال نے محمد نیاز الدین خان کے نام ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۸ء کے مکتوب میں کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بخار کا حملہ آتا ہے تو کچھ بھی نہیں ہوا، اکونین کا استعمال کرنا عادت نہیں سوائے بخار کی حالت کے اور وہ بھی بڑی کراہت کے ساتھ[3]

زمانے میں ریویو دیکھا تھا: "زمانہ" کانپور، اکتوبر ۱۹۱۸ء میں منشی دیا نرائن نگم (وفات ۱۹۴۲ء) نے اکبر الہ آبادی پر مضمون شائع کیا تھا[4] اقبال لکھتے ہیں کہ ریویو اچھا تھا لیکن اکبر کی شاعری پر تبصرہ کرنے کا حق کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔ انھوں نے اکبر کی شاعری پر خود لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ "وقت کی مساعدت نہیں"۔

مطلع آپ کا لاجواب ہے: اقبال نے اکبر کے قطعہ کا صرف پہلا مصرع دیا ہے، پورا قطعہ یوں ہے:

گو سب کو ہے تسلیم کہ معبود وہی ہے   ہم ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مقصود وہی ہے
آنکھوں میں اثر آتے ہیں موہوم سے نقشے   دل میں یہ سماتا ہے کہ موجود وہی ہے
اللہ کی توفیق سے پہنچے گا ترا دل   سرچشمۂ فیض و کرم و جود وہی ہے[5]

---

1. ماخذ، جلد دوم، ص: ۷۱-۷۳
2. تعارف، مکتوب ۲۳
3. نیاز، ص: ۱۳
4. دیکھیے مکتوب ۱۲۷
5. کلیات اکبر، سوم، ص: ۳۸

مکتوب نمبر: ۱۳۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

عطاء اقبال کے منقول متن اور دستیاب عکس میں مندرجہ ذیل اختلافات نظر آتے ہیں:

عطاء اقبال	عکس
۱۔ آپ کا ارشاد اس مصرعہ پر یہ تھا	آپ کا ارشاد اس مصرع پر یہ تھا
۲۔ زیر دست چرخ بودن از گل بے خطر تا (ست)	زیر دست چرخ بودن از گل بے خطر تو (ماست) الخ
۳۔ نہ ہفتاد و دو ملت گردش چشم تو می سازد	ہفتاد و دو ملت گردش چشم تو می سازد
۴۔ چشم دگر گشتن شکستن یعنی نابینا شدن	چشم دگر گشتن شکستن یعنی نابینا وکر شدن
۵۔ از تواضع می توان مغلوب کردن خصم را می شود باریک چو سیلاب بگذرد (از پل بگذرد)	از تواضع می توان مغلوب کردن خصم را می شود باریک چوں سیلاب از پل بگذرد ― صائب
۶۔ انشاء اللہ ان قوافی پر نظر ثانی کروں گا	انشاء اللہ ان قوافی پر نظر ثانی کروں گا
۷۔ دو چار روز تک نتیجہ عرض کروں گا امید ہے کہ کوئی صحیح اور کوئی غلط ہے۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام	دو چار روز تک اپنی تحقیق کا نتیجہ عرض کروں گا امید ہے کہ کوئی صحیح اور کوئی غلط ہے۔ والسلام

علاوہ ازیں ص: ۹۲ پر ۱۱ کے بعد ۱۳ نمبر ڈال دیا گیا ہے جبکہ ۱۲ ہونا چاہیے تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عطاء اقبال میں مندرج متن کتنا ناقص ہے۔

---

[1] ماخذ: عطاء اقبال، ص: ۹۱

[2] المعارف، مکتوب، ۸۹

توضیحات:

پس منظر: اقبال نے ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۸ء کے مکتوب[1] میں سید سلیمان ندوی کو لکھا تھا کہ وہ مثنوی 'رموز بیخودی' کے الفاظ و محاورات وغیرہ پر ان کے اعتراضات کے جواب میں اسناد پیش کریں گے۔ اس مکتوب میں انہوں نے شعر وار سید سلیمان ندوی کے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور 'بہار عجم' کے حوالے سے اسناد پیش کی ہیں۔ وہ اس سلسلے میں ٹیک چند بہار (وفات ۱۷۸۲ء) کی 'ابطال ضرورت' کی جستجو میں بھی تھے لیکن وہ انہیں فوری طور پر دستیاب نہ ہو سکی۔

۱۔ ازگل غربت زباں گم کردۂ: اقبال کا اصل شعر یوں ہے:

ازگل غربت زباں گم کردۂ   ہم زاہم آشیاں گم کردۂ[2]

مولانا ندوی نے لکھا تھا کہ محاورہ 'ازگل' یعنی بدولت اچھے معنوں میں آتا ہے، برے معنوں میں نہیں آتا۔ اقبال نے سالک یزدی کا مندرجہ ذیل مصرع لکھا ہے:

زیر دست چرخ بودن ازگل بے طاقتی ست (الخ)

ٹیک چند بہار نے 'ازگل' کے تحت سالک یزدی کا شعر یوں درج کیا ہے:

زیر دست چرخ گردیدن گل بے طاقتی ست   مہر بر بالای لطف‌ای قضا باید زدن[3]

اقبال نے اپنے شعر میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

۲۔ محفل رنگیں بیک ساغر کنند: اس کی سند میں اقبال نے ناصر علی سرہندی کا یہ شعر لکھا ہے:

جنبشے در دولت گردش چشم تو می سازد   بیک پیمانہ رنگیں کردۂ یک شہر محفل ہا

۳۔ سرمہ از دیدۂ مردم شکست: اقبال نے بہار عجم کے حوالے سے اس کا مطلب لکھا ہے 'چشم و گوش شکستن یعنی نابینا و کر شدن' جبکہ بہار عجم میں لکھا گیا ہے 'چشم شکستن یعنی نابینا شدن مرادف چشم سفید شدن و چشم شکستہ، کنایہ از چشم کور و نابینا'[4] اس سلسلے میں اقبال نے مرزا صائب تبریزی کے اس مصرع کا حوالہ دیا ہے: ترسم کہ گریہ چشم گہربد بشکند۔

---

۱ مکتوب، ۱۳۰   ۲ کلیات اقبال، فارسی، ص، ۱۳۶

۳ بہار عجم، ۲۷۰، ص: ۳۲۵   ۴ کتاب مذکور، ۱۴، ص: ۳۱۵

۴۔ عشق را داغے مثال لالہ بس   در گریبانش گل یک نالہ بس

'گل نالہ' پر مولانا ندوی نے اعتراض کیا تھا ، اس کے جواب میں اقبال نے زلالی کا یہ شعر درج کیا ہے:

چنگے بتار نغمہ تاثیر زن   گلبرگ نالہ بگریبان دل فشاں

اقبال نے اپنے شعر میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور اسی طرح 'رموز بیخودی' میں باقی رکھا ہے[1]

۵۔ ز آسمان آبگون یم می چکد   من ز جو باریک تر می سازمش

یہ دونوں مصرعے دو مختلف شعروں کے ہیں جو یکے بعد دیگرے آئے ہیں ، اصل اشعار یوں ہیں:

۱۔ ز آسمانِ آبگون یم می چکد   بر دل گرمم دمادم می چکد

۲۔ من ز جُو باریک تر می سازمش   تا به صحن گلشنے اندازمش[2]

لفظ 'باریک' کو سید سلیمان ندوی نے صحیح نہیں قرار دیا تھا۔ اقبال نے لکھا ہے کہ 'باریک بمعنی کم در عرض و عمق' بھی آیا ہے ، اقبال نے سند میں صائب تبریزی کے دو شعر نقل کئے ہیں:

نازک تر است از رگ جاں گفتگوئے من   باریک شد سیل چو آمد بجوئے من

از تواضع می تواں مغلوب کردن خصم را   می شود باریک چوں سیلاب از پل بگذرد[3]

اقبال نے اپنے مذکورہ اشعار میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور انہیں علیٰ حالہ قائم رکھا ہے۔ البتہ پہلے شعر کے مصرع ثانی کو اقبال نے پہلے یوں لکھا 'بر گل جسم حریم می چکد' اور پھر اسے یوں بنا دیا 'بر دل گرمم دمادم می چکد'۔

۶۔ کور ذوقاں داستاں ہا ساختند : اقبال کا اصل شعر یہ ہے:

کور ذوقاں داستاں ہا ساختند   وسعت ادراک او نشناختند[4]

مولانا ندوی نے لکھا کہ 'کور ذوق' بے مزہ ترکیب ہے ، جواب میں اقبال نے دو شعر درج کئے ، پہلا شعر ظہوری کا ہے اور دوسرا ملا طغرا کا:

چہ غم زین عروس سخن را بتر   کہ بر کور ذوقاں نشود جلوہ گر

کور ذوقاں ز فیض تربیت   چوں مسیحا مزاج دانِ سخن[5]

اقبال نے اپنے شعر میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

۱۔ کلیات اقبال ، فارسی ، ص: ۸۳   ۲۔ بہار عجم ، ج ۱ ، ص: ۱۱۲   ۳۔ کلیات اقبال فارسی ص [illegible]

۴۔ کتاب مذکور ، ص: ۹۸   ۵۔ بہار عجم ، ج ۲ ، ص: ۳۱۹

۷۔ تانوائے یک اذاں بالیدہ است ۔ اقبال کا اصل شعر یوں ہے :

نالہ ہا در گشت جان کاہیدہ است   تانوائے یک اذاں بالیدہ است [1]

مولانا ندوی نے 'نوا بالیدن' پر اعتراض کیا تھا ، جواب میں اقبال نے بیدل کے اس مصرع سے سند پیش کی ہے :

'تا چند ببالد نفس اندود نوایم' مرزا بیدل کا اصل شعر یوں ہے :

در سینہ خروشم طپشی بیش ندارد   تا چند ببالد نفس اندود نوایم [2]

ٹیک چند بہار نے لفظ 'نوا' کے تحت لکھا ہے 'آواز و آہنگ و نغمہ و نام مقام از موسیقی و لشت جان پرور ، سادہ ، نیوات انگیز 'مستانہ' نفس اندود از صفات اوست بالفظ بالیدن برخاستن و برداشتن و زدن و گستردن مستعمل [3]

۸۔ بود بحر تیغ زود یک سادہ دشت : تیغ زود کو بحر کی صفت کے طور پر استعمال کرنے پر مولانا ندوی کو اعتراض تھا ، اقبال لکھتے ہیں کہ تیغ زود بحر کی صفات میں آتا ہے ، 'بہار عجم' میں وحید کا یہ شعر درج کیا گیا ہے :

بدریای شود از بازگشت آبہا ظاہر   کہ ہر کس مرجع خلق است باید تیغ رو باشد [4]

تاہم اقبال نے یہ شعر حذف کر دیا ہے ۔

۹۔ لنگرہ زد شیرے از دامان دشت : اقبال کا اصل شعر یوں تھا :

لنگرہ زد شیرے از دامان دشت   دشت و در از ہیبتش لرزندہ گشت [5]

مولانا ندوی نے لکھا تھا کہ 'لنگرہ' شیر کے لیے ٹھیک نہیں ہے ، اقبال نے میر معزی کا یہ شعر بطور سند درج کیا ہے :

تا بر ما نغز چرپے نہاد و لنگرہ کشاد   بود زکام درخش ازو تغا و تند راد [6]

---

1. کلیات اقبال ، فارسی ، ص : ۱۳۸
2. بہار عجم ، ج ۲ ، ص : ۶۶۹
3. حوالۂ مذکور
4. کتاب مذکور ، ج ۱ ، ص : ۲۵۳
5. سرود رفتہ ، ص : ۲۵۶
6. بہار عجم ، ج ۲ ، ص : ۵۳

اقبال نے پہلے دوسرا مصرع یوں بنایا "دشت و در از نعرہ اش لرزندہ گشت"[1] پھر پورا شعر اس طرح لکھا:

شیر ببر آمد پدید از طرف دشت   از خروش او فلک لرزندہ گشت[2]

۱۰ - ساز و برق آہنگ او نواختہ

سید سلیمان ندوی نے لکھا تھا کہ "کوس ساز برق" درست نہیں۔ اقبال نے لکھا ہے کہ مصرع میں ساز کی صفت "برق آہنگ" ہے۔ ٹیک چند بہار نے لفظ "ساز" کے تحت بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "برق آہنگ" ساز کی صفت آتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ساز: ہر چہ آنرا نوازند چون نے و چنگ در باب و امثال آن، برق آہنگ، سیر آہنگ، کام سوز، جگر سوز، از صفات اوست و بالفظ بستن و زدن و پرداختن و دادن و نواختن مستعمل"[3]

یہ شعر اقبال نے "رموز بیخودی" میں سے نکال دیا ہے۔

۱۱ - ہم چو صبح آفتاب اندر قفس: اقبال کا شعر یہ ہے:

ملت بیضا ز طوفش ہم نفس   ہم چو صبح آفتاب اندر قفس[4]

مولانا ندوی نے لکھا تھا کہ صبح کے لئے آفتاب کی کیا ضرورت ہے؟ اقبال نے لکھا ہے کہ یہ ترکیب مرزا بیدل کی ہے البتہ محل استعمال نیا ہے یعنی کعبہ کے گرداگرد جب ملت بیضا نماز پڑھتی ہے یا طواف کرتی ہے تو یہ نظارہ صبح آفتاب در قفس سے مشابہ ہے۔ اقبال نے یہ شعر اسی صورت میں باقی رکھا ہے۔

۱۲ - اے بصیری را ردا بخشندۂ: اصل شعر یوں ہے:

اے بصیری را ردا بخشندۂ   بربط سلمیٰ مرا بخشندۂ[5]

---

[1] سرود رفتہ، ص: ۲۵۶
[2] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۹۹
[3] بہار عجم، ج ۲، ص: ۷۳
[4] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۳۵
[5] کتاب مذکور، ص: ۱۶۷

بوصیری: اقبال مذکورہ شعر کے حاشیے میں لکھتے ہیں "بوصیری مصنف قصیدہ بردہ جس نے عالم رویا
میں نبی کریمؐ کو اپنا مشہور قصیدہ (امن تذکر جیران بذی سلم الخ) سنایا، حضورؐ نے
اس کے صلے میں خوش ہو کر بوصیری کو اپنی چادر مطہر عطا فرمائی۔"

بوصیری کا اصل نام ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن سعید البوصیری (وفات ۷ مارچ ۱۲۹۶ء)
ہے۔ عربی شاعر اور صوفی تھے۔ ان کا قصیدہ بردہ خاص طور پر مشہور رہا ہے جو ان کے دوسرے دور
کا عظیم شعری کارنامہ ہے۔ اس کا اصل عنوان "الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ" ہے۔
کہا جاتا ہے کہ اس قصیدہ کی برکت سے انہیں شفا ہو گئی تھی۔ صلاح الدین ایبک لکھتے ہیں
کہ بوصیری کے آدھے جسم پر فالج ہو گیا تھا، صحت کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ بوصیری
بہت پریشان تھے۔ بالآخر انہوں نے ایک قصیدہ نعتیہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

امن تذکر جیران بذی سلم   مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

وہ اسے بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے اپنی صحت کی دعا کرتے تھے۔ ایک رات حالت خواب میں
زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ حضورؐ کی خدمت میں اپنا نعتیہ قصیدہ پیش کیا
حضورؐ خوش ہوئے اور اپنا دست مبارک بوصیری کے چہرے پر پھیرا اور ان کے سر پر اپنی
چادر ڈال دی۔ بوصیری بیدار ہوئے تو بیماری کا نام و نشان تک نہ رہا تھا۔[1]

یہ واقعہ خواب میں پیش آیا تھا لیکن چونکہ اقبال نے مثنوی "رموز بیخودی" کے پہلے ایڈیشن
میں اس کی صراحت نہیں کی تھی اس پر مولانا ندوی نے اعتراض کیا تھا اور اقبال نے دوسرے ایڈیشن میں
حاشیہ لکھ کر اس امر کی یوں صراحت کی "... جس نے عالم رویا میں نبی کریمؐ کو اپنا مشہور قصیدہ..."[2]
اس قصیدہ کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور ایک سو
کے قریب شرحیں لکھی گئی ہیں۔[3] اس کا ایک منظوم ترجمہ مع شرح مولوی سید محمد علی کے قلم سے
دار الاشاعت دہلی سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا ایک نسخہ اقبال کے زیر مطالعہ تھا۔[4]

۱۔ صلاح الدین ایبک بن الصفدی، الوافی بالوفیات، طہران، انتشارات جہاں، ج: ۳، ص: ۱۱۲

۲۔ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۶۷   ۳۔ اردو دائرہ، ج: ۵، ص: ۵۲-۵۳

۴۔ فہرست آثار، ص: ۱۲۶

۱۳ - من شبے صدیق را دیدم بخواب   گل ز راہ او چیدم بخواب [1]

مولانا ندوی نے دوسرے مصرع کو مبہم قرار دیا تھا۔ اقبال نے لکھا ہے کہ خواب میں جو کچھ دیکھا گیا بعینہٖ نظم کر دیا گیا۔ یہ شعر "رموز بیخودی" میں اسی طرح رکھا گیا ہے۔

۱۴ - ما ز بابت حکم ترجیع خواند

اس مصرع میں لفظ "حکم" بسکون کاف "باندھا گیا ہے۔ اس پر مولانا سید سلیمان ندوی نے اعتراض کیا تھا۔ اقبال نے لکھا ہے کہ اساتذہ نے کئی الفاظ کو بتحریک و بسکون دونوں طرح باندھا ہے۔ مثلاً رب ارنی، رمضان، حرکت، مشاورت اور قرآن وغیرہ۔ اقبال کہتے ہیں کہ حکم کا بسکون کاف ہونا یقینی ہے۔ "جواہر الترکیب" میں چار دفعہ اسی طرح استعمال ہوا ہے۔ دیگر اساتذہ بھی ہیں لیکن "ابطال ضرورت" دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اقبال نے اسناد کا اندراج نہیں کیا۔ تاہم یہ شعر اقبال نے "رموز بیخودی" میں سے نکال دیا ہے۔

۱۵ - فرد و قوم آئینہ یک دیگر اند   ہم خیال و ہم نشین و ہم سر اند

لفظ "ہم خیال" کی نسبت مولانا ندوی کو شبہ تھا۔ اس کی سند اقبال نے یہ پیش کی ہے:

یاد ایامے کہ باہم آشنا بودیم ما   ہم خیال و ہم صفیر و ہم نوا بودیم ما

لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مثنوی سے مذکورہ شعر نکال دیا ہے۔ دراصل پورا شعر نہیں اس کا دوسرا مصرع نکالا گیا ہے جو پہلے یوں تھا: "سلک در یک رشتہ مثل گوہر اند" پھر اسے یوں تبدیل کر دیا: "سلک و گوہر کہکشان و اختر اند" [2]

---

۱ کلیات اقبال، ندوی، ص: ۱۵۶

۲ کتاب مذکور، ص: ۸۶

۱۶۔ بابے بسم اللہ :

قاآنی : مرزا حبیب اللہ قاآنی شیرازی (۱۸۵۳ء – ۱۸۵۴ء) والد کا نام مرزا گلشن علی تھا ، پہلے حبیب اور پھر قاآنی تخلص اختیار کیا ، قاچاری دور کا مشہور شاعر ، متداول علوم و فنون کے علاوہ فرانسیسی زبان پر بھی عبور رکھتا تھا ۔ اس نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے ، قصیدہ گوئی میں امتیاز رکھتا تھا ۔ قاچاری سلاطین و امرا ، کی شان میں اس نے کئی قصیدے کہے ، ضخیم دیوان کے علاوہ ایک نثری کتاب 'پریشان' اس کی یادگار ہیں ، یہ کتاب شیخ سعدی (وفات ، ۱۲۹۱ء) کی گلستان کے تتبع میں ہے ، قاآنی کو موسیقی میں خوب مہارت حاصل تھی اس لیے اس کے کلام میں ترنم اور موسیقیت غضب کی ہے ۔

قاآنی کو جامی (وفات ، ۱۴۹۲ء) کے بعد کے دور کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کیا جاتا رہا ہے[1]۔ اقبال نے قاآنی کے مندرجہ ذیل شعر کو اپنی نظم 'شیخ مکتب سے' میں تضمین کیا ہے :

پیش خورشید بر مکش دیوار   خواہی ار صحن خانہ نورانی[2]

تحفۃ الاحرار : مولانا جامی کی تصنیف ہے یہ مثنوی نظامی گنجوی (وفات ، ۱۲۰۲ء) کی 'مخزن الاسرار' اور خسرو (وفات ، ۱۳۲۵ء) کی مطلع الانوار کے جواب میں لکھی گئی ہے منظوم مقدمہ کے بعد چار مناجاتیں ، پانچ نعتیں اور خواجہ بہاء الدین محمد بخاری" (وفات ، ۱۳۸۹ء) کی ایک منقبت ہے ، یہ منقبت خواجہ احرار کی دعا پر ختم ہوتی ہے ، اصل متن بیس مقالوں پر مشتمل ہے ہر مقالہ میں اصل موضوع کے بعد ایک مناسب حکایت درج کی گئی ہے :

1۔ تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید ، ص : ۴۴۲ – ۴۵۲ ، ادبیات فارسی ، ص : ۳۸۹ – ۳۹۰
کارنامہ بزرگان ایران ، ص : ۳۲۹

2۔ کلیات اقبال اردو ، ص : ۴۵۶

بائے بسم اللہ: اقبال نے مثنوی 'رموزِ بیخودی' میں 'در معنی حریتِ اسلامیہ و سرّ حادثۂ کربلا' کے عنوان سے حضرت حسینؓ کی شان بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ کی مدح میں ایک مصرع کہا ہے 'اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر'[1] اور اس کی سند میں اقبال قاآنی (وفات، ۱۸۵۴ء) کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے بھی حضرت علیؓ کے لیے ایسی ترکیب استعمال کی ہے، لیکن قاآنی کے مطبوعہ کلیات میں یہ ترکیب نہیں ملتی۔[2]

اسی طرح انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ ترکیب لفظی 'میم مروت' کے اسلوب پر وضع کی ہے جو مولانا جامی نے 'تحفۃ الاحرار' میں استعمال کی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ترکیب مولانا جامی نے 'تحفۃ الاحرار' میں نہیں 'سبحۃ الابرار' میں یوں استعمال کی ہے:

بار رفقا میم مروت می باش   تخم ایثار و فتوت می باش[3]

۱۷۔ سید سلیمان ندوی نے مثنوی 'رموزِ بیخودی' کے بعض قوافی پر اعتراض کیا تھا، اقبال نے ان کے اعتراض کو درست تسلیم کیا اگرچہ کہ مولانا رومی (وفات، ۱۲۷۳ء) اور ملا ظہوری (وفات، ۱۶۱۶ء) بھی ایسے قوافی استعمال کرتے رہے ہیں، اس سلسلے میں اقبال نے ظہوری کے دو شعر درج کیے ہیں:

گل شو قسم از آب و گل بر دمد   بر قامتی از سینۂ دل چید

چو از چشم جادو بجادو زند   با مجاز پہلو بہ پہلو زند

اقبال نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ اس قسم کے قوافی پر نظر ثانی کریں گے، انہوں نے بعض قوافی میں ترمیم کی بھی تھی۔[4]

۱۸۔ وحدت، وحدہ اور خیال کے بارے میں اقبال نے سید صاحب کے اعتراض کو درست تسلیم کیا تاہم لکھا کہ وہ ان کے بارے میں پھر بحث کریں گے، غالباً 'رموزِ بیخودی' کے ان اشعار کی طرف اشارہ ہے:

۱۔ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۱۰
۲۔ اقبال اور فارسی شعراء، ص: ۳۱۶
۳۔ کتاب مذکورہ، ص: ۱۹۷
۴۔ سرود رفتہ، ص: ۲۵۶

(ا) حق جہاں را ورثۂ نیکاں شمرد — جلوہ اش با دیدۂ مومن سپرد [1]

اقبال نے اس شعر کو یوں بنا دیا:

حق جہاں را قسمت نیکاں شمرد — جلوہ اش با دیدۂ مومن سپرد [2]

(ب) اے ترا حق زبدۂ اقوام کرد — ختم بر تو دورۂ ایام کرد [3]

اقبال نے پہلے اس شعر کو یوں لکھا:

اے ترا حق خاتم اقوام کرد — بر تو ہر آغاز را انجام کرد [4]

لیکن بعد میں اس کو مکمل حذف کر دیا۔

(ج) قیس اگر آوارۂ صحراستے — از خیال محمل لیلاستے [5]

اقبال نے اس میں یہ تبدیلی کی:

قیس اگر آوارہ در صحراستے — ہمرہانش محمل لیلاستے [6]

۱۹- شاہ رمز آگاہ شد محو نماز — خیمہ برزد از حقیقت در مجاز

نعرہ زد شیرے از دامان دشت — دشت و در از ہیبتش لرزندہ گشت [7]

پہلے شعر میں سید سلیمان ندوی نے "از" اور دوسرے میں "شیرے" کے بعد "نعرہ" "نعرہ" اور "بیشہ" کی جگہ "دشت و در" کا استعمال قابل اعتراض ٹھہرایا تھا۔ اقبال نے پہلے "خیمہ برزد..." والے مصرع کو یوں بنا دیا "قلب او بے خود شد اندر بحر راز" پھر اسے کاٹ کر پہلے والی صورت برقرار رکھی۔ "رموز بیخودی" میں پہلا شعر تو اسی طرح ہے لیکن دوسرے شعر کو تبدیل کر دیا گیا ہے جس کی وضاحت مذکورہ باب ۹ کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔

---

1. سرود رفتہ، ص: ۲۵۸
2. کلیات اقبال فارسی، ص: ۱۲۲
3. سرود رفتہ، ص: ۲۵۵
4. حوالۂ مذکور
5. سرود رفتہ، ص: ۲۵۷
6. حوالۂ مذکور
7. کتاب مذکور، ص: ۲۵۶

مولوی اصغر علی روحی: (۱۸۶۷ء - ۱۹۵۲ء) گنگار ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولوی قاضی شمس الدین تھا جو عالم دین تھے۔ مولانا روحی نے مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مفتی عبداللہ ٹونکی، مولوی عبدالحکیم کلانوری اور مولوی قاضی ظفر الدین سے دینی علوم کی تحصیل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کیے اور ایم اے ایم او ایل کی ڈگری لی۔ ملازمت کا آغاز ۱۸۹۲ء میں اورینٹل کالج لاہور میں شعبۂ عربی و دینیات کے استاد کی حیثیت سے کیا۔ بعد میں اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ پیرانہ سالی کی بنا پر انجمن حمایت اسلام نے چار سو روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ لاہور سے ایک علمی و ادبی رسالہ "الہدیٰ" شائع کرتے رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں دبیر عجم، العروض و القوافی، ترجمہ نصیحۃ الملوک از امام غزالی، ترجمہ و تشریح قصیدۂ بردہ، امیر الکلام من کلام الامام شامل ہیں۔ مزار گنگار ضلع گجرات میں ہے۔

مولوی اصغر علی روحی فارسی کے بلند پایہ شاعر، سبک انوری کے پیرو، عربی میں کئی نعتیہ قصائد کے مصنف تھے۔ روحی صرف و نحو، معانی و بیان، عروض و قوافی، منطق و فلسفہ اور علوم و ادب میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔[1]

مولوی روحی اقبال کے دوست تھے اور اقبال لسانی اور شعری بحثوں میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اقبال نے ورثہ، ودرہ اور خیال کے سلسلے میں مولوی اصغر علی سے بھی مشورہ کیا تھا لیکن وہ سید صاحب سے متفق نہ تھے۔

---

[1] سبط حسن رضوی، فارسی گویان پاکستان، ۱۲۰، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی، ۱۹۷۴ء، ص: ۲۶۱ - ۲۶۳

مؤلف کتاب نے یہ حالات مولانا روحی کے فرزند ڈاکٹر صوفی محمد ضیاء الحق، صدر شعبۂ عربی و علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج لاہور سے حاصل کیے ہیں۔

مکتوب نمبر: ۱۳۳ ؎۱

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۳۰ نومبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی ؎۲

متن کی درستی:

عطاءِ اول میں مندرجہ جملہ ... "متعلق میں عرض کر دوں گا، امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا" عکس میں یوں ہے: "...
امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ مطلع فرمائیے کہ جواب دینے میں نے ..."

توضیحات:

خیمہ برزد از حقیقت در مجاز: اقبال کا شعر یہ ہے:

شاہ رمز آگاہ شد محو نماز خیمہ برزد از حقیقت در مجاز

سید سلیمان ندوی نے اس کے مصرع ثانی میں "از" کے بارے میں لکھا تھا کہ اس میں "تجاوز" کا مفہوم نہیں ہے کیونکہ "خیمہ برزدن" کے معنی قیام کرنے کے ہیں۔ اقبال نے شیخ سعدی (وفات: ۱۲۹۱ء) کے حوالے سے درج ذیل سند پیش کی ہے:

صوفی از صومعہ گو خیمہ بزن در گلزار وقت آن نیست کہ در خانہ نشینی بیکار

اقبال کا مذکورہ شعر "رموز بیخودی" میں اسی طرح درج ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ ؎۳

لعبیہا کو چادر دینا کسی روایت میں آیا ہے: اقبال نے "رموز بیخودی" میں لکھا تھا:

"اے لعبیہا را ردا بخشندہ" ؎۴

سید صاحب نے اس واقعہ پر شبہ کا اظہار کیا تھا، اقبال نے اس ضمن میں مولوی ذوالفقار علی دیوبندی (وفات: ۱۹۰۴ء) کی شرح قصیدہ بردہ کا حوالہ دیا ہے جس میں دوسری روایات کے ساتھ یہ روایت بھی لکھی ہے جس کا ذکر اقبال نے اپنے مکتوب ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں کیا ہے۔ ؎۵

؎۱ ماخذ: عطاءِ اول، ص: ۸۷ - ۸۸ ؎۲ تعارف مکتوب: ۸۹

؎۳ کلیات اقبال فارسی، ص: ۹۴ ؎۴ کتاب مذکور، ص: ۱۶۷

؎۵ مکتوب: ۱۳۲

مکتوب نمبر: ١٣٤ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ٢٠ نومبر ١٩١٨ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

حلیمہؓ کی روایت آپ نے خوب لکھی: مولانا گرامی نے حضرت رسول مقبولؐ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہؓ کی روایت منظوم کی تھی لیکن ان کے دیوان یا باقیات سے اس روایت یا اس کے منظوم روپ کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ البتہ اقبال کے ایک ملفوظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عبد المجید قرشی (وفات، ١٩٨٥ء) کے سرمد کا یہ شعر پڑھنے پر اسے رومی کے ایک شعر سے مستفاد ٹھہرایا تھا،

ملا گوید کہ احمد بہ فلک بر شد سرمد گوید فلک با احمدؐ در شد

رومی کا شعر یوں ہے، تو مگو رخم کہ گردد یاوہ او بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو

اقبال نے رومی کے شعر میں لفظ "یاوہ" کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہا "یاوہ گشتن" یعنی "گم شدن"۔[3]

کل ایک استاد کا شعر سرخوش کے تذکرہ میں نظر آیا:

کشیدہ دام ز جیحون سا غرے کہ ہوش نماند دگر معاملہ با پیرِ مے فروش نماند

یہ شعر مولوی محمد سعید اعجاز کا ہے[4]، اقبال کہتے ہیں "گزشتہ رات سینکڑوں دفعہ یہ شعر پڑھا مگر اس کی تاثیر سے دل کی تشفی رہتی ہے مگر تشفی نہ ہوئی مگر "بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو" نے تریاق کا کام کیا۔"

چند اشعار: ہست این میکدہ و دعوت عام است اینجا قسمت بادہ باندازۂ جام است اینجا الخ

اقبال کے یہ شعر "جوابِ گل" کے زیرِ عنوان نظم کی صورت میں ملتے ہیں[5]۔ اقبال نے دوسرے شعر کے پہلے مصرع کو "حرف رازے کہ بروں از حرمت است ہنوز" لکھا تھا۔ بعد ازاں اسے "حرف آں راز کہ بیگانۂ صوت است ہنوز" کی شکل دے دی۔ اقبال نے یہ تبدیلی لب ہائے کی تمام آفرینش میں اس پر آمادہ ہو گئے[6] اور دوسرے یہ کہ مطبوعہ نظم کے آخر میں اس شعر کا اضافہ کر دیا:

ما کہ اندر طلب از خانہ بروں تاختہ ایم علم را حاجب ہر سیم و گل ساختہ ایم

---

[1] مخزنِ گرامی، ص ١٥١-١٥٢

[2] لغات، مکتوب ٢٣

[3] ملفوظاتِ اقبال، ص ٤٠-٤٣

[4] مکاتیب الشعراء، ص ٦

[5] کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص ٢٩٢

[6] مکتوب ١٣٨

مکتوب نمبر: ۱۳۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۸ نومبر 1918ء

مکتوب الیہ: اکبر الہ آبادی [2]

متن کی درستی:

علامہ دوم میں 'خلا ہے قتل کر' اور 'جان حاضر ہے مگر' مندرج ہے جبکہ 'خلا ہے قتل کے' اور 'جان حاضر ہے مگر' پڑھنا چاہیے۔

توضیحات:

آج کل معمول سے زیادہ مصروفیت ہے: اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر فلسفہ ڈاکٹر بیگ چیچک کی بیماری سے انتقال کر گئے تو انجمن حمایت اسلام لاہور کے اصرار پر اقبال کو دو ماہ کے لیے ایم اے کے طالب علموں کو فلسفہ کا درس دینا پڑا۔ لڑکے شام کو گھر پر آجاتے اور اقبال انہیں تاریخ فلسفہ پر لیکچر دیتے تھے۔

شعر: یہ طاقت ذہن غیر محدود جانتا تھا فریب نہیں تھی   کہ جوش لہو کو مدد ہے قتل کے نقش لہو کو ملا ہے چپ کے

اکبر الہ آبادی کا شعر ہے [3]

مصرع: اقبال نے اکبر الہ آبادی کے شعر کا مصرع ثانی نقل کیا ہے۔ مکمل شعر یوں ہے:

جوش خود کو سبیل حق کا ملتی نہیں   جان حاضر ہے مگر راہ خدا ملتی نہیں [4]

آپ کی رباعی: اقبال نے اکبر الہ آبادی کی ایک رباعی کا چوتھا مصرع نقل کیا ہے، اصل رباعی یوں ہے:

ہنگامہ شکر و شکوہ دنیا میں ہے گرم   لیکن مرے دل سے یہ صدا آتی ہے

کھلتا نہیں راز دہر شکوہ ہے تو یہ   اور شکر یہ ہے کہ موت آجاتی ہے [5]

---

[1] ماخذ، علامہ دوم، ص: ۷۳-۷۵   [2] تعارف، مکتوب، ۲۳

[3] کلیات اکبر، سوم، ص: ۲۶   [4] کتاب مذکور، ص، ۲۰۱

[5] کتاب مذکور، اول، ص: ۵۷

دو شعر یاد آتے ہیں۔ اقبال کے دو شعر یہ ہیں:

در جہان مانند جوئے کہسار ‌ ‌ ‌ از نشیب و ہم فراز آگاہ شو

یا مثالِ سیل بے زنہار خیز ‌ ‌ ‌ فارغ از پست و بلند راہ شو

یہ دونوں شعر 'پیامِ مشرق' (۱۹۲۳ء) کے حصہ 'خردہ' میں شامل ہیں[1]

فتح کی خوشی میں: جنگِ عظیم اول کے خاتمے پر فتح کی خوشی میں ۱۵ دسمبر ۱۹۱۸ء کو لاہور میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا تھا جس میں اقبال نے نظم 'شعاعِ آفتاب' سنائی تھی[2] اور گورنر پنجاب سر مائیکل اوڈوائر کی فرمائش پر ایک قطعہ 'ہیچ می دانی کہ صورت بندِ ہستی با فرانس؟' بھی سنایا تھا[3]

---

[1] کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۳۹۱ ، 'سرود رفتہ' (ص: ۲۱۲) اور 'باقیاتِ سوم' (ص: ۵۰۲) میں ان اشعار کو باقیات شمار کیا گیا ہے حالانکہ یہ اشعار 'پیامِ مشرق' میں شامل ہیں۔

[2] کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۲۳۷ 'بانگِ درا' میں شمولیت کے وقت اقبال نے نظم میں جو ترمیم کی تھی اس کے لیے دیکھیے:
سرود رفتہ، ص: ۱۳۹ ، باقیاتِ سوم، ص: ۳۷۹

[3] سرود رفتہ، ص: ۱۹۹ - ۲۰۰ ، باقیاتِ سوم، ص: ۲۳۷

مکتوب نمبر: ۱۳۶ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲؍ دسمبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

غزل کیا ہے دفتر معرفت ہے: حضرت نصیر الدین چراغ دہلی (وفات ۱۳۵۶ء) کی ایک غزل ہے

اے زاہد و خود بیں از قرب چہ می پرسی — او در من و من در وے چوں بو بہ گلاب اندر

در سینۂ نصیر الدین جز عشق نمی گنجد — ایں طرفہ تماشا بیں دریا بہ حباب اندر

مولانا گرامی نے اس کے اتباع میں ایک غزل کہی تھی، اقبال نے اسی کی داد دی ہے۔ اس غزل کا مطلع "او بخواب اندر" والا شعر یوں ہیں:

پنہاں ہم و پیدا ہم گیتم بہ شراب اندر — پیدایم و پنہانیم دائم بہ حجاب اندر

رمزیست حکیمانہ می خوانم و می رقصم — خوابیست مگر گرگ اندر رنگ است بخواب اندر [3]

"بیگانہ صوت است ہنوز" خوب ہے: اقبال کا مصرع تھا:

"حرفے است راز سے کہ برون از حد صوت است ہنوز" مولانا گرامی نے اس مصرع کو "حرف آں راز کہ بیگانہ ز صوت است ہنوز" کی صورت دی تھی، نقشِ جہاں مل میں یہ مصرع اب یوں نظر آتا ہے: "حرف آں راز کہ بیگانۂ صوت است ہنوز" حالانکہ زیر نظر مکتوب میں اقبال نے اس ترمیم کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ ان کے خیال میں "بیگانہ ز صوت" راز کی صفت میں واقع ہوا ہے "حرف" کی صفت میں واقع ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اب یہ مصرع ان تک کھٹکتا ہے طبیعت حاضر ہو تو پھر غور کروں گا۔ لہٰذا میں انہیں مولانا گرامی کی تجویز کردہ ترمیم قبول کرنا پڑی کیونکہ ان کے خیال میں یہ بہتر تھی۔

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۲۵۴ - ۲۵۵

[2] تعارف: مکتوب ۲۲

[3] دیوان گرامی، ص: ۶۶
اکتوبر میں اقبال نے ۱۰ دسمبر ۱۹۱۸ء کو علیہ بیگم کے دولت کدہ واقع بھوپال میں تین اشعار کہے تھے، باقیات اسلام، ص: ۵۰۰
سرود رفتہ، ص: ۲۱۰

[4] کلیات اقبال فارسی، ص: ۳۹۲

مکتوب نمبر: ۱۳۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲؍دسمبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

مقولہ: "دکھ دیوتاؤں کی ایک رحمت عظیم ہے تاکہ انسان زندگی کے ہر پہلو کا مشاہدہ کر سکے"
کسی انگریز مصنف کا یہ مقولہ اقبال نے اپنی ڈائری 'STRAY REFLECTIONS'
میں یوں نقل کیا ہے:[3]

'SUFFERING IS A GIFT OF GODS IN ORDER TO
MAKE SEE THE WHOLE OF LIFE'

اسی مضمون کو اقبال نے اپنی نظم 'فلسفۂ غم' میں یوں بیان کیا ہے:

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں   نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیر از فغاں[4]

شعر: زمانہ باز بیفروخت آتش نمرود   کہ بے نقاب شود جوہر مسلمانی

'پیام مشرق' (۱۹۲۳ء) کی نظم 'تبلیغ اسلام در فرنگستان' کا اصل شعر یوں ہے:

زمانہ باز برافروخت آتش نمرود   کہ تا آشکار شود جوہر مسلمانی[5]

---

۱ ماخذ، حصہ اول، ص، ۹۷-۹۹   ۲ تعارف، مکتوب، ۸۹

۳ Muhammad Iqbal, Stray Reflections (Edited by Dr. Javed Iqbal), Sh. Ghulam Ali & Sons, 1961, P. 103

۴ کلیات اقبال، اردو، ص: ۱۵۵

۵ کلیات اقبال، فارسی، ص، ۳۰۶

مکتوب نمبر: ۱۳۸ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۷/دسمبر ۱۹۱۸ء

مکتوب الیہ: مولوی نجم الغنی رامپوری

تعارف: حکیم مولوی نجم الغنی خان رامپوری (۱۸/اکتوبر ۱۹۵۹ء - ۳۰/جون ۱۹۳۲ء)۔ والد کا نام مولوی عبدالغنی تھا۔ نجم الغنی نے ابتدائی تعلیم اُردو، فارسی میں حاصل کی۔ علمائے رامپور سے مروجہ علوم کی تحصیل کی۔ منطق مولانا عبدالحق خیرآبادی، طب مولانا حکیم عرب علی اور آخری علوم شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ سے حاصل کیے۔ ۱۸۸۹ء میں مدرسہ عالیہ رامپور سے درسِ نظامی کی درجہ اوّل میں تکمیل کی۔ حکیم اعظم خان رامپوری سے طب کی تحصیل کی۔ بطور طبیب کام شروع کیا۔ نومبر ۱۹۰۱ء کو اودے پور راج سکول میں بطور ہیڈ مولوی تقرری ہو گئی۔ یہیں انہوں نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔ اوائل عمر ہی ۱۹۲۴ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر رام پور منتقل ہو گئے اور تب سے تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہو گئے۔ شعر کہتے تھے اور نجمی تخلص کرتے تھے لیکن ان کی اصل شہرت ان کی نثری تصانیف کی وجہ سے ہے۔ مذاہبِ اسلام، اخبار الصنادید (دو حصے)، تاریخ اودھ، نہج الادب، خواص الادویہ، خزائن الادویہ، قرابادین نجم الغنی، تہذیب العقائد اور تقویم الادیان ان کی اہم تصانیف ہیں۔ [2]

توضیحات:

پس منظر: مولوی نجم الغنی نے اخبار الصنادید (تاریخ روہیل کھنڈ) دو حصوں میں لکھی جو پہلی بار ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں انہوں نے نوابانِ رامپور کے نسب نامہ کے سلسلہ میں ایک ایسی بات لکھ دی جس سے نواب حامد علی خان (وفات ۱۹۳۰ء) کے زیرِ عتاب آ گئے۔ نواب موصوف کے حکم سے کتاب کی پہلی اشاعت خرید کر جلا دی گئی۔ ۱۹۱۸ء میں مولوی صاحب نے اس کا دوسرا ایڈیشن تیار کیا۔

---

[1] ماخذ: انوار، ص: ۲۸۴ - ۲۸۵ [2] حالاتِ زندگی اور فہرست تصنیفات کے لیے دیکھیے کاروانِ رفتہ، ص: ۱۶-۳۶

اور اس کا ایک نسخہ اقبال کو پیش کیا تو اقبال نے زیر نظر مکتوب تحریر کیا، کتاب کی تعریف کی اور یہ رائے ظاہر کی کہ مولوی صاحب نے قوم افغان کی اصلیت پر خوب روشنی ڈالی ہے اور یہ کہ پٹھان غالباً اور افاغنہ یقیناً اسرائیلی الاصل ہیں۔

قاضی امیر احمد شاہ رضوانی: وہ علاقہ اباسین کے عالم متبحر اور کئی کتب کے مصنف تھے، جن میں سے ایک افغان پشتو ادب کے محقق تھے، ان کی تصنیف "تحفۃ الاولیاء" ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں افغانوں کے بارے میں یہ نقطۂ نظر اختیار کیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے ہیں۔[1] اقبال ان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قاضی امیر احمد شاہ نے انہیں بتایا کہ لفظ "فغ" قدیم فارسی میں بمعنی "بت" آیا ہے اور افغان میں الف سلبیہ ہے، چونکہ ایران میں بودوباش کے وقت افغان بت پرست نہیں تھے اس لیے ایرانیوں نے انہیں "افغان" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ پشتو زبان میں عبرانی الاصل الفاظ کی موجودگی بھی یہی ظاہر کرتی ہے۔[2]

---

1. خان روشن خان کا مکتوب، ۱۳ دسمبر ۱۹۸۵ء
قاضی امیر احمد شاہ کی رائے کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:
خان روشن خان، تذکرہ، کراچی، روشن خان اکیڈمی، یکم جنوری ۱۹۸۰ء، ص: ۱۵۰
نیز وہی مصنف، افغانوں کی نسلی تاریخ، کراچی، روشن خان اکیڈمی، ستمبر ۱۹۸۲ء، ص: ۵۶-۵۷

2. تفصیل کے لیے دیکھیے وہی مصنف، تذکرہ، ص: ۳۶۳-۳۶۴

مکتوب نمبر: ۱۳۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۱ر فروری ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

توضیحات:

پس منظر: محمد نیاز الدین خان نے اپنے خط میں چند شعر لکھ بھیجے تھے۔ ایک شعر پر اقبال نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے دوسرے مصرع میں ایک بہت بڑے شاعر سے توارد ہو گیا ہے۔ یہ شاعر دراصل مرزا غالب (وفات: ۱۸۶۹ء) ہیں جن کا ایک شعر اقبال نے اس طرح درج کیا ہے:

آں چیز کہ در سینہ نہان است نہ وعظ است　　بر دار تواں گفت و بہ منبر نتواں گفت

مرزا غالب کی اس غزل کا مطلع اور مقطع یوں ہیں:

حرف سر دو تو آں نیست کہ دلبر نتواں گفت　　بیداد تواں دید و ستمگر نتواں گفت

کاری عجب افتاد بدیں شیفتہ ما را　　مومن نبود غالب و کافر نتواں گفت [3]

مصرع: ایں سر خلیل است بہ آذر نتواں گفت۔ اقبال نے اس مصرع پر مصرع لگانے کی تجویز پیش کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ مصرع مولانا گرامی کی خدمت میں پیش کیا جائے اور بشرط فرصت اقبال خود بھی دوسرے مصرعے کی فکر کریں گے [4]

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۱۶　　[2] کلیات، مکتوب: ۶۴

[3] کلیات غالب فارسی (مرتبہ: مولانا غلام رسول مہر) لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۶۵ء، ص: ۲۷۴

[4] یہ مصرع مختلف مکاتیب اقبال میں بہ تکرار آیا ہے۔ لفظ "آذر" کو کہیں "ز" سے لکھا گیا ہے اور کہیں "ذ" سے۔ آذر فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی آگ کے ہیں جبکہ "آزر" عربی لفظ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام کے طور پر قرآن حکیم میں مذکور ہے (قرآن مجید، الانعام: ۷۴)

مکتوب نمبر: ۱۴۰ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۴ فروری ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خاں [2]

توضیحات:

پس منظر: اس مکتوب میں اقبال نے نیاز الدین خاں کے اشعار پر اظہارِ خیال کیا ہے اور کہا ہے کہ حافظ، غالب قوافی درست نہیں ہیں البتہ "کافر" کو "ف" مکسور و مفتوح دونوں طرح استعمال کر سکتے ہیں۔

مولانا گرامی کے اشعار: اسی زمین میں مولانا گرامی نے بھی شعر کہے تھے، اقبال نے ان کی داد دی ہے شعر یہ ہیں:

با دل شدگان قصۂ محشر نتواں گفت ‖ با سوختگاں حرفِ ز کوثر نتواں گفت

آں رمز جلیل است از جبل چہ فہمد ‖ آں سرِ خلیل است باآزر نتواں گفت

اسی غزل کا ایک شعر ہے:

در دیدۂ معنی نگہاں حضرتِ اقبال ‖ پیغمبریؔ کرد و پیمبر نتواں گفت [3]

---

[1] حافظ، نیاز، ص: ۱۶-۱۷

[2] لمعارف، مکتوب، ص ۶۴

[3] دیوانِ گرامی، ص: ۳۱

دیوان میں پہلے شعر کا مصرعِ اوّل یوں درج ہے "با دل شدگاں قصۂ محشر نتواں کرد" اور دوسرے شعر کا لفظ "آذر" ذال سے ہے "ز" سے نہیں۔

مکتوب نمبر: ۱۸۱ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۶ر فروری ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

ایں سرِ جلیل است الخ: اقبال نے ایک مصرع کہا تھا "ایں سرِ جلیل است کہ باز نتواں گفت" اور انہوں نے مولانا گرامی سے اس پر دوسرا مصرع لگانے کو کہا تھا۔ مولانا گرامی نے اس پر مصرع لگا کر یوں شعر کہا:

آں راز جلیل است از جبریل چہ پنہاں ‏ آں سرِ جلیل است کہ باز نتواں گفت [3]

اور مصرع لگانے کو تصرف بے جا قرار دیا۔ لیکن اقبال لکھتے ہیں کہ اس میں تصرف بے جا کی کونسی بات ہے، گرامی بے تامل اس پر غزل کہہ سکتے ہیں۔

با سوختگاں عقدہ ز کوثر نتواں گفت: گرامی کا اصل مصرع اس طرح سے ہے:

با سوختگاں حرف ز کوثر نتواں گفت [4]

اقبال بھی غزل ضرور لکھیں گے: اقبال نے اسی زمین میں غزل کہنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن ان کے کسی فارسی مجموعہ کلام میں اس زمین میں غزل نہیں ملتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے یہ ارادہ ترک کر دیا تھا۔ البتہ ایک شعر محمد نیاز الدین خان کے نام ۵ر فروری ۱۹۱۹ء کے مکتوب میں ملتا ہے جو یہ ہے:

جنبد از دل من برد و خرد ریخت بجامم ‏ آں نکتہ کہ با مومن و کافر نتواں گفت [5]

---

[1] ماخذ، گرامی، ص: ۱۵۵-۱۵۶ ‏ [2] اشاریہ، مکتوب، ۲۲

[3] سرود رفتہ، ص: ۲۱۲، مصرع اول یوں درج کیا گیا ہے "آں از جلیل است از جبریل چہ پنہاں" جو درست نہیں ہے۔

[4] دیکھیے مکتوب، ۱۴۰

[5] دیکھیے نیاز، ص: ۱۶، یہ شعر اقبال کے کسی مجموعہ کلام میں شامل نہیں ہے البتہ باقیات سوم (ص: ۵۰۰) اور سرود رفتہ (ص: ۲۰۹) میں درج کیا گیا ہے۔

مکتوب نمبر: ۱۴۲[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد[2]

توضیحات:

سیتارام: لالہ سیتارام لاہور کے کوئی صاحب ہیں جن کے بارے میں مہاراجہ نے اقبال سے معلومات طلب کی تھیں۔ اقبال نے اخبار 'دیش' کے ایڈیٹر لالہ دینا ناتھ سے معلوم کیا لیکن وہ لالہ سیتارام سے واقف نہ تھے۔ تاہم اقبال نے ادھر ادھر سے جو کچھ معلوم کیا انہوں نے ۲۱ فروری کے مکتوب میں اس کی تفصیل درج کر دی تھی۔[3]

سفر دہلی: اقبال نے زیر نظر مکتوب میں ۲۸ فروری کو دہلی جانے کا قصد ظاہر کیا ہے۔ دراصل وہ اپنی علالت کے سلسلے میں حکیم اجمل خان (وفات، ۱۹۲۷ء) اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری (وفات، ۱۹۳۶ء) سے مشورہ کرنا چاہتے تھے، ان [illegible] مولانا گرامی کو بھی ہمراہ لے جانا چاہتے تھے[4] اور نیاز الدین خان کے ہاں بھی جانے کا ارادہ رکھتے تھے[5] لیکن مولانا گرامی لاہور نہ آ سکے اور اقبال کو تنہا دہلی جانا پڑا اور ارادے کے باوجود اقبال جالندھر نہ جا سکے اور سیدھے لاہور واپس آ گئے۔

شعر: دل بیتاب جا پہنچا دیارِ پیر سنجر میں — میسر ہے جہاں درمانِ دردِ ناشکیبائی

اقبال کی نظم 'تضمین بر شعر انیسی شاملو' کا شعر ہے، مصرع اول یوں ہے:

'دل بیتاب جا پہنچا دیارِ پیر سنجر میں'[6]

---

[1] ماخذ، شاد، ص: ۹۵-۹۶

[2] تعارف، مکتوب ۳۱

[3] شاد، ص: ۹۴

[4] نیاز، ص: ۱۷

[5] کتاب مذکور، ص: ۱۵

[6] کلیات اقبال، اردو، ص: ۱۵۷

اقبال سفر دہلی کے بعد وہاں سے اجمیر بھی جانا چاہتے تھے لیکن خواجہ حسن نظامی (وفات ۱۹۵۵ء) سے ملاقات کی اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ پر حاضری دے کر واپسی کا سفر اختیار کیا اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رح کے مزار پر حاضر نہ ہو سکے[1] اقبال حضرت خواجہ اجمیری رح کو چیر سنجر لکھتے رہے حالانکہ اصل لفظ سجز ہے نہ کہ سنجر۔[2]

امیر حبیب اللہ خان : حاکم افغانستان (۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۹ء) ، امیر عبدالرحمن والی کابل کے بڑے بیٹے ، سمرقند میں پیدا ہوئے ، ان کے عہد میں انگریزوں نے افغانستان کی داخلی اور خارجی آزادی تسلیم کر لی ، ۱۹۰۵ء میں ہندوستان آئے ، اسلامیہ کالج لاہور کا سنگ بنیاد رکھا ، ان کے زمانہ میں افغانستان میں متعدد اصلاحات کی گئی تھیں اس بنا پر برصغیر کے مسلمانوں میں بہت مقبول تھے ، اسلامیہ کالج کا حبیبیہ ہال انہی کے نام پر رکھا گیا ہے جلال آباد کے قریب شکارگاہ میں قتل ہوئے[3] اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس سانحہ پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔

شعر : اے سبزۂ فسردہ از جور ہوا چہ نالی در کیش روزگاران گل نوبہا ندارد

مرزا غالب (وفات ۱۸۶۹ء) کا شعر ہے[4]

---

[1] ش و ، ص : ۹۷-۹۸

[2] دیکھئے مکتوب ، ۹۰

[3] اردو انسائیکلو پیڈیا ، ص : ۴۲۱

[4] کلیات غالب ، فارسی (مرتبہ ، غلام رسول مہر) ، ص : ۵۲۱

مکتوب نمبر : ۱۴۳ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۱۶ مارچ ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ : غلام قادر گرامی [2]

توضیحات :

نواب صاحب لوہارو : نواب احمد بخش خان والیٔ لوہارو (۱۸۶۵ء - ۱۹۳۷ء) مرزا عارف جان کے بیٹے، جوانی دہلی میں گزری، مہاراجہ الور اور انگریزوں کی خدمات کی بنا پر لوہارو اور فیروز پور جھرکہ کی جاگیر ملی۔ غالب نے ان کا ذکر اکثر اپنے خطوں میں کیا ہے [3]۔ شعروشاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ اقبال فروری میں دہلی گئے تو انھوں نے نواب لوہارو سے بھی ملاقات کی دونوں نے ایک دوسرے کو شعر سنائے۔ اس کا تذکرہ اقبال اس مکتوب میں کرتے ہیں اور لکھتے ہیں 'تعجب ہے کہ لوگ مجھے شاعر سمجھ کر مجھ سے شعر کی فرمائش کرتے ہیں حالانکہ مجھے شاعری سے کچھ سروکار نہیں'

غزل : اقبال نے مولانا گرامی کی ایک غزل کے بعض اشعار کی داد دی ہے۔ یہ اشعار غزل کا مطلع و مقطع ہیں جو یہ ہیں :

عشق را لاف مزن کار تمام است اینجا　　عشوہ معزول شکر محو و معدوم است اینجا

جلوہ ء امروز گرامی ست بخاک پنجاب　　آفتابیست ولے بر لب بام است اینجا [4]

اس زمین میں دیگر اساتذہ مولانا جامی (وفات، ۱۴۹۲ء) ، عرفی (وفات، ۱۵۹۱ء) اور نظیری (وفات، ۱۶۱۲ء) کی غزلیں ملتی ہیں۔

---

[1] ماخذ، گرامی، ص: ۱۵۷ - ۱۵۸　　[2] نقوش، مکتوب، ۲۳

[3] عبدالرؤف عروج، بزم غالب، کراچی، ادارۂ یادگار غالب، مارچ ۱۹۶۹ء، ص: ۱۰ - ۱۲

[4] دیوان گرامی، ص: ۷ - ۸

مکتوب نمبر: ۱۴۴ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۱ مارچ ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

پس منظر: اقبال نے "دنیائے عمل" کے زیر عنوان ایک فارسی نظم لکھی تھی جس کے اشعار انھوں نے مولوی گرامی کے نام ۲۰ نومبر ۱۹۱۸ء کے مکتوب میں درج کیے تھے [3] گرامی نے ان اشعار کی داد دی تھی اور پھر خود بھی ایک غزل کہی جس کی داد اقبال نے ۱۶ مارچ ۱۹۱۹ء کے مکتوب میں دی تھی [4] محمد نیاز الدین خان نے بھی چند اشعار اقبال کی خدمت میں بھیجے تھے، اقبال نے زیر نظر مکتوب میں ان اشعار پر بحث کی ہے اور بعض خامیوں پر توجہ مبذول کرائی ہے۔ اقبال نے اپنی نظم کے شعر بھی درج کیے ہیں۔

اشعار: تشنہ از حال بگیریم و گزشتیم ز قال　　نکتۂ فلسفہ درد سر جام است اینجا　　الخ

اقبال نے اپنی مذکورہ نظم کے تین شعر یہاں درج کیے ہیں [5]

نفس بر انداختہ: اس کی تشریح کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں "جب دو آدمیوں کا دوڑنے میں مقابلہ ہو اور ایک تھک کر رہ جائے اور اس کا دم پھول جائے تو فارسی میں کہتے ہیں "نفس او بر انداختہ است" جسے پنجابی میں کہتے ہیں "دموں کڈھ دینا"۔ مقصود یہ ہے کہ ہم اس قدر تیز رفتار ہیں کہ روزگار کو بھی ہم نے نفس انداختہ کر دیا ہے یہاں تک کہ اس کی صبح کا آفتاب سحر سے ہی لب بام ہے۔" اقبال نے یہ وضاحت اپنے مندرجہ ذیل شعر کے حوالے سے کی ہے:

ما دریں رہ نفس دہر برانداختہ ایم　　آفتاب سحر از لب بام است اینجا

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۱۷-۱۹　　[2] تعارف: مکتوب: ۷۶

[3] دیکھیے مکتوب: ۱۳۷، یہ نظم "جہان عمل" کے عنوان سے "پیام مشرق" میں شامل ہوئی، کتاب میں پہلے شعر کے مصرع اول کو یوں بنا دیا گیا ہے "تشنہ از حال بگیرند و گزشتند ز قال"

[4] دیکھیے مکتوب: ۱۴۳

[5] مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص: ۳۹۷، باقیات سوم (ص: ۵۰۰-۵۰۱) میں ان اشعار کو باقیات اقبال میں شمار کیا گیا ہے۔

مکتوب نمبر: ۱۴۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۳ مارچ ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

مولانا محمود الحسن: شیخ الہند مولانا محمود حسن (وفات: ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء)، ان کا نام عام طور پر محمود الحسن لکھا جاتا ہے جو غلط ہے، اقبال نے بھی مکتوب میں یہی نام لکھا ہے، اصل نام محمود حسن ہے۔ آپ کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی انسپکٹر مدارس تھے، عربی زبان کے ماہر اور کئی کتابوں شرح حماسہ، دیوان متنبی، قصیدہ بردہ وغیرہ کے شارح تھے۔ مولانا محمود حسن مولانا قاسم نانوتوی (وفات ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء) کے شاگرد رشید، متبحر عالم دین، قرآن مجید کے مترجم، متعدد کتابوں کے مصنف، دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور تحریک آزادی کے رہنما تھے۔ ۱۹۱۰ء میں جمعیۃ الانصار کی بنیاد رکھی، ریشمی خطوط یا ریشمی رومال تحریک کے بانی، ۱۹۱۶ء میں حج کو گئے، انگریزوں نے شریف مکہ کے ذریعے گرفتار کر کے فروری ۱۹۱۷ء میں جزیرہ مالٹا میں قید کر دیا، تین سال تک مالٹا میں اسیر رہے، ۱۹۲۰ء میں رہا ہوئے۔[3]

طرفہ: طرفہ بن عبد بن سفیان (۵۴۳ء - ۵۶۹ء) قبیلہ بکر سے تعلق رکھتا تھا، بحرین میں پیدا ہوا، حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند کے دربار سے وابستہ رہا، ۲۶ سال کی عمر میں عمرو کے حکم پر قتل ہوا، سبعہ معلقہ میں اس کا ایک قصیدہ شامل ہے، اس کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔[4]

---

1. ماخذ، جلد اول، ص: ۹۹ - ۱۰۰ 2. انوار، مکتوب ۸۹
3. حالات کے لئے دیکھئے: ابوسلمان شاہجہانپوری، تحریک نظم جماعت، لاہور، نذیر سنز، ۲۲ فروری ۱۹۸۸ء، ص: ۱۱۰-۱۳۶
احسان دانش، اکابر دیوبند، الرشید، دارالعلوم دیوبند نمبر، فروری ۱۹۷۶ء، ص: ۹۹ء
مکاتیب نمبر، ص: ۹۳۸
4. اردو دائرہ، ۱۲، ص: ۲۵۲ء - ۲۵۶ء

شعر: جنوری، فروری اور مارچ ۱۹۱۹ء کے "معارف" میں ایک مضمون "موجودہ لٹریچر ان اسلام، علمی، مذہبی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے" شائع ہوا تھا۔ اس کی آخری قسط میں مولانا محمود حسن کے ایک مکتوب کا اقتباس دیا گیا ہے جو انہوں نے اپنے بھائی کے نام لکھا تھا، اس میں انہوں نے طرفہ کا ایک شعر لکھا تھا۔ اقبال نے اس مکتوب کے حوالے سے یہ جاننے کی خواہش کی ہے کہ کون سا شعر کیا تھا؟ مولانا محمود حسن نے جس پس منظر میں شعر نقل کیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ حرکت زمانی اور حرکت مکانی دونوں مل کر ان کے لیے بہت سے حقائق کے انکشاف کا ذریعہ بن گئیں۔ اس موقع پر انہوں نے یہ شعر درج کیا ہے:

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا
ویاتیک بالاخبار من لم تزوّد

ترجمہ: عنقریب زمانہ تجھ پر بہت سی نامعلوم باتیں ظاہر کر دے گا اور تجھے وہ شخص خبریں دے گا جسکو تو نے اس غرض سے بھیجا نہیں۔

ممکن ہے کہ اقبال اس شعر پر زمان و مکان کے حوالے سے غور کرنا چاہتے ہوں۔

مکتوب نمبر: ۱۴۶ [1]
مقام تحریر: لاہور
تاریخ تحریر: ۳ر اپریل ۱۹۱۹ء [2]
مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [3]

توضیحات:

الحمد للہ کہ مولانا آزاد کو آزادی ملی: اپریل ۱۹۱۶ء میں مولانا ابوالکلام آزاد (وفات: ۱۹۵۸ء) کو کلکتہ سے اخراج کا حکم ملا تو وہ رانچی چلے گئے۔ بعد میں انہیں وہیں نظر بند کر دیا گیا۔ چار سال کی نظر بندی کے بعد یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو رہائی ہوئی [4]۔ اقبال نے اپریل کے آغاز میں ان کی رہائی پر مسرت کا اظہار کیا ہے۔ اس کا سبب ممکن ہے یہ ہو کہ اسی رہائی کا فیصلہ ان دنوں ہوا ہو یا علامہ اقبال کو مولانا آزاد کی رہائی کی خبر کسی ذریعے سے غلط پہنچی ہو [5]۔

بادۂ نارسا ... مینار: سید سلیمان ندوی نے اقبال کے کلام میں بعض لفظی غلطیوں کی نشاندہی کی تو اقبال اس خط میں شکریہ ادا کرتے ہیں اور مزید غلطیوں کی نشاندہی کی درخواست کرتے ہیں۔

غزل: مولانا گرامی نے اقبال کو ایک غزل لکھ بھیجی تھی۔ اقبال نے وہ غزل 'معارف' میں چھپنے کے لیے ارسال کر دی۔ غزل کا مطلع یہ ہے:

بنہانم و پیدائم، کیفم بشراب اندر — پیدائم و بنہانم، داغم بکباب اندر [6]

یہ غزل "کلام گرامی" از جناب گرامی شاعر خاص حضور نظام دکن کے عنوان سے معارف، مئی ۱۹۱۹ء (ص: ۴۱۱ – ۴۱۲) میں شائع ہوئی تھی۔ اقبال نے اسی غزل کی داد ۲ر دسمبر ۱۹۱۸ء کے مکتوب میں دی تھی [7]۔

---

[1] ماخذ: حصہ اوّل، ص: ۱۰۰-۱۰۳

[2] قاضی افضل حق قرشی نے تاریخ تحریر کی صحت کو مشتبہ ٹھہرایا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ مولانا آزاد یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو رہا ہوئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ اس مکتوب کے تحت ارسال کی گئی گرامی کی غزل معارف، مئی ۱۹۱۹ء میں کس طرح شائع ہو گئی؟

[3] لقا رضا، مکتوب: ۸۹

[4] تحریک نظم جماعت، ص: ۵۷

[5] ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری کا مکتوب، ۱۹ر جنوری ۱۹۸۷ء

[6] دیوان گرامی، ص: ۶۶

[7] مکتوب: ۱۳۶

مکتوب نمبر: ۱۴۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۰ اپریل ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

توضیحات:

پس منظر: محمد نیاز الدین خان نے ایک غزل اقبال کی خدمت میں ارسال کی تھی، اقبال نے اس کی داد دی ہے خاص طور پر اس شعر کی بہت تعریف کی ہے:

شیخ در عہدِ جوانی بہ گل و مُل می زیست
وقفِ خرقہ شدہ آں روز کہ از کار شدہ

شعر: برق را ایں بجگر می زند، آں رام کند
عشق از عقل فسوں پیشہ جگردار تر است

اقبال کا یہ شعر 'پیام مشرق' (۱۹۲۳ء) کے حصہ 'نقش فرنگ' کی نظم 'پیام' میں شامل ہے [3]، اقبال کہتے ہیں کہ کل ایک شعر لکھا تھا آں صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے۔

---

[1] ماخذ، نیاز، ص: ۱۹-۲۰

[2] تعارف، مکتوب ۱، ح ۶

[3] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۳۵۷

سرود رفتہ (ص: ۲۰۹) میں اس شعر کو باقیات میں شمار کیا گیا ہے غالباً اسی کی پیروی میں باقیات سوم (ص: ۶۹۹) میں اس شعر کو نقل کر دیا گیا ہے

مکتوب نمبر: ۱۴۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۰ اپریل ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: اکبر الہ آبادی [2]

توضیحات:

لاہور کے حالات: رولٹ ایکٹ کے نفاذ سے پورے برصغیر میں احتجاج کا طوفان برپا ہو گیا، ۱۳ اپریل کو جلیانوالہ باغ امرتسر میں ایک جلسہ میں شرکت کرنے والوں پر فوج نے اندھا دھند گولی چلا دی، سینکڑوں افراد ہلاک اور زخمی ہو گئے، اس حادثہ کی خبر سے ہر جگہ ہنگامے شروع ہو گئے، پنجاب میں مارشل لاء لگا دیا گیا، مارشل لاء کے دوران لوگوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم کیا گیا۔[3]

گاندھی صاحب: موہن داس کرم چند گاندھی (۱۸۶۹ء - ۱۹۴۸ء)، ہندو رہنما جن کا فلسفہ سیاست 'عدم تشدد' کے نام سے معروف ہے یعنی پرامن رہتے ہوئے ظلم اور طاقت کا مقابلہ کرنا، رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاج اور تحریک خلافت میں شرکت نے ان کی مقبولیت میں بے حد اضافہ کیا،[4] بظاہر مسلمانوں کے دوست بباطن دشمن تھے، اقبال گاندھی کے طرز سیاست کو مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ تصور کرتے تھے۔

مصرع: مومن کو چاہیے کہ خدا ہی کا ہو رہے، اکبر کی اس بیت کا مصرع ہے، یہ بیت یوں ہے:

جب آسمان اپنی دغا ہی کا ہو رہے — مومن کو چاہیے کہ خدا ہی کا ہو رہے
مجھ کو تو حب جاہ ہے وجہ انتشار — دل میں تمہارے شوق جو شاہی کا ہو رہے
اکبر در یقیں ہے تو دنیا سے اس کو دو — ایسا نہ ہو کہ صرف دوا ہی کا ہو رہے[5]

مصرع: اس سرخلیل آتش زرتشت ان گفت: یہ وہ مصرع ہے جس کی طرف اقبال نے گرامی اور مہاراجہ کشن پرشاد کو توجہ دلائی تھی کہ اس پر مصرع لگا کر بھیجنا۔[6]

---

1 ماخذ: عطاء دوم، ص: ۷۶-۷۷ — 2 تعارف، مکتوب: ۲۳

3 فاروق القریشی، تحریک آزادی اور مشاہیر تحریک، لاہور، علمی کتب خانہ، فروری ۱۹۷۲ء، ص: ۱۰۲-۱۰۷
ابوالہاشم ندوی، جلیانوالہ باغ، لاہور، ایشیا اکیڈمی، فروری ۱۹۷۶ء

4 Indian Politics p. 41

5 کلیات اکبر، دوم، ص: ۱۳ — 6 دیکھیے مکاتیب، ۱۳۹، ۱۲۱

مکتوب نمبر: ۱۴۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۵ اپریل ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: مہاراجہ کشن پرشاد [2]

متون کا اختلاف:

عطا دوم	شاد
الحمد للہ کہ سرکار عالی...	۱۔ الحمد للہ کہ سرکار عالی...
جو مسائل انسان حل نہ کر سکے	۲۔ جو مسائل انسان ہل نہ کر سکے

عطا دوم کا منقول متن بہتر ہے جبکہ شاد میں مذکورہ غلطیاں کتابت کا نقص ہیں

توضیحات:

آج آٹھ دن سے مارشل لا یعنی قانون عسکری یہاں جاری ہے: اقبال کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور میں ۱۷ اپریل سے مارشل لا نافذ ہوا تھا، غالباً اقبال نے اندازے سے ایسا لکھا ہے کیونکہ مارشل لا ۱۳ اپریل کو نافذ ہوا تھا [3]

شعر: ہاں مشو نومید چوں واقف نہ‌ای از سر غیب باشد اندر پردہ بازی‌ہای پنہاں غم مخور [4]

اقبال لکھتے ہیں کہ خواجہ حافظ شیرازی (وفات: ۱۳۸۹ء) کا یہ شعر تسکین کا باعث ہے۔

راماین: والمیکی کی تصنیف، سنسکرت کی قدیم ترین داستانوں میں سے ایک منظوم داستان جس کا شمار دنیا کے ادبی شاہکاروں میں ہوتا ہے، ہندوؤں کی مقدس کتاب ہے، اس میں رام و سیتا کی محبت اور رام و راون کی جنگ کی تفصیل بیان کی گئی ہے تاریخ تصنیف (اندازاً) ۲۰۰ تا ۵۰۰ ق م ہے، ۲۴ ہزار اشلوک پر مشتمل یہ داستان سات حصوں میں منقسم ہے [5]، اقبال اس کے منظوم فارسی ترجمے کا ارادہ رکھتے تھے۔

---

[1] ماخذ: شاد، ص: ۱۰۲ - ۱۰۳
عطا دوم، ص: ۱۹۶ - ۱۹۷

[2] التعریف، مکتوب، ۳۱

[3] دیکھیے مکتوب، ۱۲۸

[4] دیوان حافظ، ص: ۲۲۵

[5] فہرست مشترک ج ۱، ص: ۲۱۵۷

اس ارادے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے خیال میں اس کتاب میں رام کو انسانِ کامل یا فوق البشر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

مسیح جہانگیری : ملا سعد اللہ مسیح پانی پتی معروف بہ ملا مسیحا نے عہدِ جہانگیری میں راماین کو مثنوی کے قالب میں ڈھالا تھا۔ اسے راماین کا اولین فارسی مترجم قرار دیا گیا ہے۔ ادبی اعتبار سے بھی اس کا ترجمہ فوقیت رکھتا ہے۔ مسیح جہانگیری کے ترجمہ کو ۱۸۹۹ء میں نولکشور نے 'راماین مسیحی' کے نام سے شائع کیا[1]۔ مشار نے اس کا نام 'راماین مسیح' لکھا ہے اور اس کی دو اشاعتوں کا پتہ دیا ہے[2]۔

ملا مسیح جہانگیری کے علاوہ بقول عبدالودود اظہر دہلوی امر سنگھ کی تصنیف منثور 'راماین' کے چودہ فارسی ترجمے ملتے ہیں۔ اس نے ان کے مزید تین منظوم اور آٹھ منثور فارسی ترجموں کا ذکر کیا ہے[3]۔

'راماین' کو متعدد شعرا نے اردو میں بھی منتقل کیا ہے۔ ان میں جگن ناتھ خوشتر کا منظوم ترجمہ بہترین ترجمہ خیال کیا گیا ہے۔ یہ ۱۸۹۷ء میں نولکشور نے شائع کیا تھا۔ ایک ترجمہ 'اردو مثنوی راماین' کے نام سے محمد امتیاز الدین نے کیا ہے جسے اسرار کریمی پریس الہ آباد نے شائع کیا ہے[4]۔

---

1. فہرست مشترک، ج ۴، ص: ۲۱۵۵
2. کتاب مذکور، ص: ۲۱۵۵
3. خانبابا مشار، کتابشناسی ایران، ج ۲، ص: ۲۴۳۵
4. نگار، پاکستان، فروری ۱۹۸۵ء، ص: ۲۱-۲۶

مکتوب نمبر: ۱۵۰ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۷ر مئی ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: حافظ محمد اسلم جیراجپوری [2]

متن کی تدوین: علامہ اوّل میں منقول متن اور مطبوعہ عکس میں مندرجہ ذیل اختلافات ملتے ہیں:

علامہ اول	عکس
۱۔ ۔۔۔ 'النّاظر' میں دیکھا ہے۔	۔۔۔۔ رسالہ 'النّاظر' میں دیکھا ہے
۲۔ ان کا مقصد محض ۔۔۔۔	ان کا مقصود محض ۔۔۔
۳۔ ۔۔۔ تشریح اور توضیح تھا۔	۔۔۔ تشریح اور توضیح تھا۔
۴۔ ۔۔۔ اسی تشریح کا اصول ۔۔۔	۔۔۔ اس تشریح کا اصول ۔۔۔
۵۔ ۔۔۔ ابن حزم کی فہرست ۔۔۔	۔۔۔ ابن ندیم کی فہرست ۔۔۔
۶۔ لطف یہ ہے کہ ـــــ غیر صوفیا ۔۔۔	لطف یہ ہے کہ متصوفین صوفیا ۔۔۔
۷۔ آپ کے تبصرہ سے مجھے بڑی تسکین قلب ہوئی۔ امید کہ ۔۔۔	آپ کے تبصرہ سے مجھے بڑی تسکین قلب ہوئی۔ اس وجہ سے مجھے یہ چند سطور لکھنے کی جرأت ہوئی۔ امید کہ ۔۔۔

یہ اغلاط صرف علامہ اوّل کی عدم احتیاط کا نتیجہ ہیں۔

توضیحات:

تبصرہ: مولانا محمد اسلم جیراجپوری نے 'اسرار خودی' (۱۹۱۵ء) پر ایک مفصل تبصرہ لکھا تھا جو رسالہ 'الناظر لکھنؤ'، فروری ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ تبصرہ بعد میں بھی متعدد بار مختلف رسائل و کتب میں چھپ چکا ہے [3]۔ اس میں انہوں نے مثنوی کے ذریعے قوت کے احیاء کی تحقیق کو سراہا تھا۔ ان لوگوں کی غلطی ظاہر کی تھی جو مثنوی پر اعتراض کر رہے تھے۔

---

[1] ماخذ: علامہ اوّل، ص: ۵۲-۵۵، ص: ۵۲ کے مقابل مکتوب کا عکس بھی دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مکتوب مرقع اقبال (مرتبہ جگن ناتھ آزاد)، ص: ۱۷، اور 'جوہر اقبال نمبر' ۱۹۳۸ء میں چھپ چکا ہے۔

[2] تعارف، مکتوب ۸۵

[3] تبصرہ کے لیے دیکھیے، وقار عظیم مرتبہ، 'اقبال معاصرین کی نظر میں'، لاہور، مجلس ترقی ادب، دسمبر ۱۹۷۳ء، ص: ۳۲۲-۳۲۷

اشعار : اقبال نے مثنوی اسرار خودی میں خواجہ حافظ شیرازی (وفات ۱۳۸۹ء) پر جو ۳۵ اشعار کہے تھے ، بعض حلقوں کی طرف سے اعتراض کی وجہ سے اور بعض بہی خواہوں کے مشورے پر اقبال نے دوسرے ایڈیشن میں یہ اشعار حذف کر دیے تھے۔[1]

عرفی کا اشارہ ہے ... : سید محمد جمال الدین عرفی شیرازی (وفات ۱۵۹۱ء) کا اقبال نے یہ شعر درج کیا ہے :

گرفتم آنکہ بہشتم دہند بے طاعت — قبول کردن صدقہ نہ شرط انصاف است

مطبوعہ کلیات میں یہ شعر اس صورت میں ملتا ہے :

گرفتم آنکہ بہشتم دہند بے طاعت — قبول کردن و رفتن نہ شرط انصاف است[2]

دیباچہ اسرار خودی کا دیباچہ جو اردو میں لکھا گیا تھا اور دوسرے ایڈیشن میں حذف کر دیا گیا تھا۔[3]

پیرزادہ مظفر الدین صاحب : (۱۸۵۷ء - ۲۸ مئی ۱۹۳۰ء) اصل نام پیرزادہ مظفر احمد فضلی ہے نہ کہ پیرزادہ مظفر الدین جیسا کہ اقبال نے لکھا ہے ۔ ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے مختلف عہدوں میں خدمات انجام دیتے رہے ۔ تصوف اور شاعری سے دلچسپی رکھتے تھے ، فضلی تخلص کرتے تھے ۔ اقلیم کے عنوان نثر میں بھی چند کتابوں کے مصنف تھے ۔ انہوں نے مثنوی اسرار خودی کے رد میں ایک مثنوی 'راز بے خودی' کے نام سے لکھی جو ۱۹۱۸ء میں مطبع ہلالی دہلی سے شائع ہوئی تھی اقبال نے اس مکتوب میں ان کے بارے میں لکھا ہے ' انہوں نے میرا مقصد مطلق نہیں سمجھا تصوف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے (اور یہی مفہوم قرون اولیٰ میں اس کا لیا جاتا تھا) تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا ، ہاں جب تصوف فلسفہ بننے کی کوشش کرتا ہے اور عجمی اثرات کی وجہ سے نظام عالم کے حقائق اور باری تعالیٰ کی ذات سے متعلق موشگافیاں کر کے کشفی نظریہ پیش کرتا ہے تو میری روح اس سے بغاوت کرتی ہے ۔'[4]

---

۱ تفصیل کے لیے دیکھیے مکتوب ، ۶۳ — ۲ کلیات عرفی شیرازی ، ص: ۲۹۷

۳ مقالات ، دوم ، ص: ۱۹۳ - ۱۹۹ ، روزگار فقیر (۲) ، ص: ۲۲ - ۵۲

۴ پیرزادہ مظفر احمد فضلی کے بارے میں اقبال کے خیالات جاننے کے لیے خطبہ دیکھیے ' نیاز ، ص: ۵۳

اسلامی شاعری اور تصوف ، اقبال نے اس عنوان سے پروفیسر نکلسن (R.A. NICHOLSON) کی تصنیف کا ذکر کیا ہے جبکہ ان کی ایسی کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا[1] غالباً یہ کتاب نہیں مقالہ تھا جو اسلامی تصوف کے موضوع پر انہوں نے لکھا تھا اور جو پروفیسر آرنلڈ اور گیام کی مرتبہ THE LEGACY OF ISLAM (۱۹۳۱ء) کے صفحات ۲۱۱ تا ۲۳۸ پر دیکھا جا سکتا ہے اس میں پروفیسر نکلسن نے ابن حلاج (وفات ، ۹۲۲ء) ابن عربی (وفات ، ۱۲۴۰ء) ، غزالی (وفات ، ۱۱۱۲ء) اور رومی (وفات ، ۱۲۷۳ء) وغیرہ کے حوالے سے بحث کی ہے اور شعراء کے اشعار بھی درج کئے ہیں ۔

کتاب الطواسین : حسین بن منصور حلاج البغدادی البیضاوی (وفات ، ۲۶ مارچ ۹۲۲ء) کا رسالہ " کتاب الطواسین " جس کو فرانسیسی مستشرق لوئی ماسینیو (L. MASSIGNON) نے مرتب کر کے شائع کیا ہے[2] ۔

ابن ندیم کی فہرست : ابوالفرج محمد ابن اسحٰق ابن الندیم (وفات ، ۲۰ شعبان ۳۸۵ھ) ، کتابوں کے بارے میں اس نے اپنی معلومات کو اپنی کتاب " الفہرست " میں جمع کر دیا ، سب سے پہلے فلوگل نے اس کو مرتب کر کے جرمن زبان میں شائع کیا ، اس کے بعد یہ مصر میں چھپی ، اردو میں مولانا محمد اسحٰق بھٹی نے اس کا ترجمہ کیا ہے ، اقبال نے منصور حلاج کے بارے میں معلومات اسی کتاب سے حاصل کی تھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابن ندیم اس ضمن میں لائق اعتماد نہیں ہے[3]

ابن حزم نے کتاب الملل ... : ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم (وفات ، ۱۵ اگست ۱۰۶۴ء) قرطبہ کا نامور عالم دین ، مورخ ، شاعر اور فقیہ ، تقریباً چار سو کتابوں کا مصنف جن میں کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل خاص طور پر مشہور ہے[4] ، اس کتاب کو اقبال نے کتاب الملل والنحل لکھا ہے ۔

مذہب آفتاب پرستی : سورج کی پرستش جو مشرق و مغرب کے کئی ملکوں میں ہوتی تھی ، اس مسلک کے پیروکار انسانی روح اور روح مطلق کے اتحاد کو ممکن سمجھتے تھے اور اپنے طریقوں کو خفیہ رکھتے تھے[5]

---

[1] دیکھئے : نجیب العقیقی ، المستشرقون ، الجزء الثانی ، ص: ۵۲۶ - ۵۲۷ [2] دیکھئے مکتوب ، ۱۱۱

[3] تاریخ تصوف ، ص: ۸۲ [4] اردو دائرہ ، ج ۱ ، ص: ۴۸۵ - ۴۹۳

[5] اسلامی انسائیکلوپیڈیا ، ص: ۳۵ - ۳۷

مکتوب نمبر: ۱۵۱ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۶ اگست ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

تصوف و مشائخ: 'تصوف اور مشائخ' کے زیر عنوان ایک مضمون معارف، اگست ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا تھا، یہ مضمون پرشیدلال ایم۔اے کے قلم سے تھا اور اس سے قبل 'ہندوستان ریویو' میں شائع ہوا تھا۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس کے مطالعہ کی اطلاع دی ہے۔

ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام الخ: سید سلیمان ندوی نے اس کے بارے میں اقبال کو لکھا تھا کہ یہ مولانا روم (وفات: ۱۲۷۳ء) کا شعر ہے لیکن اقبال کہتے ہیں کہ یہ مولانا کا شعر نہیں ہے جیسا کہ چار سال پیشتر کسی بزرگ نے انہیں بتایا تھا۔ اس خط کے حاشیے میں سید سلیمان ندوی نے یہ صراحت کی ہے کہ یہ مولانا کی مثنوی میں نہیں، اُن کے کلیات میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شعر نہ تو 'دیوان شمس تبریزی' کے نول کشور والے ایڈیشن میں ہے اور نہ ایرانی ایڈیشن میں، 'مثنوی معنوی' میں بھی دیکھنے میں نہیں آیا، پروفیسر نکلسن کے مرتب کردہ 'کشف الابیات مثنوی' میں بھی اس شعر کا حوالہ نہیں مل سکا۔ یہ اشاریہ ڈاکٹر محمد جواد شریعت کی کوشش سے ۱۳۶۳ھ میں اصفہان سے شائع ہوا ہے۔

---

[1] ماخذ: عطاء اول، ص: ۱۰۳ - ۱۰۴ [2] نقوش، مکاتیب، ۸۹

مکتوب نمبر: ۱۵۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳۰ اگست ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

توضیحات:

پس منظر: نیاز الدین خان نے ایک غزل اصلاح کی غرض سے اقبال کی خدمت میں ارسال کی تو اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس امر پر تعجب کا اظہار کیا کہ گرامی کی صحبت میں غزل لکھ کر اقبال کو اصلاح کے لیے بھیجی گئی ہے۔

طالب آملی: محمد طالب آملی (وفات: ۱۶۲۶ء) ابتدائی زندگی آمل (مازندران) میں گزری، کاشان اور مرو ہوتا ہوا ہندوستان پہنچا، جہانگیر نے ملک الشعراء کا خطاب دیا، اس کا دیوان قصائد و غزلیات پر مشتمل ہے [3]، اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس کا درج ذیل شعر درج کیا ہے:

بے نیازانہ ز ارباب کرم می گذرم　　　چوں سیہ چشم کہ بر سرمہ فروشاں گذرد

سیالکوٹ جانے کی دو دفعہ کوشش کی: مارشل لاء حکام اور فوجیوں کی آمد ورفت کی وجہ سے اقبال کو ریل گاڑی میں جگہ نہ مل سکی تھی اس لیے سیالکوٹ کا سفر اختیار نہ کر سکے تھے

العلم حجاب الاکبر: صوفیہ کا مشہور مقولہ ہے

اقبال کی خواہش تھی کہ گرامی علم کی مذمت میں کوئی شعر کہیں لیکن صوفیانہ رنگ کا نہ ہو، اقبال نے جاوید نامہ (۱۹۳۲ء) میں اس مقولہ کو یوں نظم کیا ہے:

علم اگر کج فطرت و بد گوہر است　　　پیش چشم ما حجاب اکبر است [4]

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۲۰　　[2] تعارف، مکتوب ۱/۶

[3] ادبیات فارسی، ص: ۳۲۳؛ کلمات الشعراء، ص: ۶۹؛ تاریخ ادبیات ایران ج ۴، ص: ۳۶۷ - ۳۶۶؛ شعر العجم، سوم، ص: ۱۸۳ - ۱۹۷

[4] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۷۷۶

مکتوب نمبر: ۱۵۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۴ ستمبر ۱۹۱۹ء [2]

مکتوب الیہ: وحید احمد مسعود بدایونی

تعارف: وحید احمد مسعود کا شمار بدایوں کے اصحاب علم اور اہل قلم میں ہوتا ہے۔ ۱۹۱۹ء میں انھوں نے رسالہ 'نقیب' جاری کیا جو ظریفانہ نگارشات شائع کرتا تھا۔ یہ رسالہ وقفوں کے ساتھ ۱۹۲۲ء تک شائع ہوتا رہا۔ حکیم اجمل خان (وفات: ۱۹۲۷ء) ڈاکٹر مختار احمد انصاری (وفات: ۱۹۳۶ء) اور مولانا محمد علی جوہر (وفات: ۱۹۳۱ء) کے ایما پر دہلی سے روزنامہ 'صباح' جاری کیا لیکن حکومت نے اخبار اور پریس دونوں ضبط کر لیے۔ وحید عملی سیاست میں بھی حصہ لیتے رہے۔ کونسل کے رکن ہوئے۔ پارلیمانی سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۲ء کے بعد خانہ نشین ہو گئے۔

وحید متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ ان کی تصانیف میں حضوری، تصوف، نشہ کا انجام، تصوف کی اصلیت، گرد راہ (مجموعہ مضامین)، سوانح خواجہ معین الدین چشتیؒ، اسلام مشرق میں، محبت کی بلندیاں (ڈراما)، جمال صابر کلیریؒ وغیرہ لائق ذکر ہیں۔

وحید کے شاہ پیر مہر سے تعلقات تھے اور ان سے وابستگی بھی رہی تھی۔ اقبال سے بھی خط و کتابت تھی۔ اقبال کے کوئی پچاس سے زائد مکتوب ان کے پاس تھے لیکن چند ایک کے سوا سب ضائع ہو گئے۔

توضیح:

پس منظر: وحید احمد مسعود کے مطالبہ اشعار پر اقبال نے یہ شعر ارسال کیا:

از من باد صبا گوے بہ دانائے فرنگ — عقل تا بال گشود است گرفتار تر است
برق را این بہ جگر می زند آن رام کند — عشق از عقل فسوں پیشہ جگر دار تر است
چشم جز رنگ گل و لالہ نہ بیند ورنہ — آنچہ در پردۂ رنگ است پدیدار تر است

یہ اشعار 'نقش فرنگ' کی نظم 'پیام' میں شامل ہیں [3]

---

۱ ماخذ: انوار، ص: ۱۷۵۔ مکتوب کا عکس ماہ نو اپریل ۱۹۶۲ء، ماہ نو اقبال نمبر ۱۹۷۷ء (ص: ۲۱۷) میں بھی دیا گیا ہے۔

۲ مکتوب میں تاریخ درج نہیں ہے لیکن چونکہ 'نقیب' کا اجرا ۱۹۱۹ء میں ہوا تھا، اس لیے غالب یہ ہے کہ یہ ۱۹۱۹ء میں لکھا گیا تھا۔

۳ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۸۷ - ۱۸۸۔ شعر نمبر ۲ قبل ازیں مکتوب نمبر ۱۴۸ میں بھی درج کیا گیا ہے۔

مکتوب نمبر: ۱۵۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۷ ستمبر ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

عکس	عطا، اول
شاید ان میں کچھ ہو	۱۔ شاید ایسا ہی کچھ ہو
اتفاقاً میں نے بھی کئی دفعہ...	۲۔ اتفاقاً میں نے کئی دفعہ...
نہ میں نے خود کوئی درخواست آج تک کی۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔	۳۔ نہ میں نے خود کوئی درخواست آج تک کی۔

توضیحات:

محمود شبستری: شیخ سعد الدین محمود تبریزی شبستری (وفات ۱۳۲۰/۲۱ء) اپنے زمانے کے بڑے عالم، صوفی اور عارف تھے۔ گلشن راز اور سعادت نامہ ان کی معروف مثنویاں ہیں۔ سورۂ فاتحہ کی ایک عرفانی تفسیر بھی ان سے منسوب ہے۔[3]

گلشن راز: ایک ہزار ابیات پر مشتمل اس عرفانی مثنوی میں ۱۵ یا ۱۷ سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں جو غالباً منظوم صورت میں شیخ سید حسینی ہراتی نے ان کے پاس بھیجے تھے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں اور دنیا کی تقریباً تمام بڑی زبانوں میں اس کے منظوم یا منثور تراجم موجود ہیں۔[4]

اقبال نے تقریباً سات سو سال بعد گلشن راز کا جواب مثنوی گلشن راز جدید کی صورت میں دیا ہے جو ان کی کتاب زبور عجم (۱۹۲۷ء) میں شامل ہے۔ اقبال نے ہر سوال کا جواب خود اپنے رنگ میں

---

[1] ماخذ: عطا، اول، ص: ۱۰۴ - ۱۰۵ [2] معارف، مکتوب: ۸۹

[3] محبوب صوفیہ، ص: ۲۱۷ - ۲۲۰

[4] ادبیات فارسی، ص: ۲۲۴ - ۲۲۵ ، اقبال اور فارسی شعرا، ص: ۱۶۴ - ۱۶۸

دیا ہے ۔ اقبال نے ۱۷ سوالوں میں سے بعض کو یکجا کر کے ۹ سوال بنا کر جواب لکھا ہے تاہم ان کا انداز بیان محمود شبستری سے زیادہ موثر اور دلآویز ہے ۔

شعر : اقبال نے شعر کا صرف ایک مصرع لکھا ہے " یقین داند کہ ہستی جز یکے نیست " اور کہتے ہیں کہ یہ شعر گلشن راز کا نہیں ہو سکتا اس کی بحر اور ہے ۔ اصل شعر یوں ہے :

ہر آنکس را کہ اندر دل شکی نیست   یقین داند کہ ہستی جز یکی نیست

"گلشن راز" میں ساتویں سوال کے جواب میں محمود شبستری نے جو گفتگو کی ہے اس میں یہ شعر شامل ہے۔[1]

اس سے ملتا جلتا مضمون مولانا جامی (وفات ۱۴۹۲ء) کے ہاں اس شعر میں ملتا ہے:

موثر در وجود الا یکی نیست   درین حرف شگرف اصلا شکی نیست

بہرحال اقبال کا یہ خیال درست ہے کہ یہ شعر "گلشن راز" کا نہیں ہو سکتا ۔

تین شعر : اقبال کہتے ہیں کہ کئی ماہ کے بعد انھوں نے تین شعر کہے تھے ' نقیب ' بدایوں کا عرصے تقاضا تھا اس کے لیے بھیج دئے ۔ یہ شعر اقبال نے مدیر ' نقیب ' وحید احمد مسعود کی فرمائش پر اپنے مکتوب ۴ ستمبر ۱۹۱۹ء کے ساتھ بھیجے تھے ۔[2]

---

[1] محمود شبستری ، شیخ : گلشن راز ، مرکز تحقیقات فارسی ، ۱۹۷۸ء ، ص : ۲۷

[2] دیکھیے مکتوب ، ۱۵۳

مکتوب نمبر: ۱۵۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۷ ستمبر ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

اشعار: مکتوب کے صفحہ ۲ پر اقبال "معارف" میں اشاعت کے لیے چند اشعار لکھے ہیں:

بہت آزمایا ہے غیروں کو تو نے   مگر آج ہے وقت خویش آزمائی   الخ

یہ اشعار "معارف" اکتوبر ۱۹۱۹ء میں "پولیٹکل گداگری" کے عنوان سے شائع ہوئے۔ پہلے شعر کے مصرع ثانی میں "خویش" کی جگہ "خود" کی تبدیلی کی گئی تھی جو غالباً سید سلیمان ندوی نے کی تھی۔ اقبال نے "بانگ درا" (۱۹۲۴ء) میں ان اشعار کو "دریوزۂ خلافت" کے زیر عنوان شامل کیا[3] اور پہلے شعر کو یوں بنا دیا:

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے   تو احکام حق سے نہ کر بے وفائی

اشعار کا پس منظر: یہ اشعار اس وفد کے بارے میں کہے گئے تھے جو مولانا محمد علی جوہر (وفات: ۱۹۳۱ء) کی سرکردگی میں یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو یورپ خصوصاً انگلستان کے مدبرین کو خلافت کے بارے میں مسلمانان برصغیر کے جذبات سے آگاہ کرنے کے لیے گیا تھا۔ اہل یورپ پر اس وفد کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آٹھ ماہ کے بعد یہ وفد ناکام لوٹا۔ علامہ اقبال اس کی کامیابی کو شروع ہی میں مشکوک خیال کرتے تھے اس کا اظہار انہوں نے مذکورہ اشعار یا قطعہ میں کیا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قطعہ وفد کے ناکام لوٹنے پر کہا گیا تھا جبکہ زیر نظر مکتوب کے مندرجات سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعہ وفد کی روانگی سے تقریباً تین ماہ قبل کہا گیا تھا۔[4]

---

[1] ماخذ: علامہ اقبال، ص: ۱۰۶-۱۰۷ [2] تعارف مکتوب: ۸۹ [3] کلیات اقبال اردو، ص: ۲۵۴

[4] دیکھیے: رحیم بخش شاہین، "مولانا محمد علی جوہر اور علامہ اقبال" (مقالہ) اقبال، اپریل ۱۹۶۹ء، ص: ۱۵-۱۷

تضمین شدہ شعر: قطعہ کے آخر میں اقبال نے یہ شعر تضمین کیا ہے:

"مرا از شکستن چنیں عار نامد   کہ از دیگراں خواستن مومیائی"

ڈاکٹر محمد ریاض کہتے ہیں کہ یہ شیخ سعدی کا شعر ہے اور اصل شعر میں "ناکساں" ہے جسے اقبال نے "دیگراں" بنا دیا ہے[1] علامہ دہخدا نے اس کو نظامی سے منسوب کیا ہے اور اس کا پہلا مصرع یوں نقل کیا ہے:

مرا از شکستن چناں درد نامد[2]

اقبال نے اردو میں بھی اس شعر کی یوں تحلیل کی ہے:

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست   مور بے پر حاجتے پیش سلیمانے مبر[3]

لندن کے شیخوں کے اشارے پر ناچتے چلے جاتے ہیں: اشارہ ہے ہز ہائی نس آغا خان (وفات ۱۹۵۷ء) کی طرف جن کے ایما پر مجلس خلافت کی بنیاد پڑی تھی[4] خیال رہے کہ آغا خان کے بارے میں بعد میں اقبال کی رائے تبدیل ہو گئی تھی[5]

مسئلۂ تصویر: معارف ستمبر اور اکتوبر ۱۹۱۹ء کے شماروں میں سید سلیمان ندوی کے قلم سے ایک مضمون بعنوان "مجسمہ اور تصویر کے متعلق اسلام کا شرعی حکم" چھپا تھا۔ اقبال اس کی داد دیتے ہوئے کہتے ہیں: "مسئلۂ تصویر پر آپ نے خوب لکھا اور اصول تشریعی وضع کر کے اس مسئلے کو بالکلیہ حل کر دیا۔ للہ درک"

---

1 اقبال اور فارسی شعراء، ص: ۱۵۵

2 علی اکبر دہخدا، امثال و حکم، انتشارات کبیر، ۱۳۱۰ ھ ش، ج: ۳، ص: ۱۵۰۷

3 کلیات اقبال، اردو، ص: ۲۶۵

4 مطالعۂ اقبال، ص: ۱۰۶

5 کتاب مذکورہ، ص: ۱۶۹   نیز دیکھیے حرف اقبال، ص: ۱۳۸

مکتوب نمبر: ۱۵۶ ؎۱

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی ؎۲

توضیحات:

مجموعہ شائع ہونے تو لکھیے۔ سید سلیمان ندوی اقبال کی اردو شاعری پر ریویو لکھنے کے خواہشمند تھے۔ اقبال انہیں لکھتے ہیں کہ مجموعہ شائع ہو جائے تو پھر ریویو لکھیں۔ یہ مجموعہ 'بانگ درا' کے نام سے ستمبر ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا، لیکن وہ اس پر ریویو نہ لکھ سکے۔

فی الحال ایک مغربی شاعر کے دیوان کا جواب لکھ رہا ہوں: 'رموز بیخودی' کی طباعت (۱۰ اپریل ۱۹۱۸) اور اسرار خودی کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری سے فارغ ہو کر اقبال نئے مجموعہ کی ترتیب میں مصروف ہو گئے۔ اس کا آغاز انہوں نے ۱۹۱۵ء ہی میں کر دیا تھا لیکن کامل توجہ ۱۹۱۸ء میں صرف کی۔ ابتدا میں خیال تھا کہ اردو اور فارسی منظومات کو ملا کر مجموعہ تیار کر لیا جائے لیکن بعد میں اردو کلام کی شمولیت کا ارادہ ترک کر دیا۔ ۱۹۲۳ء کے اوائل میں 'پیام مشرق' کے نام سے یہ مجموعہ مکمل ہوا۔ اقبال اس میں وہ نظمیں بھی شامل کرنا چاہتے تھے جن کا خاکہ ان کے ذہن میں تھا لیکن والد ماجد کے اصرار پر اس خواہش سے دستبردار ہونا پڑا۔ آخر مئی ۱۹۲۳ء میں مجموعہ شائع ہوا۔ ؎۳

مغربی شاعر سے مراد گوئٹے JOHANN VOLFGANG VON GOETHE (۱۷۴۹ء - ۱۸۳۲ء) ہے جو جرمنی کا عظیم فلسفی شاعر تھا۔ WERTHER (۱۷۷۵ء)، FAUST (۱۷۹۰ء) اور WEST ÖSTLICHER DIWAN (۱۸۱۹ء) اس کی مشہور تصانیف ہیں؎۴۔ اقبال گوئٹے سے متاثر تھے اور اس کی مشرق دوستی کے قدردان تھے۔ برصغیر میں گوئٹے کو متعارف کرانے میں ان کا بہت حصہ ہے؎۵۔

؎۱ ماخذ، جلد اول، ص: ۱۰۷ - ۱۰۹ ؎۲ انوار، مکتوب ۸۹ ؎۳ تصانیف اقبال، ص: ۱۲۹ - ۱۳۰

؎۴ Britannica, vol. 10, pp. 468-474؛ Cassells, vol. I, pp. 948-949

؎۵ دونوں شاعروں کی فکر کا باہم تقابلی مطالعہ کے لیے دیکھیے رحیم بخش شاہین، 'پیام مشرق پر ایک نظر' (مقالہ)، فیلو ایم اے، اقبالیات ۱۹۷۳ ص: ۱۹۲ - ۱۹۵

اسی مقالے کا ترجمہ 'پیام مشرق - اقبال کا فارسی دیوان' مجلہ دانش اسلام آباد، شمارہ ۸ (ص: ۶۳-۱۰۳) میں شائع ہو چکا ہے۔

یاجوج ماجوج ۔ یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن کی دو سورتوں الانبیاء اور الکہف میں آیا ہے۔ علاوہ ازیں حزقیل نبی کی کتاب مشمولہ عہد نامہ عتیق میں اور مکاشفات یوحنا میں بھی تذکرہ ملتا ہے ، یورپ کی زبانوں میں GOG اور MAGOG کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ ان سے مراد شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی اور لاتعداد قبائل ہیں جن کے حملوں کو روکنے کے لئے دیوار چین تعمیر کی گئی ۔ اس سلسلے میں سد سکندری کی تعمیر کی روایت بھی مشہور ہے[1] ، اقبال اس قوم کے بارے میں معلومات جمع کرنے کی کوشش میں تھے ، اسی لئے انہوں نے زیر نظر مکتوب میں سید سلیمان ندوی کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کی دعوت دی ہے لیکن مولانا ندوی کی تصانیف میں اس موضوع پر کوئی مقالہ نہیں ملتا ۔ اقبال نے 'بانگ درا' کے حصہ 'ظریفانہ' میں شامل ایک قطعہ کے ایک شعر میں یاجوج ماجوج کا ذکر یوں کیا ہے :

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام　　چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون[2]

---

1 ابوالکلام آزاد ، ترجمان القرآن ، ج ۲ ، ص : ۴۲۱ - ۴۳۰

2 کلیات اقبال ، اردو ، ص ۲۸۹

مکتوب نمبر: ۱۵۷ [۱]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [۲]

توضیحات:

شعر: عصیانِ ما و رحمتِ پروردگارِ ما — این را نہایتے است نہ آں را نہایتے

یہ گرامی کا شعر ہے [۳] اور زیرِ نظر مکتوب میں اقبال نے اس کی بے حد تعریف کی ہے اور اسے پورے فارسی لٹریچر میں بے مثال قرار دیا ہے۔

شعر: عنوانِ آں نگاہ، تو خونریزِ عالمے — تمہیدِ نیم خندۂ تو مرگِ ولایتے

اقبال نے گرامی کے اس شعر کی بھی بے حد تعریف کی ہے تاہم مصرعِ اول میں سے لفظ 'آں' نکالنے کا مشورہ دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نیاز الدین خان نے یہ مشورہ مولانا گرامی کو پہنچا دیا تھا جس کے نتیجے میں گرامی نے مصرعِ اول کو یہ شکل دے دی:

'عنوانِ یک نگاہِ تو خونریزِ عالمے' [۴] اقبال کو اس تبدیلی کا علم ہوا تو انہوں نے ۱۹؍ اکتوبر کے مکتوب میں محمد نیاز الدین خان کو لکھا کہ 'گرامی صاحب کے شعر میں یک نہایت موزوں ہے "یک نگاہ" اور "نیم خندہ" کا مقابلہ نہایت لطیف ہے۔' [۵]

---

۱ ماخذ: نیاز، ص: ۲۲ - ۲۳

۲ تعارف، مکتوب: ۶۴

۳ دیوانِ گرامی، ص: ۸۸

۴ حوالہ مذکور

۵ نیاز، ص: ۲۳ - ۲۴

مکتوب نمبر: ۱۵۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۹؍ نومبر ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: عبدالعلی شوق سندیلوی

تعارف: محمد عبدالعلی شوق سندیلہ کے ایک معزز گھرانے کے فرد اور مولوی علی حسن کے فرزند تھے۔ میٹرک کرنے کے بعد پہلے سندیلہ کے ننک گھرانہ ہائی سکول میں ملازم رہے، وہاں سے مستعفی ہو کر ایک مقامی وقف مدرسہ میں معلم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ شعر و شاعری سے طبعی لگاؤ تھا، ۱۹۱۲ء میں شعر کہنا شروع کیا۔ طبیعت میں شوخی تھی، انہوں نے بڑے بڑے ہم عصر شعراء سے دل لگی کا منصوبہ بنایا۔ انہوں نے مختلف اوقات میں اپنی پندرہ سولہ غزلیں اپنے زمانے کے ۳۵ نامور شعراء کی خدمت میں بغرض اصلاح بھیجیں، ہر شاعر نے اپنے طور پر اصلاح دی۔ یہ سلسلہ ۱۹۱۷ء تا ۱۹۲۳ء جاری رہا۔ رفتہ رفتہ لوگوں نے ان کے منصوبے سے آگاہ ہو کر اصلاح سے ہاتھ کھینچ لیا۔ شوق نے ان تمام اصلاحوں کو یکجا کر کے "اصلاح سخن" کے نام سے ۱۹۲۶ء میں کتاب کی صورت میں چھپوا دیا۔ اس کتاب نے ادبی حلقوں میں ایک دلچسپ صورت حال پیدا کر دی۔ یہاں یہ بھی ذکر کر دیا جائے تو مناسب ہو گا کہ اقبال اور اکبر الہ آبادی شوق سندیلوی کے اس دام میں نہیں آئے تاہم اسی طرح شوق کے نام اقبال کے چند مکاتیب محفوظ ہو گئے۔

توضیح:

غزل: شوق سندیلوی نے اپنی غزل اقبال کی خدمت میں بغرض اصلاح بھیجی تھی جس کا مطلع یہ ہے:

خواب میں ان کا گلے مل کے جدا ہو جانا دل کے ارمانوں میں اک حشر بپا ہو جانا

اقبال نے لکھا ہے کہ وہ اس رنگ شاعری سے بے بہرہ اور بنا بریں اصلاح سے قاصر ہیں۔ اقبال کے اس جواب سے شوق مایوس نہیں ہوئے انہوں نے اشارۃً یہ سلسلہ جاری رکھنے اور اقبال کو اصلاح دینے پر آمادہ کرنا چاہا لیکن اقبال پھر بھی پہلو بچاتے رہے۔ اس سلسلے میں اقبال نے شوق کو دو مکاتیب مزید لکھے تھے۔[2]

---

[1] انوار، ص: ۹ ، اصلاح سخن، ص: ۱۷۱

[2] انوار، ص: ۹ ، ۱۰ ، اصلاح سخن، ص: ۱۷۲

مکتوب نمبر: ۱۵۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۰ر نومبر ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیح:

مولانا ابوالکلام آزاد کا تذکرہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا:

تذکرہ دراصل مولانا ابوالکلام آزاد (وفات ۱۹۵۸ء) کی تصنیف ہے جو ان کے خاندان کے بعض اکابر اور شیوخ کے سوانح و حالات پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز جون ۱۹۱۶ء میں ہوا اور تکمیل ۷ار اکتوبر ۱۹۱۶ء کو ہوئی۔ کچھ مواد بعد میں فضل الدین احمد نے فروری ۱۹۱۹ء میں لے آئے اور زبانی اور ذاتی کاوشوں سے جمع کر کے شامل کیا اس طرح یہ کتاب ۱۹۱۹ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔

فضل الدین احمد مرزا نے پیش لفظ میں مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کے اخبار الہلال کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "اسرار خودی" اور "رموز بیخودی" بھی در حقیقت الہلال ہی کی صدائے بازگشت ہیں۔ [3] تذکرہ کے مقدمہ کے اس پہلو کی طرف وحید احمد مسعود بدایونی نے اقبال کو توجہ دلائی [4] اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس حصہ پر خفگی کا اظہار کیا۔ سید سلیمان ندوی نے اقبال کی شکایت فضل الدین مرزا کو پہنچائی یا نہیں البتہ مولانا ابوالکلام آزاد کو ضرور پہنچائی اور انہوں نے ۲ار جنوری ۱۹۱۹ء کے مکتوب میں تسلیم کیا کہ ڈاکٹر اقبال کی خفگی بے جا نہیں ان کے خیال میں صرف یہی حصہ نہیں مقدمہ طرز تحریر و استدلال وغیرہ کے لحاظ سے لغو ہے۔ [5]

---

[1] ماخذ: عطائے اول، ص: ۱۰۹ - ۱۱۱ [2] تعارف، مکتوب: ۸۹

[3] ابوالکلام آزاد، مولانا، تذکرہ (مقدمہ فضل الدین احمد)، کلکتہ، البلاغ پریس، ۱۹۱۹ء، ص: ر ع ز

[4] اوراق گم گشتہ، ص: ۱۷۰۔ وحید احمد مسعود کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے ہی ڈاکٹر اقبال کو تذکرہ کا دیباچہ پڑھ کر سنایا اور کہا اس دیباچہ کی اشاعت سے بہت رنجیدہ ہیں ہے۔ اقبال نے انہیں ذیر تذکرہ مکتوب سے موصول ہوا ۱۰ر اگست ۱۹۲۱ء کو اس سلسلہ کا ایک مکتوب ہے (اقبال اور ...)

[5] غلام رسول مہر، تبرکات آزاد، لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۵۹ء، ص: ۱۵۶

مکتوب نمبر: ۱۶۰ [۱]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۷ر نومبر ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: وحید احمد مسعود بدایونی [۲]

توضیح:

پس منظر: وحید احمد مسعود بدایونی نے اقبال سے فرمائش کی تھی کہ وہ "نقیب" بدایوں کے لیے زندگی کا کوئی ایسا واقعہ لکھیں جو دوسروں کے لیے سبق آموز ہو۔ اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں جواب دیا ہے کہ ان کی زندگی میں ایسا کوئی واقعہ نہیں جو دوسروں کے لیے سبق آموز ہو البتہ انہیں اگر فرصت ملی تو وہ اپنے خیالات کے تدریجی انقلاب کی تفصیل رقم کریں گے۔ اقبال نے سید سلیمان ندوی کے نام مکتوب، ۱۰ر اکتوبر ۱۹۱۹ء میں بھی دل و دماغ کی سرگزشت رقم کرنے کی آرزو کا اظہار کیا ہے[۳] اگر اقبال اپنی ذہنی نشوونما اور فکر و خیال کے ارتقا کی تفصیل لکھتے تو اس سے ان کے فلسفہ اور شاعری کو بہتر طور پر سمجھنے کی راہ ہموار ہو سکتی تھی لیکن اقبال کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔

---

۱ ماخذ: انوارِ اقبال، ص: ۲۳۶

۲ تعارف، مکتوب: ۱۵۳ ، انوارِ اقبال کے مؤلف نے اس مکتوب کے مکتوب الیہ کا نام عشرت رحمانی تحریر کیا ہے جو غلط ہے۔ عشرت رحمانی کے نام دستیاب تمام مکاتیب دراصل وحید احمد مسعود کے نام لکھے گئے تھے۔ عشرت رحمانی، وحید احمد مسعود کے عزیز تھے، وہ جس زمانہ میں وہاں سے رسالہ "نیرنگ" نکالتے تھے انہوں نے "نقیب" کے دفتر سے اکبر و اقبال کے خطوط اپنے رسالہ میں شائع کرنے کے لیے لیے تھے جن میں سے چند ایک شائع ہوئے۔ لہٰذا جب انوارِ اقبال کے مؤلف نے وحید احمد مسعود سے خطوط مانگے تو انہوں نے عشرت رحمانی سے خطوط کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے چند خطوط ضائع ہونے کی اطلاع دی تاہم نیرنگ میں مطبوعہ خطوط دے دیے۔ مؤلف انوارِ اقبال کے صاحبزادے نے وہ خطوط عشرت رحمانی کے نام سے شائع کر دیے۔ اس غلطی کی طرف وحید احمد مسعود کی طرف سے توجہ دلائی گئی تو دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کا وعدہ کیا گیا لیکن دوسرا ایڈیشن چھپنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

۳ انوارِ اقبال، ص: ۱۰۹

مکتوب نمبر: ۱۶۱ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۹ر دسمبر ۱۹۱۹

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

متن کی درستی:

مکتوب میں "فقیر محمد صاحب" نام درست نہیں۔ اصل نام "فقیر نجم الدین" ہے جیسا کہ ۹ نومبر ۱۹۱۹ کے مکتوب میں مذکور ہے۔[3]

توضیح:

تقریر جو اس جلسے میں میں نے کی تھی: غالباً یہ وہی تقریر ہے جس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام جیلانی برق (وفات: ۱۹۸۵ء) کہتے ہیں کہ جنگِ عظیم اول میں جب اتحادی طاقتوں کو فتح ہوئی تو انہوں نے ترکی کے حصے بخرے کرنے شروع کر دیے تھے۔ اس پر عالمِ اسلام میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ اسی سلسلے میں مسلمانانِ لاہور کا ایک احتجاجی جلسہ موچی دروازہ اور شاہ عالمی دروازہ کے درمیان منعقد ہوا تھا۔ سر فضل حسین اس کے صدر تھے۔ سر شیخ عبدالقادر نے "دولتِ عثمانیہ کے زوال" کے موضوع پر تقریر کی۔ ان کے بعد مولوی محبوب عالم مالک و مدیر "پیسہ اخبار" تقریر کے لیے اسٹیج پر آئے تو لوگوں نے ان کی انگریز نوازی کی وجہ سے انہیں ہوٹ کیا اور تقریر سننے سے انکار کر دیا۔ اس پر لوگوں کی نظر اقبال پر پڑی تو انہوں نے اقبال کو تقریر کرنے پر مجبور کیا۔ اقبال نے دولتِ عثمانیہ کے زوال کو ایک زبردست ملی نقصان قرار دیا لیکن ساتھ ہی مسلمانوں کو مایوس نہ ہونے کی تلقین کی۔[4] اس تقریر کی تفصیل اخبارات مثلاً آفتاب وغیرہ میں شائع ہوئی تو نیاز الدین خان نے اس کا پس منظر جاننا چاہا جس پر اقبال نے یہ وضاحت فرمائی۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ تقریر دراصل ایک قرارداد کی تائید و تحریک میں تھی جو مسئلہ خلافت پر تھی، جس کا ایک حصہ حرمین کی حفاظت سے تعلق رکھتا ہے۔

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۳۶

[2] تعارف، مکتوب، ج ۶

[3] اوراقِ گم گشتہ، ص: ۱۸۹ - ۱۹۰

مکتوب : ۱۶۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: دسمبر ۱۹۱۹ء

مکتوب الیہ: عبدالعلی شوق سندیلوی [3]

متن کی درستی :

اس مکتوب میں اقبال نے شوق سندیلوی کے تین اشعار پر اصلاح دی ہے۔ مرتب 'انوار' نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ 'اصلاح سخن' میں مکتوب کے شروع میں 'مکرم بندہ، تسلیم' اور آخر میں تخلص کے الفاظ درج نہیں ہیں جبکہ 'انوار' میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

توضیح :

شوق سندیلوی کے نام اقبال کا یہ آخری مکتوب ہے۔ اس میں اقبال نے ان کی ایک فارسی غزل پر اصلاح دی ہے۔

شعر: ہمہ غیر محدود در ملک باطن   نگاہم بقید تعین اسیرے

اقبال نے اس شعر کی داد دی ہے لیکن لکھا ہے کہ زبان غزل میں فارسیت کی شان نہیں ہے۔

شعر: بہ حسن و جمالے عدیم المثالے   بہ یوسف و کمالے ندارد نظیرے

اقبال نے دوسرے مصرع کو یوں لکھا ہے: 'بہ یوسف و کمالے فقید النظیرے'

شعر: بہ رُو ماہتابے بہ مو آفتابے   بہ خُو لاجوابے، فقید النظیرے

اقبال نے دوسرے مصرع کو اس طرح بنا دیا ہے: 'بہ خو لاجوابے ندارد نظیرے'

شعر: نبی لاجوابے، علی انتخابے   صحابہ شبیہے، غرائب وزیرے

اقبال نے یہ شعر قلمزد کر دیا ہے۔

---

۱ ماخذ: انوار، ص: ۱۰-۱۱ ، اصلاح سخن، ص: ۱۲۳

۲ تاریخ تحریر کا تعین نہیں ہو سکا۔

۳ نقوش، مکتوب: ۱۵۸

مکتوب نمبر: ۱۶۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۱ فروری ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

توضیح:

ہندرا منڈل: ۱۹۱۹ء کے ایکٹ کی رو سے مرکز میں دو ایوانی مقننہ قائم کی گئی۔ ایک ایوان کا نام LEGISLATIVE ASSEMBLY اور دوسرے کا COUNCIL OF STATE رکھا گیا۔ اوّل الذکر مقننہ کا زیریں ایوان تھا اور موخر الذکر بالائی۔ اب ان دونوں کے اردو ترجمے کا مسئلہ درپیش تھا۔ اس سلسلے میں اقبال لکھتے ہیں کہ انگلستان میں دو ہاؤس ہیں۔ ایک 'HOUSE OF COMMONS' اور دوسرا 'HOUSE OF LORDS' اس بنا پر ہندوستان کے دونوں ایوانوں کو مجلس عمومی اور مجلس خصوصی کہہ سکتے ہیں یا مجلس عوام اور مجلس خواص۔ ایران میں پارلیمنٹ کا ترجمہ مجلس کیا گیا ہے۔ تاہم انہوں نے انگریزی ناموں کو ترجیح دی اور دوسرے نام رکھنا پسند نہیں کیا۔ ان کے نزدیک نام یا تو بالکل فارسی ہو یا ہندی۔ اس پر اقبال نے ۹ مارچ ۱۹۲۰ء کے مکتوب بنام محمد نیاز الدین خان میں بحث کی ہے۔[3]

جہاں تک ہندرا منڈل کا تعلق ہے محمد نیاز الدین نے یہ ہندی اصطلاح دراصل 'PRINCES ASSEMBLY' کے ترجمے کے لیے لکھی تھی۔ اقبال نے مزاح کے طور پر اس کی جگہ 'اندر سبھا' کی اصطلاح تجویز کی ہے اور لکھا ہے کہ اس ادارے کا نام انگلستان کے 'UPPER CHAMBER' کی طرز پر نئے قانون کے تحت عمل میں آئے گا یا اس سے کوئی اور مجلس مراد ہے؟ کیونکہ نوابوں اور راجوں کی ایک مجلس تو پہلے سے موجود ہے۔

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۲۷

[2] تعارف: مکتوب ۹۶

[3] نیاز، ص: ۲۷-۲۸

خلافت کمیٹی: جنگ عظیم اوّل میں حکومت برطانیہ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ جنگ کے خاتمہ پر ترکی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن جنگ ختم ہوئی تو انگریزوں نے تمام وعدے بالائے طاق رکھتے ہوئے ترکی کے حصے بخرے کرنے اور خلافت کو بے جان کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ اس صورت حال سے برصغیر کے مسلمانوں میں شدید بے چینی پیدا ہوئی اور خلافت کے تحفظ کے لیے تحریک شروع ہوئی۔ اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے "مجلس خلافت" قائم کی گئی جس کا مرکزی دفتر بمبئی میں تھا اور ملک کے مختلف حصوں میں اس کے تحت خلافت کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ لاہور میں جو خلافت کمیٹی قائم ہوئی اقبال اس کے سیکرٹری منتخب ہوئے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ تحریک اسلام کی احیائیت کے لئے برپا کی گئی ہے لیکن جلد ہی وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ خلافت کمیٹی کے بعض ارکان غیر ذمہ دارانہ طرز عمل اختیار کئے ہوئے ہیں اور ناقابل اعتماد ہیں۔ تاہم انہوں نے استعفیٰ کی تمام وجوہ عوام کے سامنے پیش کرنے سے احتراز کیا۔[1] مولانا گرامی نے اس استعفیٰ پر ناراضگی کا اظہار کیا تو اقبال نے نیاز الدین خان کے نام زیر نظر مکتوب کے ذریعے ان پر واضح کیا کہ جس طرح یہ کمیٹی قائم کی گئی اور جو کچھ اس کے بعض ممبروں کا مقصد تھا اس کے اعتبار سے تو اس کمیٹی کا وجود میری رائے میں مسلمانوں کے لئے خطرناک تھا۔ دراصل تحریک خلافت سے ہمدردی کے باوجود جب انہوں نے دیکھا کہ اس تحریک کے سائے میں ہندو اپنے آپ کو منظم کر رہے ہیں تو انہوں نے اس سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کرنے ہی میں مصلحت سمجھی۔

---

[1] رحیم بخش شاہین، مولانا محمد علی جوہر اور علامہ اقبال، اقبال، اپریل، ۱۹۷۹ء، ص: ۱۸

مکتوب نمبر: ۱۶۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۸ / مارچ ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

توضیحات:

خالد بن ولیدؓ: حضرت خالد بن ولیدؓ (وفات، ۶۴۲ء)، نامور مسلم سپہ سالار اور فاتح، ان کی بے مثال شجاعت کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سیف اللہ کا خطاب دیا تھا، ان کی زندگی کا بڑا حصہ جہاد میں گزرا، شہادت کا شوق دل میں لیے مدینہ میں وفات پائی [3] - اقبال نے اپنے ایک شعر میں حضرت خالدؓ کا ذکر یوں کیا ہے،

در مسلمان شان محبوبی نماند　　　خالد و فاروق و ایوبی نماند [4]

بستانی: بطرس البستانی اللبنانی (۱۸۱۹ء - ۱۸۸۳ء) لبنان کا ایک عیسائی عالم جس نے جدید عہد میں عربی ادب کے احیاء میں نمایاں حصہ لیا، اس کی علمی یادگاروں میں عربی زبان کی لغت 'محیط المحیط' اور علمی و ادبی انسائیکلوپیڈیا 'دائرۃ المعارف' ہے جس کی تالیف میں اس کا بیٹا سلیم البستانی (۱۸۴۷ء - ۱۸۸۴ء) بھی شریک رہا ہے۔

اقبال نے زیر نظر مکتوب میں محمد نیاز الدین خان کے استفسار پر البستانی کی 'دائرۃ المعارف' کے حوالے سے لکھا ہے کہ 'سلسلہ اولاد خالد ابن ولید کا منقطع ہو گیا'۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے مکتوب میں دائرۃ المعارف' جلد ۷، ص: ۲۴۴ کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے وہ ص: ۳۳۲ پر بعینہٖ موجود ہے۔

---

[1] ماخذ، ماخذ، نیاز، ص: ۲۸　　[2] تشریح، مکتوب ۶۷

[3] معین الدین احمد ندوی، سیر الصحابہ، مہاجرین، حصہ دوم، اعظم گڑھ، مطبع معارف ۱۹۵۲ء، ص: ۱۶۱ - ۱۸۹

[4] کلیات اقبال فارسی، ص: ۱۹۰

ابن خلکان: علامہ شمس الدین ابوالعباس احمد بن ابراہیم (۲۲ ستمبر ۱۲۱۱ء – ۳۰ اکتوبر ۱۲۸۲ء)
عموماً قاضی ابن خلکان کے نام سے معروف ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں صرف ایک دستبرد زمانہ سے محفوظ رہی ہے اور اس کا نام ہے "وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان" یہ کتاب دوسری صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی تک کے آٹھ سو پینسٹھ (۸۶۵) مشاہیر اسلام کا حروف تہجی کے اعتبار سے دلآویز مرقع ہے۔ مشرق و مغرب کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے[1]۔ چند صحابہ کرامؓ کا تذکرہ بھی اس میں شامل ہے لیکن ان میں حضرت خالد بن ولیدؓ کا تذکرہ شامل نہیں ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ ابن خلکان نہیں دیکھ سکا۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ دیکھتے بھی تو اس میں انہیں حضرت خالدؓ کے بارے میں معلومات نہ ملتیں۔

ابن سعد: محمد ابن سعد الواقدی (وفات ۱۳ فروری ۸۴۵ء)، واقدی کی صحبت میں ایک عرصہ رہنے کی بنا پر کاتب الواقدی کہلائے۔ علوم دینی میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کی کتاب "الطبقات الکبیر" کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ یہ کتاب جرمن مستشرقین کی مساعی سے مرتب ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔ اس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے[2]۔ اقبال کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ معتبر طبقات ابن سعد ہے مجھے یقین ہے خالد بن ولیدؓ کا ذکر اس میں ضرور ہوگا۔
طبقات ابن سعد کے جزو سابع میں ص: ۲۹۱ – ۲۹۳ پر حضرت خالدؓ کا ذکر تو ہے لیکن اس میں ان کی اولاد کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے حضرت خالدؓ کے دو بیٹوں مہاجر اور عبدالرحمٰن کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی کنیت ابوسلیمان تھی اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس نام کا بھی کوئی لڑکا ہوگا[3]۔
پروفیسر محمود الحسن عارفی، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کہتے ہیں کہ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ) میں ان کی معلومات ایسے لوگوں سے ہوئی ہے جو حضرت خالد بن ولیدؓ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

---

1. سعید اختر شیخ، مسلمان تاریخ نویس، لاہور، قومی کتب خانہ، دسمبر ۱۹۷۶ء، ص: ۶۹ – ۷۱
2. کتاب مذکورہ، ص: ۱۳ – ۱۴
3. معین الدین احمد ندوی، شاہ، سیر الصحابہ، مہاجرین، حصہ دوم، ص: ۱۸۶

مکتوب نمبر: ۱۶۵ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۰ اپریل ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [۲]

توضیحات:

انجمن کے حالات: ان دنوں انجمن کی حالت خراب ہو رہی تھی جس کے نتیجے میں ۱۹۱۸ء میں جو سالانہ اجلاس ملتوی ہوا وہ دوبارہ نہ ہو سکا۔ انجمن کے کارکنوں میں بددلی پھیلتی جا رہی تھی۔ پرانے اور سرگرم کارکن قطع تعلق کر چکے تھے۔ اس صورت حال پر غور کرنے کے لیے ۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو صدر انجمن نواب سر ذوالفقار علی خان (وفات: ۱۹۳۳ء) کی کوٹھی پر کونسل کے اراکین کے علاوہ شہر کے معززین نے شرکت کی اور متفقہ طور پر طے پایا گیا کہ خان صاحب شیخ عبدالعزیز سیکرٹری کی جگہ (جانشین) ڈاکٹر محمد اقبال کو مقرر کیا جائے۔ اقبال نے یہ عہدہ قبول کر لیا۔ ۲۹ مارچ ۱۹۲۰ء کے اجلاس میں مولانا ظفر علی خان (وفات: ۱۹۵۶ء) نے اقبال اور حاجی شمس الدین کو جنرل سیکرٹری، نواب ذوالفقار علی خان کو صدر اور میاں سر فضل حسین (وفات: ۹ جولائی ۱۹۳۶ء) کو صدر مجلس انتظامیہ بنانے کی قرارداد پیش کی۔ اس اجلاس میں اقبال کے انتخاب کی بھرپور تائید کی گئی اور باقی تجاویز پر غور ملتوی کر دیا گیا۔ اقبال نے انجمن کی حالت بہتر بنانے پر توجہ دی۔ ان کی کوشش موثر ثابت ہوئی۔[۳] انجمن کا ۳۵واں سالانہ اجلاس ۲ تا ۴ اپریل ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوا۔ اس کی مختلف نشستوں میں اقبال نے شرکت بھی کی اور کلام بھی سنایا۔[۴]

مولانا گرامی آئے ہوئے تھے: مولانا گرامی ذیابیطس کے علاج کے لیے لاہور آئے تھے۔ وہمی مزاج کی وجہ سے کسی علاج پر مطمئن نہ تھے اور واپس جانے کے لیے بے چین تھے۔ ۱۰ اپریل کو واپس جانے کے لیے اسٹیشن پہنچے لیکن راستے ہی سے لوٹ آئے۔

کبوتر: محمد نیاز الدین خان نے اقبال کو کبوتروں کے دو جوڑے بھجوائے تھے۔ ان میں سے ایک جوڑا اپنے انڈے توڑ دیتا تھا۔ اقبال نے اسی نسل کے مزید دو جوڑوں کی فرمائش کی ہے۔

---

۱ ماخذ: نیاز، ص: ۲۸-۲۹

۲ تعارف، مکتوب نمبر ۶

۳ انجمن حمایت اسلام، ص: ۵۶-۵۷

۴ کتاب مذکور، ص: ۸۶-۸۷

مکتوب نمبر : ۱۶۶ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۱۱ مئی ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ : محمد نیاز الدین خاں [2]

توضیحات :

نواب ابراہیم علی خان : کرنال سے دو میل مشرق کی جانب دریائے جمنا کی پرانی گزرگاہ کے کنارے پٹھانوں کی ایک ریاست کنج پورہ کے حکمران تھے ۔ ان کی ریاست مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان سے قرابت داری تھی ۔ نواب ابراہیم علی خان ایک وضع دار بزرگ تھے ۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آگئے تھے اور یہیں فوت ہوئے[3]

کبوتران حرم : نواب ابراہیم علی خان نے چند سفید کبوتر اقبال کو بھیجے تھے جو بہت خوبصورت تھے ، اقبال نے نواب ابراہیم علی خان کو بانی کعبہ کا ہم نام خیال کرکے ان کبوتروں کو کبوتران حرم کا نام دیا یوں بھی کبوتروں کو حرم سے خاص تعلق ہے ، لاتعداد خوبصورت کبوتر خانۂ کعبہ سے حرم میں رہ رہے ہیں[4]

مگر افسوس کہ آج کل کے کبوتران حرم پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا : یہ شریف مکہ کی انگریز نوازی اور ترک دشمنی پر طنزاً کہا گیا ہے جس کے اس زمانے میں مسلمان عام طور پر شاکی تھے ۔ اس کے علاوہ اقبال نے شریف حرم کو مخاطب کرکے ایک قطعہ بھی لکھا ہے جو یہ ہے :

"با مرغ حرم از من دل سوختہ فرما — اے آنکہ بصید النفس آزاد برآری
جو پائے گشائی و از طائر گمراہ — ترسم کہ سر از خانۂ صیاد برآری"[5]

اقبال کا یہ قطعہ ان کے کسی مجموعہ کلام میں شامل نہیں ۔

ایران کے فلسفہ پر میں نے ایک کتاب لکھی تھی : اقبال کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ جس کا عنوان ہے ، ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقاء ' THE DEVELOPMENT OF METAPHYSICS IN PERSIA '[6]

---

[1] ماخذ : نیازی ، ص : ۳۰ - ۳۱ [2] ایضاً ، مکتوب ، ۲۶ [3] جناب نفیس اقبال کا مکتوب ، ۲۰ جنوری ۱۹۸۶ء

[4] اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : اقبال ، اپریل ۱۹۷۸ء ، ص : ۳۳ - ۴۰ ، اقبال ، اپریل ۱۹۶۹ء ، ص : ۸۵ - ۱۰۵

[5] سرود رفتہ ، ص : ۲۰۸ ، باقیات اسلم ، ص ، ۲۵۷

[6] دیکھیے مکتوب ، ۹۶

مکتوب نمبر : ۱۶۷ [1]

مقامِ تحریر : لاہور

تاریخِ تحریر : ۱۸ مئی ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ : محمد نیاز الدین خاں [2]

توضیحات :

فارسی قصیدہ : علامہ اقبال نے رسول کریم ؐ کو مخاطب کر کے ایک فارسی قصیدہ لکھنا شروع کیا تھا ، انہوں نے اس قصیدہ کے مندرجہ ذیل دو شعر زیرِ نظر مکتوب میں نقل کیے ہیں :

بہر نذرِ آستانت از عجم آوردہ ام — سجدۂ شوقے کہ خوں گردید در سیمای من

تیغِ لا در پنجۂ ایں کافرِ دیرینہ دہ — باز بنگر در جہاں ہنگامۂ الّا ئے من [3]

محمد نیاز الدین خاں کے نام ۱۰ر جون ۱۹۲۰ء کے مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں : "افسوس کہ قصیدہ ابھی ختم نہیں ہوا البتہ کچھ اشعار اور ہو گئے ہیں ۔ کیا کیا جائے یک سر و ہزار سودا ۔ لیکن جو کچھ میرے دل میں ہے کاغذ پر آ گیا تو واقعی وہ قصیدہ ایسا ہی ہوگا کہ اُسے وظیفہ میں داخل کیا جائے [4] لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اقبال یہ قصیدہ مکمل نہ کر سکے ۔ البتہ یہ اشعار کچھ تبدیلیوں کے ساتھ 'پیامِ مشرق' (۱۹۲۳ء) کے حصہ 'مئے باقی' کی ایک غزل کی صورت میں شامل کر لیے گئے [5]

عرشی امرتسری : علامہ محمد حسین عرشی (۱۸۹۳ء - ۷ر جون ۱۹۸۵ء) والد کا نام میاں دین محمد تھا ۔ مخدوش مالی حالت کے سبب باقاعدہ تعلیم مکمل نہ کر سکے ، فارسی حکیم فیروز الدین طغرائیؔ (وفات ۱۹۳۱ء) سے پڑھی ، علوم اسلامی کی تحصیل خواجہ احمد الدین (وفات ۱۹۳۶ء) سے کی ، طب حکیم طغرائیؔ اور حکیم نابینا اکبر آبادی سے سیکھی ، عربی زبان و ادب کے گویا استاد مولانا محمد عالم آسی مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول امرتسر سے لیا مدرسی عقل دینی سبق سے ترجمہ قرآن سیکھا ، منطق مولانا ابوالوفا امرتسری سے سیکھی ، مہاشہ پرمانند سے ہندی کی شدبد حاصل کی ، امرتسر میں مقصد رشاہ نوشاہی کی مریدی اختیار کی ، ابتدا میں وزیر حاشی

---

[1] ماخذ : نیاز ، ص : ۳۱ - ۳۲ — [2] التعارف ، مکتوب ۹۳

[3] دیکھیے باقیات شعرِ اقبال ، ص : ۶۹۹ (بعد میں شعر ورق ...) گردِ رفتہ ، ص : ۲۰۹ معلوم ہوتا ہے کہ ان مرتبین نے 'پیامِ مشرق' دیکھے بغیر اشعار کو باقیات میں شامل کر لیا ہے ۔ — [4] دیکھیے نیاز ، ص : ۳۴

[5] کلیاتِ اقبال ، فارسی ، ص : ۳۵۲ - ۳۵۳

زرگری تھا، پھر مطب کرنے لگے، ماہنامہ 'البیان' امرتسر اور 'وکیل' امرتسر کی کئی سال تک ادارت کرتے رہے، 'شمس الاسلام' بھیرہ کے تا دم آخر مدیر اعلیٰ رہے۔ محمد حسین ہیکل کی کتاب 'حیات محمد' کے مقدمے جرجی زیدان کے مقالہ 'شرح نفس دین' کا اردو میں ترجمہ کیا۔ قربانی، تاویل و تنزیل، نقوش اقبال، مسیحیت کی آغوش میں، بیش گراں قرآن حکیم، قرآن سے قرآن تک ان کی علمی تصانیف ہیں۔ سوا اکیلا بچہ (اردو)، نقش ہائے رنگا رنگ (فارسی) کلام کے مجموعے ہیں۔[1]

عرشی اقبال کے عقیدت مند تھے۔ جنگ عظیم اوّل کے خاتمے پر کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اقبال تقریباً گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ ان کے احباب اور مداحین نے ان کا سکوت توڑنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں عرشی نے ایک نظم لکھی جو روزنامہ 'زمیندار' لاہور میں شائع ہوئی۔ علامہ اقبال نے اس کا منظوم جواب لکھا جو روزنامہ زمیندار، ۲۲ مئی ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔[2] اس سلسلہ میں حکیم الحق نے بھی اسی زمین میں عرشی اور مولانا ظفر علی خاں کی تائید میں نظم کہی۔ اس اصرار آمیز تقاضے پر اقبال کو ہار ماننا پڑی اور اس کے جواب میں اقبال نے فارسی میں کچھ شعر کہے جو مولانا عرشی کے خیال میں حسب ذیل ہیں:

شعلہ در آغوش دارد عشق بے پروائے من — بر نخیزد یک شرار از قسمت مینائے من
تیغ لا در پنجہ ایں کافر دیرینہ دہ — باز بنگر در جہاں ہنگامۂ الّائے من
بہر تعظیم تو از ہندوستاں آوردہ ام — سجدۂ شوقے کہ خوں گردید در سیمائے من[3]

یہ شعر اسی نجی عقیدہ کے ہیں جس کا ذکر اس مکتوب میں اوپر آ چکا ہے، یہ عقیدہ مکمل نہیں ہو سکا۔

---

[1] دیکھیے ماہنامہ 'شمس الاسلام' عرشی نمبر، نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے 'اوراق گم گشتہ'، ص: ۲۰۰-۲۰۳

[3] باقیات سوم، ص: ۲۲۷-۲۲۹

مکتوب نمبر : ۱۶۸[1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۳ جون ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ : شیخ نور محمد[2]

توضیحات :

والدِ ماجد کو مشورہ : اس مکتوب میں اقبال نے اپنے والدِ ماجد شیخ نور محمد (وفات ، ۱۹۳۰ء) کو خوراک کے سلسلے میں احتیاط کا مشورہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ کے لئے دہی کی لسی بہت مفید ہے تجربہ بتاتا ہے کہ اس سے عمر بھی طویل ہوتی ہے اور صحت بھی برقرار رہتی ہے ۔ اقبال نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا ہے کہ والد ماجد سال کا زیادہ حصہ ان کے ساتھ لاہور میں گزاریں ۔ اسی طرح انہوں نے والد ماجد کے دانتوں کی مرمت کروانے یا از سرِ نو بنوانے کی پیشکش بھی کی ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والد ماجد کے ساتھ انہیں غایت درجہ کی محبت تھی ۔

اس مکتوب میں اقبال نے لکھا ہے کہ روحانی کیفیت کا سب سے بڑا ممد و معاون خوراک میں احتیاط اختیار کرنا ہے ، نبی کریمؐ کا عمل بھی یہی ظاہر کرتا ہے اور خود اقبال بھی اس طریقے پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

روحانیت : والد ماجد نے بعض لوگوں کی بے مروتی کا شکوہ کیا تھا جس کے جواب میں اقبال انہیں تسلی دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عام لوگوں میں واقعی انسانی اقدار پر عمل نہیں ملتا تاہم اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے ۔

مولانا روم : عام لوگوں کی حالت کی وضاحت کرتے ہوئے اقبال نے مولانا جلال الدین رومی (وفات ۱۲۷۳ء) کے ان اشعار کا مفہوم لکھا ہے جو اقبال نے مثنوی اسرارِ خودی (۱۹۱۵ء) کے شروع میں دئیے ہیں[3]

---

1 ماخذ : مظلوم ص : ۲۹۲ - ۲۹۳

2 تعارف ، مکتوب ، ۲۰

3 کلیات اقبال فارسی ، ص ، ۲

مکتوب نمبر: ۱۶۹[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲ جولائی ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی[2]

توضیح:

میاں عبدالعزیز آپ کے منتظر ہیں:

میاں عبدالعزیز بیرسٹر ایٹ لاء، لاہور کی مشہور شخصیت ہیں۔ انہوں نے اپنی وکالت کا آغاز پشاور سے کیا تھا جہاں ان کی گرامی سے دوستی ہوئی تھی۔ دونوں میں خاصی بے تکلفی تھی۔ میاں عبدالعزیز کے والد مولوی الٰہی بخش بھی گرامی کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۲۰ء میں ہوا۔ میاں عبدالعزیز بلدیہ لاہور کے پہلے میئر، پنجاب اسمبلی کے رکن اور کل ہند آرائیں کانفرنس کے صدر رہے[3]۔ ۲۸ جنوری ۱۹۷۱ء کو فوت ہوئے۔

اقبال نے مولانا گرامی کو لاہور آنے کے لئے بطور ترغیب یہ ذکر کیا ہے کہ میاں عبدالعزیز بھی ان کے منتظر ہیں۔

۱۔ ماخذ: گرامی، ص: ۱۵۹-۱۶۰

۲۔ تعارف، مکتوب: ۲۲

میاں عبدالعزیز بار ایٹ لاء اور میاں عبدالعزیز مالواڈہ ایک ہی شخصیت ہیں۔ یہ وہی صاحب ہیں جو ۱۹۲۶ء میں پنجاب کونسل کے انتخاب میں اقبال کے حق میں دستبردار ہو گئے تھے۔ ان کے نام اقبال کے انیس مکاتیب، پانچ دعوتی رقعات اور چند متفرقات ایک ذخیرہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ کی سعی سے منظر عام پر آیا ہے (دیکھئے رفیع الدین ہاشمی، ادارہ، ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب، اقبال اکادمی، ۱۹۸۶ء، ص: ۸۵ نیز محمد عبداللہ قریشی کا مکتوب ۲۸ مارچ ۱۹۸۴ء

سندھی مہاجرین کا کابل کا نظارہ بڑا رقت انگیز تھا۔ تحریک ہجرت کا آغاز اس وقت ہوا تھا جب تحریک خلافت اپنے عروج پر تھی۔ یہ تحریک مسلمانوں کے شدید جذباتی ہیجان کا نتیجہ تھی اور اس کے پس پشت یہ احساس کارفرما تھا کہ برطانیہ کے ماتحت ہندوستان میں اسلام محفوظ نہیں ہے اور اب صرف ہندوستان سے ہجرت کر جانے ہی میں عافیت رہ گئی ہے۔ چنانچہ ہزاروں مسلمانوں نے ہندوستان سے افغانستان کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ حکومت افغانستان کے مبہم خیر مقدمی بیانات نے اس تحریک کو بہت موثر بنایا۔ بعض علماء نے مذہبی وجوہ کی بنا پر اس کی حمایت نہیں کی لیکن علماء اور عوام کی بہت بڑی تعداد اس کے حق میں تھی۔ جولائی ۱۹۲۰ء میں سندھ میں اس تحریک کا بڑا زور تھا۔ وہاں سے مہاجرین کا ایک بڑا قافلہ اپنے خاندانوں سمیت ایک ممتاز وکیل جان محمد جونیجو کی قیادت میں ایک خصوصی ریل گاڑی کے ذریعے پشاور کے لئے روانہ ہوا۔ اس قافلے کے کل اخراجات سفر جان محمد جونیجو نے اپنی جیب سے ادا کئے تھے۔ اس قافلے میں ۷۵۰ مہاجرین شامل تھے ان کی کابل کو روانگی کا منظر پنجاب اور سرحد میں تحریک کو تقویت پہنچانے کا باعث ثابت ہوا۔[1] اقبال ۱۷ اگست ۱۹۲۰ء کو پروفیسر اکبر منیر کے نام مکتوب میں لکھتے ہیں "ہندوستان اور بالخصوص پنجاب سے بے شمار لوگ افغانستان کی طرف ہجرت کر رہے ہیں"[2] لیکن افغانستان کے معاشی وسائل ایسے نہ تھے کہ مہاجرین کا بوجھ برداشت کر سکتے اس بنا پر اکثر مہاجرین کو بعد میں واپس آنا پڑا۔

---

[1] معین الدین عقیل، ڈاکٹر، تحریک ہجرت (مقالہ) مجلہ علم و آگہی، کراچی، تحریکات ملی نمبر، ص: ۲۱۹

[2] عطاء، دوم، ص: ۱۵۶

مکتوب نمبر: ۱۷۰ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: جولائی ۱۹۲۰ء [2]

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [3]

توضیحات:

شعر: اقبال عرفی شیرازی (وفات ۱۵۹۱ء) کی اس غزل کا جواب لکھنا چاہتے تھے جس کا مطلع یہ ہے:

خیز و بجلوہ آب دہ سرو چمن طراز را   آب و ہوا زیاد کن باغچہ نیاز را [4]

اقبال نے غزل لکھی اور اس کا یہ شعر مولانا گرامی اور مولوی سید میر حسن (وفات ۱۹۲۹ء) کو لکھا:

کم نشود ز فراخیٔ مدت بے نہایتے   یک دو نفس زیادہ کن غنچۂ نیم باز را

اقبال نے غزل مکمل کی اور پیام مشرق (۱۹۲۳ء) میں شامل کر لی۔ مولانا گرامی اور مولوی سید میر حسن نے کیا رائے دی؟ اس کا علم نہیں ہو سکا۔ البتہ اقبال نے اس شعر کو اپنی غزل سے حذف کر دیا اور اس کی جگہ دوسرا شعر لکھا:

دیدۂ خوابناک تو گر بہ چمن کشادۂ   فرصت یک نظر بدہ نرگس نیم باز را

پھر اس شعر میں کچھ اور تبدیلی کر کے اسے حسب ذیل صورت دے دی:

دیدۂ خوابناک او گر بہ چمن گشودۂ   رخصت یک نظر بدہ نرگس نیم باز را [5]

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۱۶۲ - ۱۶۳

[2] مکتوب کی تاریخ تحریر درج نہیں ہے لیکن ۱۹ر جولائی ۱۹۲۰ء کے مکتوب کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اس سے پہلے لکھا گیا تھا

[3] تعارف، مکتوب ۲۲۰

[4] کلیات عرفی شیرازی، ص: ۲۷۸

[5] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۳۱۹

مکتوب نمبر: ۱۷۱[1]
مقام تحریر: لاہور
تاریخ تحریر: ۱۹ جولائی ۱۹۲۰ء
مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی[2]

توضیحات:

شعر: دیدۂ خواب ناک او گر بچمن کشادہ — فرصت یک نظر دہد نرگس نیم باز را

یہ اس شعر کی تبدیل شدہ صورت ہے جس کا ذکر اس سے پہلے مکتوب میں آچکا ہے[3]

غزل: اقبال نے اپنی غزل کے یہاں چھ شعر نقل کیے ہیں جبکہ پیام مشرق میں اس غزل کے سات شعر درج ہیں اور یہاں مندرج اشعار کی ترتیب بھی بدل گئی ہے[4] غزل کا مطلع یہ ہے:

خیز و نقاب برکشا پردگیان ساز را — نغمہ تازہ یاد دہ مرغ نوا طراز را

مولانا فاخر: اس نام کے دو بزرگ ہو گزرے ہیں ایک مولانا محمد فاخر زائر محدث الہ آبادی[5] (وفات ۱۷۵۱ء) جو محمد یحیٰی معروف بہ شاہ خوب اللہ الہ آبادی (وفات ۱۷۳۱ء) کے منجھلے بیٹے تھے[6] اور "سوانح التجلی" کے مصنف تھے۔[7] ان کا دور اورنگزیب عالمگیر (وفات ۱۷۰۷ء) کا دور ہے۔ دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کی خانقاہ میں سجادہ نشینی کا سلسلہ انہی کی بدولت جاری رہا اور سلسلہ فاخریہ ان کے نام سے موسوم ہے۔ دوسرے مولانا فاخر بیخود[10] جو مولانا محمد فاخر زائر کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے سلسلہ کے سجادہ نشین ہیں۔ مولانا محمد فاخر بیخود[11] (وفات ۱۸ جون ۱۹۳۰ء) عالم اور صوفی ہی نہیں سیاست دان بھی تھے۔ مسئلہ خلافت اور تحریک عدم تعاون میں پیش پیش تھے۔ وہ ان میں پہلے ہندوستانی تھے جو قید با مشقت سے دوچار ہوئے[8] گرامی الہ آباد آکر خانقاہ اجمل دائرہ شاہ اجمل الہ آباد میں مولانا کے پاس مقیم ہوا کرتے تھے اور دونوں میں گہرے مراسم قائم تھے[9]

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۱۶۳-۱۶۴
[2] لمعات، مکتوب ۲۲
[3] دیکھئے مکتوب ۱۷۰
[4] کلیات اقبال فارسی، ص: ۳۱۹
[5] فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان، ج ۳، ص: ۱۸۰۹
[6] کتاب مذکور، ص: ۲۱۰۹
[7] تفصیل کے لیے دیکھئے خادم میاں فاخری، مولانا شاہ، تذکرہ اولیاء، کراچی، س ن، ص: ۵۱-۶۱
[8] مولانا شاہ خادم میاں فاخری کا مکتوب ۷ دسمبر ۱۹۸۶ء

رباعی : مولانا گرامی نے مولانا ناظر (وفات ۵ فروری ۱۹۳۰ء) کے بارے میں جو رباعی کہی[1]
اقبال زیر نظر مکتوب میں اس کی داد دیتے ہیں۔

اسرار خودی کا انگلستان میں خوب چرچا ہو رہا ہے : پروفیسر آر اے نکلسن (وفات ۱۹۴۵ء) نے اسرار خودی کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور اس پر خطبے بھی دیے تھے، ترجمہ ان دنوں زیر طبع تھا، اس کے باوجود مثنوی پر علمی حلقوں میں بحث چل نکلی تھی[2]۔ اقبال نے اس امر کا ذکر زیر نظر مکتوب میں کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد علی (وفات ۱۹۳۱ء) نے ایک دعوت میں جس میں ایرانی، ترک اور عرب شامل تھے مثنوی کے اشعار سنائے تو لوگ محو حیرت ہو گئے، یہ بات انھیں شوکت علی (وفات ۱۹۳۸ء) نے بتائی تھی۔

رباعی : ترا یک نکتۂ سربستہ گویم   اگر درس حیات از من بگیری
بمیری گر بہ تن جانے نداری   وگر جانے بہ تن داری نمیری

یہ رباعی 'پیام مشرق' (۱۹۲۳ء) کے حصہ 'لالۂ طور' میں شامل ہے[3]

---

۱ رباعیات گرامی، ص: ۲۵۷   ۲ مزید دیکھیے مکتوب ۱۴۲

۳ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۲۰۳

مکتوب نمبر: ۱۷۲[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۴ اگست ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: محمد اکبر منیر

تعارف: پروفیسر محمد اکبر منیر (۱۹ مارچ ۱۸۹۵ء - ۱۹۸۱ء) مراد پور (سیالکوٹ) وطن تھا۔ ۱۹۱۳ء میں سیالکوٹ سے میٹرک کیا۔ اس زمانے میں مولوی سید میر حسن (وفات: ۱۹۲۹ء) سے فیض حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۱۶ء میں ایف سی کالج لاہور سے ایف اے کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد (وفات: ۱۹۵۸ء) نے کلکتہ میں "دارالارشاد" قائم کیا تو امتحان دیے بغیر کلکتہ چلے گئے۔ مولانا کو رانچی میں نظر بند کر دیا گیا تو واپس آ کر اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ یہاں سے فارسی آنرز کر کے اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۱۸ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ چھ ماہ بعد ایم اے عربی کے امتحان میں کامیابی حاصل کی، اور پھر بلوچستان چلے گئے۔ وہیں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۲۱ء میں وہاں سے ایران چلے گئے اور شیراز، اصفہان اور طہران میں اوقات گزاری رہے۔ ایرانی شعرا و ادبا سے مراسم پیدا کیے، اہل زبان میں رہ کر فارسی کی تحصیل کی۔ واپس وطن آ کر گجرات، اٹک، ہوشیارپور میں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ چودہ سال تک ایمرسن کالج ملتان میں گزارے۔ ۱۹۵۱ء میں ریٹائر ہوئے اور ۱۹۵۳ء تک زمیندار کالج گجرات میں منسلک رہے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد شادی کی۔ شاعری کا آغاز طالب علمی کے زمانے سے ہو گیا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں اسلامیہ کالج میں شعر گوئی کے مقابلہ میں اوّل انعام حاصل کیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس فن میں مہارت حاصل ہوتی گئی۔ علامہ اقبال کے انداز کے معتقد تھے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں میں بھی نظمیں پڑھتے رہے۔ ۱۹۲۸ء میں ان کا مجموعہ کلام "ماہ نو" کے نام سے معارف اعظم گڑھ سے شائع ہوا۔ ان کی غیر مطبوعہ تصانیف میں مہر منیر، دو آتشہ کشمیر، نسیم حجاز، یاد رفتگان، مثنوی الفردوس، قرآن کا فلسفہ محبت لائق ذکر ہیں۔

اکبر منیر کا اقبال سے باقاعدہ تعلق ۱۹۱۵ء میں قائم ہوا جو آخر دم تک قائم رہا۔ اقبال اور اکبر منیر میں خط و کتابت بھی ہوئی جو ۱۹۳۳ء تک جاری رہی[2]۔

---

[1] ماخذ: [illegible] دوم، ص: ۱۵۶-۱۵۹

[2] دیکھیے: ماہنامہ "سیارہ ڈائجسٹ" لاہور، نومبر ۱۹۷۹ء، ص: ۶۰-۶۷
فارسی گویان پاکستان، ۱۹۷۰ء، ص: ۴۲۵-۴۳۲
معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۴۰۶-۴۲۳

حال کی ایرانی شاعری : اقبال کا خیال تھا کہ موجودہ دور کی ایرانی شاعری، شاعری کے اعتبار سے لائق اعتنا نہیں البتہ اس کے مطالعہ سے کچھ تو اہل ایران کی بیداری کا علم ہوتا ہے لیکن کچھ زبان سیکھنے میں مدد ملتی ہے۔ انہوں نے زیر نظر مکتوب میں اس خیال کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایرانی شاعری کا تو مرزا حبیب اللہ قاآنی شیرازی (وفات، ۱۸۵۴ء) پر خاتمہ ہو گیا ہے، اقبال کی یہ رائے کلیتہ درست نہیں ہے کیونکہ قاآنی کے بعد ملک الشعراء بہار (وفات، ۱۹۵۱ء) اور دوسرے بہت سے عظیم یا بڑے شاعر ہوئے ہیں اگر ان شاعروں کا کلام اقبال تک پہنچتا تو اقبال ان کے کمال فن کا اعتراف ضرور کرتے۔

ہادی سبزواری : حاجی ملا ہادی سبزواری (وفات، ۱۸۷۸ء)[1] براؤن نے انہیں ایران کے متاخر مگر ممتاز فلسفیوں میں شمار کیا ہے[2]، ان کی تصانیف میں اسرار الحکم، تفسیر والفجر، جوشن کبیر اور ملا صدرا کی شواہد الربوبیہ اور ان کی دیگر کتابوں پر حاشیے شامل ہیں[3] فارسی میں شعر کہتے تھے اور اسرار تخلص کرتے تھے۔ اقبال نے فلسفہ عجم (۱۹۰۸ء) میں ان کے خیالات پر "مابعد الطبیعیات کا ایرانی تفکر" کے زیر عنوان باب میں مفصل بحث کی ہے[4]،

اسرار الحکم : براؤن نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں ملا ہادی سبزواری نے مثنوی معنوی کے مشکل اشعار کی شرح کی ہے[5] حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب میں مثنوی معنوی کی بجائے بوعلی سینا (وفات، ۱۰۳۷ء) کے قصیدہ عینیہ کی شرح کی گئی ہے، اقبال اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے زیر نظر مکتوب میں لکھتے ہیں کہ یہ محض افلاطونیت کا چربہ ہے اور بس۔

---

1 حالات کے لیے دیکھیے ادبیات فارسی، ص: ۲۶۱

2 تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید، ص: ۶۰۱

3 تصانیف کے لیے دیکھیے آغا بزرگ طہرانی، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، الجزء ثانی، نجف، مطبع الغری، ص: ۴۴

4 فلسفہ عجم، ص: ۲۲۲ - ۲۳۶

5 تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید، ص: ۶۰۱

کتاب : A CRITICAL HISTORY OF GREEK PHILOSOPHY

By T. W. STACE

یہ کتاب MACMILLAN CO. LONDON نے ۱۹۳۰ء میں شائع کی تھی ، ناشر نے اس کا ایک نسخہ ۲ / اگست ۱۹۳۰ء کو اقبال کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا تھا کہ اگر وہ اسے مفید خیال کریں تو کالج یا یونیورسٹی کی سطح پر کسی کورس میں شامل کرنے یا لائبریریوں کے لیے خریدنے کی سفارش کریں ۔ اس مکتوب میں اقبال نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یونانیوں کے فلسفے پر حال ہی میں ایک نہایت عمدہ مجموعی سی کتاب شائع ہوئی ہے ۔۔۔ اس سے زیادہ صاف اور واضح کتاب آج تک میری نظر سے نہیں گزری ، طلبہ کو یونانی فلسفہ سمجھنے میں اس سے بڑی مدد ملے گی ' کتاب کا مذکورہ نسخہ اس مجموعہ کتب میں شامل ہے جو اقبال نے اسلامیہ کالج لاہور کو بطور عطیہ دینے کی وصیت کی تھی [1]

اسرار خودی کا انگریزی ترجمہ : یہ ترجمہ پروفیسر آر اے نکلسن نے کیا تھا ، زیر نظر مکتوب میں اقبال نے ان کی مساعی کا ذکر کیا ہے اور اس توقع کا اظہار کیا ہے کہ انگریزی ترجمے کے بعد دیگر یورپی زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ ہوگا ۔

دیوان : مشہور جرمن شاعر گوئٹے (وفات ، ۱۸۳۲ء) کے دیوان مشرقی و مغربی کے جواب میں اقبال کا فارسی مجموعہ 'پیام مشرق' (۱۹۲۳ء) [2] ، اقبال نے اس مکتوب میں اس کے ایک ترجمہ لکھے جانے کی اطلاع دی ہے ، اقبال کا خیال تھا کہ اس کا ترجمہ بھی یورپ میں مقبول ہوگا [3] ۔

---

1. Muhammad Siddiq, Descriptive Catalogue of Allama Iqbal's Personal Library, P.2

2. دیکھیے مکتوب ، ۱۵۶

3. یورپی زبانوں میں 'پیام مشرق' کے تراجم کی تفصیل کے لیے دیکھیے :
رحیم بخش شاہین 'پیام مشرق - اقبال کا فارسی دیوان' ، دانش ، اسلام آباد ، شمارہ ۸ ، ص : ۹۶ - ۱۰۰

مکتوب نمبر: ۱۷۳ [1]
مقامِ تحریر: لاہور
تاریخِ تحریر: ۲۴ ستمبر ۱۹۲۰ء
مکتوب الیہ: شاہ اسد الرحمٰن قدسی

تعارف: شاہ ناصر الدین اسد الرحمٰن قدسی (۱۸۹۱ء - ۱۹۶۹ء) بھوپال میں پیدا ہوئے، والد کا نام حبیب الرحمٰن تھا جو صاحبِ رشد و ہدایت بزرگ اور حضرت وارث علی شاہ، دیوہ شریف کے خلیفہ تھے، قدسی نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، تکمیل کی خاطر لاہور آ گئے، سات برس بعد بھوپال لوٹے، والد وفات پا چکے تھے ان کے سجادہ نشین ہوئے، سلوک و عرفان کی منازل طے کرنے کی غرض سے تین سال تک کوہ و صحرا میں ریاضت کی، بھوپال کی مشہور پہاڑی "ضوا عابد" پر چلّہ کشی کی، پھر ریت گھاٹ اور بعد ازاں منشی حسین خان کی مسجد میں عزلت نشین ہو گئے، نواب خاندان کے کئی افراد ان کے مرید تھے، بھوپال کے قریب قبرستان "جبید" ان کی اقامت گاہ تھی، ۱۹۴۹ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے، کراچی، لاہور، بہاولپور، اکوڑی وغیرہ میں پھرتے پھراتے آخر کار جہلم سے آٹھ میل دور بھون ضلع جہلم میں آستانۂ قدسی قائم کر کے مقیم ہو گئے[2]، قدسی صاحبِ تصنیف بزرگ تھے، ان کے دو شعری مجموعے آیاتِ قدسی اور نغمات شائع ہو چکے ہیں، نثر میں سلوک و طریقت پر سات کتابیں ان کی یادگار ہیں: الحبیب، مستوری نامہ، نامۂ قدسی، المیزان قلب، کشکولِ قلندری، الکلام، حفظ الجد اور شرح المتین (انتخابِ حدیث) ان کے علمی آثار ہیں[3]، اقبال اور قدسی میں گہرے تعلقات تھے، دونوں میں خط و کتابت بھی رہی مگر اب صرف ایک خط باقی ہے۔

توضیح:

اس خط کا متن اقبال کے منتشر غیر مدوّن خطوں میں ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اسد الرحمٰن نے اقبال سے گل حسن شاہ مجذوب کی بزرگی کے متعلق دریافت کیا تھا جس کے جواب میں اقبال نے یہ مکتوب تحریر کیا ہے:

---

[1] ماخذ: خطوط، ص: ۱۲۶، اس سے قبل مکتوب کا عکس اقبال اور بھوپال (ص: ۶۷) میں شائع ہوا تھا۔

[2] اقبال اور بھوپال، ص: ۲۶۷-۲۷۷

[3] کتاب مذکورہ، ص: ۷۶

گل حسن شاہ صاحب قریباً ایک سال بعد رحلت فرما گئے :

سید گل حسن شاہ قادریؒ (وفات، ۱۹۱۹ء) ان کے حالات دستیاب نہیں ہیں۔ انہوں نے 'تذکرہ غوثیہ' میں اپنے کچھ حالات لکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں والد ماجد کے حکم پر مولوی عبدالغنی، مدرس اعلیٰ اور مولوی احمد حسن، نائب مدرس مدرسہ تعلیم المتعلمین، رام پور کی خدمت میں پہنچے، امتحان میں کامیابی کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کر لی، دو سال کے بعد اخوند عبدالغفور بنیر ریاست سوات کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی، سات برس ملازمت میں گزر گئے، عمر کا اکیسواں[21] سال تھا کہ استعفیٰ دے دیا تاکہ علم دین حاصل کریں۔ استعفیٰ منظور نہیں ہوا اور وہ ملازمت ترک کر کے چلے گئے، سلطان باہوؒ کے مزار پر پہنچے، خواب میں اُن کی زیارت ہوئی تو اُن کی ہدایت پر ملتان، پاک پتن، بنگلہ، فتح آباد، حصار، رہتک اور بہادر گڑھ ہوتے ہوئے دہلی پہنچے، دل نہ لگا تو لاہور کا ارادہ کیا، پانی پت پہنچے تو قلندر کی خانقاہ میں ٹھہرے، مولوی فتح محمد سے میزان و منشعب کا درس لینا شروع کیا، ایک خواب کے نتیجے میں سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتیؒ سے ملاقات ہوئی اور بیعت کی۔ مرشد[1] کی وفات (۷ مارچ ۱۸۸۰ء) کے بعد ان کے ملفوظات کتاب کی صورت میں جمع کیے، کہا جاتا ہے کہ گل حسن شاہ، ٹونک میں تھے کہ والی ٹونک نے اقبال کی نظمیں شکوہ و جواب شکوہ ان کی خدمت میں پیش کیں، انہوں نے خوشنودی کا اظہار کیا۔ اقبال بھی گل حسن شاہ سے عقیدت رکھتے تھے۔[2]

۱۔ گل حسن شاہ، تذکرہ غوثیہ، لاہور، سید آدم جی عبداللہ بلڈرز، س ن، ص: ۲۰۹ تا ۲۳۵

۲۔ اقبال اور بھوپال، ص: ۲۷۲ - ۲۷۵

مکتوب نمبر: ۱۷۴ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۰؍اکتوبر ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

عطاءِ اوّل میں مکتوب کے آخر میں 'والسلام' درج ہے جبکہ عکس میں یہ لفظ نہیں ہے۔

توضیحات:

ہندی وفد کا سفرِ یورپ: خلافت کے مسئلہ کے سلسلہ میں مولانا محمد علی جوہر (وفات: ۱۹۳۱ء) کی قیادت میں جو وفد یورپ گیا تھا وہ آٹھ ماہ کے قیامِ یورپ کے بعد اکتوبر ۱۹۲۰ء کے اوائل میں واپس بمبئی پہنچا تھا۔ اہلِ نظر کو اس کی ناکامی کی پہلے ہی سے توقع تھی۔ علامہ اقبال نے بھی اپنے مشہور قطعہ 'دریوزۂ خلافت' میں اسی قسم کے تاثرات کا اظہار کیا تھا[3] لیکن انہیں یہ بھی احساس تھا کہ وفد نے یہ سفر قومی مقصد کے تحت اختیار کیا تھا اس لئے وہ اس وفد کی مساعی کے معترف تھے اور اس مکتوب میں انہوں نے سید سلیمان ندوی کو تسلی دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وفد کی کوششوں کے اہم نتائج برآمد ہوں گے۔

أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ[4]: ترجمہ: کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں اور پھر ان کی قوم کے لوگ ہمارے غلام ہیں۔

قرآنِ حکیم میں یہ آیت اس مقام پر وارد ہوئی ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں دین کی دعوت دی تو فرعون اور اس کے اہلِ دربار نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ یہ دونوں عام انسان تھے اور ان کی قوم فرعونیوں کی غلامی میں زندگی بسر کر رہی تھی۔ چونکہ انگریز بھی فرعون ہی کی پیروی کر رہے تھے اس لئے اقبال نے اس آیت کا اطلاق ہندی وفد کی مساعی اور انگریزوں کی ہٹ دھرمی اور عناد پر کیا ہے۔

---

[1] ماخذ: عطاءِ اوّل، ص: ۱۱۲ - ۱۱۳

[2] تعارف، مکتوب ۸۹۰

[3] دیکھئے مکتوب ۱۵۵

[4] قرآنِ مجید، المومنون: ۴۷

مکتوب نمبر: ۱۷۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۰ء

مکتوب تحریر: محمد نیاز الدین خان [2]

توضیح :

تحریک ترک موالات اور اسلامیہ کالج لاہور : ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات زوروں پر تھی اس زمانے میں علامہ اقبال انجمن حمایت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری پر فائز تھے ۔ تحریک کے قائدین نے یہ طے کیا کہ تعلیمی اداروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا جائے ۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۰ء کو خلافت کانفرنس اور جمعیۃ العلمائے ہند نے اجلاس کلکتہ میں ایک فتویٰ جاری کیا جس کی رو سے تعلیمی اداروں کے لئے سرکاری امداد کو حرام قرار دے دیا گیا ۔ سرکاری امداد سے چلنے والے تعلیمی اداروں میں دی جانے والی تعلیم کو حرام بتایا گیا اور ان اداروں کا انتظام کرنے والے اشخاص یا انجمنوں سے کہا گیا کہ وہ سرکاری امداد لینا بند کر دیں نیز دیگر طلبہ سے ان اداروں کے مقاطعہ کی اپیل کی گئی ۔ ان اداروں کو سرکاری یونیورسٹی سے تعلق ختم کرنے پر بھی اصرار کیا گیا ۔ اس تحریک کا مقصد انگریزی حکومت پر دباؤ ڈالنا تھا تاکہ وہ برصغیر کو آزادی دینے پر آمادہ ہو جائے لیکن دوسری طرف اس سے مسلمانوں کو تعلیمی میدان میں ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا خطرہ بھی تھا ، اس لئے تنظیمیں اور انجمنیں اس صورت حال سے سخت پریشان تھیں ۔ تاہم اقبال کا موقف یہ تھا کہ اگر علمائے کرام ایک جگہ جمع ہو کر اس تحریک سے پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل تجویز کر دیں تو ان کا فتویٰ تسلیم کر لیا جائے گا ۔ اس ضمن میں اقبال نے ایک مفصل مکتوب ۱۵ نومبر ۱۹۲۰ء کو لکھا جو روزنامہ زمیندار لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء میں صفحہ ۱ ، ۲ پر شائع ہوا ۔ ادھر تحریک کے رہنماؤں کے ایماء پر اسلامیہ کالج کے طلبہ نے ہنگامہ کیا ۔ انگریز پرنسپل مسٹر ہاورڈ نے طلبہ بازی سے کام لیتے ہوئے کچھ طلبہ کو کالج سے نکال دیا ۔ اس صورت اور بگڑ گئی ۔ انجمن نے انگریز پرنسپل کو معزول کر دیا ۔ اس کارروائی کے باوجود انجمن نے حلقہ ترک موالات کا ساتھ نہیں دیا اور پنجاب یونیورسٹی سے الحاق جاری رکھا۔[3]

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۳۵ [2] تعارف، مکتوب ۶۷

[3] تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے تحریکات ملی، ص: ۳۵۷ - ۳۶۱

انجمن حمایت اسلام، ص: ۶۱- ۶۷ ، ۹۵- ۱۰۵

مکتوب نمبر: ۱۷۶[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۷ نومبر ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی[2]

توضیحات:

شیخ نصیر الدین: ہوشیارپور کے رئیس تھے بعد ازاں لاہور منتقل ہو گئے تھے۔ ان کے دادا شیخ غلام محی الدین اور چچا شیخ امام الدین سکھوں کے دور میں کشمیر کے گورنر تھے۔ خود شیخ نصیر الدین بھی اونچے عہدوں پر فائز رہے۔ علم دوست انسان تھے اور انہوں نے اپنے کتب خانہ میں بیش قیمت کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ شیخ نصیر الدین ۱۹۲۰ء میں فوت ہوئے۔

طالب آملی: (وفات ۱۶۲۷ء) دربار جہانگیر کا ملک الشعراء۔ اقبال نے اس مکتوب میں اطلاع دی ہے کہ اس کے دیوان کا ایک قدیم خوش خط نسخہ شیخ نصیر الدین کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا ہے۔

شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی[3]: شاہ نور الدین سید نعمت اللہ بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ کمال الدین (۲۶ دسمبر ۱۳۳۰ - ۵ اپریل ۱۴۳۱ء) قصبہ کوہ بنان (کرمان) سے تعلق رکھتے۔ عالم فاضل اور جہاں گشت تھے۔ قصبہ ماہان میں خانقاہ تعمیر کر کے ۲۵ سال تک خلق خدا کی ہدایت میں مصروف رہے۔ وہیں وفات پائی۔ انہوں نے ۵۰۰ کے لگ بھگ رسالے لکھے۔ شاعری میں سید تخلص کرتے تھے۔ ایک دیوان یادگار رہا ہے[4] ان کا ایک قصیدہ بہت مشہور ہے اس میں انہوں نے مستقبل کے بارے میں رموز و کنایہ میں پیش گوئیاں کی ہیں۔ پروفیسر براؤن نے یہ قصیدہ اپنی تاریخ ادبیات ایران کی تیسری جلد میں نقل کیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا ماخذ شاہ نعمت اللہ ولی کا سب سے قدیم اور صحیح نسخہ ہے جو شاہ نعمت اللہ کی خانقاہ میں موجود ہے۔

---

[1] ماخذ، گرامی، ص: ۱۶۶ - ۱۶۷   [2] تعارف، مکتوب ۲۲۰

[3] کارنامہ بزرگان ایران، ص: ۲۸۱ - ۲۸۳

ادبیات فارسی، ص: ۵۱۵ - ۵۱۶

[4] A Literary History of Persia, vol. III, pp. 465-472

براؤن نے قصیدہ کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے۔

فرسنگ است ۔ آہنگ است : شیخ سعدی شیرازی (وفات ۱۲۹۱ء) کی زمین ہے ۔ اسی زمین میں مولانا گرامی نے غزل کہی تھی[1] اس کا ذکر اقبال نے گرامی کے نام مکتوب ، ۱۱ر مارچ ۱۹۱۰ء میں کیا ہے ۔[2] اسی زمین میں اقبال نے بھی غزل کہی جس کے درج ذیل اشعار اغلباً اسی فضا میں گرامی کو لکھ بھیجے :

بیا کہ ساقی گل چہرہ دست بر چنگ است — چمن ز باد بہاران چو نقش ارژنگ است

برآ ز کلبۂ سرائے کہ ریختہ ز خاک — جہاں نیاز دل شدگان آفریدہ چنگ است

بلند تر ز سپہر است منزل من و تو — براہ قافلۂ خورشید میل فرسنگ است

یہ اشعار کچھ تبدیلی کے ساتھ "پیامِ مشرق" (۱۹۲۳ء) میں شامل ہیں ۔ اب پہلے شعر کا مصرعِ ثانی یوں بنا دیا گیا ہے : چمن ز باد بہاران جواب ارژنگ است

البتہ دوسرا شعر حذف کر دیا گیا ہے ۔[3]

---

1. دیوانِ گرامی ، ص: ۳۲
2. گرامی ، ص : ۹۱
3. کلیاتِ اقبال ، فارسی ، ص: ۳۲۱

مکتوب نمبر: ۱۷۷[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳ دسمبر ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان[2]

توضیحات:

انجمن کی سیکرٹری شپ سے میں نے استعفا ضرور دیا تھا: انجمن حمایت اسلام کے کسی عہدے کے لیے اقبال نے کبھی خواہش نہیں کی۔ اس کے باوجود مسلمانان لاہور نے آپ کو ہمیشہ انجمن کی کوئی نہ کوئی ذمہ داری سونپنے کی کوشش کی۔ انجمن کے اعزازی سیکرٹری جنرل کے طور پر اقبال نے جو خدمات انجام دیں وہ سب انجمن کے ہمدرد مسلمانوں کے اصرار پر، ورنہ وہ کبھی کے اس عہدے سے دستکش ہو چکے تھے۔

اندیشہ ہے عوام کی حالت جنوں اب زیادہ دیر تک نہ رہے گی: اشارہ ہے تحریک ترک موالات کی شدت کی طرف جس کے رد سے انجمن حمایت اسلام بھی محفوظ نہ رہ پائی تھی۔ اسلامیہ کالج لاہور ہنگاموں کی زد میں آ گیا تھا۔[3]

زمیندار میں آپ نے میرا مضمون ملاحظہ کیا ہوگا: روزنامہ 'زمیندار' ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء (ص: ۲۰۱) میں اقبال نے ایک مختصر خط شائع کرایا تھا جس میں انہوں نے ترک موالات کے مختلف پہلوؤں پر دینی اعتبار سے غور کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔[4]

۱۔ ماخذ: نیاز، ص: ۳۶

۲۔ تعارف مکتوب الیہ، نمبر ۶

۳۔ دیکھیے مکتوب ۱۷۵

۴۔ انجمن حمایت اسلام، ص: ۹۸-۱۰۳

مکتوب نمبر: ۱۷۸

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۳ ردسمبر ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی

توضیحات :

سیرت عائشہؓ : سید سلیمان ندوی کی مشہور تصنیف جس میں انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سوانح حیات، شخصیت و کردار، اخلاق و عادات اور فضائل و مناقب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ان کی فقہی مہارت، شعر و ادبی ذوق اور حسن اشاعت دین پر بحث کی ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی۔ اس زمانہ میں سید سلیمان ندوی وفد خلافت کے سلسلہ میں ملک سے باہر تھے اس لیے نظر ثانی نہ کر سکے البتہ تیسری مرتبہ ۱۹۲۶ء میں نظر ثانی کے بعد شائع ہوئی اور آخر میں جلال الدین سیوطی (وفات: ۱۵۰۵ء) کا رسالہ عین الاصابہ فی استدراک عائشہؓ بھی بطور ضمیمہ شامل کیا۔[1]

حمیرا والی احادیث : سید سلیمان ندوی نے ان احادیث کو موضوع قرار دیا ہے جن میں حضرت عائشہؓ کو زبان رسالت مآبؐ سے حمیرا (سرخ و سفید رنگ والی عورت) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ "نام و لقب خاندان" کے تحت لکھتے ہیں "عائشہ نام، صدیقہ لقب، ام المومنین خطاب، ام عبداللہ کنیت اور حمیرا لقب ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنت الصدیق سے بھی خطاب فرمایا ہے" پھر حمیرا کے لقب پر حاشیہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جن روایتوں میں حضرت عائشہؓ کا لقب 'حمیرا' (گوری) ہے محدثین کے نزدیک وہ سنداً ثابت نہیں ہیں جیسا کہ کتب موضوعات میں زیر حدیث 'خذوا شطر دینکم من الحمیرا' مذکور ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ نسائی کی ایک روایت میں بسند صحیح یہ لقب مذکور ہے لیکن محکم تلاش پر بھی یہ روایت نہیں ملی بلکہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حمیرا ہے

---

[1] ماخذ: جلد اول، ص: ۱۱۳-۱۱۴

[2] تعارف، مکتوب ۸۹

حمیرا ؓ نام گھڑی ہوئی ہے (کشف الخفا و مزیل الالتباس عما اشتہر علی الالسنۃ الناس، احمد عجلونی جلد ۱ صفحہ ۳۷۷) بہرحال مصنفین کتب رجال نے حمیرا آپ کا لقب لکھا ہے اور لغات الحدیث مثلاً مجمع البحار اور نہایہ وغیرہ میں بھی زیر لفظ 'حمر' اس کی تشریح ملتی ہے۔[1]

کلّمینی یا حمیرا: کلّمینی یا حُمیرا، اے حمیرا (عائشہ رضہ) مجھ سے بات کرو۔

حدیث موضوع ہے۔ اس کا ذکر مولانا روم (وفات ۱۲۷۳ء) نے مثنوی معنوی کے دفتر اوّل میں در معنیٔ حدیث اِنَّ لِرَبِّکُم فی ایّامِ دَهرِکُم نَفَحات "ألا فتعرّضوا" کے زیرعنوان یوں کیا ہے:

مصطفیٰ آمد کہ سازد همدمی   کلّمینی یا حمیرا کلّمی

ای حمیرا آتش اندر نه تو نعل   تا ز نعل تو شود این کوه لعل[2]

بدیع الزمان فروزانفر لکھتے ہیں: "در احیاء العلوم ج ۳، ص: ۸۲ بلفظ کلّمینی یا عائشہ نقل شده و در شرح احیاء العلوم موسوم به اتحاف السادة المتقین، طبع مصر ج ۷، ص: ۳۳۲ و نیز در طبقات الشافعیه طبع مصر ج ۴، ص: ۱۶۳ ذکر شده است که سندی این روایت بدست نیامده و در کتاب اللؤلؤ المرصوع (ص، ۱۰۳) جزو موضوعات شمرده است۔"[3]

کمال: شیخ کمال الدین مسعود خجندی (وفات ۱۴۰۰ء) آٹھویں صدی ہجری کے صوفی شاعر، عارفانہ غزل گوئی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ حافظ نے بھی ان کے اشعار کی توصیف کی ہے۔ ان کا دیوان غزلیات، قطعات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔[4]

شعر: این لعبتہا کہ من در شعر من   کلّمینی یا حمیرائے من است

کمال مسعود خجندی کا شعر ہے، دیوان میں 'لعبتہا' کی جگہ 'گفتہا' ملتا ہے۔[5]

---

1. سلیمان ندوی، سید، سیرت عائشہ رضہ، اعظم گڑھ، مطبع معارف، طبع سوم، ۱۹۴۶ء، ص: ۵
2. مثنوی مولانا روم، دفتر اوّل، حصہ دوم، ص: ۲۱۷
3. بدیع الزمان فروزانفر، احادیث مثنوی، انتشارات دانشگاہ تہران، ۱۳۳۴ ھ ش، ص: ۲۰-۲۱
4. ادبیات فارسی، ص: ۲۱۴-۲۱۵ء
5. مسعود خجندی، کمال الدین، دیوان، (مرتبہ عزیز دولت آبادی) تہران، س-ن، ص: ۲۳

مکتوب نمبر: ۱۷۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۰ء

مکتوب الیہ: ضیاء الدین برنی [2]

توضیح:

پس منظر: ضیاء الدین برنی کئی سال سے اصرار کر رہے تھے کہ اقبال اپنا اردو مجموعہ کلام چھپوائیں لیکن اقبال خواہش کے باوجود ایسا نہیں کر پا رہے تھے۔ اسرار خودی (۱۹۱۵ء) کے بعد رموز بیخودی (۱۹۱۸ء) کی تکمیل میں مصروف ہو گئے اور اسی دوران "اسرار خودی" کے سلسلے میں ہونے والے علمی مباحث میں بھی حصہ لیتے رہے۔ تاریخ تصوف کی تیاری میں بھی لگے رہے اور پھر پیام مشرق (۱۹۲۳ء) پر توجہ مرکوز ہو گئی آخر اس کی اشاعت کے بعد اردو کلام کی ترتیب و تدوین کی طرف متوجہ ہوئے۔ زیر نظر مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں کہ وہ مجموعہ مرتب کر رہے ہیں لیکن انہیں امید نہیں تھی کہ جلد شائع ہو جائے گا۔ اقبال نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض احباب یہ مجموعہ نہایت عمدہ معیار پر شائع کرنے کے لیے روپیہ لگانے پر آمادہ ہیں لیکن وہ متامل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار انہوں نے یہ تجویز قبول نہیں کی اور اپنی باقی کتابوں کی طرح اردو مجموعہ بھی اپنے خرچ پر چھپوایا۔

---

[1] ماخذ: انوار، ص: ۱۲۵

[2] تعارف، مکتوب ۷۴

مکتوب نمبر: ۱۸۰ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۱ر جنوری ۱۹۲۱

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خان [2]

توضیحات :

اسرارِ خودی کا انگریزی ترجمہ : محمد نیاز الدین خان نے پوچھا تھا کہ آپ کی کونسی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے ؟ اس پر اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں لکھا ہے کہ صرف "اسرارِ خودی" کا ترجمہ انگریزی میں ہوا ہے اور انگلستان اور امریکہ میں اس پر عجیب و غریب تبصرے ہو رہے ہیں ، تین تبصرے ان کی نظر سے گزرے ہیں ان کی اطلاع کے مطابق پچاس ریویو شائع ہو چکے ہیں ، پروفیسر آر۔ اے نکلسن نے شروع کتاب میں جو دیباچہ لکھا ہے وہ پڑھنے کی چیز ہے تاہم توقع نہیں کہ یہ کتاب یورپ کے پڑھے لکھے آدمیوں میں زیادہ مقبول ہو کیونکہ زندگی کے اعتبار سے وہ خود پیری کی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔ البتہ نوجوان ملکوں اور نئی ابھرنے والی اقوام پر اس کا اثر یقینی ہے تاہم اقبال کے نزدیک اس کے انگریزی ترجمے سے ان کی زیرِ تصنیف کتاب (پیامِ مشرق) کے لیے زمین ہموار ہو جائے گی۔

صائب : مرزا محمد علی صائب تبریزی (وفات ، ۱۶۶۹ء) گیارہویں صدی ہجری کے بڑے شعراء میں شمار ہوتا ہے ، تبریز میں پیدا ہوا ، اصفہان میں تعلیم پائی ، کچھ عرصہ ظفر خان والیٔ کابل کے دربار میں رہا ، اس کی ہمراہی میں شاہجہان کے دربار میں پہنچا اور اس کے مقربین میں شامل ہو گیا ، ایک مدت کے بعد اصفہان واپس ہوا ، شاہ عباس صفوی نے ملک الشعراء بنا دیا ، صائب ہر پہلو گوئی میں کمال رکھتا تھا ، نازک خیالی اور لطفِ بیان اس کی نمایاں خصوصیات ہیں ، اس کے اسلوب کو سبکِ ہندی میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعض اشعار ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں[3] ، زیرِ نظر مکتوب میں اقبال نے اس کے کسی مطلع کے مصرعِ ثانی کی توصیف کی ہے لیکن انہوں نے مطلع نہیں لکھا۔

---

[1] ماخذ ، نیاز ، ص : ۳۶ - ۳۷ [2] تعارف ، مکتوب ، ۶۴

[3] فرہنگِ ادبیات ، ص : ۳۱۳ - ۳۱۴ ، تاریخِ ادبیاتِ ایران ، ج ۵ ، ص : ۳۷۷ - ۳۸۸
کارنامۂ بزرگانِ ایران ، ص : ۲۸۹ - ۲۹۰ ، اقبال اور فارسی شعراء ، ص : ۲۴۹ - ۲۵۷
مقالات الشعراء ، ص : ۶۴ - ۶۵

مکتوب نمبر: ١٨١ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ٢٨ جنوری ١٩٢١ء

مکتوب الیہ: شیخ عطا محمد [2]

توضیح:

اسرارِ خودی کے ریویو: اسرارِ خودی (١٩١٥ء) کے انگریزی ترجمہ 'THE SECRETS OF THE SELF' کی اشاعت (١٩٢٠ء) پر یورپ میں تبصرے ہونے لگے تھے۔ اقبال اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی ان تبصروں میں کتاب کے مطالب کی توضیح ہوئی ہے تاہم بعض خیالات کے متعلق تبصرہ نگاروں کو غلط فہمی ہوئی جو ایک فطری امر ہے۔ مثلاً بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ مصنف نے اہلِ ایشیا اور خصوصاً مسلمانوں کو جنگ کی تعلیم دی ہے اور اس کتاب کا ایک سیاسی مفہوم ہے۔ اس کے ہر لفظ میں ایک سیاسی قوت مضمر ہے۔

اقبال نے معترض کا نام نہیں لکھا لیکن اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کے نام ٢٤ جنوری ١٩٢١ء کو جو مکتوب لکھا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معترض مسٹر ڈکنسن (L. DICKINSON) تھے۔ اقبال کا یہ مکتوب 'فلسفۂ سخت کوشی' کے نام چراغ حسن حسرت کے قلم سے اردو میں منتقل ہو چکا ہے۔ اصل مکتوب پہلی بار لندن کے رسالہ 'THE QUEST' اکتوبر ١٩٢٠ء تا جولائی ١٩٢٠ء جلد ١٢ (ص: ٤٨٢ - ٤٩٣) میں شائع ہوا تھا۔[3]

---

[1] ماخذ: مظلوم، ص: ٣٠٤ - ٣٠٥ [2] تعارف، مکتوب ٥

[3] ترجمہ پہلی بار نیرنگِ خیال، اقبال نمبر ١٩٣٢ء میں شائع ہوا تھا جلد اوّل (ص: ١٥٤ - ١٦٤) میں شامل کیا گیا لیکن مؤلف نے مترجم کا نام نہیں لکھا۔ مکتوب کی تاریخ تحریر دونوں جگہ مفقود ہے۔ اس کا ایک ترجمہ 'اسرارِ خودی اور ڈاکٹر اقبال' اقبال کا جواب پروفیسر نکلسن کے نام' کے زیرِ عنوان معارف، اکتوبر ١٩٢١ء میں شائع ہوا تھا۔ مکتوب کے انگریزی متن کے لیے دیکھیے LETTERS OF IQBAL PP. 141-147

مکتوب نمبر: ۱۸۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات:

سردار امراؤ سنگھ: سردار امراؤ سنگھ شیر گل ہندوستان کے نامور جاگیردار سردار سندر سنگھ مجیٹھیا کے بھائی، علم و فن کے شیدائی، اقبال کے بے تکلف دوست، کلامِ اقبال کے شیدائی، انگریزی رسالہ "EAST AND WEST" کی مجلسِ ادارت میں شامل رہے، نواب ذوالفقار علی خان (وفات، ۱۹۳۳ء) کی مشہور کتاب "THE VOICE FROM THE EAST" (۱۹۲۲ء) کا پیش لفظ اور اقبال کے اشعار کا انگریزی میں ترجمہ انہی کے قلم سے ہے۔ امراؤ سنگھ نے ایک ہنگیرین عورت سے شادی کر لی تھی اور پیرس میں رہائش اختیار کر لی تھی، امرتا شیر گل انہی کی بیٹی ہے جس نے مصوری اور ادب کے میدان میں بڑا نام پیدا کیا۔ اقبال تیسری گول میز کانفرنس (۱۷ نومبر ۱۹۳۲ء تا ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء) میں شرکت کے لیے پیرس پہنچے تو سردار امراؤ سنگھ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔ لندن سے واپسی پر مشہور مفکر "BERGSON" (وفات ۱۹۴۱ء) اور L. MASSIGNON (وفات، ۱۹۶۲ء) کے ساتھ اقبال کی ملاقاتوں کا سردار موصوف نے انتظام کیا تھا۔ ان ملاقاتوں میں وہ بھی اقبال کے ہمراہ تھے۔[3]

الہامی غزل: یہ غزل اب پیامِ مشرق میں شامل ہے۔ مارچ میں گرامی لاہور آئے تو اقبال نے انہیں اس غزل کے چند شعر سنائے تھے۔ زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں کہ الہامی غزل ابھی ختم نہیں ہوئی اور پھر اس کے دو شعر نقل کیے ہیں۔

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۱۷۰ - ۱۷۱

[2] تعارف، مکتوب ۲۲

[3] دیکھیے: رحیم بخش شاہین، تیسری گول میز کانفرنس اور اقبال (مقالہ)، اقبال ریویو، جولائی-اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص: ۸۹-۹۱

زہ دیر تختۂ گل ز جبین سجدہ ریزم — کہ نیاز من نگنجد بہ دو رکعت نمازے

ہمہ ذرہ ہائے عالم بہ طواف خویش گردد — خرد ایں دو حرف گوید بحکایت درازے

گرامی نے جالندھر جا کر اپنے خط میں اقبال کا یہ شعر نقل کیا :

ز ستیزہ آشنایم چہ نیاز و ناز خیزد — دلکے بہانہ سوزے نگہے بہانہ سازے

اقبال نے اس میں یہ ترمیم تجویز کی :

دو شرارہ در رگ تش دو حریف در ستیزہ — دلکے بہانہ سوزے نگہے بہانہ سازے

اقبال نے "ہمہ ذرہ ہائے عالم" والے شعر کو یوں بنا دینے کا مشورہ دیا :

بہ طواف محور خود ہمہ ذرہ ہاست گرداں — دو سہ حرف عشق گوید بحکایت درازے [۱]

اقبال نے "ز ستیزہ آشنایم" والے شعر کو اسی طرح رہنے دیا اور گرامی کا مشورہ قبول نہیں کیا، دوسرے شعر کی جگہ گرامی نے جو شعر کہا تھا وہ بھی اقبال کے نزدیک ان کے خیال کا صحیح ترجمانی نہیں کرتا تھا اس لیے اسے غزل سے خارج کر دیا [۲]

---

۱ گرامی، ص: ۱۷۳-۱۷۲

۲ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۱۵۰

مکتوب نمبر: ۱۸۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۷ر جون ۱۹۲۱ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خاں [2]

توضیحات:

تیمور: امیر تیمور (۸ر اپریل ۱۳۳۶ء - ۹ر فروری ۱۴۰۵ء) مغل فاتح، چنگیز خاں کی نسل سے، برلاس قبیلہ کے سردار ترا غائی کا بیٹا تھا، باپ کی وفات کے بعد قبیلہ کا سردار بنا، اس نے مختصر سی مدت میں بہت سے ملکوں کو زیر نگیں کر لیا۔[3]

تزک تیموری یعنی جواہر زواہر: "تزک تیموری" میں اس کے خود نوشتہ حالات درج ہیں قوانین ریاست ہیں اور وصیت ہے، کتاب کا نام "جواہر زواہر قانون تیمور و دور و تحریر دستور پسندیدہ شاہان تیمور" ہے۔ اصل کتاب ترکی میں تھی، ابو طالب نے اس کو اختصار کے انتخاب کے ساتھ فارسی میں منتقل کیا تھا۔ شاہجہان کے زمانہ میں میر افضل بخاری نے شاہی حکم سے دوبارہ فارسی میں ترجمہ کیا اور محمد ظفر خان نے بھی مدد کی۔ اس کا اولین ایڈیشن ۱۲۸۳ھ میں کلارنڈن پریس لندن سے شائع ہوا، اسی نسخہ کو قاضی عبد الکریم ابن قاضی رحمت اللہ کی سعی سے ۱۳۰۷ھ میں مطبع فتح الکریم بمبئی سے شائع کیا گیا جس کی تصحیح مولوی احسان الٰہی نے کی تھی، اسی نسخہ کا اردو ترجمہ سید ابو الہاشم ندوی بی اے جامعہ نے "تزک تیموری" کے نام سے کیا ہے جس کے آخر میں تیمور کے حالات اور فتوحات کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے، "تزک تیموری" کا ایک ترجمہ مولوی انشاء اللہ خان، مدیر "وطن" لاہور نے بھی کیا ہے جس کا ذکر اقبال نے زیر نظر مکتوب میں کیا ہے۔ اقبال کہتے ہیں "تیموری تزک مشہور ہے جس کی نسبت بعض مورخین کو شک ہے کہ تیمور کی نہیں بلکہ کسی اور کی لکھی ہوئی ہے۔"
"تزک تیموری" کے علاوہ تیمور سے ملفوظات بھی منسوب کیے جاتے ہیں لیکن ان کا اصلی ہونا مشکوک ہے البتہ یہ صحیح ہے کہ اس نے اپنے دور کی بعض تاریخیں مرتب کروائی تھیں۔

---

[1] ماخذ: نیاز، ص: ۳۸

[2] تعارف مکتوب، ص: ۶۲

[3] اردو دائرہ، ج: ۶، ص: ۹۱۹ - ۹۵۰

فتح نامہ تیموری : یہ "ظفر نامہ یزدی" کا ابتدائی نام ہے ۔ امیر تیمور کے دور کی تاریخ میں دو ظفر نامے بہت مشہور ہیں (۱) ظفر نامہ شامی (۲) ظفر نامہ یزدی ۔ دونوں کی کیفیت حسب ذیل ہے :

(۱) ظفر نامہ شامی : تیمور کے حکم سے ۲-۱۴۰۱ء میں نظام الدین شامی نے تالیف کرنا شروع کیا تھا اس میں تیمور کے ۱۴۰۴ء تک کے حالات شامل ہیں ۔ حافظ ابرو نے اس کا ذیل ۱۴۲۵ء میں مرتب کیا۔ مرزا شاہرخ (وفات ۱۴۴۷ء) کے حکم سے تاج سلمانی نے "ذیل ظفر نامہ" کے نام سے ظفر نامہ شامی کی تکمیل میں کی ۔ یعنی جو تیمور کے آخری ایام اور عہد شاہرخ کے اوائل کے واقعات پر مشتمل ہے ، یہ ذیل ۱۴۱۰ء میں مرتب ہوا[1]

(۲) ظفر نامہ یزدی : تیموری حاکم ابراہیم سلطان نے سرکاری کاغذات اور عینی شاہدات کے بیانات نیز دوسرے مآخذ کی مدد سے تیمور کی تاریخ مرتب کی تھی جسے شرف الدین علی یزدی (وفات ۱۴۵۴ء) نے از سر نو لکھا اور "فتح نامہ تیموری" کے نام سے تیار کیا ، یزدی چونکہ شاہرخ اور ابراہیم سلطان کے دربار سے وابستہ رہا تھا اس لئے اسے کتاب کی تالیف میں بہت وسائل میسر تھے ، اس کی تکمیل ۲۵-۱۴۲۴ء میں ہوئی ، اس میں تیمور اور خلیل سلطان کے ادوار کی تاریخ بیان کی گئی ہے ، یہ دراصل اس دور کی ایک جغرافیائی دائرۃ المعارف ہے ، یزدی کے بعد کے مورخوں نے اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے ، اور اس کے خلاصے اور ترجمے کئے گئے ہیں ، اس کتاب کو منظوم بھی کیا گیا ہے اور یورپی زبانوں میں بھی اس کو منتقل کیا گیا ہے[2]

اقبال نے زیر نظر مکتوب میں "فتح نامہ تیموری" سے مدعی کا اظہار کیا ہے حالانکہ یہ مشہور زمانہ "ظفر نامہ یزدی" کا اصل نام ہے۔

ابن عرب شاہ ، ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن عرب شاہ (وفات ، ۸۵۴ھ) ، اس کا خاندان امیر تیمور کے حکم سے دمشق سے سمرقند چلا گیا تھا ، وہاں میر شریف جرجانی سے کسب علم کیا ، اس کے بعد ملک خوارزم ، استرخان اور ادرنہ کا سفر کیا ، ایک مدت تک ترکی کے سلطان محمد اول

۱۔ وزیر الحسن عابدی (مرتب) ، یادداشتہای مولوی محمد شفیع ، ۱۲۰ ، راجع بہ تیمور و عہد وی ، لاہور ، مجلس ترقی ادب ، س ن ، ص [illegible]

۲۔ کتاب مذکور ، [illegible]

کا منشی رہا ، بعد میں دمشق روانہ ہوا اور وہاں سے زیارتِ حرمین کے لیے گیا اور پھر قاہرہ میں مقیم ہو گیا ،
اس کی تصانیف میں سے دو کو بہت شہرت حاصل ہوئی ہے :

(۱) عجائب المقدور فی نوائب تیمور

(۲) فاکہۃ الخلفاء (عربی) ، یہ کتاب کلیلہ و دمنہ کے انداز پر پند و نصیحت کی غرض سے لکھی گئی ہے[۱]

تیموری تاریخ : اقبال نے تیموری تاریخ کو کر ابن عرب شاہ کی 'عجائب المقدور فی نوائب تیمور' کا حوالہ دیا ہے ، یہ بڑی حد تک مستند خیال کی جاتی ہے تاہم اقبال نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ مصنف نے خوب دل کھول کر گالیاں دی ہیں ۔

تزک بابری : ظہیر الدین بابر (۱۴ فروری ۱۴۸۳ء - ۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء) ، عمر شیخ مرزا حاکم فرغانہ کا بیٹا ، باپ کی وفات پر ۸ رجب ۸۹۹ھ کو فرغانہ کا حکمران بنا ، کابل پر تسلط جما کر برصغیر پر حملہ آور ہوا ، ۱۵۲۶ء میں پانی پت کے مقام پر ابراہیم لودھی اور پھر کنواہ میں رانا سانگا کو شکست دے کر ہندوستان پر قابض ہوا اور مغل سلطنت کی بنیاد ڈالی[۲] ۔

'تزک بابری' اس کی خود نوشت سوانح ہے ، اس کا دوسرا نام 'بابر نامہ' ہے ، یہ کتاب تاریخ کا مستند ذریعہ ہے نیز ترکی نثر کا بھی نفیس ترین نمونہ ہے ، اس کا فارسی ترجمہ عبدالرحیم خانخاناں نے 'واقعات بابری' کے نام سے کیا تھا ، اس کا دوسرا فارسی ترجمہ 'حسن پاینده' نے کیا اور 'بابر نامہ' کا اردو ترجمہ مرزا نصیر الدین حیدر گورگانی متخلص بہ فانی نے کیا جو عبداللہ قدوسی کے حواشی کے ساتھ ۱۹۶۱ء میں کراچی سے شائع ہوا ، ایک ترجمہ محمد رحیم دہلوی نے کیا جو ۱۹۵۱ء میں مکتبہ 'برہان' دہلی میں قسط وار شائع ہوتا رہا ، 'بابر نامہ' کا ایک ترجمہ رشید اختر ندوی نے 'تزک بابری' کے نام سے کیا جو لاہور سے شائع ہو چکا ہے[۳] ۔

اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں 'تزک بابری' کے بارے میں لکھا ہے کہ 'ترکی پڑھنے کا شوق ہو تو تزک بابری بہترین کتاب ہے ۔'

۱۔ ادبیات فارسی ، ص: ۱۲۱

۲۔ تاریخ پاک و ہند ، ص: ۳۱۱ - ۳۲۰ ۳۔ کتاب مذکور ، ص: ۳۳۴ - ۳۳۵

مکتوب نمبر: ۱۸۴[1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی[2]

توضیحات:

مسٹر ڈکنسن کا ریویو: مثنوی 'اسرارِ خودی' کے انگریزی ترجمہ پر کیمبرج کے پروفیسر ڈکنسن (L. DICKINSON) نے تبصرہ کیا تھا جو انگلستان کے ادبی رسالہ ہفت روزہ 'THE NATION' لندن، ۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء (ص: ۴۵۸) میں شائع ہوا تھا۔[3] پروفیسر ڈکنسن اقبال سے بخوبی متعارف تھے انہوں نے اقبال کے قیامِ یورپ (۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۸ء) کے دوران اقبال کو ولیم بلیک کی تصانیف کے مطالعہ کی ترغیب دی تھی اور انہوں نے اقبال کو یقین دلایا تھا کہ بلیک کی تصانیف میں بھی حکمائے مشرق کی طرح کے تجربات کا ذکر ملتا ہے۔[4] پروفیسر ڈکنسن کے تبصرے کا اردو ترجمہ 'معارف' ستمبر ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا۔

ای ایم فارسٹر کا تبصرہ: ہفت روزہ 'THE ATHENAEUM' ۱۰ دسمبر ۱۹۲۰ء (ص: ۸۰۳ - ۸۰۴) میں ای ایم فارسٹر (E.M. FORSTER) نے 'اسرارِ خودی' پر تبصرہ کیا تھا۔[5] اس کا ترجمہ معارف، جون ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا۔

اقبال ان دونوں تبصروں پر اظہارِ خیال کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے زیرِ نظر مکتوب میں پروفیسر ڈکنسن کے تبصرہ کے اردو ترجمہ کے ایک جملے کی وضاحت چاہی ہے جو یہ ہے:

'اقبال ان تمام فلسفیوں کے دشمن ہیں جو شے واجب الوجود کو تسلیم کرتے ہیں'

---

۱ ماخذ: حصہ اوّل، ص: ۱۱۴ - ۱۱۵ ۲ تعارف، مکتوب ۸۹

۳ The Sword and the Sceptre, PP. 286-290

۴ معارف، ستمبر ۱۹۲۰ء، ۲۱۳:۴

۵ The Sword and the Sceptre, PP. 279-285

اقبال اصل مضمون میں دیباچہ جلد دیکھ چکے تھے ، ڈکنسن کا جملہ یوں ہے :

'OFF ALL PHILOSOPHIES THAT POSTULATE AN ETERNAL ABSOLUTE, MR. IQBAL IS THE ENEMY'[1]

بہر حال اقبال نے ان تبصروں کے حوالے سے 'اسرار خودی' کے مترجم آر۔ اے۔ نکلسن کو ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء کو ایک مفصل اور مدلل مکتوب لکھا[2] جس میں انہوں نے مبصرین کے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

زمان و مکان : اقبال نے مزید ایک مکتوب میں سید سلیمان ندوی سے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا حکمائے صوفیہ اسلام میں سے کسی نے زمان و مکان کی حقیقت پر بھی بحث کی ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اقبال اس موضوع پر خاص طور پر مطالعہ کر رہے تھے۔

---

1. The Sword and the Sceptre, P. 288
2. دیکھیے مکتوب ، ۱۸۱

مکتوب نمبر : ۱۸۵ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۲۴ جنوری ۱۹۳۲ء

مکتوب الیہ : محمد نیاز الدین خان [2]

توضیحات :

حیات النبیؐ : محمد نیاز الدین خان نے بحالت خواب نبی کریمؐ کی زیارت کی تو انھوں نے اقبال کو اس کی اطلاع دی۔ اقبال نے ۱۷ جنوری ۱۹۳۲ء کے مکتوب میں لکھا کہ " اس زمانے میں یہ بڑی سعادت کی بات ہے لیکن قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب محمدی نسبت پیدا کرے۔ اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معانی بھی آتے ہوں خلوص دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے۔

نیز لکھا کہ میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریمؐ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفید ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ ہوا کرتے تھے۔ [3] محمد نیاز الدین خان نے اس نازک مسئلے کی وضاحت چاہی تو اقبال نے زیر نظر مکتوب میں لکھا ہے کہ زندہ کا سے مراد زندگی [4] بجسد عنصری نہیں۔ حضرت صدیق [5] نے قرآن کی آیت پڑھی تھی۔ " قد خلت من قبلہ الرسل " اور یہ حق ہے۔

آیت : قرآن مجید کی مکمل آیت یوں ہے :

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ
وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ○ [4]

ترجمہ : اور نہیں ہیں محمد مگر اللہ کے رسول ہیں جن سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم دین اسلام سے واپس ہو جاؤ گے اور جو شخص دین اسلام سے واپس ہو جائے گا تو وہ اللہ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو انعام دے گا۔

---

۱ ماخذ : نیاز ، ص : ۱۷

۲ تعارف ، مکتوب ، ص ۲

۳ نیاز ، ص : ۲۰

۴ قرآن مجید ، آل عمران : ۱۴۴

۵ واقعۂ وفات رسولؐ کے لیے دیکھیے سیرۃ النبیؐ ، ج ۲ ، ص : ۲۲۹

مکتوب نمبر: ۱۸۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۹ر فروری ۱۹۲۲ء [2]

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [3]

توضیحات:

غزل: اقبال نے ایک غزل لکھی تھی جس کا مطلع یہ ہے:

صد نالۂ شبگیرے، صد صبح بلاخیزے — صد آہِ شرر ریزے، یک شعرِ دل آویزے

گرامی نے اس کے ایک شعر کی تعریف کی تھی۔ اقبال ان سے کہتے ہیں کہ غزل کے اشعار پر اعتراض کیجیے تاکہ انہیں بہتر بنایا جا سکے۔ انہیں تعریف سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی اعتراض سے، کیونکہ اعتراض کی تنقید سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس غزل کے مطلع کے سلسلے میں بھی اقبال نے اپنے مکاتیب ۲۵ر جنوری ۱۹۲۲ء اور ۶ر فروری ۱۹۲۲ء [4] میں "یک شعرِ دل آویزے" کی سند مانگی ہے۔ گرامی نے سند لکھ بھیجی لیکن اقبال مطمئن نہ ہوئے اور "پیامِ مشرق" (۱۹۲۳ء) میں یہ مطلع اس طرح درج کیا: [5]

گرامی کا جسم: گرامی کے شاعرانہ کمالات کی بنا پر اقبال کا خیال تھا کہ ان کی شخصیت لافانی ہے۔ [6] زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں: "گرامی کا جسم جہان سے رخصت ہو سکتا ہے مگر گرامی اس جہان میں رہے گا۔ وہ ایک زندہ ہستی ہے، اسے فنا نہیں۔" اسی طرح ان کے کمالِ فن کی تعریف کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں: "گرامی جیب نگری بہار کا آخری پھول ہے جو ذرا دیر کے بعد شاخ سے بچھڑے گا۔ افسوس کہ آج خاقانی نہ ہوئے کہ ان کو معلوم ہوتا کہ خاکِ پنجاب شیراز و نیشاپور سے کسی طرح کم نہیں۔"

---

۱ ماخذ: گرامی، ص: ۱۹۲

۲ مولفِ گرامی نے خط کی تاریخ ۱۹ر فروری تحریر کی ہے۔ اقبال اس خط میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے شاہ [?] مقدمہ کے لئے مجوزہ کمشن میں ممبریت سے انکار اسی دن کیا جس دن یہ خط لکھا ہے۔ شاد کے نام ۲۲ر فروری ۱۹۲۲ء کے مکتوب [7] سے اس انکار کی تاریخ ۲۰ر فروری معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح اقبال کے زیرِ نظر مکتوب کی تاریخ ۲۰ر فروری قرار پاتی ہے۔

۳ تعارف، مکتوب: ۲۲

۴ گرامی، ص: ۱۹۰، ۱۹۳

۵ کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۳۴۲

۶ مکتوب ۱۳۹۰

کمیشن برائے مقاماتِ مقدسہ: معاہدہ سیورے[1] کی رو سے انگریزوں نے مسلمان، عیسائی اور یہودی ارکان پر مشتمل ایک ایسا کمیشن مقرر کرنے کا اعلان کیا تھا جس کا مقصد مقاماتِ مقدسہ کے بارے میں تنازعات کا حل تلاش کرنا تھا۔ حکومت نے اقبال سے اس کی رکنیت قبول کرنے کو کہا تھا۔ اس مقصد کے لیے اقبال کو اجلاسوں میں شرکت کرنے فلسطین جانا پڑتا۔ چونکہ اقبال آمدورفت کے اخراجات کے متحمل نہ ہو سکتے تھے اس لیے انہوں نے کمیشن کی رکنیت سے انکار کر دیا۔ اس امر کا ذکر اقبال نے مہاراجہ کشن پرشاد کے نام مکتوب ۲۰ فروری ۱۹۲۲ء میں کیا ہے[2]۔ اس کے باوجود اقبال شام و فلسطین کے حالات پر اپنے دلی کرب کا اظہار کرتے رہے[3]۔

مطلع: اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں اپنی غزل کا یہ مطلع لکھا ہے:

نگارِ من کہ بجالش جہاں دلاویز است ستیزہ خوئی و جفا جوئی و فتنہ انگیز است

اقبال نے اس کے متعلق گرامی کی رائے پوچھی ہے۔ گرامی کی رائے کا علم نہیں ہو سکا لیکن اقبال نے اس مطلع کو یہ شکل دے دی۔ غزل "پیامِ مشرق" (۱۹۲۳ء) میں شامل ہے[4]

نگارِ من کہ بسے سادہ و کم آمیز است ستیزہ کیش و ستم کوش و فتنہ انگیز است

---

[1] معاہدے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: انسائیکلوپیڈیا تاریخِ عالم، ج ۱، ص: ۲۶۹ - ۲۷۰

[2] [illegible] صحیفہ اقبال نمبر ۱، ص: ۱۸۶

[3] کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۶۱۵، ۶۱۸؛ حرفِ اقبال، ص: ۲۱۲ - ۲۱۴

[4] کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۳۶۷

مکتوب نمبر: ۱۸۷ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲ مارچ ۱۹۲۲ء [۲]

مکتوب الیہ: غلام احمد مہجور [۳]

تعارف: پیرزادہ غلام احمد مہجور (۱۸۸۸ء - ۱۹۵۳ء) موضع متریگام تحصیل پلوامہ میں پیدا ہوئے، والد کا نام پیر اسد اللہ شاہ، متاجر صاحب دل بزرگ تھے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، پیر کا مریدی کا سلسلہ ترک کر کے محکمہ بندوبست میں پٹواری کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی، ذہین علم الانسان تھے، شاعری سے گہرا لگاؤ تھا، فارسی، اردو اور کشمیری میں شعر کہتے تھے، اقبال کی دعوت عمل کے نقیب تھے، فن تاریخ سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "حیات رحیم" اور "پٹواری" مشہور ہیں، بعض کتابیں غیر مطبوعہ ہیں، علامہ اقبال سے تعارف چوہدری خوشی محمد ناظر (وفات: ۱۹۴۴ء) کی وساطت سے ہوا تھا، جون ۱۹۲۱ء میں اقبال کشمیر گئے تو مہجور سے بھی ملاقات ہوئی تھی، مہجور علامہ اقبال کے فکر و فن سے بہت متاثر تھے، دونوں کے درمیان مراسلت کا سلسلہ بھی قائم تھا مگر اب تک صرف ایک ہی مکتوب ملتا ہے۔

متن کی درستی:

علامہ اقبال	عکس
۱۔ ۱۲ مارچ	۱۲ مارچ ۲۲ء
۲۔ مگر افسوس کسی نے توجہ نہ کی	مگر افسوس کسی نے ادھر توجہ نہ کی
۳۔ افسوس ہے کہ کشمیر کا...	افسوس ہے کشمیر کا...

---

[۱] ماخذ: علامہ اقبال، ص: ۵۸-۵۹، انوار، ص: ۷۰-۷۱، اصل مکتوب اقبال میوزیم لاہور میں ہے (فہرست آثار، ص: ۶۲)
عکس کے لیے دیکھیے فہرست آثار، ص: ۲۸

[۲] اصل مکتوب اور عکس میں تاریخ تحریر ۱۲ مارچ ۲۲ء درج ہے۔

[۳] علامہ اقبال میں مکتوب الیہ کا نام اور پتہ "پیرزادہ صاحب مہجور محکمہ مال سرینگر" لکھا گیا ہے، انوار میں اسے روزنامہ جہاد کے نام مکاتیب کے ذیل میں درج کیا گیا ہے جبکہ مکتوب الیہ کا اصل نام غلام احمد مہجور ہے (دیکھیے کلیم اختر، اقبال اور مہجور کا شیدائی، ماہ نو، لاہور، نومبر ۱۹۸۲ء، ص: ۳۰)

٤۔ مسلمانوں کی غفلت سے	مسلمانانِ کشمیر کی غفلت سے
٥۔ موجودہ لٹریچر کی حفاظت کے لیے...	موجودہ لٹریچر کی تدوین و حفاظت کے لیے...
٦۔ ٤ل تذکرۃ کشمیر.....	٤ل تذکرۃ شعرائے کشمیر...

توضیح:

تذکرۂ شعرائے کشمیر: پیرزادہ غلام احمد مہجور نے جو کتاب لکھی تھی اس کا نام تذکرۂ شعرائے کشمیر نہیں "تاریخ ادبیاتِ کشمیر" تھا جیسا کہ مہجور نے منشی محمد الدین فوق کے نام خط میں بیان کیا ہے۔[1] مولوی محمد عبداللہ قریشی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب دو تین جلدوں میں تھی[2] جبکہ مذکورہ خط میں مہجور نے اس کے تین حصوں کا ذکر کیا ہے۔ حصہ اول میں ۱۷، حصہ دوم میں ۱۲۰ اور حصہ سوم میں ۳٦ کل ۱۹۳ شاعروں کے حالات اور ان کا کلام فراہم کیا گیا ہے۔ ان میں ۲۱ کشمیری پنڈت شاعر بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہو سکی۔

زیرِ نظر مکتوب میں اقبال نے مہجور کی اس کاوش کی تعریف کی ہے اور اس امر پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانانِ کشمیر کی غفلت سے اور حکومت کی بے پروائی سے کشمیر کا لٹریچر تباہ ہو گیا۔ اقبال نے اس کی حفاظت کے لیے ایسوسی ایشن تشکیل دینے کی تجویز پیش کی ہے اور مہجور کو مشورہ دیا ہے کہ "تذکرۂ شعرائے کشمیر" لکھتے وقت مولانا شبلی نعمانی کی "شعر العجم" پیشِ نظر رہنا چاہیے۔ محض حروفِ تہجی کے اعتبار سے شعرا کا حال لکھ دینا کافی نہ ہوگا۔ کام کی چیز یہ ہے کہ کشمیر میں فارسی شعر کی تاریخ لکھی جائے[3] جو بہت مفید ثابت ہوگی اور فارسی زبان کے طلب کی ضرورت پوری کر سکے گی۔

۱؎ مکاتیب جزء ۲، ص: ۸۱۲

۲؎ کتابِ مذکور، ص: ۹۳۸

۳؎ کتابِ مذکور، ص: ۸۱۲

مکتوب نمبر: ۱۸۸ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۰ ر اپریل ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

مکتوب کے عکس میں خاتمے پر لفظ 'والسلام' نہیں ہے جبکہ عطاءِ اوّل میں یہ درج کیا گیا ہے۔ اسی طرح جملہ 'امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا' مکتوب کے جملے 'ان کے اس عقیدہ کی وجہ یہ تو نہ تھی' کے بعد لکھا گیا ہے نہ کہ جملہ 'اب کچھ افاقہ ہوا ہے' کے بعد جیسا کہ عطاءِ اوّل میں منقول ہے۔

توضیحات:

رویتِ باری تعالیٰ: اقبال زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں کہ بعض شیعیوں نے علم مناظر و مرایا کی رو سے رویتِ باری کا امکان کا اثبات کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کی بحث کن کتابوں میں مل سکتی ہے؟

مرزا غالب کا شعر: مرزا غالب (وفات: ۱۸۶۹ء) کا ایک شعر ہے:

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود   رحمۃ للعالمینے ہم بود

اقبال سید سلیمان ندوی سے اس شعر کا مفہوم دریافت کرتے ہیں۔ یہ شعر مرزا غالب کی مثنوی بعنوان "مثنوی در بیانِ نمودارئ شانِ نبوت و ولایت کہ درحقیقت پرتوِ نور الانوار الوہیت است" میں شامل ہے جو انھوں نے مولانا فضلِ حق خیرآبادی (وفات: ۱۸۶۱ء) کے ایما پر مسئلہ امکانِ نظیر پر چھڑنے والی بحث کے حوالے سے تصنیف کی تھی۔[3] علامہ اقبال نے مرزا غالب کا یہ شعر 'جاوید نامہ' (۱۹۳۲ء) میں بھی نقل کیا ہے۔[4]

رحمۃ للعالمین کا ظہور: اقبال لکھتے ہیں کہ موجودہ دور کے ہیئت دانوں کی رو سے بعض ستاروں میں انسان یا ان سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا رحمۃ للعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے؟

---

[1] ماخذ: عطاءِ اوّل، ص: ۱۱۶ - ۱۱۸   [2] المعارف، مکتوب: ۸۹

[3] مباحثہ کے پس منظر اور مثنوی کے مکمل متن کے لیے دیکھیے: حنیف اللہ صدیقی، مثنوی غالب در تائیدِ مسئلۂ امتناعِ نظیر (مقالہ)، 'العلم'، کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۶ء، ص: ۹۳ - ۱۰۲

[4] کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۷۱۲

اس صورت میں کم از کم محمدؐ کے لیے تناسخ یا بروز لازم آتا ہے۔ شیخ اشراق تناسخ کے ایک شکل میں قائل تھے، ان کے اس عقیدے کی وجہ یہی تو نہ تھی؟

سید سلیمان ندویؒ اس مقام کی وضاحت مکتوب کے حاشیے میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس معنی کا ایک اثر بعض تفسیروں میں مروی ہے جو اثر ابن عباسؓ کے نام سے ہے۔ اس اثر کی تاویل و تشریح میں مولانا قاسم صاحب کا رسالہ "تحذیر الناس فی اثر ابن عباس" اور مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کا ایک مضمون ہے جو اس بحث میں دیکھنے کے قابل ہے۔"

رسالہ کا مکمل نام "تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباسؓ" ہے[1] جو مولانا محمد قاسم نانوتوی (وفات ۱۸۸۰ء) کے قلم سے ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا زیر بحث قول درمنثور وغیرہ میں یوں درج ہے: "ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسیٰ کعیسٰکم ونبی کنبیکم۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کیں اور سب میں تمہارے آدم کی طرح آدم، تمہارے نوح کی طرح نوح، تمہارے ابراہیم کی طرح ابراہیم، تمہارے عیسیٰ کی طرح عیسیٰ اور تمہارے نبی کی طرح نبی ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی کا استدلال یہ ہے کہ سات زمینوں میں ہماری زمین کو برتری حاصل ہے، اس کے باشندوں کو دیگر زمینوں پر، اس کے خاتم الانبیاء کو دیگر زمینوں کے خاتم الانبیاء پر فضیلت حاصل ہے، اس بنا پر حضورؐ کی ختم نبوت مرتبے کے اعتبار سے بھی مسلم ہے، زمانے کے لحاظ سے بھی اور مکان کے اعتبار سے بھی۔ لہٰذا کائنات میں دوسرے مقام پر رحمۃ للعالمین کا وجود تسلیم کرنے سے محمدؐ کے تناسخ یا بروز کا عقیدہ لازم نہیں آتا جیسا کہ اقبال سمجھتے تھے۔ جہاں تک شیخ الاشراق شیخ شہاب الدین مقتول (وفات ۱۱۸۹ء) کے عقیدۂ تناسخ کا تعلق ہے تو اس کی وجہ سید سلیمان ندوی نے ان کا ایرانی فلسفے سے متاثر ہونا قرار دی ہے اور اس سلسلے میں شرح حکمۃ الاشراق کے مقدمہ خاصہ کا حوالہ دیا ہے۔

---

[1] محمد قاسم نانوتوی، تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباسؓ، گوجرانوالہ، مکتبہ حنفیہ، جون ۱۹۸۲ء

مکتوب نمبر: ۱۸۹ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۷ر مئی ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی: حصہ اوّل میں ہے "اس کا مقصود فلسفیانہ تحقیقات نہ تھی" جبکہ عکس میں یہ جملہ یوں ہے "اس کا مقصود فلسفیانہ تحقیق تھی۔"

آئن سٹائن: ALBERT EINSTEIN (۱۴ر مارچ ۱۸۷۹ء - ۱۸ر اپریل ۱۹۵۵ء) سائنس دان، ماہرِ ریاضی، نظریہ اضافیت کا تشکیل دہندہ۔ اس نے ۱۹۱۵ء میں اپنا مشہور نظریہ اضافیت، اکیڈمی آف سائنس برلن میں پیش کیا، جس نے سائنسی تحقیق میں انقلاب برپا کر دیا۔ ۱۹۲۱ء میں اسے طبیعیات کا نوبل انعام ملا، ۱۹۲۲ء میں اس کی کتاب THE MEANING OF RELATIVITY شائع ہوئی۔ ۱۹۳۳ء میں امریکہ چلا گیا، پرنسٹن یونیورسٹی میں درس دیتا رہا، کئی یونیورسٹیوں نے اسے اعزازی ڈگریاں دیں۔[3]

نظریۂ نور: آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت میں روشنی کی رفتار بنیادی اہمیت رکھتی ہے، اس نے ثابت کیا ہے کہ کوئی مادی شے روشنی کی رفتار سے زیادہ تیز رفتار سے سفر نہیں کر سکتی، اسی لیے تیز رفتار والے واقعات کی توجیہ کے لیے آئن سٹائن کا نظریہ اختیار کرنا ضروری ہے اگر یہ نظریہ تسلیم نہ کیا جائے تو کائنات میں موجود علت و معلول کا سارا سلسلہ درہم برہم نظر آنے لگتا ہے۔[4]

زیرِ نظر مکتوب میں اقبال کہتے ہیں کہ ۲۰ر اپریل ۱۹۲۲ء کے مکتوب میں انھوں نے رویتِ باری تعالیٰ کے حوالے سے جو استفسار کیا تھا اس کا مقصود فلسفیانہ تحقیق نہیں تھی بلکہ کسی ایسے نکتے کی تلاش تھی جس کا

---

[1] ماخذ: حصہ اوّل، ص: ۱۲۹ - ۱۳۱ [2] تشریح: مکتوب ۸۹

[3] Britannica, Vol. 8 PP. 113 - 114

[4] رفیع الدین صدیقی، ڈاکٹر، اقبال کا تصورِ زمان و مکان اور دوسرے مضامین، لاہور، مجلس ترقی ادب، دسمبر ۱۹۷۳ء، ص: ۱۰۲ - ۱۰۶

جس کی بدولت نظریہ اضافیت کے بانی البرٹ آئن سٹائن کے نظریۂ نور کی وضاحت ہو سکے،
اقبال نے ابن رشد (وفات، ۱۱۹۸ء) کے کسی پیرو میں مسلمان منطقی ابوالمعالی
(وفات،   ) کا ایک فقرہ دیکھا تھا جو آئن سٹائن کے خیال سے ملتا جلتا تھا۔

مسلک اقبال: اقبال کہتے ہیں کہ اگرچہ یورپ نے انہیں سرعت کا چسکا ڈال دیا ہے تاہم مسلک ان کا وہی ہے جو قرآن کا ہے اور جس کو سید سلیمان ندوی نے کسی آیہ شریفہ سے واضح کیا تھا۔

خلافت پر مضامین: سید سلیمان ندوی نے تحریک خلافت میں عملی شرکت کے علاوہ اپنی تحریروں سے بھی اُسے فائدہ پہنچایا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مسلسل مضامین لکھے جن میں خلافت اسلامیہ کی دینی، سیاسی اور تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ یہ مضامین حسب ذیل ہیں:

(۱) خلافت اور ہندوستان، معارف، دسمبر ۱۹۲۰ء

(۲) خلافت اسلام کا اثر و اقتدار، معارف، مارچ ۱۹۲۱ء

(۳) بعض غزنوی سلاطین کے بیعت ناموں پر، معارف، ستمبر ۱۹۲۱ء

(۴) خلافت اور ہندوستان (دوسری قسط)، معارف، اکتوبر ۱۹۲۱ء

(۵) خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، معارف، نومبر، دسمبر ۱۹۲۱ء، فروری، مارچ اور اپریل ۱۹۲۲ء

(۶) خلافت عثمانیہ اور مسیحی دنیا کا اعتراف، معارف، جون ۱۹۲۲ء

اقبال نے ۲ مئی ۱۹۲۲ء کے خط میں لکھے گئے تمام مضامین کو علیحدہ رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔

مکتوب نمبر: ۱۹۰ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۶ مئی ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیح:

نظم 'خضرِ راہ': محمد نیاز الدین خان نے اقبال کو لکھا تھا کہ نظم 'خضرِ راہ'[3] مولانا گرامی کو پسند نہیں وہ تمام اشعار کو بے ربط اور بعض کو غلط سمجھتے ہیں۔ اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں گرامی سے نظم کی افادیت بتانے کو کہا ہے۔ اشعار کے بے ربط ہونے کے اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے مگر یہ اعتراض گرامی کے شایانِ شان نہیں۔ اگر کوئی اور آدمی یہ اعتراض کرتا تو مضائقہ نہ تھا۔ یہ اعتراض محض قصور کے بے اصلی کا خیال ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس نظم کا بیشتر حصہ خضر کی زبان سے ادا ہوا ہے اور خضر کی شخصیت ایک خاص قسم کی شخصیت ہے وہ عمرِ دوام کی وجہ سے سب سے زیادہ تجربہ کار آدمی ہے اور ایک تجربہ کار آدمی کا یہ خاصہ ہے کہ اس کی قوتِ تخیل کم ہوتی ہے البتہ اس کی نگاہ حقائقِ واقعی پر جمی رہتی ہے، اس کے کلام میں اگر تخیل کی رنگینی ہو تو وہ محض رہنمائی کے اور رنگ سے قاصر رہے گا۔ پس اس کے کلام میں پختگی اور حقائق تلاش کرنی چاہئے نہ تخیل اور خاص کر اس حالت میں جب کہ اس سے ایسے معاملات میں رہنمائی طلب کی جائے جن کا تعلق سیاسیات اور اقتصادیات سے ہو۔

اسی سلسلے میں اقبال نے سورۂ کہف کے حوالے سے خضر کے افعال کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس قصے میں مطلق شعریت نہیں اور خضر کی طرف جو کلام منسوب کیا جائے اس میں رنگینی پیدا کی جا سکتی ہے مگر وہ خضر کا کلام نہ رہے گا بلکہ نظیری یا عرفی کا کلام ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ اہلِ فن تخیل کی اس رنگینی کو نگاہِ استحسان سے نہ دیکھیں گے۔[4]

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۲۰۵ - ۲۰۶ [2] تعارف، مکتوب ۲۳

[3] یہ نظم ۱۶ اپریل ۱۹۲۲ء کو انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ اجلاس میں سنائی گئی تھی۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے [illegible]، ص: ۲۲۱ - ۲۲۲

[4] نظم 'خضرِ راہ' میں جس پیرائے میں بیان کی گئی ہے اس موضوع پر مزید بحث کے لیے دیکھیے مکتوب ۱۹۱

مکتوب نمبر: ۱۹۱ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۹ مئی ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [۲]

متن کی درستی:

حصہ اول	عکس
۱۔ میں آپ کو خط لکھنے والا تھا	میں آپ کو لکھنے والا تھا
۲۔ معارف کا ایڈیٹر صاحب کشف نہ ہوگا	معارف کا ایڈیٹر اگر صاحب کشف نہ ہوگا

۳۔ مکتوب کے آخر میں "والسلام" کا اندراج نہیں ہے جبکہ "حصہ اول" میں یہ درج کیا گیا ہے۔

توضیحات:

مفتی عالم جان: (۱۸۵۶ء - ۱۹۲۱ء) روسی عالم اور مصلح، قازان میں مسلمانوں کے لیے جدید تعلیم کا اہتمام کرنے میں پیش پیش تھے۔ زار کے زمانے میں قید و بند میں مبتلا رہے۔ آل رشیا مسلم ڈیموکریٹک پارٹی کے بانی تھے۔ ۱۹۱۷ء میں اشتراکی انقلاب برپا ہوا تو شروع میں حکومت نے پذیرائی کی بعد میں قید کر دیے گئے، رہا ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد ماسکو میں وفات پائی۔ معارف، مئی ۱۹۲۲ء میں ان کے حالات اور کارناموں پر مضمون شائع ہوا تو اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس کی توصیف کی اور تجویز پیش کی کہ دیگر مسلمان روسی علماء کی کتب حاصل کی جائیں اور ہندوستان میں ان کی اشاعت کا بندوبست کیا جائے [۳]۔ خاص طور پر مفتی عالم جان اور ان کی اصلاحی تحریک سے ان کی دلچسپی بعد میں بھی برقرار رہی جیسا کہ ان کے مکتوب یکم مئی ۱۹۲۲ء سے ظاہر ہوتا ہے وہ اس تحریک کی اصل غرض و غایت جاننا چاہتے تھے [۴]۔

خضر راہ: "خضر راہ" سید سلیمان ندوی کی نظر سے گزری تو انہوں نے معارف، مئی ۱۹۲۲ء میں اس نظم پر تبصرہ کرتے ہوئے نقد اشعار کے اندراج کے ضمن میں لکھا کہ اس میں جوش بیان کی کمی ہے۔ اقبال نے اس کا جواب زیر نظر مکتوب میں دیتے ہوئے لکھا ہے کہ روس کا ب خضر کا مخصوص انداز طبیعت ہے کہ انہوں نے نظم کے بعض بند اس لیے حذف کر دیے تھے کہ ان میں خضر کا جوش بیان بہت بڑھا ہوا تھا۔ اسی قسم کا جواب انہوں نے گرامی کو دیا تھا [۵]۔

---

[۱] ماخذ: حصہ اول، ص: ۱۱۸-۱۱۹ [۲] معارف، مکتوب ۸۹ [۳] حصہ اول، ص: ۱۲۸-۱۲۹

[۴] دیکھیے مکتوب، ص: ۱۹۰

مکتوب نمبر : ۱۹۲ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۸ر جون ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ : اعجاز احمد

تعارف : شیخ اعجاز احمد : (۱۲ر جنوری ۱۸۹۹ء -) علامہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد (وفات ، ۱۹۴۰ء) کے بیٹے ، سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ۔ سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ سے میٹرک ، اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کیا ، ایل ایل بی کا امتحان پاس کر کے وکالت شروع کر دی ، پھر سرکاری ملازمت اختیار کر لی ، میرٹھ ، دہلی ، الہ آباد اور جونپور میں سب جج رہے ۔ تقسیم ہند کے وقت وہ حکومت ہند کے محکمہ خوراک میں تھے ۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی منتقل ہو گئے ، ۱۹۵۷ء میں سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو گئے ، عقیدہ کے اعتبار سے قادیانی ہیں ۔ بھتیجا ہونے کی بنا پر اقبال ان کے بہبود کے بارے میں کوشاں رہتے تھے ، اعجاز احمد نے اقبال سے اپنے اور اپنے والد کے تعلقات کی وضاحت کے لیے 'مظلوم اقبال' کے نام سے کتاب لکھی ہے جو ۱۹۸۵ء میں کراچی سے شائع ہو چکی ہے ۔

توضیح :

اعجاز احمد ان دنوں انکم ٹیکس کے محکمے میں زیر تربیت تھے ، ان کا نگران ایک متعصب افسر تھا جو ہندو سے عیسائی ہوا تھا ، اس نے اعجاز کو تنگ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ، اس کا اعجاز کی صحت پر بہت برا اثر پڑا ، آخر وہ مستعفی ہو کر گھر آ گئے ، اقبال کو معلوم ہوا تو انہوں نے زیر نظر مکتوب کے ذریعے انہیں تسلی دی اور مشورہ دیا کہ جسمانی و روحانی صحت کے لئے مذہب سے رجوع کریں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھا کریں ۔ خاص طور پر اپنے دادا شیخ نور محمد (وفات ، ۱۹۳۰ء) اور مولوی سید میر حسن (وفات ، ۱۹۲۹ء) کی خدمت میں حاضر ہوا کریں ، اقبال نے اعجاز کو سادہ زندگی اختیار کرنے اور ولایتی چیزوں کے استعمال سے بچنے کی تلقین کی جو بظاہر خوبصورت ہیں لیکن ان کے روحانی اثرات برے ہوتے ہیں ۔

---

[1] مظلوم ، ص : ۳۲۳ - ۳۲۷

مکتوب نمبر: ۱۹۳ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۵؍جون ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ: اعجاز احمد [2]

توضیح:

اعجاز احمد ملازمت ترک کر کے پشاور سے واپس سیالکوٹ آگئے تھے اور ملازمت سے مایوس تھے۔ اقبال نے اس مکتوب میں انہیں تسلی دیتے ہوئے جو باتیں لکھی ہیں وہ ان کے اپنے پیغام کے مطابق ہیں۔ انہیں کہتے ہیں کہ موجودہ ناکامی سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ بعد کی کامیابی سے اس ناکامی کی تلافی ہو جائے گی۔ تلخ تجربات کا فائدہ بعد میں معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت آدمی اس بات کے لئے شکر گزار ہوتا ہے کہ اسے اس قسم کے تجربات حاصل ہوئے۔

پیغام: اقبال لکھتے ہیں جرمن ملک الشعراء گوئٹے GOETHE (وفات: ۱۸۳۲ء) نے اپنے معاصر نوجوانوں کے روحانی اضطراب کا مشاہدہ کر کے انہیں یہ پیغام دیا تھا:

'ART STILL HAS TRUTH, TAKE REFUGE THERE'

اقبال کہتے ہیں کہ میرا پیغام بھی تقریباً یہی ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ میں نے 'ART' کی جگہ 'RELIGION' رکھ دیا ہے کیونکہ آرٹ میں اطمینان ضرور ہے مگر قوت نہیں ہے، مذہب میں اطمینان اور قوت دونوں چیزیں ہیں۔

---

[1] ماخذ: مظلوم، ص: ۳۲۹ - ۳۳۰

[2] تعارف، مکتوب: ۱۹۲

مکتوب نمبر: ۱۹۴ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ: شیخ عطا محمد [2]

توضیحات:

روشن مستقبل کی امید: ستمبر ۱۹۲۲ء میں شیخ عطا محمد بیمار ہو گئے جس کا سبب ذہنی تفکرات کی کثرت تھا۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں انہیں مستقبل کے بارے میں پُر امید رہنے کا مشورہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ اسلام پر بہت اچھا زمانہ آنے والا ہے اپنی صحت کا خیال رکھیں تاکہ وہ بچشم خود یہ زمانہ دیکھ لیں۔ اقبال لکھتے ہیں کہ اس زمانہ کا احساس انہیں انگلستان کے قیام کے زمانہ (۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۸ء) ہو گیا تھا۔

اقبال کے اس بیان کی تائید ان کی غزل "زمانہ آیا ہے بے حجابی کا ..." الخ سے بھی ہوتی ہے جو مارچ ۱۹۰۷ء میں کہی گئی تھی اور اب بانگ درا (۱۹۲۴ء) کے حصہ دوم میں شامل ہے [3]۔

اقبال کی آرزو: اس زمانہ میں اس قسم کی خبریں آ رہی تھیں کہ ترکوں کو جنگ کے بعد اپنے تمام علاقے پر قبضہ مل گیا ہے۔ ترکستان کی جمہوری حکومت کو روس نے تسلیم کر لیا ہے جس کے صدر غازی انور پاشا ہوں گے، روس کا صدر مسلمان ہے جس کا نام ستالین ہے، لینن بوجہ علالت رخصت پر چلا گیا ہے، روس کا وزیر خارجہ بھی ایک مسلمان قرہ خان مقرر ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب غیر مصدقہ خبریں تھیں لیکن اقبال کو ان کی صداقت کا یقین تھا، وہ چاہتے تھے کہ ایشیا کے مسلمان چندہ کر کے کابل اور قسطنطنیہ کو ریل کے ذریعے ملا دیں۔ اس قسم کی خواہشات سے اقبال کی اس تڑپ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو وہ عالم اسلام کی آزادی اور ترقی کے لیے دل میں رکھتے تھے۔

---

[1] مظلوم، ص: ۳۲۰ - ۳۲۱

[2] تعارف، مکتوب ۵

[3] کلیات اقبال، اردو، ص: ۱۲۰

مکتوب نمبر: ۱۹۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۴/ اکتوبر ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیحات :

غزل: نظیری نیشاپوری (وفات، ۱۶۱۲ء) کی ایک غزل کا مطلع ہے:

درد دل را بکنم با صبر پیوندے دگر — بر طبیب خود تغافل می زنم چندے دگر [3]

اس پر اقبال نے غزل لکھی جس کا ایک شعر زیر نظر مکتوب میں یوں لکھا ہے:

چنگ تیموری شکست آہنگ تیموری بجاست — سر بروں می آرد از ساز سمرقندے دگر [4]

مصطفیٰ کمال پاشا کے فتوحات کا مادۂ تاریخ: اگست ۱۹۲۲ء میں انقرہ سے خبر آئی کہ مصطفیٰ کمال پاشا (وفات، ۱۹۳۸ء) نے یونانی افواج کو شکست دے کر سمرنا، تھریس اور قسطنطنیہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ اس پر برصغیر کے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی، ہر جگہ جشن منائے گئے، اقبال نے اس فتح سے متاثر ہو کر یہ تاریخ کہی اور گرامی کو بھیج دی:

شاخ ابراہیم را نم مصطفیٰ — سال فتحش "اسم اعظم مصطفیٰ"
۱۳۴۱ھ

گرامی نے اپنی طرف سے دو مصرعوں کا اضافہ کر کے تاریخ کو یوں بنا دیا:

شاخ ابراہیم را نم مصطفیٰ — صورت آفرزمان ہم مصطفیٰ

گرسش کن اے بے خبر تاریخ فتح — گفت اقبال "اسم اعظم مصطفیٰ" [5]

اقبال نے ۱۱/ اکتوبر ۱۹۲۲ء کے مکتوب میں گرامی کو لکھا کہ مصطفیٰ کمال کی تاریخ فتح پر مصرعے ایزاد کر کے آپ نے مادۂ تاریخ کو چار چاند لگا دیے۔[6]

---

[1] ماخذ، گرامی، ص: ۲۲۱ - ۲۲۲ [2] تعارف، مکتوب ۲۲۱

[3] نظیری نیشاپوری، دیوان غزلیات، لاہور، شیخ مبارک علی، ۱۹۲۸ء، ص: ۱۱۳

[4] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۳۱۶ [5] باقیات اسرم، ص: ۹۲

مکتوب نمبر: ۱۹۶[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء

مکتوب الیہ: محمد نیاز الدین خاں[2]

توضیحات:

انتخاب: مجلس قانون ساز پنجاب کے انتخاب کے موقع پر لاہور کے لوگوں نے اقبال کو امیدوار کے طور پر کھڑا کرنا چاہا۔ اقبال اس مکتوب میں بتاتے ہیں کہ اگرچہ لوگوں کا پیہم اصرار ہے، مگر میاں عبدالعزیز سے مقابلہ کرنا میں نہیں چاہتا۔ ان سے دیرینہ تعلقات ہیں۔ اگرچہ مقابلے کے بعد انتخاب ہو جانا یقینی ہے، تاہم یہ بات میرے نزدیک مروت کے خلاف ہے کہ ایک موہوم دنیاوی فائدے کی خاطر دیرینہ تعلقات کو نظر انداز کر دوں۔ اس بنا پر اقبال اس مرتبہ انتخاب میں کھڑے نہ ہوئے لیکن اگلی مرتبہ نومبر ۱۹۲۶ء کے انتخابات میں انھوں نے حصہ لیا اور لاہور کے مسلم حلقے سے کامیاب ہوئے اور ۱۹۳۰ء تک مجلس قانون ساز پنجاب کے رکن کی حیثیت سے اہل لاہور کی خدمت انجام دیتے رہے۔[3]

پیام مشرق: اقبال لکھتے ہیں کہ پیام مشرق (۱۹۲۳ء) کے متعلق دور و نزدیک سے خط آرہے ہیں۔ ایک جرمن پروفیسر نے اسے حیرت انگیز کتاب قرار دیا ہے۔ پروفیسر ہارووٹز جو علی گڑھ میں عربی کے پروفیسر تھے اور اب جرمنی میں ہیں اس پر ریویو لکھ رہے ہیں نیز یہ کہ پروفیسر نکلسن نے اس کے انگریزی ترجمے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "یہ ایک قابل تحسین جواب گوئٹے کے دیوان مغربی کا ہے اور جدید اور صحیح خیالات و افکار سے لبریز ہے۔"

پیام مشرق پر نکلسن نے ایک تبصرہ لکھا تھا جو 'IQBAL'S MESSAGE OF THE EAST' کے زیر عنوان مجلہ 'ISLAMICA' ۱۹۲۴ء – ۱۹۲۵ء (جلد ۱، صفحہ ۱۱۲ – ۱۲۴)[4] میں شائع ہوا تھا۔ اس میں خود نکلسن سے منسوب مذکورہ جملہ نظر آتا ہے اور نہ ان کے مذکورہ ارادے کا ذکر ملتا ہے۔

---

۱ ماخذ: نیاز، ص: ۴۶ ۲ انوار، مکتوب ۶

۳ تفصیل کے لیے دیکھیے: زندہ رود (۲)، ص: ۲۹۶ – ۳۰۳، مفکر پاکستان، ص: ۲۴۳ – ۲۴۹ – ۲۵۸

۴ The Sword and the Sceptre, pp. 301-320

مکتوب نمبر: ۱۹۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۸ راکتوبر ۱۹۲۳ء

مکتوب الیہ: غلام قادر گرامی [2]

توضیح:

بوئے گل: اقبال کی ایک نظم جو 'پیام مشرق' (۱۹۲۳ء) کے حصہ 'افکار' میں شامل ہے۔[3] اس کے بارے میں اقبال لکھتے ہیں کہ 'پیام مشرق' میں چند اشعار میں نے 'بوئے گل' پر لکھے تھے جو آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی ایک حور دنیا کا نظارہ کرنے کے لیے پھول کی صورت میں نمودار ہوئی اور آخر کار پژمردہ ہو گئی۔ جس کو لوگ نکہت گل کہتے ہیں وہ اس حور کی آہ ہے جس کو اس نے اس دنیا میں اپنا یادگار چھوڑا ہے۔ اس نظم کا آخری شعر یہ ہے:

زندانیے کہ بند ز پایش کشادہ اند   آہے گذاشت است کہ بو نام دادہ اند

بقول اقبال مولانا اسلم جیراجپوری (وفات: ۱۹۵۵ء) کے نزدیک 'گذاشت است' ذوق سلیم کو کھٹکتا ہے۔ ان کا خیال کچھ درست معلوم ہوتا ہے البتہ گرامی کا فتویٰ ما قطعی ہوگا۔ اس سلسلے میں اقبال نے مولانا سید سلیمان ندوی (وفات: ۱۹۵۳ء) اور مولانا عبدالماجد دریاآبادی (وفات: ۱۹۷۷ء) سے بھی استصواب کیا۔ تاہم اقبال نے اس شعر کی دوسری صورت یہ تجویز کی ہے:

زاں نازنیں کہ بند ز پایش کشادہ اند   آہے است یادگار کہ بو نام دادہ اند

مولانا اسلم جیراجپوری نے پیام مشرق پر جو تبصرہ کیا تھا[4] اس میں انہوں نے اس نظم پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ لکھا ہے کہ 'بوئے گل کی حقیقت پر شاعرانہ تخیل کی لطافت قابل دید ہے۔' انہوں نے تبصرہ میں شعر کی دوسری صورت لکھی ہے۔ مرحوم کا کوئی ایسا مکتوب بھی ابھی نہیں ملا جس میں اس اعتراض کا ذکر ہو۔

---

[1] ماخذ: گرامی، ص: ۲۳۲-۲۳۳

[2] تعارف، مکتوب: ۲۲

[3] کلیات اقبال، فارسی، ص: ۲۵۹

[4] تبصرہ کے لیے دیکھیے: مع مرتبہ معاصرین کی نظر میں، ص: ۳۸۵-۴۱۲

امکان یہی ہے کہ انھوں نے یہ اعتراض اقبال کے نام اپنے کسی مکتوب میں تحریر کیا ہوگا، جواب دستیاب نہیں ہے۔ اسی طرح سید سلیمان ندوی اور مولوی عبدالماجد دریابادی کے کسی خط میں بھی اس اعتراض پر اظہار خیال نہیں ملتا۔ البتہ گرامی کے نام اقبال کے مکتوب، ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۳ء سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جو ترمیم تجویز کی تھی وہ اقبال کو قبول نہیں تھی۔ اقبال مذکورہ مکتوب میں لکھتے ہیں:

"آپ کی ترمیم سے زبان کے اعتبار سے شعر بہت ستھرا ہو گیا ہے مگر افسوس ہے کہ اس سے وہ مطلب ظاہر نہیں ہوتا جو میں ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ وہ نازنین خود تو رخصت ہو گئی مگر دنیا میں اپنی آہ چھوڑ گئی ہے جس کو لوگ خوشبو کہتے ہیں۔ آپ کے شعر سے مترشح ہوتا ہے۔ 'وقت بیدن گل دون آہ سرد داد' لہٰذا معانی کے اعتبار سے میں اپنے ہی مصرع کو ترجیح دیتا ہوں جیسا کہ آپ نے پسند فرمایا ہے لیکن 'سرد دادن آہ' کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"[1]

ایک بار پھر اقبال نے اس شعر کو دوسری صورت میں برقرار رکھا، جو یوں ہے:

زاں نازنیں کہ سینہ بہ پاشش کشادہ اند   آہے است یادگار کہ بو نام دادہ اند

[1] گرامی، ص ۲۳۵

مکتوب نمبر: ۱۹۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲؍ نومبر ۱۹۲۳ء

مکتوب الیہ: سید محمد سعید الدین جعفری

تعارف: سید محمد سعید الدین جعفری جالندھر کے رہنے والے تھے اور غالباً جج کے عہدے پر فائز تھے۔ زندگی کا بیشتر حصہ یورپ میں گزرا۔ علامہ اقبال سے خاص عقیدت رکھتے تھے اور جب کبھی کشمیر وغیرہ کا سفر کرتے تو لاہور سے گزرتے ہوئے اقبال کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے۔ جعفری صاحب علامہ اقبال سے خط و کتابت بھی کرتے تھے۔ اُن کے نام اقبال کے تین خطوط دستیاب ہوئے ہیں۔

توضیحات:

یہ مکتوب اقبال نے جعفری صاحب کے بعض سوالوں کے جواب میں تحریر کیا تھا۔ ان سوالوں کا تعلق زیادہ تر مطالعۂ اسلام، مغرب کے لٹریچر و فلسفے، اخلاقی تحریک وغیرہ سے متعلق۔ اقبال نے ان سوالوں کے حسب ذیل جوابات دیے:

مطالعۂ اسلام: اقبال کہتے ہیں کہ ایشیا کے قدیم مذاہب کی طرح اسلام کا مطالعہ بھی زمانۂ حال کی روشنی میں کرنا چاہیے۔ زمانۂ حال کے مسلمانوں کو امام ابن تیمیہؒ (وفات: ۱۳۲۸ء)، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (وفات: ۱۷۶۲ء) کی تصانیف خصوصاً شاہ صاحب کی "حجۃ اللہ البالغہ" کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ عہد ماضی کے فلسفیوں میں ابن رشد (وفات: ۱۱۹۸ء)، غزالی (وفات: ۱۱۱۱ء)، رومی (وفات: ۱۲۷۳ء)، مفسرین میں معتزلی نقطۂ نظر سے جار اللہ زمخشری (وفات: ۱۱۴۴ء) اشعری مسلک کے مفسر رازی (وفات: ۱۲۰۹ء) اور زبان و محاورہ کے اعتبار سے ابو سعید ناصر الدین علی بن عمر بیضاوی (وفات: ۱۲۹۲ء) کی تفسیر ضرور دیکھنا چاہیے۔ اس ضمن میں اقبال

---

[1] ماخذ: یہ مکتوب اور دیگر دو مکاتیب اقبال بنام سید محمد سعید الدین جعفری کی نقول مجھے ڈاکٹر اکبر حسین قریشی [illegible] نے عنایت کی تھیں جنھیں میں نے "اوراقِ گم گشتہ" (ص: ۱۱۷ - ۱۳۱) شامل کیا تھا۔ قریشی صاحب کی مہیا کردہ عکسی نقول سے یہ مکاتیب قبل ازیں بشیر احمد ڈار مرحوم نے اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۰ء (ص: ۸۳-۸۵) میں شامل کیے تھے۔ زیر نظر مکتوب تبرکات خطوط (ص: ۱۶۳ - ۱۶۷) میں شائع ہوا۔

مکتوب الیہ کو سید سلیمان ندوی (وفات ، ۱۹۵۳ء) اور ابوالکلام آزاد (وفات ، ۱۹۵۸ء) سے رابطہ قائم کرنے کا مشورہ دینے کے علاوہ عربی زبان میں مہارت پیدا کرنے کی بھی تاکید کی ہے ۔

مسئلہ قومیت : بعض حلقوں کی طرف سے اقبال کی شاعری پر یہ اعتراض کیا گیا کہ ان کے ہاں متحدہ قومیت پر شدید تنقید ملتی ہے جس سے ہندوستانی اقوام میں باہمی عناد بڑھتا ہے ، اقبال لکھتے ہیں کہ "ابتدا میں میں بھی قومیت پر اعتقاد رکھتا تھا اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کا خواب شاید سب سے پہلے میں نے دیکھا تھا لیکن تجربے اور خیالات کی وسعت نے میرے خیال میں تبدیلی کر دی اور اب قومیت میرے نزدیک محض ایک عارضی نظام ہے جس کو ہم ایک ناگزیر زشتی سمجھ کر گوارا کرتے ہیں" ۔

پان اسلامزم : پان اسلامزم محض سیاسی یا قومی تحریک نہیں اس کا مقصد تو ایک ہی قسم کی سوچ رکھنے والی اقوام کو ایک مرکز پر لانا ہے تاکہ نسلی ، قومی اور ملکی تعصبات ختم ہو جائیں ۔ اس اعتبار سے یہ نوع انسانی کے اتحاد کی طرف ایک قدم ہے اور انسان دوستی کے مقصد کے حصول کے لیے "اسلام ہی کارگر ثابت ہو سکتا ہے باقی ذرائع خوبصورت فلسفیانہ نظریات سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے" ۔

رواداری : اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا کی تمام اقوام اور مذاہب کو احترام کی نظر سے دیکھو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ غلط باتوں پر تنقید نہ کی جائے ، بنی نوع انسان کے مفاد کے پیش نظر اسلام کے عالمگیر حقائق کو پیش کرنا ضروری ہے ۔

اسلام : اقبال کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ محض خاندانی اور ماحول کے اثرات کا نتیجہ نہیں بلکہ بیس سال کے آزادانہ غور و فکر کا نتیجہ ہے کہ اس وقت اقوام انسانی کے لیے سب سے بڑی نعمت اسلام ہے اور جو شخص مسلمان کہتا ہے اس کا فرض ہے کہ قومی تعصب کی وجہ سے نہیں خالصتاً انسانیت کے لیے اپنی زندگی میں ایک عملی انقلاب پیدا کرے اور اپنی ذہنی صلاحیت کی مدد سے اسلام کے حقائق کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرے تاکہ نوع انسانی مختلف قسم کے تعصبات سے نجات پائے ۔

مکتوب نمبر: ۱۹۹ ؎۱

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۳ جنوری ۱۹۲۴ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی ؎۲

توضیح:

اویس قرنیؒ: رسالہ "ذخیرۃ الدینیہ" ان دنوں حیدرآباد سے نکلنا شروع ہوا تھا۔ اقبال اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ دسمبر ۱۹۲۳ء کے شمارہ میں مدیر نے لکھا تھا کہ حدیث "خلیلی فی ہذہ الامۃ اویس قرنی" موضوع ہے، اس لئے کہ امام مالک (وفات: ۷۹۵ء) کے نزدیک اویس کا کوئی وجود نہیں۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں سید سلیمان ندوی سے دریافت کیا ہے کہ وہ حضرت اویس اور ان کے متعلق مشہور صوفیانہ روایات کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں؟

سید سلیمان ندوی اس مکتوب کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: "اصابہ ابن حجر میں ہے: 'قال ابن عدی لیس لہ روایۃ لکن کان ینکر وجودہ'"۔ اس کو نقل کر کے حافظ ابن حجر نے ان کے وجود کی اثباتی روایات نقل کی ہیں۔

ابن حجر لکھتے ہیں: "ابن عدی نے کہا ہے کہ ان سے کوئی روایت مروی نہیں ہے سوائے چند حکایات اور زہد و تقشف کے بارے میں چند باتوں کے۔ بعض لوگوں نے ان کی شخصیت میں شک ظاہر کیا ہے لیکن یہ شک درست نہیں ہے کیونکہ وہ مشہور راویوں میں ہیں اور انہیں ضعیف کہنا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ وہ ثقہ اور سچے ہیں۔" ؎۳

حافظ الذہبی نے امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ اویس کا کوئی وجود نہیں ہے؎۴۔ اس کے برعکس حدیث میں آتا ہے "اِنَّ خَیْرَ التَّابِعِیْنَ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ اُوَیْسُ بْنُ عَامِر"؎۵۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اویس کا وجود تھا لیکن وہ صحابی نہیں تھے، تابعی تھے۔ شاہ معین الدین احمد ندوی نے بھی ان کا تذکرہ تابعین میں کیا ہے؎۶۔

؎۱ ماخذ: مصادر اوّل، ص: ۱۲۴ - ۱۲۵ ؎۲ تعارف، مکتوب ۸۹

؎۳ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، بیروت، س-ن، ص: ۴۷۲

؎۴ الذہبی حافظ، میزان الاعتدال، بیروت، دارالمعرفۃ، ج ۱، ص: ۲۷۹

؎۵ صحیح مسلم، فضائل الصحابہ

؎۶ معین الدین احمد ندوی شاہ، تابعین، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۵۶ء، ص: ۷۶ - ۷۸

مکتوب نمبر: ۲۰۰ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: یکم فروری ۱۹۲۴ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

عکس	طبع اول
اشعار کی بندش کچھ بہت پسند نہ آئی۔	۱۔ اشعار کی بندش کچھ سب پسند نہ آئی۔
بہار عجم میں معاوضہ نہ ملے۔	۲۔ بہار عجم معاوضہ نہ ملے۔

توضیحات:

پس منظر: معلوم ہوتا ہے کہ سید سلیمان ندوی نے 'معارف' کے لیے کلام کی فرمائش بانداز شکوہ کی تھی۔ اس لیے اس مکتوب میں اقبال کا انداز معذرت خواہانہ ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ انہوں نے چند فارسی نظمیں لکھی تھیں ان میں سے ایک 'معارف'، ایک جامعہ ملیہ علی گڑھ (کتابتہ جوہر) اور ایک علی گڑھ منتھلی کے لیے بھیج دی تھی۔ اقبال نے مکتوب میں 'معارف' سے خصوصی محبت کا ذکر کیا ہے اور اس کی وجہ رسالے کی علمی و ادبی اہمیت ہے۔

تضمین: ملا نورالدین ظہوری ترشیزی (وفات: ۱۶۱۶ء) کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے

ستم و سخت جانی ہم بہت — کرم و ناتوانی ہم بہت [3]

اس کے استقبال میں مرزا گرامی نے غزل کہی جس کا مطلع یہ ہے:

تبسم و پرفشانی ہم بہت — مریم و سخت جانی ہم بہت [4]

اسی غزل کا ایک شعر یوں ہے:

ماہ را بر فلک دو نیم کنم — فقر را ترکتازی ہم بہت [5]

---

[1] ماخذ: طبع اول، ص: ۱۲۵ - ۱۲۸ [2] انوار، مکتوب: ۸۹

[3] دیوان ملا نورالدین ظہوری، مطبع منشی نول کشور، ص: ۲۹

[4] دیوان گرامی، ص: ۱۲ [5] کتاب مذکور، ص: ۱۶

علامہ اقبال کو یہ شعر بہت پسند آیا ، انھوں نے اس کی تضمین یوں کی ہے :

شیخے را اندرو کہ جز قرشی بر سر مسند نبی نہ نشست

دیگرے گر از گرامی بہرہ ورد کہ سرش از خود و بادہ مست

رمز ترک خلافت عربی گفت آں می گسار بزم الست

'ماہ را بر فلک دو نیم کند

فقر را این کمالہا ہم ہست '

چونکہ اقبال کو اس کی بندش پسند نہیں آئی تھی اس لیے انھوں نے یہ "پیام مشرق" میں شامل نہیں کی۔[1]

منطق استقرائی : اقبال نے زیر نظر مکتوب میں لکھا ہے کہ وہ "منطق استقرائی" میں مسلمانوں کی خدمات اور یونانی منطق پر مسلمانوں کے کیے گئے اعتراضوں کے بارے میں تحقیق کر رہے ہیں ، انھوں نے اس موضوع پر عربی و فارسی کی اہم کتابوں کی تفصیل مہیا کرنے کی درخواست کی ہے۔[2]

قیاس : مجہول کا معلوم سے استنباط کرنا قیاس فقہی اور قیاس منطقی کہلاتا ہے[3] ، اقبال نے زیر نظر مکتوب میں لکھا ہے کہ قیاس پر اعتراض غالباً سب سے پہلے امام رازی (وفات، ۱۲۰۹ء) نے کیا تھا ، امام غزالی (وفات، ۱۱۱۲ء) ، ابن تیمیہ (وفات، ۱۳۲۸ء) اور شاید شیخ سہروردی مقتول (وفات، ۱۱۸۹ء) نے بھی اس مضمون پر لکھا ہے ۔ مؤخر الذکر کی تحقیق زمانۂ حال کے خیالات کے بہت قریب ہے ۔

سید سلیمان ندوی نے حاشیے میں اس پر یہ نوٹ لکھا ہے ' سب سے پہلے ابوالبرکات بغدادی نے کیا ہے جن کی کتاب 'المعتبر' حیدرآباد سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے ' ۔

---

[1] دیکھیے باقیات ، سوم ، ص: ۲۳۶ ، سرود رفتہ ، ص: ۲۰۰ - ۲۰۱

اس سے قبل یہ قطعہ معارف میں 'خلافت اور ترک و عرب' کے عنوان سے شائع ہوا تھا (فروری ۱۹۲۲ء)

[2] اس موضوع پر اقبال کے خیالات کی تفصیل کے لیے دیکھیے تشکیل جدید ، ص: ۱۹۷ - ۲۰۲

[3] تعریف کے لیے دیکھیے ابن رشد ، فصل المقال (ترجمہ : عبید اللہ قدسی) ، کراچی ، اقبال اکادمی ، ۱۹۷۳ء ، ص: ۵ح

مکتوب نمبر : ۳۰۱[1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۱۸ راگست ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ : سید سلیمان ندوی[2]

توضیح :

مسلمانوں کے نظریات متعلقہ مالیات : نکولاس اغنی دیس (N. P. AGHNIDES) دراصل یونانی تھا جو ترکی میں حکومت پذیر تھا ، اسلام کے اقتصادی نظام کی اصلاح و تجدید کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے غالباً حکومت ترکی نے اسے امریکہ کی کولمبیا یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجا تھا جہاں اس نے زکوٰۃ اور خراج کے بارے میں اسلامی نظریات پر مقالہ پیش کیا جس کا عنوان یہ ہے :

'MOHAMMADAN THEORIES OF FINANCE'

یہ مقالہ ۱۹۱۶ء میں نیویارک سے شائع ہوا تھا ، اس اشاعت میں مصنف نے نکولاس پی اغنائیڈیس ہیں دیباچہ میں مصنف نے اسلامی قانون کی تعریف اور اس کے اصول بیان کیے ہیں اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اسلامی قانون میں لچک نہیں ہے اور یہ حالات حاضرہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ اسلامی فقہ کا منہاج تحقیق یعنی اجتہاد دراصل میکانکی اصول ہے جو قیاس پر مبنی ہے چنانچہ یہ اصول اسلامی قانون کو ترقی کی بجائے جمود کی طرف لے جاتا ہے

اقبال کو یہ کتاب امریکہ کی مسلم ایسوسی ایشن کے صدر چوہدری رحمت علی خان نے بھجوائی تھی[3] ۔ اقبال نے یہ کتاب پڑھی تو انہیں اس میں خاصی دلچسپی محسوس ہوئی ۔ خاص طور پر مندرجہ ذیل جملے نے ان کی توجہ اس طرح اپنی طرف مبذول کی کہ بعد میں ایک مدت تک اقبال اس پر تحقیق کرتے رہے :

'AS REGARDS THE IJMA SOME HANAFITES AND THE MUTAZILITES HELD THAT THE IJMA CAN REPEAL THE QURAN AND THE SUNNAH.' (P. 91)

---

[1] ماخذ : عطاء اوّل ، ص : ۱۳۱ - ۱۳۳

[2] تعارف ، مکتوب : ۸۹

[3] اقبال کی صحبت میں ، ص : ۲۹۹ - ۳۰۰

اقبال نے اس کتاب کے حوالے سے سید سلیمان ندوی کو لکھا کہ مصنف کی رو سے اجماع امت نص قرآنی کو منسوخ کر سکتا ہے، یعنی یہ کہ مثلاً حرمت شیر خوارگی جو نص صریح کی رو سے دو سال ہے کم یا زیادہ ہو سکتی ہے یا حصص شرعی میراث میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ بعض حنفی اور معتزلیوں کے نزدیک اجماع امت یہ اختیار رکھتا ہے مگر اس نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔

سید سلیمان ندوی نے جو جواب دیا تھا اس کا خلاصہ مرتب نے زیر نظر مکتوب کے حاشیے میں یوں لکھا ہے:

"اجماع سے نص قرآنی کے منسوخ ہونے کا کوئی قائل نہیں، انگریز مصنف نے غلط لکھا ہے۔ آمدی "الاحکام" میں لکھتے ہیں: "ذہب الجمہور ان الاجماع لا ینسخ به خلافاً لبعض المعتزلہ" (ج ۳، ص: ۲۲۹) بعض معتزلہ ایسا کہتے تھے مگر ان کی رائے مقبول نہ ہو سکی۔ آمدی نے حد شرعی کے ایک خاص مسئلے کے باب میں ایک حوالہ نقل کیا ہے پھر اس کا جواب دے دیا ہے۔ اس لیے انگریز مصنف کا استدلال غلط محض ہے۔"

سید سلیمان ندوی کے جواب میں چند باتیں محل نظر ہیں:

(۱) اصل میں انگریز مصنف نہیں ترکی سے تعلق رکھنے والا یونانی عیسائی تھا۔

(۲) وہ اجماع کے ناسخ قرآن ہونے پر استدلال نہیں کرتا

(۳) اس نے علامہ آمدی کا حوالہ قطعاً نہیں دیا اور نہ اس سے استدلال کیا

(۴) یہ درست نہیں ہے کہ اجماع سے نص قرآنی کے منسوخ ہونے کا کوئی قائل نہیں جبکہ خود آمدی نے الاحکام ج ۳، ص: ۲۲۹ پر لکھا ہے کہ بعض معتزلہ اور عیسیٰ بن ابان (حنفی فقیہ) کے برعکس اکثریت کا مذہب یہ ہے کہ اجماع ناسخ نہیں ہے۔

(۵) یہ بھی درست نہیں کہ آمدی نے یہ حوالہ حد شرعی کے خاص مسئلہ کے باب میں نقل کیا ہے۔ دراصل اس باب کا موضوع نسخ ہے۔ مسئلہ زیر بحث اس باب کی چوتھی فصل کا بارھواں مسئلہ ہے جو نسخ کی شرطوں سے بحث کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ آمدی کے علاوہ عبدالعزیز بخاری نے "کشف الاسرار"، قاضی شوکانی نے "ارشاد الفحول" میں اس مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[1] لیکن معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے ان کتابوں سے براہ راست استفادہ کرنے کی بجائے مولانا سید سلیمان ندوی کے مذکورہ بیان پر بھروسہ کیا اور اپنے چھٹے خطبے بعنوان

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: خالد مسعود، ڈاکٹر، اقبال کا تصور اجتہاد، راولپنڈی، مطبوعات حرمت، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۸۶-۱۹۷

'الاجتہاد فی الاسلام' میں انھی دلیل کے بیان کی دو ٹوک تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

'اس کتاب کے مصنف نے بغیر کوئی سند پیش کئے ہوئے یہ لکھ دیا ہے کہ احناف اور معتزلہ کے نزدیک اجماع قرآن مجید کا بھی ناسخ ہے۔ حالانکہ اسلامی فقہ میں اس قسم کی غلط بیانی کی تائید میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی، نہ احادیث میں ہمیں اس طرح کا کوئی اشارہ ملتا ہے'۔[1]

---

[1] تشکیل جدید، ص: ۲۶۹

مکتوب نمبر: ۲۰۲ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۷ اگست ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

تخصیص و تعمیمِ حکم: سید سلیمان ندوی نے اقبال کو لکھا تھا کہ فقہا نے اجماع سے نص کی تخصیص جائز سمجھی ہے۔ زیرِ نظر مکتوب میں اقبال نے تخصیص و تعمیم کے معنی دریافت کیے اور مثال بھی طلب کی ہے اور یہ بھی سوال اٹھایا کہ اگر ایسی تخصیص و تعمیم صرف اجماعِ صحابہ ہی سے ممکن ہے یا علماء و مجتہدینِ اُمت بھی اس قسم کے اجماع کی اہلیت رکھتے ہیں؟

یہاں اقبال نے دو مسئلے غور کرنے پیش کیے ہیں۔ ایک ہے نص کی تخصیص و تعمیم اور دوسرا ہے اجماعِ صحابہ کے بعد علماءِ امت کے اجماع کی قانونی حیثیت۔ علماء و فقہاء نے ان دونوں امور پر مفصل بحث کی ہے۔[3] جہاں تک مثالوں کا تعلق ہے تو خلیفۂ رسولؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ادوار میں اس قسم کے نسخ اور اجماع کی مثالیں مل جاتی ہیں۔[4]

کیا اجماعِ صحابہ نص کی خلاف ورزی کر سکتا ہے؟ اقبال لکھتے ہیں کہ "آپ کا ارشاد ہے کہ اگر صحابہ کا کوئی عمل نص کے خلاف ہے تو اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ کوئی ناسخ حکم اُن کے علم میں ہوگا جو ہم تک روایتاً نہیں پہنچا۔" اس بنا پر اقبال دریافت کرتے ہیں کہ "ایسا کون سا حکم ہے جو صحابہ نے قرآن کے خلاف دیا تھا؟"

سید سلیمان ندوی مکتوب کے حاشیے میں لکھتے ہیں: "ایسا کوئی حکم نہیں اور نہ نصِ قرآنی کے خلاف کوئی حکم صحابہ نے دیا ہے۔"

---

[1] ماخذ: خطوطِ اقبال، ص: ۱۳۳ - ۱۳۵ [2] تعارف، مکتوب: ۸۹

[3] تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، لاہور، ٹرانسلیشن سنٹر، اسلامک سٹڈیز سرکل، ص: ۸۹ - ۹۵ اور ص: ۱۴۳ - ۱۶۰

[4] تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد تقی امینی، احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مکتوب نمبر: ۲۰۳ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۵ ستمبر ۱۹۲۴ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [۲]

توضیحات:

پس منظر: علامہ اقبال نے مولانا ندوی کے نام ۱۹ راگست ۱۹۲۴ء کے مکتوب میں لکھا تھا "پنجاب میں ایک صاحب نے حال میں قرآن کی تفسیر شائع کی ہے جس کا نام تذکرہ ہے، کیا آپ کی نظر سے گزری ہے؟ کتاب اس قابل ہے کہ اس کا ریویو مفصل آپ کے قلم سے نکلے۔" [۳] معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کے جواب میں مولانا ندوی نے صاحبِ "تذکرہ" کے بارے میں پوچھا تھا، اس پر اقبال نے زیر نظر مکتوب میں ان کا تعارف کرایا ہے۔

علامہ مشرقی: محمد عنایت اللہ خان المشرقی (۲۵ راگست ۱۸۸۸ء – ۲۷ راگست ۱۹۶۳ء) امرتسر کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے، والد کا نام عطا محمد خان تھا۔ عنایت اللہ خان نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے (ریاضی) پاس کیا، کرائسٹ کالج کیمبرج سے ریاضی اور طبیعات وغیرہ چار مضامین میں TRIPOSES کیے، واپسی پر I.E.S میں ملازم ہو گئے، حکومت ہند کے انڈر سیکرٹری، اسلامیہ کالج پشاور اور سنٹرل ٹریننگ کالج پشاور کے پرنسپل رہے۔ ۱۹۲۴ء میں "تذکرہ" شائع کی، ۱۹۳۰ء میں ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔ ۱۹۳۱ء میں خاکسار تحریک کا آغاز کیا، کئی بار قید و بند سے دوچار ہوئے۔ علامہ مشرقی کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں تذکرہ کے علاوہ خریطہ، دہ الباب، ارمغانِ حکیم اور حدیث القرآن مشہور ہیں۔ [۴]

تذکرہ: قرآن حکیم کی ایک تفسیری کاوش ہے، چار حصوں پر مشتمل ہے: افتتاحیہ، دیباچہ، مقدمہ اور اصل متن۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۲۴ء میں منظر عام پر آئی تھی۔ وہ اسے دس جلدوں میں مکمل کرنا چاہتے تھے لیکن مصروفیات کی کثرت نے ارادہ مکمل نہ ہونے دیا۔ صرف پانچ جلدیں لکھ سکے جن میں سے صرف دو شائع ہو چکی ہیں۔

---

[۱] ماخذ: عطیہ اول، ص: ۱۳۷ – ۱۴۰ [۲] تعارف، مکتوب: ۸۹

[۳] دیکھیے عطیہ اول، ص: ۱۳۶

[۴] دیکھیے Mashriqi, Allama, Man's Destiny (Edited by Shabbir Hussain) Rwp, Mujahid Publications, July, 1972, pp. 7-21

'تذکرہ' پر روزنامہ 'زمیندار' لاہور میں تبصرہ شائع ہوا جس کے مطالعہ کے بعد اقبال نے مشرقی رائے قائم کی کہ 'مذاقِ اشعار پر ان کی نظر نہایت سطحی ہے'

بہائی فرقہ : سید علی محمد باب (وفات ۹ جولائی ۱۸۵۰ء) کی برپا کردہ تحریک جو بعد میں بہاء اللہ مرزا حسین علی (وفات ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء) کی بدولت 'بہائیت' کا روپ اختیار کر گئی۔ بہائیت ایک نیا مذہب ہے جس میں اسلام کی تعلیمات کو منسوخ سمجھا جاتا ہے۔[1]

اُمتِ مسلمہ : خواجہ احمد دین امرتسری (وفات ۱۹۳۶ء) کی قائم کردہ جماعت جو احادیثِ رسول کو حجت تسلیم نہیں کرتی تھی۔ یہ جماعت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

اقبال لکھتے ہیں 'جناب مشرقی جہاں تک مجھے معلوم ہے خود مدعی نہیں ہیں۔ امت مسلمہ سے ممکن ہے ان کا تعلق ہو کیونکہ آج کل اُمتِ مسلمہ کا مرکز امرتسر ہے، بہائی فرقہ سے جہاں تک مجھے معلوم ہے ان کا تعلق نہیں ہے'

دراصل زیرِ نظر مکتوب میں علامہ اقبال نے علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے محض قیاس پر مبنی ہے۔

اشعار : اقبال نے سید سلیمان ندوی کو 'تذکرہ' ایسی کتابوں کی اشاعت سے مایوس نہ ہونے کی تلقین کی ہے اور انہیں 'قلندر' قرار دیتے ہوئے اس موضوع پر چار اشعار درج کیے ہیں:

قلندراں کہ براہِ تو سخت می کوشند   ز شاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند   الخ

یہ اشعار مندرجہ ذیل ترامیم کے ساتھ زبورِ عجم (۱۹۲۷ء) میں شامل کیے گئے ہیں:[2]

(۱) پہلے شعر کے مصرعِ اول کو یوں بنا دیا گیا ہے   قلندراں کہ بہ تسخیرِ آب و گل کوشند

(۲) چوتھے شعر کو ترتیب کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر رکھا گیا ہے

(۳) تیسرے شعر کو غزل سے نکال دیا گیا ہے

(۴) مزید تین اشعار کا اضافہ کر دیا گیا ہے

---

۱ تفصیل کے لیے دیکھیے : جے۔ای۔ ایسلمنٹ، بہاء اللہ اور عصرِ جدید (ترجمہ : عباس علی بٹ)، دہلی، ۱۹۷۵ء
نیز اردو دائرہ، ج ۳، ص : ۷۸۲ - ۷۹۰

۲ کلیات اقبال، فارسی، ص : ۵۱۳

مکتوب نمبر: ۲۰۴[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۲ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی[2]

توضیحات:

حضورؐ کا طرزِ استدلال: علامہ اقبال زیرِ نظر مکتوب میں پوچھتے ہیں کہ کسی سوال کے جواب میں اگر وحی کا نزول نہ ہوتا تھا تو حضورؐ کسی آیتِ قرآن سے استدلال فرمانے کا حوالہ کونسی کتاب میں ملے گا؟

سید صاحب نے جواب میں کہا، اس کا ذکر کتب احادیث میں ہے۔

کتاب و سنت کا فرق: دوسری بات اقبال نے یہ دریافت کی ہے کہ جو جواب محض استدلال کی بنا پر دیئے گئے وہ سب تمام اُمت پر حجت ہے؟ اگر ایسا ہے تو حضورؐ کے تمام استدلالات بھی وحی میں داخل ہیں یا بالفاظ دیگر یہ کہ قرآن و سنت میں کوئی فرق نہیں۔

مولانا ندوی نے لکھا کہ حضورؐ نے استدلال کی بنا پر جو جواب دیئے وہ تمام اُمت کے لئے حجت ہے۔ ایسے استدلالات وحی خفی میں داخل ہیں اور جہاں تک قرآن حدیث میں فرق کا تعلق ہے تو قرآن بلکہ بالفاظ وحی ہے اور متواتر منقول ہے اور یہ حدیثیں وحی سے معناً ماخوذ ہیں اور بہ تواتر منقول نہیں۔

سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ میں اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے اور انہوں نے نہ صرف یہ ثابت کیا ہے کہ حضورؐ کے جس اجتہاد پر حضورؐ نے فوری تنبیہ نہیں کی وہ حکم الٰہی کے مطابق اور خطا اور غلطی سے مبرا ہے اس لئے تمام اُمت کے لئے لائقِ تقلید و اتباع ہے[3]۔ انہوں نے کتاب و سنت، قرآن و حدیث، وحی خفی و وحی جلی، وحی متلو اور وحی غیر متلو کا فرق بھی واضح کیا ہے۔[4]

---

[1] ماخذ، مکاتیب اقبال حصہ اول، ص: ۱۲۱ - ۱۲۲

[2] تعارف، مکتوب: ۸۹

[3] سیرۃ النبیؐ، ج ۴، ص: ۹۸ - ۹۹

[4] کتاب مذکور، ص: ۹۲ - ۹۳

مکتوب نمبر: ۲۰۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲؍ستمبر ۱۹۲۵ء

مکتوب الیہ: صوفی غلام مصطفیٰ تبسم [2]

تعارف: صوفی غلام مصطفیٰ تبسم (۴؍اگست ۱۸۹۹ء - ۷؍فروری ۱۹۷۸ء) وطن مالوف امرتسر تھا۔ والد کا نام صوفی غلام رسول تھا۔ تعلیم کی ابتدا امرتسر ہی میں ہوئی۔ چرچ مشن ہائی سکول سے میٹرک اور خالصہ کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ شعر و شاعری میں دلچسپی کی بنا پر بی اے میں ناکام ہو گئے۔ پھر لاہور آ کر ایف سی کالج میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۲۳ء میں فارسی آنرز کے ساتھ بی اے کی سند لی۔ ۱۹۲۴ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے ایم اے فارسی میں کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۲۶ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج سے بی ٹی کی سند حاصل کی۔ ابتدا میں گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر میں سینئر ٹیچر مقرر ہوئے۔ پھر انسپکٹر آف سکولز بنے۔ ۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۱ء سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں السنۂ شرقیہ کے لیکچرار رہے۔ ۱۹۳۱ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں آ گئے۔ ۱۹۵۴ء میں ریٹائر ہو گئے۔ خانۂ فرہنگ ایران کے ناظم اور پھر مستقل مقرر ہوئے۔ مختلف ادوار میں متعدد علمی و ادبی رسائل مثلاً بلاغ، لیل و نہار، مخزن، اطفال وغیرہ سے نائب مدیر، مدیر اور مشیر کی حیثیت سے وابستہ رہے۔ ریڈیو اور ٹی وی کے لیے کام کرتے رہے۔ شاعری میں حکیم فیروز الدین احمد طغرائی (وفات: ۱۹۳۱ء) سے تلمذ تھا۔ شعر و شاعری کے علاوہ افسانہ نگاری، تنقید نگاری، ترجمہ و شرح اشعار سے بھی شغف تھا۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں حکمت قرآن، انجمن، تیر و نشتر، ٹوٹ بٹوٹ، جھولنے وغیرہ لائق ذکر ہیں۔[2]

صوفی تبسم ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ زمانے سے محفل اقبال میں شرکت کرنے لگے تھے۔ [illegible][3] کلام اقبال کو پنجابی میں منتقل کرنے اور بعض اشعار کی شرح کرنے میں انہیں خاص شہرت حاصل ہوئی۔

---

[1] ماخذ: [illegible]، ص: ۴۶ - ۵۱

[2] حالات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: نثار احمد قریشی، علامہ اقبال صوفی تبسم کی نظر میں، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۸۳ء، ص: ۱-۶

[3] اقبال اور صوفی تبسم میں مراسم کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب مذکور، ص: ۷ - ۲۱

خواجہ احمد دین : (وفات ، ۱۹۳۶ء) امرتسر کے رہنے والے تھے ۔ انہوں نے 'امت مسلمہ' کے نام سے ایک جماعت قائم کی تھی ۔ خواجہ احمد دین کو قرآن سے خاص شغف تھا وہ حدیث رسول کو حجت نہیں مانتے تھے ۔ ان کی تصانیف میں ایک تفسیر 'بیان للناس' اسی میں شائع ہوئی تھی ۔ اقبال اس پارے کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے تھے ۔ علامہ اقبال ان سے ملاقات کے بھی خواہاں تھے ۔ اس مکتوب میں انہوں نے صوفی تبسم سے کہا ہے کہ وہ خواجہ صاحب سے ان کی ملاقات کا انتظام کریں ۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۲۵ء کے مکتوب میں انہوں نے دوبارہ دعوت ملاقات دی ۔ آخر صوفی تبسم انہیں لے کر آئے اور علامہ اقبال سے ان کی ملاقات کرائی ۔ صوفی تبسم کا بیان ہے کہ دونوں کئی گھنٹے تک مختلف مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔[۱]

اجتہاد پر مضمون : اقبال نے اس موضوع پر ۱۹۲۲ء میں ایک مضمون لکھ کر مولانا عبدالماجد دریا آبادی (وفات ، ۱۹۷۷ء) کو رائے دینے کے لیے ارسال کیا تھا۔[۲] چونکہ رائے مخالفانہ تھی اس لیے اقبال نے وہ مضمون شائع کرانا پسند نہیں کیا ۔ زیر نظر مکتوب میں موضوع کی دقت کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ اس موضوع پر ایک کتاب لکھنے کے ارادے کا اظہار کیا ہے جس کا عنوان یہ بتایا ہے:

'ISLAM AS I UNDERSTOOD IT' لیکن یہ کتاب لکھی نہ جا سکی۔[۳]

نقطۂ نگاہ : اقبال کہتے ہیں کہ ان کی عمر زیادہ تر مغربی فلسفے کے مطالعہ میں گزری ہے اس لیے یہ نقطۂ نظر ان کی طبیعت ثانیہ بن گیا ہے اور وہ اسی نقطۂ نگاہ سے حقائق اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں اور یہ کہ فلسفیانہ موضوعات پر وہ انگریزی میں بہتر گفتگو کر سکتے ہیں ۔

شریعت محمدیہ پر مسودۂ کتاب : اقبال نے تجویز پیش کی ہے کہ بہتر ہوگا کہ مولوی احمد دین شریعت محمدیہ پر ایک مسودۂ کتاب تصنیف کریں جس میں عبادات خصوصاً معاملات پر قرآن سے استدلال کیا گیا ہو ۔

دین و دنیا کی تفریق : اقبال نے اس مکتوب میں ترکوں کے اس رویہ پر بھی تشویش کا اظہار کیا ہے جس کے تحت انہوں نے چرچ اور سٹیٹ میں امتیاز کر کے ان کو الگ الگ کر دیا ہے ۔ اقبال دین و دنیا کی وحدت کے قائل تھے اور دونوں میں تفریق کے مخالف تھے۔[۴]

---

۱ مقدمہ اقبال صوفی تبسم کی نظر میں ، ص: ۱۰ - ۱۴ ۲ علامہ اقبال ، ص ، ۲۳۸

۳ رفیع الدین ہاشمی ، اقبال کی مجوزہ تصانیف (مقالہ) ، اقبال بزم ۲ ، شمارہ ۱۲۳ ، ص: ۱۵۲ - ۱۵۶

۴ دیکھیے رحیم بخش شاہین ، اقبال اور تصور ریاست (مقالہ) ، تصور ریاست پاکستان ، کراچی ، احمدیہ فاؤنڈیشن ، ۱۹۸۳ء ، ص: ۳۴۸ - ۳۹۷

مجدد : اقبال کو اس امر کا شدید احساس تھا کہ بدلتے ہوئے حالات میں شرعی احکام کے سلسلے میں مسلمانوں کا اجتماعی رویہ اسلام کے اصول اجتہاد کے منافی ہے ۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان علماء تنگ نظری اور قدامت پرستی کا شکار رہے ۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اسلام کے معاشرتی اور قانونی پہلوؤں کا آزادانہ طور پر مطالعہ کیا جائے اور ان کی ابدیت کا اثبات کیا جائے ۔ موجودہ زمانے میں قرآن حکیم سے یہ بات ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ دیگر اقوام کے قوانین اور رسوم ناقص ہیں ۔ اقبال کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانہ حال کے JURISPRU-DENCE پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدد اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم ہوگا ۔ صرف ایک مملکت کو چھوڑ کر تمام مسلمان ملکوں میں سیاسی آزادی اور تجدید دین کی لہر سی دوڑ گئی ہے ۔ اس حقیقت کے باوجود مسلمان فقہا خواہ وہ شیعہ ہوں یا حنفی وقت کے تقاضے سے بے خبر ہیں ۔

مکتوب نمبر: ۲۰۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۸ مارچ ۱۹۲۶ء

تاریخ تحریر: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

مارٹن لوتھر: MARTIN LUTHER (وفات، ۱۵۴۶ء) جرمن مذہبی مصلح، پروٹسٹنٹ مسلک کا علمبردار، اس نے کلیسا کے معاملات میں خرابیوں کا مشاہدہ کیا تو اس نے اصلاحی تحریک شروع کی اور رومن کلیسا کے خلاف ۹۵ الزامات عائد کیے، رومن کلیسا نے اس تحریک کا اثر مٹانے کی پوری کوشش کی لیکن ناکام رہا۔[3]

اسماعیلی تحریک: ایک شیعی فرقہ جو اسمٰعیلیہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس کے نزدیک امام جعفر الصادق[4] (وفات، ۷۶۵ء) کے بعد ان کے فرزند اکبر اسمٰعیل (وفات، ۷۶۰ء) امام ہوئے نہ کہ موسیٰ کاظم (وفات، ۷۹۹ء) جیسا کہ امامیہ (اثنا عشری) کا عقیدہ ہے۔ یہی فرقہ تھا جس نے بعد میں قرامطہ، دروزیہ، باطنیہ اور نزاریہ وغیرہ نام اختیار کیے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ حقائق عالیہ کے گہرے اندرونی معانی کا انکشاف صرف اماموں کا حق ہے۔[2]

تاریخ فقہ اسلامی: علامہ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں فقہ اسلامی کی مفصل تاریخ لکھنے پر زور دیا ہے۔ انہوں نے اس زمانہ میں ایک مصری مصنف کی کتاب (غالباً شیخ محمد خضری بک کی "تاریخ التشریع الاسلامی")[5] دیکھی لیکن وہ انہیں تشنہ محسوس ہوئی۔ اقبال کہتے ہیں کہ خود انہوں نے اجتہاد پر مقالہ لکھا تھا لیکن بعض امور میں اطمینان نہ ہونے کی بنا پر اس کی اشاعت سے باز رہے[6]۔ اگر مولانا شبلی زندہ ہوتے تو ان سے ایسی کتاب لکھنے کی درخواست کی جاتی اب یہ کام سید سلیمان ندوی کر سکتے ہیں اور اگر یہ کام نہ ہوا تو اس کا نتیجہ بہت خطرناک ہوگا۔ عالم اسلام میں مارٹن لوتھر کی تحریک اصلاح مذہب کی طرح کی تحریک پیدا ہونے کے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ بابیت یا اسماعیلی تحریک از سر نو طاقت پکڑ لے۔

---

۱ ملاحظہ، علامہ اقبال، ص ۱۲۲ – ۱۲۶

۲ اردو دائرہ، ۲/۱، ص ۲۵۷ – ۲۶۳

۳ معارف، مکتوب ۸۹۰

۴ A.A.E. Vol. 12, pp. 468-469

۵ یہ کتاب اس صدی کی تیسری دہائی میں چھپی تھی اس کا اردو ترجمہ عبدالسلام ندوی کے قلم سے ہے جو معارف اعظم گڑھ سے ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۶ دیکھیے مکتوب ۲۰۵

دراصل ان دونوں اخبارات میں بہت سی ضرر رساں خبریں شائع ہو رہی تھیں جن سے اقبال مسلمانوں کی دینی حالت کے بارے میں بے حد فکر مند تھے اور چاہتے تھے کہ علمائے کرام رہنمائی کے لیے میدان میں آئیں تاکہ اسلام دشمن تحریکیں مسلم معاشرے میں قدم نہ جما سکیں ۔

آیۂ توریث اور آیۂ وصیت : قرآن حکیم کی دو آیات جن میں وراثت اور وصیت کے احکام پورے بیان کیے گئے ہیں :

" تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے (اگر میت کی وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ دیا جائے ۔ اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہئے اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصے کی حقدار ہوگی ۔

یہ سب حصے اس وقت نکالے جائیں گے جبکہ وصیت جو میت نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو اس پر ہو ادا کر دیا جائے ، تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے زیادہ قریب ہے ۔ اور یہ حصے اللہ نے مقرر کیے ہیں اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے ۔

اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمہیں ملے گا ، اگر وہ بے اولاد ہوں ، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے جبکہ وصیت جو انہوں نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے اور وہ تمہارے ترکے میں سے چوتھائی کی حقدار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو ، ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا ، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے ، اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا ، اور اگر

کلالہ بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکے کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے جبکہ وصیت جو کی گئی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو ، یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا و بینا اور نرم خو ہے۔[1]

اقبال آیۂ توریث کے حوالے سے پوچھتے ہیں کہ توریث کا اصول ازلی و ابدی ہے یا متعین کردہ حصص بھی ناقابل تغیر ہیں ؟ اس کے علاوہ اقبال نے آیۂ وصیت کی مزید وضاحت کی درخواست کی ہے۔

سید صاحب نے مکتوب کے حاشیے میں تحریر فرمایا ہے کہ (حصص میں) کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

اقبال نے اپنے خطبہ "الاجتہاد فی الاسلام" میں ترکی شاعر ضیا بیگ کے اشعار میں بیان کردہ اس خیال کی تردید کی ہے کہ مساوات مرد و زن کے پیش نظر وراثت میں بھی برابر ہونی چاہیے اور اس سلسلے میں قرآنی احکام کی معاشی اور اجتماعی حکمت کی طرف توجہ دلائی ہے۔[2]

---

۱ قرآن مجید ، النساء ۱۱ - ۱۲

۲ تشکیل جدید ، ص : ۲۶۰ - ۲۶۳

مکتوب نمبر: ۲۰۷ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۷/اپریل ۱۹۲۶ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

عبادات کی ابدیت: معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے سوالات سے مولانا ندوی نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ اقبال بھی مستشرقین کی طرح اور ان سے مرعوب مسلمانوں کی طرح عبادات وغیرہ میں ترمیم و تنسیخ کے قائل ہیں۔ اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں اس امر کی تردید کی ہے تاہم شرعیتِ احادیث کے مسئلے میں اپنے عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ اسلامی معاملات کا مطالعہ زمانہ حال کے اصولِ قانون کی روشنی میں کر کے اسلام کی اسی طرح برتری ثابت کی جائے جس طرح ماضی میں مسلمانوں نے فلسفۂ یونان کے مقابلے میں فلسفہ ہی کے ہتھیاروں سے کام لے کر اسلامی عقائد کی حقانیت ثابت کی تھی۔

قاعدۂ میراث: اقبال کہتے ہیں کہ میراث کے مسئلے میں انھوں نے جو سوالات اٹھائے ہیں ان کا محرک ترکی کا معروف قوم پرست شاعر ضیا گوک الپ ہے جو طلاق اور میراث کے سلسلے میں آزادانہ روش کا علمبردار ہے۔ ورنہ وہ لڑکی کو لڑکے سے آدھا حصہ ملنے کو عین مطابق انصاف سمجھتے ہیں اور شرعی حصص میں ترمیم کو جائز نہیں سمجھتے جیسا کہ انھوں نے اپنے مقالہ 'اجتہاد' میں لکھا ہے۔[3]

جدید و قدیم: اقبال نے یہ سمجھا ہے کہ وہ اقوام کی زندگی میں قدیم کو بس اتنا ہی ضروری خیال کرتے ہیں جتنا جدید کو۔ گو ان کا ذاتی میلان قدیم کی طرف ہے۔ انھوں نے عوام میں اسلامی علوم سے واقفیت پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ سید سلیمان ندوی اور ان کے رفقا عالمِ اسلام کی دماغی اعتبار سے علی گڑھ کی نسبت زیادہ خدمت کر سکتے ہیں۔

---

[1] ماخذ: عطا اوّل، ص: ۱۴۶ - ۱۵۱

[2] تعارف، مکتوب ۸۹

[3] دیکھیے مکتوب ۲۰۶

امام کا اختیار: اقبال نے سید سلیمان ندوی سے استفسار کیا ہے کہ آیا امام کو قرآن کی مقرر کردہ کسی حد (مثلاً سرقہ کی حد) کو ترک کرنے کا اختیار ہے؟ اور وہ اس کی جگہ کوئی اور حد مقرر کرنے کا مجاز ہے؟ اگر ہے تو قرآن حکیم کی کس آیت کی رو سے ہے؟

سید سلیمان ندوی نے حاشیہ میں تحریر کیا ہے "ترک کرنے کا لفظ صحیح نہیں" "ملتوی کرنے" صحیح ہے، جیسے میدان جنگ میں جب اسلامی فوج دارالحرب میں یا دارالحرب سے قریب ہو حدود بمصالح ملتوی کردئے جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ اور مسئلہ طلاق: حضرت عمرؓ سے قبل عہد رسالتمآب اور عہد صدیقی میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ تجھ کو تین طلاقیں ہیں تو ان کو ایک سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانۂ خلافت میں دو سال تک اس پر عمل ہوتا رہا لیکن جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ اس کام میں جلد بازی کر رہے ہیں جس میں انہیں تاخیر کرنی چاہئے اور پے در پے طلاقیں دینے لگے تو انہوں نے تین طلاقوں کو تین قرار دیا۔[1] اقبال نے زیر نظر مکتوب میں حضرت عمرؓ کے اس طرز عمل کی شرعی بنیاد کے بارے میں استفسار کیا ہے۔ سید صاحب لکھتے ہیں "حضرت عمرؓ سے پہلے ایک مجلس یعنی ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے اس کو تین قرار دیا۔..." حنفیہ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کا کوئی حکم معلوم ہوگا جس کی اشاعت عہد اول میں نہیں ہو سکی تھی اور حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں کی۔ حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تعزیراً ایسا کیا تھا اور امام کو تعزیراً ایسا کرنے کا اختیار ہے۔[2]

نصب امام: اقبال نے امام کی اصطلاح پر یہ سوال اٹھایا ہے کہ امام ایک شخص واحد ہے یا جماعت بھی امام کے قائم مقام ہو سکتی ہے؟ ہر اسلامی ملک کے لئے اپنا امام ہونا چاہئے یا تمام اسلامی ممالک کے لئے ایک ہی امام ہوگا؟ اگر آخری صورت ہے تو موجودہ فرقوں کی موجودگی میں یہ ارادہ کیونکر وجود میں آ سکتا ہے؟ تاہم اگر امام کو وہ تمام اختیارات شرعاً حاصل ہیں جن کا ذکر آپ نے کیا ہے تو بہت سی مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

---

[1] احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت، ص: ۱۹۷-۱۹۸

[2] مفصل بحث کے لئے دیکھئے مجموعہ قوانین اسلام، ج ۲، ص: ۴۹۶-۵۶۹

مولانا ندوی مکتوب کے حاشیے میں رقمطراز ہیں: "میں نے ان کو لکھا تھا کہ مسائل فقہیہ میں ترجیح اور بعض میں التوا یا اجتہاد تو ہر مفتیوں کا نہیں بلکہ امام کا حق ہے" لیکن سید صاحب نے علامہ اقبال کے ابتدائی سوالوں پر روشنی نہیں ڈالی حالانکہ وہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہیں اور موجودہ زمانے کے حالات کا تقاضا ہے کہ ان پر بھی شرح و بسط سے بحث کی جائے۔

مضمون کا ترجمہ: اقبال کا ایک انگریزی مضمون جو درج ذیل عنوان کے تحت 'کریسنٹ' لاہور، ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا۔[1]

'SELF IN THE LIGHT OF RELATIVITY'

اس کا ترجمہ شیخ اکرام الحق سلیم نے اردو میں کیا تھا اور معارف میں اشاعت کے لیے ارسال کیا تھا۔ سید صاحب نے یہ مضمون اقبال کو رائے کے لیے بھجوا دیا۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں ترجمہ کو غیر معیاری قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو معارف کے لیے اس کے ترجمے کے لیے ایک آدمی سے کہا ہے۔ اس مضمون کا ایک ترجمہ جامعہ والوں نے کیا تھا، ایک ترجمہ قادیانیوں نے کیا تھا مگر وہ بھی غلط تھا۔ اس کے اقبال اپنی زیر نگرانی غالباً سید نذیر نیازی مرحوم (وفات: ۱۹۸۱ء) سے ترجمہ کرانا چاہتے تھے ان کا کیا ہوا ترجمہ 'اضافیت اور خودی' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔[2]

شیخ اکرام الحق سلیم کو معلوم ہوا کہ مضمون اقبال کی خدمت میں بھیجا گیا ہے تو انہوں نے اقبال سے استفسار کیا اس کے جواب میں اقبال نے ۱۱ مئی ۱۹۲۶ء کے مکتوب میں انہیں لکھا کہ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے آپ کا مسودہ معتنا بہ موصوف کی خدمت میں واپس بھیج دیا تھا مگر ممکن ہے میرا حافظہ غلطی کرتا ہو، تلاش کروں گا اگر مل گیا تو بھیج دیا جائے گا۔[3]

---

[1] Thoughts, pp. 110–115

[2] پیغام حق، لاہور، ج ۲۲، عدد ۳، ص: ۳۶–۴۱

[3] خطوط، ص: ۱۲۸

مکتوب نمبر: ۲۰۸ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۴/ اپریل ۱۹۳۶ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

۱۔ "تیمیہ اس کا بعض مقدمات میں یہ ہوا ہے"۔ اس جملہ کو حصہ اول میں یوں لکھا گیا ہے: "تیمیہ اس کا بعض مقامات میں یہ ہوا ہے"۔ "اجتہاد کی بابت سے پہلے حصہ اول میں یہ جملہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ درمیانی طلب امر یہ ہے کہ کیا حضرت کا التفات دیا"

حافظ ابن قیم، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد الزرعی المعروف بہ حافظ ابن قیم (۱۲۹۰ء - ۱۶/ اگست ۱۳۵۰ء)، دمشق میں پیدا ہوئے، اپنے دور کے مشہور شیوخ سے تکمیل تعلیم کی، علامہ ابن تیمیہ (وفات: ۱۳۲۸ء) کے خاص شاگرد اور جانشین تھے، ان کی کئی کتابیں نادر الوجود ہو چکی ہیں۔ "اجتماع الجیوش الاسلامیہ"، "اعلام الموقعین"، "التبیان فی اقسام القرآن"، "کتاب الروح"، "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد"، "طرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ" ان کی مشہور تصنیف ہیں[3]۔

الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ او الفراسۃ المرضیہ فی احکام السیاسۃ الشرعیہ: اقبال نے صرف "الطرق الحکمیہ" نام لکھا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۷ھ میں مطبعۃ الآداب المؤیدہ قاہرہ سے شائع ہوئی تھی پھر ۱۹۵۳ء میں محمد حامد الفقی کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ سے شائع ہوئی، اسلام کے قانون شہادت پر بہت وقیع کتاب ہے، اقبال اس زمانہ میں خطبات تیار کر رہے تھے اور اس کتاب سے مدد لینا چاہتے تھے، علامہ اقبال اس کے حوالے سے ابن قیم کے فلسفہ شہادت پر لکھنا چاہتے تھے اور بعد میں حافظ حبری کی تصنیف "المقدمات والمقابلات" پر تحقیق کرنے کا ارادہ رکھتے تھے[4]

---

[1] ماخذ: حصہ اول، ص: ۱۵۱-۱۵۶

[2] تعارف، مکتوب: ۸۹

[3] اردو دائرہ، ج: ۱۷، ص: ۶۵۱-۶۵۳

[4] اقبال نے مکتوب میں اس کا نام صرف "المقابلات" لکھا ہے

لیکن وہ یہ کام نہ کر سکے ، البتہ ان کے مجوزہ پروگرام کی ایک حد تک تکمیل عبدالسلام ندوی نے 'اسلام کا عدالتی نظام' کے نام سے کتاب مرتب کر کے کی جس میں ان دونوں کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

شرعیت احادیث : اقبال کے دل میں احادیث کے متعلق جو کھٹک تھی ، اس کی وضاحت کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں' میں نے ان کو اس کا تسلی بخش جواب لکھ بھیجا تھا :

حقیقت یہ ہے کہ اقبال کا یہ سوال انتہائی بنیادی نوعیت کا ہے اور لفظ و صحت حدیث پر اولیت رکھتا ہے ، اقبال اجتہاد پر اپنے خطبہ کی تیاری کے دوران اکثر اسی مسئلے پر تحقیق کرتے رہے ،

المرعیٰ للہ و رسولہ : شرعیت احادیث کی بحث میں اقبال لکھتے ہیں کہ انہوں نے صحیح بخاری کی حدیث 'المرعیٰ للہ ورسولہ' کا ذکر اپنے مقالہ 'اجتہاد' میں کیا ہے ، اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں،

'لا حمیٰ الا للہ و لرسولہ'[1] ترجمہ : چراگاہ (کی حد بندی) اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔

نبی کریمؐ کی دو حیثیات : سید سلیمان ندوی نے اپنے مکتوب میں لکھا تھا کہ نبی کریمؐ کی دو حیثیتیں ہیں نبوت اور امامت ، نبوت میں احکام قرآن اور آیات قرآنی سے حضورؐ کے استنباط داخل ہیں ، اقبال نے زیر نظر مکتوب میں دریافت کیا ہے کہ کیا حضورؐ کے استنباط یا اجتہاد کی بنا محض عقل بشری اور تجربہ و مشاہدہ ہے یا یہ سب وحی میں داخل ہے ، اگر وحی میں داخل ہے تو اس پر آپ کیا دلیل قائم کرتے ہیں ؟

سید صاحب مکتوب کے حاشیے میں لکھتے ہیں' اجتہاد نبوی کی بنیاد عقل بشری اور تجربہ و مشاہدہ پر نہیں بلکہ عقل نبوی کا نتیجہ ہے جو عقل بشری سے مافوق ہے اور جس میں عقل بشری کا تجربہ و مشاہدہ کو دخل نہیں اور جس کی ہر غلطی کی اصلاح کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہے ، پس اجتہاد نبوی کے نتائج میں اگر غلطی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اصلاح فرماتا جیسا کہ متعدد مقام پر اصلاح فرمایا ہے۔ پس جب بقیہ اجتہادات نبویؐ کی اصلاح نہیں فرمائی تو تقریراً وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح قرار دیے گئے اور اس لیے واجب القبول ہیں ۔'[2]

---

[1] صحیح بخاری ، کتاب الجہاد ، کتاب المزارعہ

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے سیرۃ النبیؐ ، ج ۴ ، ص: ۱۳۳ - ۱۵۷

وحیِ متلو و غیر متلو : اقبال نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ وحیِ غیر متلو کی توضیح نص میں کہاں کی گیا ہے؟ کیا وحیِ متلو اور وحیِ غیر متلو کے امتیاز کا پتہ رسول اللہ صلعم کے عہدِ مبارک میں چلتا ہے، یا یہ اصطلاحات بعد میں وضع کی گئیں؟

سید صاحب اس کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ اصطلاح بعد میں پیدا ہوئی ہے، پہلے سوال کا انہوں نے یہ جواب دیا: اس کا علم نہیں۔ وحیِ متلو اور غیر متلو میں فرق کے باوجود اصولِ فقہ کی کتابوں میں اس امر کی تصریح ملتی ہے کہ وحیِ متلو کی طرح وحیِ غیر متلو کو بھی نص کا درجہ حاصل ہے کیونکہ موخر الذکر مقدم الذکر کا بیان اور تفصیل ہے۔[1]

اذان کا طریقہ : اقبال نے سوال کیا ہے کہ حضورؐ نے اذان کے متعلق صحابہ سے جو مشورہ کیا تھا وہ مشورہ نبوت کے تحت آئے گا یا امامت کے تحت؟ اس سوال پر سید صاحب لکھتے ہیں: آنحضرت صلعم کو بعض روایات کی رو سے خود بھی اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کی تعلیم دی تھی اور دوسرے صحابہ نے بھی خواب میں دیکھا تھا۔ البتہ اس باب میں صحابہ سے مشورہ کرنا بابِ امامت سے تھا نہ کہ نبوت سے کہ احکامِ نبوت میں مشورہ نہیں۔

حقِ طلاق : اقبال نے استفسار کیا ہے کہ فقہا کے نزدیک خاوند کو جو حق اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ہے وہ بیوی کو یا اس کے کسی خویش یا کسی اور آدمی کے حوالے کیا جا سکتا ہے؟ اس مسئلہ کی بنا کوئی آیتِ قرآنی ہے یا حدیث؟

سید صاحب لکھتے ہیں: دلیل تصریح تو احادیث میں ہے، مگر قرآنِ پاک سے استنباط ممکن ہے۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں تفویضِ طلاق کہا جاتا ہے۔[2]

شہادت کا مسئلہ : ۱۸۷۲ء میں انگریزی حکومت نے جو قانونِ شہادت نافذ کیا اس کی رو سے ماقبل کے تمام مروجہ قواعدِ شہادت منسوخ ہو چکے تھے۔ ان میں اسلامی قواعدِ شہادت بھی شامل تھے۔ ان کو منسوخ کرنے سے کئی شرعی مسائل پیدا ہو گئے جن میں سے ایک کی طرف

---

۱ دیکھئے مکتوب ۲۰۲

۲ مجموعہ قوانینِ اسلام، ج ۲، ص: ۳۹۲ - ۳۹۳

اقبال نے اس مکتوب میں توجہ دلائی ہے ، اقبال کہتے ہیں " امام ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق یا خاوند کی موت کے دو سال بعد بھی اگر بچہ پیدا ہو تو قیاس اس بچہ کو ولدالحرام ہونے سے بچا لیا جا سکتا ۔ اقبال پوچھتے ہیں کہ اس مسئلہ کی اساس کیا ہے ؟ کیا یہ اصول محض ایک قاعدہ شہادت ہے یا جزو قانون ہے ؟ اگر یہ محض قاعدہ شہادت ہے تو اس کو مذکورہ قانون شہادت کے تحت منسوخ کر دیا گیا ہے اور بعض حالات میں ایک مسلمان بچہ کو جو اسلامی فقہ کی رو سے ولدالحلال ہے ولدالحرام قرار دے دیا جاتا ہے "

مذکورہ مسئلہ کی اساس کے بارے میں سید سلیمان ندوی کا حاشیہ یہ ہے :

" اس کی اساس ایک تو حضرت عائشہ رضی کا قول ہے جو دارقطنی میں ہے ، دوسرے تجربہ ہے ۔ امام شافعی کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہے (ہدایہ) "[1]

---

[1] نیز اولاد کے سلسلے میں شرعی احکام ، مسلم ممالک میں مروجہ قوانین اور قوانین شہادت پر مفصل بحث کے لئے دیکھئے مجموعہ قوانین اسلام ، ج ۳ ، ص : ۸۲۷ - ۸۷٦

مکتوب نمبر: ۲۰۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۷ مارچ ۱۹۲۸ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

شمس بازغہ: ملا محمود بن شیخ محمد بن شاہ محمد فاروقی جونپوری (وفات: ۱۶۵۲ء) کی مشہور تصنیف۔ ملا محمود، ملا محمد افضل جونپوری کے شاگرد تھے، منطق و حکمت کے ماہر تھے، فوائد فی شرح الفوائد مع حاشیہ (معانی و حکمت)، رسالہ حرز الایمان (رد رسالہ تسویہ) اور الشمس البازغہ ان کی مشہور تصنیفیں ہیں۔[3]

الشمس البازغہ ایرانی فلسفی میر باقر داماد (وفات: ۱۶۳۲ء) کی تصنیف "الافق المبین" کے رد میں علیحدہ انشاء میں لکھی گئی ہے جو ان کی اپنی کتاب الحکمۃ البالغہ کی شرح ہے۔ الشمس البازغہ پر کئی حاشیے لکھے گئے ہیں۔[4] یہ کتاب درس نظامی میں شامل ہے۔

صدرا: محمد بن ابراہیم شیرازی ملقب بہ صدر الدین (وفات: ۱۶۴۰ء) کی معروف تصنیف۔ علمی حلقوں میں صدر الدین شیرازی کو آخوند ملا صدرا یا صدر المتالہین کے نام سے جانا جاتا ہے۔ میر باقر داماد کے خاص شاگرد، فلسفہ کے ماہر، کم و بیش پچاس کتابوں کے مصنف، جن میں الاسفار الاربعہ (فلسفہ)، شرح اصول کافی، شواہد الربوبیہ اور المبدا و المعاد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صدرا بھی فلسفہ کی کتاب ہے اور درس نظامی میں شامل ہے۔[5]

علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ شمس بازغہ یا صدرا میں جہاں زمان کی حقیقت کے متعلق بہت سے اقوال نقل کئے ہیں ان میں ایک قول یہ ہے کہ "زمان خدا ہے"۔

---

1 ماخذ: عکس اول، ص: ۱۵۶-۱۵۷ 2 تعارف مکتوب، ۸۹

3 مآثر الکرام، ص: ۲۸۰-۲۸۲،

4 تذکرۂ مصنفین درس نظامی، ص: ۲۲۶-۲۲۹

5 کتب مذکور، ص: ۲۱۵-۲۱۷، ادبیات فارسی، ص: ۳۱۶-۳۱۷

لاتسبوا الدھر : اقبال "زمان" کے موضوع پر تحقیق کر رہے تھے۔ سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں "بخاری کی ایک حدیث بھی اس مضمون کی ہے "لاتسبوا الدھر الخ" کیا حکمائے اسلام میں سے کسی نے یہ مذہب اختیار کیا ہے؟ اگر ایسا ہو تو یہ بحث کہاں ملے گی؟"

اقبال نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ بخاری میں نہیں مسلم میں ہے۔ بخاری میں منقول حدیث قدسی یوں ہے "یؤذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل والنہار"[1]

مسلم میں جو حدیث نقل کی گئی ہے وہ یوں ہے: لاتسبوا الدھر فان اللہ ھو الدھر[2]

علامہ عینی نے دونوں حدیثوں کی تشریح کرتے ہوئے زمان اور دہر کے معنی میں فرق بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث میں عرب جاہلیت کے اس تصور کی تردید کی گئی ہے کہ زمانہ ازلی و ابدی ہے لہٰذا وہی آدمی کے لئے خیر و شر کا فاعل ہے۔ حالانکہ زمانہ اللہ کی مخلوق ہے۔ زمانہ کی گردش اللہ کی مرضی کے تابع ہے اس لئے جو شخص زمانہ کو برا کہتا ہے وہ بالواسطہ طور پر اللہ کو برا کہتا ہے۔ لہٰذا انا الدھر کے معنی ہوں گے میں ہی زمانہ کا خالق ہوں اور رات اور دن کو پھیرنے والا ہوں۔[3]

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال اس حدیث سے جو معنی اخذ کر رہے تھے وہ درست نہیں تھے لیکن اقبال کو چونکہ زمان و مکان کے مسئلے سے گہرا لگاؤ تھا اور ان دنوں "زمان کی حقیقت فلسفۂ اسلام کی تاریخ میں" پر داد تحقیق دے رہے تھے اس لئے موضوع سے متعلق روایات و احادیث کی تلاش میں تھے۔ یہ حدیث نبوی پہلے سے ان کے علم میں تھی اب انہوں نے اس کے فلسفیانہ اثرات کی جستجو شروع کر دی۔

اقبال نے "اسرار خودی" (۱۹۱۵) میں بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے:

زندگی از دہر و دہر از زندگی است   لاتسبوا الدھر فرمان نبی است[4]

تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے سلسلے میں اقبال یورپ گئے تو انہوں نے پیرس میں مشہور فلسفی برگساں (وفات ۱۹۴۱ء) سے بھی ملاقات کی تھی۔ اقبال نے یہ حدیث انہیں سنائی تو [illegible] اس نے بے حد حیرت کا اظہار کیا تھا۔[5] ڈاکٹر سعید اللہ نے اس حدیث کی شرح میں اقبال کا مقولہ نقل کیا ہے[6]

---

۱ صحیح بخاری، کتاب التوحید   ۲ صحیح مسلم، کتاب الالفاظ من الادب

۳ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی، شرح صحیح بخاری، بیروت، ج ۱۹-۲۰، ص: ۱۶۶-۱۶۷

۴ کلیات اقبال، فارسی، ص: ۷۲   ۵ رحیم بخش شاہین، تیسری گول میز کانفرنس اور اقبال (مقالہ)

۵ رحیم بخش شاہین، تیسری گول میز کانفرنس اور اقبال (مقالہ) اقبال ریویو، جولائی - اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص: ۱۰۵

[illegible]

سید سلیمان ندوی زیرِ نظر مکتوب کی اس بحث کے حاشیے میں لکھتے ہیں "اقبال مرحوم کو اس بحث سے بڑی دلچسپی تھی ، میں نے اس پر لاہور میں ان کو ایک تقریر بھی سنائی تھی ، آخر زمانہ میں میرے دل میں علامہ ابن قیم کی تصانیف سے ایک حقیقت ذہن میں آئی جس سے بڑی خوشی ہوئی مگر افسوس کہ اس زمانہ میں مرحوم بیمار تھے ، انتظار تھا کہ تندرست ہوں تو ان کو سناؤں ، مگر افسوس

ع جو داغ حسرت تھا محفل آرزو کی   مجھے یقین ہے کہ وہ اگر اس کو سنتے تو ضرور خوش ہوتے۔"

موسیٰ بن میمون : موسیٰ بن میمون بن عبداللہ قرطبی اندلسی (وفات ۱۲۰۴ء) بہت بڑا یہودی عالم ، موحدین سے ڈر کر بظاہر مسلمان ہو گیا اور اپنے خاندان کے ساتھ فاس ، فلسطین ، عکہ ، بیت المقدس پھرتے پھراتے فسطاط میں مقیم ہو گیا ، سلطان صلاح الدین ایوبی (وفات ۱۱۹۳ء) کا طبیب مقرر ہو گیا ، مصر میں فوت ہوا ، طبریہ (فلسطین) میں دفنایا گیا ، طب اور منطق پر بعض تصانیف کے علاوہ اس کے دو کارنامے لائق ذکر ہیں

(۱) دلالۃ الحائرین جس میں مشہور فلسفیوں کے نظریات سے کتاب مقدس کی عبارات کی تطبیق کی گئی ہے اس کتاب کو یہودی فلسفہ کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں ۔

(۲) کتاب تلمود ، یہودی نسل کی تاریخ کو اس نے مسلمان مورخین کے اسلوب پر مرتب کیا ۔[1]

اقبال میمون کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ خدا کے لئے کوئی مستقبل نہیں بلکہ وہ زمان کو لمحہ بہ لمحہ پیدا کرتا ہے ، اقبال کا گمان ہے کہ میمون کا یہ نظریہ کسی مسلمان حکیم کی خوشہ چینی ہے ۔

---

[1] اعلام ، ج ۷ ، ص ۳۲۹ - ۳۳۰

مکتوب نمبر: ۲۱۰ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲ر ستمبر ۱۹۲۹ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

الکلام: علامہ شبلی نعمانی (وفات: ۱۹۱۴ء) کی اہم تصنیف، علم الکلام کا دوسرا حصہ، ۱۹۰۶ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا۔ اس میں عقائد اسلام کو شرح و بسط سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس کا ایک اہم باب "انبیاء کی تعلیم و ہدایت کا طریقہ" ہے جس میں مولانا شبلی نعمانی نے امام رازی (وفات: ۱۲۰۹ء) کی "مطالب عالیہ"، ابن رشد (وفات: ۱۱۹۸ء) کی "کشف الادلۃ" اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (وفات: ۱۷۶۲ء) کی "حجۃ اللہ البالغہ" کے حوالے سے انبیاء کرام کے اصول تعلیم کی وضاحت کرتے ہوئے بنیادی اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

وشعائر الدین امر ظاہر...: حجۃ اللہ البالغہ کے باب ۶۹ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تمام ادیان پر دین اسلام کے غالب آنے کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے یہ فقرہ لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ ہے:

"شعائر دین ایسی ظاہر خصوصیت ہے جس کے سبب وہ (شعائر کا اختیار کرنے والا) دوسرے مذاہب والوں سے ممتاز ہو جاتا ہے جیسے ختنہ، مساجد کی تعظیم، اذان، نماز جمعہ اور نماز جماعتیں"

اس عبارت میں جو لفظ شعائر آیا ہے اقبال اس کی حتمی وضاحت کرانا چاہتے تھے۔ سید سلیمان ندوی نے اس کی وضاحت کی لیکن اقبال ۲۸ ستمبر ۱۹۲۹ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں "لفظ شعائر کے متعلق پورا اطمینان آپ کی تحریر سے نہیں ہوا"۔ [3]

ارتفاقات: ارتفاق کی جمع۔ مولانا شبلی نعمانی نے "الکلام" میں لفظ ارتفاقات کا ترجمہ "انتظامات تمدنی" کیا ہے۔ [4] اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس کا مفہوم "تمام تدابیر جو سوشل اعتبار سے نافع ہوں" [5] کے الفاظ سے ادا کیا ہے جو بہتر ہے۔ عبدالحق حقانی نے بھی اس اصطلاح کا ترجمہ "تدبیرات نافعہ" کیا ہے۔ [6] شاہ ولی اللہ دہلوی نے

---

[1] مجلد اوّل، ص: ۱۶۰-۱۶۱

[2] تقاریر، مکتوب، ۸۹

[3] مجلد اوّل، ص: ۱۶۳

[4] شبلی نعمانی، علم الکلام والکلام، کراچی، مسعود پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۴ء، ص ۲۳۷-۲۳۸

[5] مجلد اوّل، ص: ۱۶۱

[6] ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ (ترجمہ: عبدالحق حقانی)، کراچی، نور محمد اصح المطابع، س-ن، ص: ۷۹

حجۃ اللہ البالغہ کے باب "الحاجۃ الی دین ینسخ الادیان" اور "المبحث الثالث مبحث الارتفاقات" میں تدبیرات نافعہ پر مفصل بحث کی ہے۔ انہوں نے ارتفاقات کی چار قسموں اور سیاست کے مختلف طریقوں کی وضاحت کی ہے۔[1]

یہ ممکن ہے کہ اقبال اس بحث کی طرف "علم الکلام" کی وساطت سے متوجہ ہوئے ہوں کیونکہ مولانا شبلی نعمانی نے اس کتاب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی بحث کے حوالے سے حضور کی تعلیم کے طریق کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے[2] اور آخر میں حجۃ اللہ البالغہ کا یہ اقتباس نقل کیا ہے:

"اس بنا پر اس سے بہتر اور آسان طریقہ کوئی نہیں کہ شعائر، تعزیرات اور انتظامات میں خاص اس قوم کی عادات کا لحاظ کیا جائے جن میں یہ امام پیدا ہوا ہے، اس کے ساتھ ساتھ آئندہ والی نسلوں پر ان احکام کے متعلق چنداں سخت گیری نہ کی جائے۔"[3]

اس پر اقبال کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ معاشرتی معاملات میں زیادہ ڈھیل دینے سے کیا کسی معاشرے کی انفرادیت اور وحدت برقرار رہ سکتی ہے؟ اسی لیے وہ نیازی کو مکتوب میں لکھتے ہیں:

"ارتفاقات میں شاہ صاحب کی تشریح کے مطابق تمام تدابیر جو شخصی اعتبار سے نافع ہوں داخل ہیں مثلاً نکاح و طلاق کے احکام وغیرہ۔ اگر شاہ صاحب کی عبارت کی یہ تشریح صحیح ہے تو حیرت انگیز ہے اگر ان معاملات میں آئندہ نسلوں کو ڈھیل دی جائے تو سوسائٹی کا کوئی نظام نہ رہے گا۔ ہر ایک ملک کے مسلمان اپنے اپنے دستور و رسم کی پابندی کریں گے۔"

اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: مولانا شبلی مرحوم نے شاہ صاحب کے الفاظ کے جو وسیع معنی قرار دیے ہیں صحیح نہیں ہیں۔

---

1. حجۃ اللہ البالغہ، ص: ۷۹
2. علم الکلام اور الکلام، ص: ۲۳۶ - ۲۳۷، اقبال نے تشکیل جدید (ص: ۲۶۵ - ۲۶۶) میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا مدعا مولانا شبلی ہی کی عبارت کی صورت میں درج کیا ہے
3. علم الکلام اور الکلام، ص: ۲۳۸

مکتوب نمبر: ۲۱۱ ؎۱
مقام تحریر: لاہور
تاریخ تحریر: ۱۴ اپریل ۱۹۳۰ء
مکتوب الیہ: سید نذیر نیازی

تعارف: سید نذیر احمد نیازی (مارچ ۱۹۰۰ء - ۲۴ جنوری ۱۹۸۱ء) والد کا نام سید عبدالغنی تھا، جو
سید میر حسن (وفات: ۱۹۲۹ء) کے چھوٹے بھائی تھے اور محکمہ ڈاک میں ملازم تھے۔ سید نذیر نیازی نے
ابتدائی تعلیم دینا نگر (گورداسپور) میں پائی، پھر قادیان میں پڑھتے رہے جہاں ان کے والد بسلسلہ ملازمت مقیم تھے
میٹرک کا امتحان سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ سے پاس کیا اور مرے کالج کی انٹرمیڈیٹ کی کلاس میں داخل ہو گئے
جنگ عظیم اول کے دوران انگریز دشمنی اور ترک دوستی کے اظہار کے لیے مشہور ترک جرنیل نیازی بے کے نام کی
مناسبت سے "نیازی" کو اپنے نام کا جزو بنایا۔ ایف اے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں بی اے میں داخلہ لیا،
لیکن تحریک عدم تعاون میں سرگرمی سے شرکت کرنے کی بنا پر کالج چھوڑنا پڑا۔ پہلے علی گڑھ اور پھر جامعہ ملیہ میں
چلے گئے۔ یہیں سے بی اے کیا اور لاہور میں تحریک عدم تعاون کا کام کرتے رہے۔ ۱۹۲۲ء میں جامعہ ملیہ
اسلامیہ میں چلے گئے اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ ۱۹۳۶ء میں لاہور آ گئے۔ اقبال کی خدمت میں باقاعدہ
حاضر رہنے لگے۔ ان کے انتقال کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے بی ٹی کی سند لی، دوبارہ جامعہ ملیہ میں چلے گئے اور
۱۹۴۷ء تک وہاں رہے۔ ۱۹۴۶ء میں انتخابات کے دنوں میں تحریک پاکستان کے لیے کام کرتے رہے۔ قیام پاکستان
کے بعد لاہور آ گئے اور درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کے کام میں منہمک ہو گئے۔ مکتوبات اقبال، مطالعہ اقبال،
دانائے راز، اقبال کے حضور ان کی اہم تصانیف ہیں۔ انہوں نے اقبال کی بعض انگریزی نگارشات کو بھی
اردو میں منتقل کیا ہے۔ ان کا اہم کارنامہ خطبات کا اردو ترجمہ "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" ہے۔

سید نذیر نیازی اقبال کے ہم وطن تھے اور مولوی سید میر حسن کے بھتیجے بھی، اس لیے دونوں شروع ہی سے ایک
دوسرے سے واقف ہو گئے، تاہم باقاعدہ ملاقاتیں ۱۹۱۸ء میں شروع ہوئیں۔ ۱۹۲۸ء میں باقاعدہ خط و کتابت
شروع ہوئی جو اس وقت تک جاری رہی جب تک نذیر نیازی دہلی میں مقیم رہے۔

؎۱ ماخذ: نیازی، ص: ۲۳

توضیحات :

انگریزی لیکچرز : جنوری ۱۹۲۹ء کے اوائل میں اقبال نے سدرن انڈیا مسلم ایسوسی ایشن کی
دعوت پر مدراس میں فلسفۂ اسلام پر تین خطبے دیے تھے ، اس کے بعد بنگلور اور میسور میں
ایک ایک ، حیدرآباد دکن میں تینوں خطبات پیش کیے گئے تھے ، باقی تین خطبے اسی سال مکمل کیے گئے ،
اور نومبر کے آخر میں علی گڑھ یونیورسٹی میں پیش کیے گئے ، پہلی مرتبہ ۱۹۳۰ء میں چھ خطبے
بعنوان 'SIX LECTURES ON RECONSTRUCTION OF
RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM' لاہور سے
شائع ہوئے تھے ، بعد ازاں ۱۹۳۲ء میں اقبال نے انگلستان کی ارسطا طالین سوسائٹی
ARISTOTELIAN SOCIETY کے زیر اہتمام لندن میں ایک خطبہ بعنوان
IS RELIGION POSSIBLE? پیش کیا اور دوسری مرتبہ خطبات کی
طباعت ۱۹۳۴ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی نے کی اور کتاب کے نام میں سے
'SIX LECTURES' کے الفاظ حذف کر دیے گئے ، خطبات کی علمی اہمیت کے پیش نظر
اقبال کی خواہش تھی کہ انگریزی کتاب کی اولین اشاعت کے ساتھ ہی ان کا اردو ترجمہ شروع ہو جائے۔

دوست : مراد ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے، پی ایچ ڈی (برلن) استاد فلسفہ جامعہ ملیہ اسلامیہ
دہلی ہیں ، انہوں نے مغربی فلسفہ کی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا ، گوئٹے کے شاہکار
FAUST کا حصہ اول بھی انہوں نے اردو میں منتقل کیا تھا ، سید نذیر نیازی نے اقبال کے ایما پر
ان سے لیکچرز کے ترجمہ کی بات کی تو انہوں نے مصروفیت کی بنا پر معذوری کا اظہار کیا۔ جس کے
نتیجہ میں ترجمے کا کام سید نذیر نیازی کو کرنا پڑا۔ ترجمے کے سلسلے میں اقبال نے سید نذیر نیازی کو
مشورے بھی دیے اور بعض کتابوں مثلاً ایڈورڈ کارپنٹر کی کتاب بعنوان
'CIVILIZATION – A DISEASE' کے علاوہ اور منصور ابن حلاج کی کتاب الطواسین'
کے مطالعہ کی تاکید کی تھی ۔

مولانا محمد السورتی : (وفات ، اگست ۱۹۴۲ء) عربی زبان و ادب کے ماہر ، اس زمانے میں جامعہ ملیہ میں عربی پڑھاتے تھے ۔ اقبال نے نذیر نیازی سے کہا کہ بعض اصطلاحات کے سلسلے میں ان سے مشورہ کر لیں۔

فاؤسٹ : 'FAUST' (۱۷۹۰ء) ، جرمن شاعر اور مفکر GOETHE (وفات ، ۱۸۳۲ء) کا عظیم ادبی کارنامہ ، فاؤسٹ قرون وسطیٰ کے جرمنی کے ایک پروفیسر کا نام ہے جو شیطان کے ساتھ یہ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ مرتے دم تک نئی نئی دلچسپیوں میں گزارے گا اور دنیا کی نئی قدروں تک رسائی کی سعی کرتا رہے گا ، جب وہ مرتا ہے تو آسمانی طاقتیں اسے خوش آمدید کہتی ہیں[1] ۔ اس ڈرامے میں گوئٹے نے انسان کے افکار و نشو و نما کے تمام مدارج اس خوبی سے بیان کر دیے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کمال فن کا تصور محال ہے[2] ، اس کتاب کا دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

زیر نظر مکتوب میں اقبال نے سید نذیر نیازی سے کہا ہے کہ وہ ڈاکٹر سید عابد حسین سے پوچھ کر بتائیں کہ فاؤسٹ میں 'PROLEGOMENA IN HEAVEN' کا ترجمہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے اس کا مفہوم 'تمہید آسمانی' کے الفاظ سے ادا کیا تھا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال اس زمانے میں جاوید نامہ (۱۹۳۲ء) کی تخلیق میں مصروف تھے جس پر غور و فکر کا آغاز زبور عجم (۱۹۲۷ء) کی اشاعت کے فوراً بعد ہو گیا تھا۔

---

۱ Britannica, Vol. 10, PP. 473-474

۲ کلیات اقبال ، فارسی ، ص: ۳۷۶

مکتوب نمبر: ۲۱۲[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۵ر جولائی ۱۹۳۰ء

مکتوب الیہ: مولوی صالح محمد

تعارف:

مولوی صالح محمد تونسہ سے تعلق رکھتے تھے، شعر و ادب سے خاص لگاؤ تھا، ادیب تونسوی قلمی نام تھا۔

توضیح:

پس منظر: ان دنوں اقبال اپنی فارسی مثنوی جاوید نامہ (۱۹۳۲ء) لکھ رہے تھے اور اس ضمن میں ایسی تصانیف کی تلاش میں تھے جن میں مسلمان صوفیہ وغیرہ کے ایسے مکاشفات کا ذکر ہو جن کا تعلق آسمانوں کی سیر سے ہو۔ انہیں خیال ہوا کہ شاید ایسی کوئی کتاب کسی قدیم کتب خانہ میں موجود ہو اس لئے انہوں نے جون ۱۹۳۰ء میں منشی محمد صالح کے نام مکتوب میں لکھا تھا: حضرت خواجہ نظام الدین سے یہ سن کر معلوم کیجئے کہ آیا ان کے بزرگوں کے کتب خانہ میں حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری (وفات ۱۵۶۳ء) کا وہ رسالہ موجود ہے جس میں انہوں نے آسمانوں اور سیاروں کی سیر کا ذکر کیا ہے، مجھے اس کی مدت سے تلاش ہے اب تک دستیاب نہیں ہو سکا، آج تک شائع بھی کسی نے نہیں کیا، اگر وہ رسالہ ان کے پاس نہیں تو ممکن ہے کہ اس مضمون کا کوئی اور رسالہ موجود ہو۔[2]

سر السماء: علامہ عبد العزیز پرہاروی (وفات ۱۸۲۴ء) کی تصنیف ہے۔ ان کی وفات کے بعد یہ رسالہ ان کے کتب خانہ کے ساتھ نواب شمس الدین بہاولپوری کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ منشی صالح محمد نے اقبال کو اس کتاب کی موجودگی کی اطلاع دی تھی، ۱۹ر جون ۱۹۳۰ء کے مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کا نام آج تک نہیں سنا، انہوں نے کتاب کے حصول کی خواہش کا اظہار کیا ہے[3]، اقبال کی مسرت کا اندازہ زیر نظر مکتوب سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے اس کے قلمی یا مطبوعہ ہونے، حجم کا چھوٹا یا بڑا ہونے، فارسی یا عربی میں ہونے کے بارے میں سوالات کئے ہیں اور کتاب کی جلد فراہمی پر اصرار کیا ہے۔

---

[1] ماخذ: جلد دوم، ص: ۳۷۵ - ۳۷۷

[2] کتاب مذکور، ص: ۳۷۳ - ۳۷۴

[3] کتاب مذکور، ص: ۳۷۵

اس ضمن میں ایک خط اقبال نے انہی دنوں سراج الدین بہاولپوری کو بھی لکھا تھا[1] جس میں انہوں نے واضح کیا ہے کہ "میرا مقصود سرالسماء کے مطالعہ سے علمی تحقیقات نہیں ہے علمی سے میری مراد وہ تحقیق ہے جس کا دارومدار علم ریاضی پر ہے اور جس کے مشاہدات کے لئے دوربینوں کی ضرورت ہو۔ میرا مقصود اس تحقیق سے ہے جس کی بنا مکاشفات قلبی پر ہو۔" بہرحال اس کتاب سے استفادے کی صورت خواجہ الف ایم شجاع صفی ، پروفیسر صادق ایجرٹن کالج بہاولپور کے توسط سے نکلی ، اقبال نے اسی زمانے میں انہیں لکھا: "مجھے صرف اس قدر اطلاع کی ضرورت ہے کہ آیا اس کتاب کا موضوع فلکیات سے ایک مستقل بحث ہے یا صرف اس میں آسمان کی کیفیات تخیل یا مذہبی تجربہ یعنی مشاہدۂ روحانی یا وحی و الہام کی بنا پر لکھی گئی ہیں ، اکثر مسلمان صوفیا نے آسمانوں سے اسی انداز سے بحث کی ہے۔"[2]

خواجہ صفی کے نام اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا اصل نام "سیر السماء" ہے نہ کہ سرالسماء ، خواجہ صفی نے اقبال کے خط کے جواب میں کتاب کی عبارت نقل کرکے ارسال کردی جس سے اقبال کو اندازہ ہوا کہ یہ کتاب ان کے مطلب کی نہیں۔[3]

---

۱ المعارف، لاہور، دسمبر ۱۹۸۰ء، ص: ۲۸-۲۹

۲ جلد اول، ص: ۲۱۷

۳ کتاب مذکور، ص: ۲۱۸

مکتوب نمبر: ۲۱۳ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۹ر دسمبر ۱۹۳۰ء

مکتوب الیہ: سید نذیر نیازی [2]

توضیحات:

آیۂ نور: اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ۔

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا یہ حال ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا۔

اقبال نے یہ آیت تیسرے خطبہ میں نقل کی ہے اور بتایا ہے کہ تنزیل کی اس دنیا میں نور ہی وہ شے ہے جس کو ذاتِ مطلق سے قریب ترین مماثلت حاصل ہے لہٰذا اگر نور کا اطلاق ذاتِ الٰہیہ پر کیا جائے تو ہمیں اپنی جدید معلومات کی روشنی میں یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا اشارہ ذاتِ الٰہیہ کی مطلقیت کی طرف ہے، یہ نہیں ہمہ موجودگی کی طرف نہیں جس سے بے شک ہمارا ذہن وحدت الوجود کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔[4]

مولانا اسلم جیراجپوری: (وفات: ۱۹۵۵ء)، مولانا کا کہنا یہ تھا کہ اقبال یہاں نور کو عام معنوں میں استعمال کر رہے ہیں جبکہ قرآن مجید میں اس مقام پر جس نور کا ذکر کیا گیا ہے وہ نور ہے جو ذات کے ساتھ قائم ہے یعنی جس سے اسلام کا پتا معلوم ہوتا ہے۔ آیت میں مزید تشبیہات دراصل نور کو سمجھانے کے لئے ہیں۔ مشکوٰۃ سے مراد ہے دین، طاق سے مراد مردِ مومن، زجاج سے ایمان، زجاجہ سے قلب اور زیت سے آسمانی تعلیم۔[5]

---

[1] ماخذ: نیازی، ص: ۴۰-۴۱

[2] تعارف، مکتوب: ۲۱۱

[3] قرآن مجید، النور: ۳۵

[4] تشکیل جدید، ص: ۹۸

[5] نیازی، ص: ۴۲

اس اعتراض کے جواب میں اقبال زیرِ نظر مکتوب میں رقمطراز ہیں "مولانا اسلم کا ارشاد بجا ہے مگر اس آیت کو تاریخی نقطۂ نگاہ سے دیکھنا چاہیے ۔ اس مضمون کی آیات قریباً تمام کتبِ سماوی میں موجود ہیں ۔ اس کا مقصود یہ نہیں کہ خدا مادی معنوں میں نور ہے اور جب کہ نور سے طبیعات میں بحث کی جاتی ہے 'LIGHT DEALT WITH IN PHYISICAL SCIENCE' نور محض ایک استعارہ ہے جسے قدیم کتبِ سماوی میں وحدت الوجودی اغراض کے لیے استعمال کیا گیا تھا ۔ یعنی وجودِ باری کو ہمہ گیر PERVASIVE ظاہر کرنے کے لیے ۔ قرآن میں اس قدیم استعارہ کو وجودِ باری کی مطلقیت ABSOLUTENESS کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال کیا ہے کیونکہ عالمِ مادی میں زمانۂ حال کی تحقیق کی رو سے صرف نور ہی ایک ایسی چیز ہے جو اضافی طور پر مطلق 'RELATIVELY ABSOLUTE' ہے ۔"

مقدمہ : زیرِ نظر مکتوب میں اقبال نے نذیر نیازی کو خطبات کے اردو ترجمے کے مقدمہ کی تیاری کی ہدایت کی ہے اس کی ضرورت کا احساس انہیں مولانا اسلم جیراجپوری کے اعتراض سے ہوا ہوگا ۔ انہیں اندیشہ تھا کہ گوناگوں تعصبات کی موجودگی اور خطبات میں ملحوظ رکھے گئے حد سے زیادہ اختصار سے متعدد غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور کوئی نیا فتنہ کھڑا ہو سکتا ہے اس لیے کتاب کے شروع ہی میں خطبات کی نوعیت اور مقصدیت کی وضاحت ضروری ہے ۔

سید نذیر نیازی نے اقبال کی اس خواہش کے مطابق "تقریباً تیس صفحے کا ایک مقدمہ لکھا جس میں ترجمے کے پس منظر اور خطبات کی علمی و فلسفیانہ حیثیت پر بحث کی گئی ہے [1] ۔

---

[1] تشکیلِ جدید، ص: ا تا ل

مکتوب نمبر: ۲۱۴ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۸ مئی ۱۹۳۱ء

مکتوب الیہ: علامہ راغب احسن

تعارف: علامہ راغب احسن (۱۲ جنوری ۱۹۰۶ء - ۲۸ نومبر ۱۹۷۵ء) بہار کے ضلع گیا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ عملی سیاست میں اس وقت آئے جب طالب علمی کے زمانہ میں حصہ لیتے تھے، تحریک خلافت میں جیل بھی گئے، رہائی کے بعد کلکتہ یونیورسٹی سے معاشیات اور عمرانیات میں ایم اے کیا۔ علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد (دسمبر ۱۹۳۰ء)[2] سے متاثر ہو کر انہوں نے 'میثاق' کے ذریعہ قومی خدمت میں زندگی بسر کرنے کا اعلان کیا، اور آل انڈیا یوتھ لیگ قائم کی جس کا مقصد مسلمان نوجوانوں کو بیدار کرنا تھا۔ ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۵ء راغب احسن مسلمانانِ برصغیر کے حقوق کے آئینی تحفظ کے لیے کوشاں رہے۔ قائد اعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم نو شروع کی تو راغب احسن مسلم لیگ میں شامل ہو گئے، بنگال میں مسلم لیگ کے فروغ کے لیے کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۸ء میں دستور مسلم لیگ اور نیشنل گارڈز کے ضوابط شائع کیے۔ صوبائی مسلم لیگ کی آئینی کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔ ان کی کوششوں سے جمعیۃ العلماء اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے اور ڈھاکہ میں سکونت اختیار کی۔ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد مارچ ۱۹۷۲ء میں کراچی آئے اور یہیں فوت ہوئے۔

علامہ راغب احسن کا مطالعہ بہت وسیع تھا، سیاسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ زبان و قلم سے بھی برصغیر کے مسلمانوں کی رہنمائی کا کام کرتے رہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے کئی کتابیں لکھیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

1. HISTORY OF COMMUNITY ELECTORATE IN INDIA
2. THE POLITICAL CASE OF INDIA
3. WHAT MUSLMS WANT IN INDIA ?

راغب احسن کو علامہ اقبال سے خاص عقیدت تھی، دونوں میں خط و کتابت بھی رہی۔ اقبال کے اردو اور انگریزی مکاتیب بنام راغب احسن 'اقبال جہانِ دیگر' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

---

[1] ماخذ، حصہ دوم، ص: ۲۵۱-۲۵۲ ، جہانِ دیگر، ص: ۳۷ ، اس مجموعہ میں مکتوب کا عکس بھی دیا گیا ہے۔

[2] حرف اقبال، ص: ۱۹-۵۱

متن کی درستی :

	عطاء دوم	جہانِ دیگر	عکس
۱ -	جزو کی صورت میں	جز کی صورت میں	جز کی صورت میں
۲ -	صورت اختیار کرے۔	صورت اختیار کرلے	صورت اختیار کرلے
۳ -	عربی گھوڑوں سے مراد	عربی گھوڑے سے مراد	عربی گھوڑے سے مراد
۴ -	اپنی تحریک اور مقاصد	اپنی تحریک کے مقاصد	اپنی تحریک کے مقاصد
۵ -	قومی سرمائے کی سخت ضرورت	قومی سرمایہ کی سخت ضرورت	قومی سرمائے کی سخت ضرورت
۶ -	والسلام	×	×

'جہانِ دیگر' کا منقولہ متن بہتر ہے، ۵ میں جملہ کے آخر میں 'ہے' سہو قلم کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے۔

توضیحات :

تحریک : اشارہ ہے آل انڈیا یونٹی لیگ کی طرف جو ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں اقبال کے صدارتی خطبہ میں پیش کئے گئے سیاسی لائحہ عمل کے زیر اثر قائم کی گئی تھی، اقبال نے ۲۸ ستمبر ۱۹۳۳ء کے مکتوب میں اس لیگ کا مقصد تربیت اور تنظیم قرار دیا تھا[2] اسی رائے کا اظہار اقبال نے ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو آل انڈیا مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور کے صدارتی خطبے میں بھی کیا تھا[3]۔ راغب احسن نے ۱۹۳۵ء میں یونٹی لیگ کو مسلم لیگ میں ضم کر دیا تھا۔

خواب : اس مکتوب میں اقبال نے اپنے ایک خواب کا بھی ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے ایک سیاہ پوش فوج کو عربی گھوڑوں پر سوار دیکھا تھا، عربی گھوڑوں سے انہوں نے روح اسلام مراد لی ہے اور اسلامی ملکوں میں احیائے اسلام کی نئی تحریک کے آغاز کا اندازہ لگایا ہے۔ اقبال نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء کے مکتوب میں بھی راغب احسن کو لکھا ہے کہ احیائے اسلام اس وقت نوع انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے[4]

---

1. حرف اقبال، ص ۱۹ - ۵۱
2. جہانِ دیگر، ص : ۵۷
3. حرف اقبال، ص : ۶۸
4. جہانِ دیگر، ص : ۳۹

مکتوب نمبر: ۲۱۵[۱]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء

مکتوب الیہ: سید نذیر نیازی[۲]

توضیح:

فلسفیانہ مضمون: ARISTOTELIAN SOCIETY لندن کی ایک پرانی علمی انجمن ہے جس کے زیرِ اہتمام بہت سے اہلِ علم خطبات پیش کر چکے ہیں۔ اس انجمن نے ۱۹۳۲ء میں علامہ اقبال سے درخواست کی کہ وہ لندن آ کر کسی فلسفیانہ موضوع پر خطبہ پیش کریں۔ علامہ اقبال نے ستمبر میں یہ خطبہ تیار کیا اور اس کا عنوان رکھا IS RELIGION POSSIBLE? ۔ علامہ اقبال جب تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے ۱۹۳۲ء میں انگلستان آئے تو انہوں نے مذکورہ سوسائٹی کے اجلاس نمبر ۵، منعقدہ ۵ دسمبر ۱۹۳۲ء میں پروفیسر جان میک مرے JOHN MACMURRAY کی زیرِ صدارت پیش کیا اور پھر یہ خطبہ PROCEEDINGS OF THE ARISTOTELIAN SOCIETY, NEW SERIES (جلد ۳۳، ص ۴۷ - ۶۲) میں شائع ہوا جو ہیریسن اینڈ سنز لمیٹڈ، لندن کے زیرِ اہتمام ۱۹۳۳ء میں طبع ہوا تھا۔[۳] بعد میں یہ خطبہ انگریزی خطبات 'RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUHT IN ISLAM' میں شامل کر لیا گیا۔ اس کا اردو ترجمہ 'کیا مذہب کا امکان ہے؟' کے زیرِ عنوان کیا گیا ہے۔[۴]

اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں لکھا ہے کہ آج یہ خطبہ ختم کیا ہے گویا ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء تک یہ خطبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا اس کے باوجود مولانا عبدالمجید سالک نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ مئی ۱۹۳۲ء میں مکمل ہو گیا تھا۔[۵]

---

۱ ماخذ: نیازی، ص: ۸۳ ۲ تعارف مکتوب: ۲۱۱

۳ کتابیات اقبال، ص: ۱۸

۴ تشکیلِ جدید، ص: ۲۷۸ - ۳۰۸

۵ عبدالمجید سالک: ذکرِ اقبال، لاہور، بزمِ اقبال، ۱۹۵۵ء، ص: ۱۷۷-۱۷۸

مکتوب نمبر: ۲۱۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۸ اگست ۱۹۳۳ء

مکتوب الیہ: پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی

تعارف: پیر سید مہر علی شاہ (۱۸۵۹ء - ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء) والد کا نام سید نذر الدین شاہ تھا، تکمیل تعلیم کے بعد خواجہ شمس الدین سیالوی ؒ (وفات: ۱۸۸۲ء) کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت حاصل کی، زیارت حرمین کے لیے حجاز گئے تو وہاں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ (وفات: ۱۸۹۹ء) سے ملاقات ہوئی، ان کے ایما پر واپس ہندوستان آ کر خلق خدا کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے، فتنہ قادیانیت کے خلاف اہم خدمات انجام دیں، شیخ محی الدین ابن عربی (وفات: ۱۲۴۰ء) کے فلسفہ پر انہیں کامل عبور حاصل تھا، فصوص الحکم کا باقاعدہ درس دیتے تھے۔ پیر مہر علی شاہ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا، ان کی ذاتی لائبریری سینکڑوں قیمتی کتب پر مشتمل ہے۔ ان کی تصانیف میں تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، سیف چشتیائی، شمس الہدایہ، الفتوحات الصمدیہ وغیرہ مشہور ہیں، مکتوبات اور ملفوظات ان کے علاوہ ہیں۔[2]

حضرت مجدد الف ثانی ؒ پر تقریر: اشارہ ہے اقبال کے اپنے خطبے 'IS RELIGION POSSIBLE?' کی طرف۔[3]

حضرت محی الدین ابن عربی ؒ پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے: مراد ہے وہ خطبہ جو اقبال RHODES LECTURES کی دعوت پر فلسفہ زمان و مکان پر تیار کرنا چاہتے تھے لیکن علالت کی بنا پر تیار نہ کر سکے۔[4]

سوالات: اقبال نے پیر مہر علی شاہ سے جو سوالات کیے ہیں اُن کا تعلق ابن عربی کے نظریۂ زمان و مکان کی تشریح و توضیح سے ہے۔ یہ وہی سوالات ہیں جو اس زمانے میں سید سلیمان ندوی اور مولانا سید انور شاہ کشمیری سے مراسلت میں بھی زیر بحث آ رہے ہیں۔ پیر مہر علی شاہ شدید علالت کی بنا پر ان سوالات کا جواب نہ دے سکے۔[5]

---

[1] ماخذ: عطاء اوّل، ص: ۴۴۳ - ۴۴۴

[2] حالات و خدمات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: فیض احمد فیض، مہر منیر، گولڑہ شریف، ۱۹۷۳

[3] دیکھیے مکتوب ۲۱۵

[4] مکتوب ۲۱۹

[5] مہر منیر، ص: ۳۲۶

مولوی سید انور شاہ :- سید انور شاہ کشمیری[۴] (وفات : ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء) ، شیخ الہند مولانا محمود حسن (وفات : ۱۹۲۰ء) کے جانشین ، علوم معقول و منقول میں ماہر کامل ، دیوبند اور ڈابھیل میں مدتوں درس حدیث دیتے رہے ۔ علامہ اقبال انہیں دنیائے اسلام کے جید ترین محدثین میں شمار کرتے تھے ، دونوں کے تعلقات کا آغاز اکتوبر ۱۹۲۱ء سے ہوا ۔ اقبال علمی مسائل میں ان سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے ، انہوں نے اقبال کو زمان و مکان کے موضوع پر عراقی سے منسوب رسالہ بہم پہنچایا تھا ، اقبال نے ختم نبوت کے موضوع پر بھی انور شاہ کشمیری سے رہنمائی حاصل کی تھی[۱]

عراقی کا رسالہ :- اس رسالہ کے نام اور مصنف کے نام کے بارے میں متضاد آراء ملتی ہیں ، اقبال نے اپنے خطبۂ پنجم میں عراقی کے حوالے سے زمان و مکان پر اظہار خیال کیا ہے[۲] اور نذیر نیازی کا نوٹس کے مطابق میسور کے شعبۂ عربی و فارسی کے صدر اور خطبہ میں رسالہ کا نام " غایۃ الامکان فی درایۃ المکان " بتایا ہے[۳] جبکہ زیر نظر مکتوب میں " فی درایۃ الزمان " عنوان تحریر کیا ہے ۔ خلیفہ عبدالحکیم مرحوم نے ذکر اقبال[۴] اور ڈاکٹر رضی الدین صدیقی نے " اقبال کا تصور زمان و مکان "[۵] میں عراقی ہی کے حوالے سے اس موضوع پر بحث کی ہے ، سوال یہ ہے کہ رسالہ کا اصل نام اور مصنف کا اصل نام کیا ہے ؟ اتنی بات واضح ہے کہ عراقی کے کسی تذکرہ نگار نے اس عنوان سے کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے ۔ اس کتاب کے دو عنوان مشہور ہیں (۱) غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان (۲) غایۃ الامکان فی درایۃ المکان اسی طرح اس کے مصنف کے طور پر دو نام سامنے آتے ہیں (۱) تاج الدین محمود بن خداداد اشنہی یا شیخ محمود اشنوی (سن وفات نامعلوم) (۲) عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدانی (وفات : ۱۱۳۱ء) ، مولانا امتیاز علی خان عرشی کی رائے میں اصل نام " غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان " ہے اور یہ کہ مصنف کا نام محمود اشنوی ہے[۶]

مولانا امتیاز علی خان عرشی نے وہی موقف اختیار کیا ہے جو قبل ازیں نذیر صابری نے غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان " کے عنوان سے رسالہ کے مقدمہ میں اختیار کیا ہے ، تاہم نذیر صابری نے اسے شیخ اشنوی

حاشیہ
۴ ذکر اقبال ، ص : ۸۳۰-۸۳۱
۵ اقبال کا تصور زمان و مکان ، [illegible] ، ص : ۹۵-۹۶
۶ امتیاز علی خان عرشی ، اقبال اور عراقی (مقالہ) نقوش اقبال نمبر ۱ ، شمارہ ۱۲۱ ص : ۱۲۶-۱۳۳

---

۱ تفصیل کے لیے دیکھیے : افضل حق قرشی ، اقبال اور مولانا سید انور شاہ کشمیری (مقالہ) ، اقبال کے ممدوح علماء ، لاہور ، مکتبہ محمودیہ ، اگست ۱۹۷۸ء ، ص : ۳۳-۴۴

۲ تشکیل جدید ، ص : ۲۰۷-۲۱۰

۳ انوار ، ص : ۲۵۵ ، اس رسالہ کی قلمی نقل جو اقبال کے زیر مطالعہ رہی تھی اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ہے ، اس کے صفحہ ۵ پر اقبال کا لکھا ہے " رسالہ عراقی در حقیقت زمان و مکان کہ از رسالہ مولوی سید انور شاہ مرحوم نقل کردہ شد مشتمل بر دو ورق اصل دستیاب نہ شد " محمد اقبال لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۵

نذیر صابری نے اس رسالہ کو اشنوی کی تصنیف قرار دیتے ہوئے دو دلائل پر انحصار کیا ہے۔ اولاً قلمی نسخوں کی غالب تعداد میں انتساب اسی مصنف سے ہے۔ ثانیاً مولانا جامی نے بھی اسے اشنوی ہی کی تصنیف قرار دیا ہے۔ لیکن حال ہی میں یہ رسالہ "غایۃ الامکان فی درایۃ الزمان" کے نام سے منظر عام پر آیا ہے جس کو عین القضاۃ ہمدانی کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس کی تسوید اور اردو ترجمہ کا کام لطیف اللہ صاحب نے انجام دیا ہے۔ لطیف اللہ صاحب نے زیر نظر رسالہ اور عین القضاۃ ہمدانی کے حالات زندگی اور ان کی دیگر تصانیف کے اسلوب میں مماثلت دکھا کر اپنا دعویٰ ثابت کیا ہے۔ قبل ازیں ایران میں بھی یہ رسالہ رحیم فرمنش کے زیر اہتمام عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیف کے طور پر شائع ہو چکا ہے۔ لطیف اللہ نے فارسی متن کے ساتھ کتاب اور مصنف کے تعارف کے علاوہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی (وفات ۱۳۲۵ء) کا سیر الاولیاء سے اقتباس اور خواجہ محمد پارسا (وفات ۱۴۱۹ء) کی تصنیف "فصل الخطاب" میں سے "فی تحقیق المکان والزمان فی معرفۃ المکان" کے ضمن میں بعض عرفاء کے کلام کے کچھ حصے بھی نقل کیے ہیں۔

سید عارف نوشاہی نے اس رسالہ کے مزید دس نسخوں کی نشاندہی کی ہے اور ایک ایسے نسخہ کا سراغ لگایا ہے جو ۷۰۲ھ/ ۱۳۰۲ء کا مکتوبہ ہے جو دیگر نسخوں کی تصحیح کا عمدہ ذریعہ بن سکتا ہے۔[1]

---

1 عارف نوشاہی، سید، مجلہ دانش، اسلام آباد، دورہ ۱، شمارہ ۱، ص: ۱۸۷-۱۸۹

مکتوب نمبر : ۲۱۷ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۲۲ اگست ۱۹۳۳ء

مکتوب الیہ : سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات :

زمان ومکان و حرکت : اس مکتوب میں اقبال کہتے ہیں کہ زمان ومکان اور حرکت کی بحث اسلامی فلسفہ اور سائنس کے مباحث میں سب سے زیادہ اہم ہے ۔ مسلمان صوفیہ و حکماء کے نقطۂ نظر سے یورپ کو روشناس کرانے کا بہت اچھا اثر ہوگا ۔

مولانا حکیم برکات احمد : حکیم برکات احمد ٹونکی (وفات ۹ ستمبر ۱۹۲۸ء) علامہ عبدالحق خیرآبادی (وفات ۱۸۹۹ء) کے شاگرد خاص ، ماہر معقولات و طب ، ان کی تصانیف میں حاشیہ بر حاشیۂ خیرآبادی ، حاشیہ شرح مواقف ، حاشیہ بر جامع ترمذی ، عشرہ کاملہ ، حقیقۃ الاجسام اور رسالہ وجود رابطی وغیرہ مشہور ہیں [3] ۔

رسالہ تحقیق زمان : رسالہ کا اصل نام ہے " اتقان العرفان فی ماہیۃ الزمان " نہ کہ تحقیق زمان ، جیسا کہ اقبال نے تحریر کیا ہے ، حکیم برکات احمد نے اس میں زمان ومکان کے بارے میں فلاسفہ کے نظریات کی تردید کی ہے اور متکلمین کے نقطۂ نظر کی تائید کی ہے ۔ رسالہ ایک مقدمہ اور سات فصلوں پر مشتمل ہے [4] ۔ یکم ستمبر ۱۹۳۳ء کے مکتوب میں اقبال نے مولانا ندوی کو رسالہ " اتقان فی ماہیۃ الزمان " ملنے کی اطلاع دی ہے [5] ۔ اس رسالے سے اقبال کو اندازہ ہوگیا کہ مسلمان علماء نے اس دقیق موضوع پر کتنی عمیق بحث کی ہے [6] ۔

---

[1] ماخذ : عطاء اول ، ص : ۱۳۳ - ۱۳۴

[2] عطاء دونوں میں تاریخ تحریر ۲۲ اگست ۱۹۲۲ء درج ہے جبکہ اس کا ایک جملہ " یہ کتاب آکسفورڈ یونیورسٹی پریس چھاپ رہی ہے " سے ظاہر ہے کہ یہ ۱۹۳۳ء کا ذکر ہے نہ کہ ۱۹۲۲ء کا ۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے [illegible] ، ص : ۱۱۲)

[3] تعارف ، مکتوب ، ۸۹

[4] برکات احمد ٹونکی ، سید ، اتقان العرفان فی ماہیۃ الزمان ، (ترجمہ : محمد احمد برکاتی) ، لاہور ، اقبال اکادمی ، مارچ ۱۹۸۳ء ، ص : ۵ - ۱۲

[5] حوالہ مذکور

[6] عطاء اول ، ص : ۱۶۵

[7] اتقان العرفان فی ماہیۃ الزمان ، ص : ۳

عبقات : مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید (شہادت ، ۱۸۳۱ء) کی مشہور تر کتاب ہے ، اس کا موضوع 'علم الکلام' ہے ، کتاب عربی میں ہے اور اردو ترجمہ سید مناظر احسن گیلانی کے قلم سے حیدرآباد سے شائع ہو چکا ہے اس کتاب میں اہم مباحث (کائنات کی ماہیت ، انسان کا مقام اور طرز عمل) پر قلم اٹھایا گیا ہے جن پر اقبال نے خطبات میں نظر ڈالی ہے ، مولانا اسمٰعیل شہید نے ایک طرح سے الٰہیات کی تشکیل جدید کی ہے اور اقبال کے خطبات بھی دراصل اسی سلسلے کی ایک کڑی کا ہیں ۔

قاضی محب اللہ : قاضی محب اللہ بہاری (وفات ، ۱۷۰۷ء تقریباً) ، ملا قطب الدین سہالوی (وفات ، ۱۶۹۱ء) اور ان کے شاگرد قطب الدین شمس آبادی (وفات ، ۱۷۰۹ء) دونوں سے کسب فیض کیا ، دکن میں شاہ عالمگیر (وفات ، ۱۷۰۷ء) کی ملازمت اختیار کی ، لکھنؤ اور حیدرآباد میں قاضی شہر رہے ، سلم العلوم ، مسلم الثبوت ، مغالطہ عامۃ الورود اور الجوہر الفرد (بیان جزء لا یتجزیٰ) ان کی مشہور تصانیف ہیں[1]

جواہر الفرد : اقبال نے زیر نظر مکتوب میں کتاب کا نام 'جواہر الفرد' لکھا ہے جبکہ اصل نام ہے 'الجوہر الفرد فی مسئلۃ الجزء الذی لا یتجزیٰ' ، آجکل کی اصطلاح میں اس کا موضوع گویا ایٹم (ATOM) ہے ، کتاب ابھی تک غیر مطبوعہ ہے[2] اقبال اس کتاب کے مطالعہ کے بےحد شائق تھے[3]

حافظ امان اللہ بنارسی : (وفات ، ۱۷۲۱ء) حافظ قرآن ، علوم معقول و منقول میں دستگاہ کامل رکھتے تھے ، تفسیر ، اصول فقہ اور عقائد میں کئی کتابوں کے حواشی و شروح ان کے قلم سے ہیں ۔ کتاب المفسر فی اصول الفقہ ، حاشیہ تفسیر البیضاوی ، حاشیہ العضدی ، حاشیہ التلویح شرح عقائد دوانی ، شرح رشیدیہ مشہور تصانیف ہیں ۔ ان کا ایک اہم کارنامہ میر باقر داماد (وفات ، ۱۶۳۲ء) اور ملا محمود جونپوری (وفات ، ۱۶۵۲ء) کے مابین حدوث دہر کے موضوع پر مناظرہ پر محاکمہ ہے[4] اقبال حافظ بنارسی کی تصانیف کی جستجو میں تھے ۔

---

[1] تذکرہ مصنفین درس نظامی ، ص : ۲۰۵ - ۲۰۷ ، مآثر الکرام ، ص : ۲۹۱ - ۲۹۲

[2] ابجد العلوم جز ۳ ، ص : ۲۳۴ [3] ملفوظات اقبال ، ص : ۱۶۷

[4] اعلام ، ۵ : ۰۰ ، ص : ۲۸۳ [5] مآثر الکرام ، ص : ۲۹۳ - ۲۹۴

امام رازی: ابو عبداللہ محمد بن عمر بن حسین الرازی (وفات، ۱۲۰۹ء) فلسفہ و علم کلام میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کی تصانیف بکثرت اور موضوعات متنوع ہیں۔ ان میں سے اساس التقدیس فی علم الکلام، لوامع البینات فی الاسماء والصفات، شرح الاشارات، لباب الاشارات، محصل افکار المتقدمین والمتاخرین من العلماء والحکماء والمتکلمین، المعالم فی اصول الدین، مفاتیح الغیب، کتاب التفسیر الکبیر اور مباحث المشرقیہ بہت مشہور رہیں[1]۔

مباحث مشرقیہ: کتاب کا اصل نام ہے "المباحث المشرقیہ فی علم الالٰہیات والطبیعیات"۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ۱۳۴۳ھ میں حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔ جلد اول کے حصہ دوم کے پانچویں فن میں حرکت اور زمانہ پر بحث کی گئی ہے جو ۲۷ فصول پر مشتمل ہے۔ اقبال اس کتاب کے مطالعہ کے خواہشمند تھے لیکن کتاب لاہور میں دستیاب نہیں تھی اس لئے انہوں نے ۱۸ مارچ ۱۹۲۸ء کے مکتوب میں سید سلیمان ندوی سے اس کے مطالب کے خلاصے کی فرمائش کی تھی[2]۔ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب اس فرمائش کی تعمیل نہ کر سکے البتہ انہوں نے اصل کتاب مہیا کر دی تھی۔

مولوی نور الحق: (وفات، ۱۹۵۰ء) اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق (وفات، ۱۹۸۵ء) کے بھائی تھے۔ اقبال کو 'مباحث مشرقیہ' دستیاب ہوئی تو انہوں نے مولوی نور الحق کی مدد سے اس کا مطالعہ کیا جیسا کہ زیر نظر مکتوب میں لکھتے ہیں[3]۔

شرح مواقف: قاضی عضد الدین ایجی (وفات، ۱۳۵۵ء) نے 'مواقف' کے نام سے علم الکلام میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کی شرح سید شریف جرجانی (وفات، ۱۴۱۳ء) نے کی تھی[4]۔ یہ کتاب مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اقبال اس کتاب کا بھی مطالعہ کرنا چاہتے تھے۔

---

[1] اردو دائرہ، ج ۱۵، ص: ۱۹۲-۲۰۳
[2] علامہ اول، ص ۱۵۸
[3] نیز دیکھئے علامہ اول، ص: ۱۶۲
[4] تذکرہ مصنفین درس نظامی، ص: ۱۵۲

حضرت ابن عربی کی بحث زمان : علامہ اقبال جاننا چاہتے تھے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (وفات ۱۲۴۰ء) نے مسئلہ زمان کے متعلق کیا نقطۂ نظر اختیار کیا ہے؟ اس لیے انہوں نے زیر نظر مکتوب کے ذریعے ابن عربی کی بحث زمان کا خلاصہ ارسال کرنے کی درخواست کی ہے تاکہ اس کی روشنی میں ابن عربی کی کتاب "فتوحات مکیہ" کا مطالعہ کر سکیں۔ اقبال نے ۲۴ ستمبر ۱۹۳۳ء[1]، ۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء[2]، ۱۸ نومبر ۱۹۳۳ء[3] اور ۹ دسمبر ۱۹۳۳ء[4] کے مکاتیب میں سید سلیمان ندوی کو یاد دہانی کرائی۔ آخر دسمبر ۱۹۳۳ء میں انہوں نے علامہ کو خلاصہ ارسال کر دیا[5]۔ اقبال نے ۱۵ دسمبر ۱۹۳۳ء کے مکتوب میں اس کی رسید کی اطلاع دی ہے اور شکریہ ادا کیا ہے[6]۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا ہے کہ سید سلیمان ندوی "فتوحات مکیہ" دیکھ کر بتا سکیں کہ کیا ابن عربی نے مکان پر بھی کچھ بحث کی ہے اور اگر کی ہے تو ان کے نزدیک مکان اور دہر کا کیا تعلق ہے؟[7]

درحقیقت ابن عربی نے متعین طور پر کسی جگہ زمان و مکان کی بحث نہیں کی البتہ ان کی تصانیف فتوحات مکیہ کے باب ۱۷ اور فصوص الحکم کے پہلے اور آخری باب سے ان کے تصور زمان کا استخراج کیا جا سکتا ہے۔ ابوالعلا عفیفی نے فصوص الحکم کی تعلیقات میں ابن عربی کے تصور زمان پر اجمالی روشنی ڈالی ہے[8]۔

---

1. علامہ اقبال، ص: ۱۶۶
2. کتاب مذکور، ص: ۱۶۸
3. کتاب مذکور، ص: ۱۶۸
4. کتاب مذکور، ص: ۱۶۹
5. کتاب مذکور، ص: ۱۶۹
6. کتاب مذکور، ص: ۱۶۹
7. کتاب مذکور، ص: ۱۸۰
8. ابن عربی، فصوص الحکم (ترتیب ابوالعلا عفیفی)، بیروت، ص: ۲۳۹ - ۲۵۰

مکتوب نمبر: ۲۱۸ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۴، ستمبر ۱۹۳۳ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

عطیۂ اوّل	عکس
۱۔ ... آج مل گیا۔	... آج مل گیا ہے۔
۲۔ آج مولوی برکات احمد کو ...	آج مولوی برکات احمد کے ...
۳۔ ... ملخص آنے کے بعد کروں گا۔	... ملخص آنے کے بعد دیکھوں گا
۴۔ اس نقشہ لینے کے لیے ...	اس نقشہ لینے کے لیے ...

توضیحات:

بندر ملغز: حافظ محمد ظہور الحق محدث پھلواروی (وفات: ۱۸۱۹ء) ان سے تقریباً ڈیڑھ درجن کتابیں یادگار ہیں جن میں سے ایک 'تسہیلات ملغز' ہے[3]۔ یہ کتاب فصیح عربی زبان میں ہے اور حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے۔ اقبال اس کتاب کی جستجو میں تھے۔

نور الاسلام: نور الاسلام بن سلام اللہ بن شیخ الاسلام حنفی دہلوی (وفات: نامعلوم) متاخر فلسفیوں کی حیثیت سے ہیئت، منطق اور حساب میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف میں رسالہ فی تحقیق مکان، رسالہ فی تحقیق زمان، رسالہ فی اصول الحدیث، حاشیہ شرح مسلم (قاضی)، حاشیہ میر زاہد وغیرہ مشہور ہیں۔[4]

رسالہ فی تحقیق مکان: اقبال زیر نظر مکتوب میں اقبال سید صاحب سے پوچھتے ہیں 'نور الاسلام کا عربی رسالہ بابت مکان جو رامپور میں ہے کس زبان میں ہے؟ قلمی ہے یا مطبوعہ؟ نور الاسلام کا زمانہ کون سا ہے؟'

---

۱ ملاحظہ، عطیۂ اوّل، ص: ۱۶۵ - ۱۶۶

۲

۳ تقاریر، مکتوب: ۸۹

۴ علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص: ۱۶۶ - ۱۶۷

اکتوبر ۱۹۳۳ء میں اقبال افغانستان کی سیاحت کے لیے چلے گئے۔ واپس آنے کے بعد بھی انہوں نے اس رسالہ کی جستجو جاری رکھی۔ آخر کامیاب ہوئے۔ ۹، دسمبر ۱۹۳۳ء کے مکتوب میں کہتے ہیں:

"مولوی نورالاسلام کے رسالہ "فی تحقیق المکان" کی نقل رامپور کے کتب خانے سے آگئی ہے۔"[1]

رسالہ کا اصل نام "فی مبحث المکان" ہے مگر "فی تحقیق المکان" جیسا کہ اقبال نے درج کیا ہے۔

علوم اسلامی کی جوئے شیر کا فرہاد: علامہ اقبال اس مکتوب میں سید سلیمان ندوی کو "علوم اسلامی کی جوئے شیر کا فرہاد" کہتے ہیں۔ اس سے قبل ۲۸، اپریل ۱۹۱۸ء کے مکتوب میں اقبال نے انہیں لکھا تھا:

"مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ "استاذ الکل" ہیں۔"[2]

حکمائے اسلام: اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ دارالمصنفین کی طرف سے ہندوستان کے حکمائے اسلام پر ایک کتاب شائع ہونی چاہیے جس سے ہندوستان کے مسلمان فلسفیوں کے کارناموں کو متعارف کرایا جائے اور اس طرح اہل یورپ کے اس خیال کی تردید کی جائے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی فلسفیانہ روایت نہیں ہے۔

---

[1] جلد اوّل، ص: ۱۷۹

[2] کتاب مذکور، ص: ۸۰

مکتوب نمبر: ۲۱۹ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۸ر نومبر ۱۹۳۳ء

مکتوب الیہ: سید نذیر نیازی [2]

توضیح:

روڈز لیکچرز: RHODES LECTURES کے سلسلے میں اقبال کو بھی کسی فلسفیانہ موضوع پر آکسفورڈ یونیورسٹی میں دو تین خطبے پیش کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اقبال نے "زمان و مکان فلسفۂ اسلام کی تاریخ میں" کا موضوع منتخب کیا۔ اس پر وہ ایک مدت سے غور و فکر کر رہے تھے۔ انہوں نے خطبہ پنجم بعنوان "اسلامی ثقافت کی روح" میں لکھا ہے کہ زمان و مکان کا مسئلہ قوموں کے لیے موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اگر یہ مضمون ذرا تفصیل سے بیان ہو جاتا تو نہ صرف متکلمین اسلام کے نظریات و افکار بھی سامنے آجاتے بلکہ تاریخ فلسفہ پر ایک اچھوتے انداز سے روشنی بھی پڑتی۔[3] لیکن علالت کی بنا پر یہ خطبہ سپرد قلم نہ کر سکے البتہ اس موضوع پر ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نامکمل مضمون جو دو صفحوں پر مشتمل ہے اقبال میوزیم میں موجود ہے۔[4] ۲ر اگست ۱۹۳۴ء کو سید نذیر نیازی کے نام مکتوب میں لکھتے ہیں: "میرا انگلینڈ جانا بھی یقینی نہیں ہوا، غالباً نہ جاؤں گا۔"[5] ۱۵ر جون ۱۹۳۵ء کو سر سید راس مسعود کے نام مکتوب اقبال سے ظاہر ہوتا ہے کہ لارڈ لودین (LORD LOTHIAN) نے انہیں یاد دہانی کے لیے مکتوب لکھا تھا کہ ان سے لندن آمد کی متوقع تاریخوں کے بارے میں پوچھا جائے۔ اقبال نے جواب میں معذرت طلب کی تھی کیونکہ مرحوم بیوی سردار بیگم (وفات ۲۳ر مئی ۱۹۳۵ء) کی وصیت تھی کہ اقبال بچوں کو اپنے سے ایک دن کے لیے بھی جدا نہ کریں اور اقبال اس وصیت کے خلاف عمل کرنا نہیں چاہتے تھے۔[6]

---

[1] ماخذ: نیازی، ص: ۱۱۸ - ۱۱۹

[2] تعارف، مکتوب: ۲۱۱

[3] تشکیل جدید، ص: ۲۱۲

[4] فہرست آثار، ص: ۳۴

[5] نیازی، ص: ۱۸۱

[6] علامہ اقبال، ص: ۳۶۵
نیز دیکھیے Letters PP. 211-212

مکتوب نمبر: ۲۳۰[1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی[2]

توضیحات:

سفرنامۂ کابل: سفرِ افغانستان کی روداد کی طرف اشارہ ہے۔ سفر کی غرض وغایت اور انتظامات کی تفصیل پر سید سلیمان ندوی کے نام مندرجہ ذیل مکاتیبِ اقبال سے روشنی پڑتی ہے:

۱۰ ستمبر ۱۹۳۳ء[3]، ۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء[4]، ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء[5]، ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء[6]، ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء[7]، ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء[8]، ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء[9]، ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء[10]

۱۹۳۳ء میں نادر شاہ والیٔ افغانستان (وفات: ۱۹۳۳ء) نے علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور سر سید راس مسعود کو مدارس اور تعلیمی امور کے متعلق مشورے کے لیے افغانستان آنے کی دعوت دی تھی۔ اقبال اور دیگر رفقائے سفر نے افغانستان میں قیام کے دوران متعدد علمی و ادبی مجالس میں شرکت کی، تاریخی مقامات کی سیر کی، مشاہیر کے مزارات کی زیارت کی۔ یہ سیاحت ۲۳ اکتوبر تا ۲ نومبر ۱۹۳۳ء جاری رہی۔ اقبال نے سیاحتِ افغانستان کا تذکرہ مثنوی "مسافر" (۱۹۳۴ء) کی صورت میں کیا[11] اور سید سلیمان ندوی نے "سیرِ افغانستان" کے نام سے رودادِ سفر قلمبند کی۔ اقبال نے "معارف" میں یہ روداد دیکھی تو زیرِ نظر مکتوب میں لکھا کہ سفرنامۂ کابل بہت دلچسپ ہے۔ ممکن ہے آپ کو وہاں ایک دفعہ پھر جانا پڑے۔ ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں: "آپ کا سفرنامہ خوب ہے، لوگوں نے بہت پسند کیا۔"[12]

اسلامی ریاست کے امیر کے اختیارات: اقبال نے اس مکتوب میں پوچھا ہے کہ اگر بعض شرعی احکام میں فساد کا امکان ہے تو کیا امیر عارضی طور پر یا مستقل طور پر ان کو یعنی بعض فرائض کو بھی منسوخ کر سکتا ہے؟ سید صاحب حاشیے میں لکھتے ہیں: "ڈاکٹر صاحب کے حافظے نے غلطی کی ہے، معطل ہونے کی جگہ 'منسوخ' لکھ گئے ہیں۔"

---

[1] ماخذ: عطا، اوّل، ص: ۱۸۲-۱۸۳

[2] تعارف: مکتوب ۸۹۔

[3] تا [10] عطا، اوّل، ص: ۱۶۷، ۱۶۷-۱۶۸، ۱۷۲-۱۷۳، ۱۷۳-۱۷۴، ۱۷۴-۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۶-۱۷۷، ۱۸۱-۱۸۲

[11] کتابِ مذکور، ص: ۹۸

[12] کتابِ مذکور، ص: ۱۸۷-۱۸۸

مکتوب نمبر: ۲۲۱ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: یکم فروری ۱۹۳۴ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

امام کے اختیارات: امام، خلیفہ یا اسلامی ریاست کے امیر کے اختیارات کی بحث کے سلسلے میں اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں سلیمان ندوی سے کہا ہے کہ وہ ان معاملات کی فہرست تیار کریں جن کے متعلق رائے قائم کرنا امام کے سپرد ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے کچھ اور سوال بھی پوچھے ہیں مثلاً

(۱) جن جرائم کی تعزیر قرآن میں مقرر ہے ان کے متعلق امام کیونکر رائے دے سکتا ہے؟

(۲) اگر نماز تواترِ عمل کی مثال ہے تو مالکیوں، حنفیوں اور شیعوں میں صورتِ نماز میں اختلاف کیوں رونما ہوا؟

(۳) احکامِ منصوصہ میں توسیعِ اختیاراتِ امام کے اصول کیا ہیں؟

(۴) اگر امام توسیع کر سکتا ہے تو کیا ان کے عمل کو محدود بھی کر سکتا ہے؟

(۵) زمین کا مالک قرآن کے نزدیک کون ہے؟ اور فقہ کا اصول کیا ہے؟

(۶) کیا روس کی طرح کوئی اسلامی ملک از روئے شرع زمین کو حکومت کی ملکیت قرار دے سکتا ہے؟

(۷) صدقات کی کتنی قسمیں ہیں؟ صدقہ و خیرات میں کیا فرق ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جن پر اس زمانے میں اقبال سید سلیمان ندوی اور دیگر علماء سے مشورہ کرتے رہے تھے۔ جہاں تک امام کے اختیارات کا تعلق ہے اس پر مولانا تقی امینی نے مفصل بحث کی ہے[3]۔

نماز میں اختلاف: مختلف مسالک میں جو اختلاف ہے وہ فروعی ہے اصولی اور بنیادی نوعیت کا نہیں ہے[4]۔

ملکیتِ زمین: مولانا تقی امینی کے نزدیک اس کا معاملہ امام کے سپرد ہے جو اجتماعی مفاد کے پیشِ نظر زمین کسی کو دینے یا واپس لینے کا اختیار رکھتا ہے[5]۔ جہاں تک زمین کو مکمل طور پر قومی یا سرکاری ملکیت میں لینے کا مسئلہ ہے، اس میں اختلاف ہے اور حامی اور مخالفین، اپنے اپنے دلائل رکھتے ہیں۔

---

[1] ماخذ: علامہ اقبال، ص: ۱۸۳-۱۸۵

[2] تعارف، مکتوب ۸۹

[3] دیکھئے احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

[4] ابوالاعلیٰ مودودی: سنت کی آئینی حیثیت، لاہور، دسمبر ۱۹۶۹ء، ص: ۱۶۷-۱۶۸

[5] احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت، ص: ۵۶-۵۷

مکتوب نمبر: ۲۲۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۹ جون ۱۹۳۴ء

مکتوب الیہ: سید نذیر نیازی [2]

توضیحات:

سرہند کا سفر: ۲۹ جون ۱۹۳۴ء کی شام کو اقبال سرہند تشریف لے گئے، حضرت مجدد الف ثانیؒ (وفات: ۱۶۲۴ء) کے مزار پر حاضر ہوئے۔ ۳۰ جون ۱۹۳۴ء کو واپس لاہور آگئے۔ چودھری محمد حسین (وفات: ۱۹۵۰ء)، حکیم طاہر الدین (وفات: ۲۴ مارچ ۱۹۶۰ء) اور جاوید اقبال ان کے ہمراہ تھے۔ میر غلام بھیک نیرنگ (وفات: ۱۹۵۲ء) انبالے سے سرہند پہنچے اور اقبال کے ساتھ مزار پر حاضر ہوئے۔ اقبال مزار کے اندر گئے تو جاوید اقبال بھی ہمراہ تھے۔ اقبال تربت کے قریب بیٹھ گئے، قرآت کلام مجید کی۔ اس وقت ان پر رقت طاری تھی۔ حضرت مجددؒ کے مزار پر حاضر ہونے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ جاوید اقبال کی پیدائش پر اقبال نے وہاں جانے کا عہد کیا تھا اور دوسری وجہ ایک خواب تھا جس میں سرہند جانے کا ارشاد ہوا تھا۔ اس وجہ کا ذکر زیر نظر مکتوب میں کیا ہے۔ سید نذیر نیازی کے نام ۳ جولائی ۱۹۳۴ء کے مکتوب میں اقبال نے سرہند کی فضا، پانی کی خنکی و شیرینی اور علاقے کے تاریخی آثار کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔[3]

علامہ محمد اسد: سابق نام لیوپولڈ ویس (۱۹۰۰ء -) پولینڈ کے یہودی خاندان میں پیدا ہوئے، ۱۹۲۶ء میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اکئی زبانیں جانتے ہیں۔ قرآن مجید اور صحیح بخاری کے انگریزی تراجم کے علاوہ 'ISLAM AT THE CROSS ROADS' اور 'ROAD TO MECCA' کے مصنف۔ اقبال انہیں اسلامیہ کالج لاہور میں ملازمت دلانے کے لیے کوشاں تھے۔ ان کی خواہش پر کالج کمیٹی نے انہیں ملازمت دینے پر آمادگی کا اظہار کیا جیسا کہ اقبال کے مکتوب ۳۰ جولائی ۱۹۳۴ء سے ظاہر ہوتا ہے۔[4]

---

[1] ماخذ: نیازی، ص: ۱۶۰ - ۱۶۱

[2] لقدرت، مکتوب ۲۱۱

[3] نیازی، ص: ۱۶۲

[4] کتاب مذکور، ص: ۱۷۸ - ۱۸۰

مکتوب نمبر: ۲۲۳

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۶ ستمبر ۱۹۳۳ء

مکتوب الیہ: سیّد سلیمان ندوی

متن کی درستی:

علامہ اوّل	عکس
۱۔ اس ضمن میں راغب نے ایک حدیث بھی...	اس ضمن میں راغب ایک حدیث بھی...
۲۔ اور کون سے بغیر ہمزہ ؟	اور کون سے نبی بغیر ہمزہ ؟
۳۔ ... کی تکمیل ہوئی ہے۔	... کے ہاتھ کی تکمیل ہو گئی ہے۔
۴۔ مخلص محمد اقبال	محمد اقبال، لاہور

مذکورہ جملے میں اقبال سے لفظ "نے" چھوٹ گیا تھا جسے علامہ اوّل نے درست طور پر درج کر دیا ہے لیکن وضاحت نہیں کی گئی اور باقی جملوں میں عکس کے متن کو لائقِ ترجیح ہے۔

لفظ نبی کی تحقیق: زیرِ نظر مکتوب میں اقبال نے لفظ نبی کی لغوی تحقیق کی غرض سے کہا ہے کہ راغب اصفہانی نے "مفردات"[1] میں لفظ نبی کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لفظ نبی کے دو معنی ہیں خبر دینے والا اور مقام علیہ پر کھڑا ہونے والا۔ اوّل الذکر نبی ہمزہ کے ساتھ اور دوسرا بغیر ہمزہ کے۔ اس ضمن میں راغب نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے یعنی حضور رسالتمآب[2] نے فرمایا کہ میں نبی بغیر ہمزہ کے ہوں۔ یہ صحاح ستہ میں ہے یا نہیں؟ قرآن حکیم میں جن انبیاء کا ذکر ہے ان میں سے کون ہمزہ کے ساتھ نبی ہیں اور کون ہمزہ کے بغیر، یا سب کے سب ہمزہ کے ساتھ ہیں؟

مفردات: "المفردات فی غریب القرآن"، ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف راغب الاصفہانی (وفات: ۱۱۰۸ء) کی مشہور تصنیف ہے۔ اس میں لفظ نبی کی تشریح اسی طرح درج ہے جس طرح اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں درج کی ہے۔[3]

---

[1] ماخذ: علامہ اوّل، ص: ۱۸۶ - ۱۸۸

[2] لفظ رت، مکتوب ۹۰

[3] راغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مصر، ۱۹۶۱ء، ص: ۴۸۲

لیکن جہاں تک مذکورہ حدیث نبوی کا تعلق ہے، سید سلیمان ندوی مکتوب کے حاشیے میں لکھتے ہیں "یہ حدیث صحاح میں نہیں ہے، آپ نے اس لیے نبی کہنے سے منع فرمایا کہ لغت کی رو سے ضعف وارد ہوتا کے لیے "نبئ" لغوی "نبیؐ" نہیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے "لیکن اب کے سب نبی بلا ہمزہ ہیں"
جبکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ ماہرین لغت اور محدثین کرام مذکورہ حدیث کے حوالے سے داد تحقیق دیتے رہے ہیں۔ حاکم کی روایت کے مطابق "ایک اعرابی نے حضورؐ کو ہمزہ کے ساتھ نبی اللہ کہا، حضورؐ نے اس پر انکار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "میں ہمزہ کے ساتھ نبی نہیں بلکہ ہمزہ کے بغیر نبی ہوں"
مولانا احمد سعید کاظمی (وفات ۴ جون ۱۹۸۶ء) کہتے ہیں کہ اس روایت کو عام طور پر ضعیف اور منقطع تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہر چند نبی (ہمزہ کے ساتھ) کے معنی خبر دینے والے کے ہیں اور نبی (ہمزہ کے بغیر) "نبوۃ" یا "نباوۃ" سے ماخوذ ہے، نبوہ کے معنی بلند جگہ کے ہیں اور نبوت اور اس کے ذی عقل بندوں کے درمیان سفارت کا نام ہے جو ان کی دنیاوی اور اخروی اصلاح کے لیے ہوتی ہے، لیکن چونکہ نبی کا کام خبر دینا بھی ہے اس لیے نبی ہمزہ کے بغیر اور ہمزہ کے ساتھ دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے نافع کی قرأت کے مطابق سارے قرآن میں لفظ نبی کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔[1]

نار اور نجات کا روٹ: اقبال نے ان الفاظ کے روٹ دریافت کیے ہیں۔ سید صاحب کے جواب کے مطابق

(۱) نار کا روٹ "ن و ر" ہے، اس کے اصل معنی چمک کے ہیں اور نور: روشنی، نار: آگ، تنورہ: چونا، نورہ: کلی یہ سب اسی مفہوم کے مظاہر ہیں۔

(۲) نجات کا روٹ "ن ج و" ہے، اس کے معنی بلند ہونے کے ہیں جو سیلاب کے وقت پناہ کی جگہ بن سکے اسی سے نجوہ اور اسی سے موجودہ لفظ "نجات" ہے۔

شاہ عاشق حسین: شیخ محمد عاشق پھلتی (وفات ۱۷۷۳ء)، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (وفات ۱۷۶۲ء) کے رشتہ دار، رفیق، ہم درس اور خلیفہ[2] شاہ صاحب نے کئی کتب میں ان کے افکار پر لکھیں۔

تفہیمات الٰہیہ: شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیف، دو اجزاء پر مشتمل، فارسی و عربی زبانوں میں، یہ کتاب انہوں نے اپنے شاگرد مولانا نور اللہ ساکن بڈھانہ کی فرمائش پر لکھی تھی، زیر نظر مکتوب میں اقبال نے اس کے جس نسخہ کی نشاندہی کی ہے اس میں شیخ محمد عاشق پھلتی کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا ہے۔

---

[1] احمد سعید کاظمی، النبی (مقالہ) ضیائے حرم، لاہور، جولائی ۱۹۸۶ء، ص: ۷۵-۸۶، اگست ۱۹۸۶ء، ص: ۵۱-۵۶

[2] [illegible]، ص: ۱۲۶-۱۲۸، حیات ولی، ص: ۱۵۸-۱۹۳

مکتوب نمبر: ۲۲۴ [۱]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۴ء

مکتوب الیہ: علامہ راغب احسن [۲]

توضیحات:

مسئلہ ملکیتِ زمین: علامہ اقبال نے 'جاوید نامہ' (۱۹۳۲ء) کے باب 'محکماتِ عالمِ قرآنی' کے حصہ 'ارض ملکِ خدا است' میں 'الارض للہ' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زمین اللہ کی ملکیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو متاع قرار دیا ہے جس کی ملکیت کی خواہش کی بجائے اس سے عارضی طور پر فائدہ اٹھانا سارے انسانوں کا حق ہے۔[۳] اقبال نے اسی خیال کی ترجمانی اپنی نظم 'الارض للہ' میں کی ہے۔[۴] زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں: "اس بحث میں جو کچھ میرے خیالات ہیں ان کا اظہار میں 'جاوید نامہ' میں کر چکا ہوں ... قرآن میں ارض کے متعلق کئی دفعہ آیا ہے۔ الارض للہ۔ اور حضرت آدم سے بھی یہی کہا گیا ہے کہ تمہارے لیے ارض مستقر اور متاع یعنی فائدہ کی چیز ہے۔ اسلام کے نزدیک ملکیت صرف اللہ کی ہے۔ مسلمان صرف اس چیز کا امین ہے جو اس کے سپرد کی گئی ہے میری رائے میں اگر کوئی مسلمان اپنی پرائیویٹ زمین کا غلط استعمال کرے تو حکومتِ اسلامیہ کو حق ہے کہ وہ اس سے زمین واپس لے لے۔ ایک اور نکتہ ہے اسلام کا جس کو یورپ میں مسولینی نے خوب سمجھا ہے۔"

مسولینی: B. MUSSOLINI (وفات ۱۹۴۵ء) نے افرادِ قوم کو شعارِ اعلیٰ کی تسلیم سے آشنا کیا اور فرد کو جماعت کے لیے زندہ رہنے کا سبق دیا۔ اس کے نزدیک کارخانہ، زمین وغیرہ کا مقصد قوم اور ملک کی بہتری و ترقی ہونا چاہیے۔ اسی بنا پر مسولینی نے زمین کو نجی ملکیت کی بجائے اجتماعی ملکیت قرار دے کر اسے ملکی منفعت کا ذریعہ بنایا۔[۵] اقبال کو اس کی یہ خدمت اچھی معلوم ہوئی تھی، جیسا کہ زیرِ نظر مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے۔ اقبال نے دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے یورپ کا سفر کیا تو

۱؎ ماخذ: عجیبان دیگر، ص: ۸۹-۹۱
۲؎ لمعات، مکتوب، ۲۱۲
۳؎ کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۶۶۱
۴؎ کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۶۶۲/۱۱
۵؎

واپسی پر چند روز کے لیے اٹلی میں ٹھہرے ۔ وہاں انہوں نے ۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء کو مسولینی سے بھی ملاقات کی ۔ یہ ملاقات بڑے خوشگوار ماحول میں ہوئی ۔ بعد میں اخبار نویسوں سے اقبال نے کہا "آپ کا ڈوچے ایک لوتھر ہے مگر انجیل کے بغیر"۔[1]

مسولینی نے جس طرح اپنی مردہ قوم کو زندہ کیا تھا ، اقبال اس سے بہت متاثر تھے ۔ انہوں نے بالِ جبریل (۱۹۳۵ء) کی نظم "مسولینی" میں اس کے ذوقِ انقلاب کی تعریف کی ہے۔[2] ضربِ کلیم (۱۹۳۶ء) میں انہوں نے مسولینی پر جو نظم لکھی ہے اس میں مسولینی پر تنقید تو ملتی ہے مگر ہمدردانہ انداز میں۔[3]

فتوحات : اقبال لکھتے ہیں "فقہائے امام محمد یا ابو یوسف سے خلفائے عباسیہ میں سے کسی نے فتوحات زمینوں کی ملکیت کے متعلق طلب کیا تھا ..." یہ فتویٰ انہیں فقہی اصول پر ہے جس کا حوالہ امام محمد (وفات : ۸۰۵ء) نے نہیں امام ابو یوسف (وفات : ۷۹۸ء) نے اس یادداشت میں دیا تھا جو انہوں نے عباسی خلیفہ ہارون الرشید (وفات : ۸۰۹ء) کے ایما پر مرتب کی تھی اور جو "کتاب الخراج" کے نام سے معروف ہے ۔ امام ابو یوسف نے نے احیاءِ موات (متروکہ ، بنجر اور غیر آباد زمین) کی آبادکاری کے مسئلہ پر باب ۸ فصل ۵ میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو شخص اس قسم کی زمینوں میں سے کسی ٹکڑے کو آباد کرے گا وہ اس کی ملکیت ہو جائے گا۔[4] اس اصول کی بنیاد اس حدیث نبوی پر ہے "جس نے کوئی مردہ زمین زندہ کی تو وہ اس کے لیے ہے"۔[5] امام ابو یوسف نے اس امر کی تصریح بھی کی ہے کہ اگر کوئی شخص حکومت کی طرف سے ایسی زمین کا عطیہ پائے اور پھر اسے کاشت نہ کر سکے تو حکومت اس عطیہ واپس لینے کی مجاز ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں کیا تھا۔[6]

زمین کی مزارعت یا بٹائی کے موضوع پر امام ابو یوسف نے کتاب کے باب ۱۱ ، فصل ۲ میں بحث کی ہے اور اس کی جائز اور ناجائز صورتوں کا ذکر کیا ہے۔[7]

---

1. زندہ رود (۳) ، ص : ۶۰۰
2. کلیاتِ اقبال ، اردو ، ص : ۱۵۰ - ۱۵۱
3. کتاب مذکور ، ص : ۶۱۱ - ۶۱۳
4. کتاب الخراج ، ص : ۲۵۲
5. کتاب مذکور ، ص : ۲۵۳
6. کتاب مذکور ، ص : ۲۲۸
7. کتاب مذکور ، ص : ۳۱۰ - ۳۱۱

چراگاہوں کی ملکیت : چراگاہوں کے بارے میں اصول یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہیں
امام ابو یوسف نے باب ۱۱، فصل ۶ میں اس حقیقت میں شرعی احکام کی وضاحت کی ہے[1]،
لیکن اقبال نے یہاں صرف حدیث نبوی (المرعیٰ للہ و رسولہ) کا حوالہ دیا ہے۔ اس پر اس سے
پہلے سید سلیمان ندوی کے نام ۲۴ اپریل ۱۹۲۶ء کے مکتوب میں بحث آچکی ہے[2]، برصغیر کے
مخصوص حالات کے حوالے سے مسئلہ ملکیت زمین پر جو بحث ہو رہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے
کہ یہ مسئلہ انتہائی پیچیدہ ہے اور غالباً اتنا آسان اور سادہ نہیں تھا اقبال سمجھ رہے تھے۔

علماء کی ذمہ داری : اقبال اکثر اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں مسلمان علماء ملت کے عملی اور اجتماعی مسائل
سے زیادہ فروعی مسائل میں الجھے ہوئے ہیں۔ انہیں موجودہ دور میں شاہ ولی اللہ دہلوی
(وفات ۱۷۶۲ء) کی طرح اجتماعی و اقتصادی مسائل کے موزوں حل تلاش کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

اسلام کا معاشرتی نظام : اقبال کہتے ہیں کہ یورپ اور اسلام کی رقابت بہت پرانی ہے مگر اس سے پہلے اس
کا انتہائی نقطہ حروب صلیبیہ تھا اب یورپ اور اسلام کی جنگ تلواروں کی نہیں بلکہ معاشرت کے
نظاموں کی ہوگی یعنی مسلمانیت، بالشوزم اور اسلام وغیرہ PLANS پر معرکہ آرا ہوں گے۔

خالص اسلام : اقبال وقت کے اس اہم تقاضے کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اسلام کو یہودی اور مجوسی
افکار کی ملاوٹ سے پاک کر کے اس کی اصلی صورت میں پیش کیا جائے، صرف اسی صورت میں اسلام
عصر حاضر میں اپنی افادیت ظاہر کر سکتا ہے اور اہمیت منوا سکتا ہے۔

---

۱ کتاب الخراج، ص: ۳۷۰

۲ مکتوب، ۲۰۸

مکتوب نمبر: ۲۲۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳۰ر جنوری ۱۹۳۵ء

مکتوب الیہ: سید نذیر نیازی [2]

توضیحات:

خالدہ خانم: (۱۸۸۴ء - ۹ر جنوری ۱۹۶۴ء) اصل نام خالدہ ادیب خانم اور ترکی تلفظ HALIDE EDIB ہے نہ کہ خالدہ خانم یا خالدہ ادیب خانم جیسا کہ اقبال لکھتے تھے، ترکی کی نامور خاتون ادیب اور صحافی تھیں۔ انہوں نے ترکی میں قومی جدوجہد کے دوران مصطفیٰ کمال پاشا (وفات: ۱۹۳۸ء) کا ساتھ دیا اور مختلف شعبوں میں اہم خدمات انجام دیں۔ قیام جمہوریہ کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ ملک سے باہر چلی گئیں اور چند برس انگلستان اور فرانس میں مقیم رہیں۔ اس زمانے میں انہوں نے کئی ملکوں کا دورہ کیا۔ ۱۹۳۵ء میں وہ برصغیر پاک و ہند میں آئیں[3] ان کے ایک سوانح نگار MUZAFFAR UYGUNER نے لکھا ہے کہ ان کا یہ دورہ گاندھی جی (وفات: ۱۹۴۸ء) کی دعوت پر تھا۔ انہوں نے دہلی یونیورسٹی میں لیکچر دیے تھے۔ بعض دیگر کتابوں میں بھی اسی قسم کی بات لکھی گئی ہے۔ دراصل یہ بات غلط ہے۔ انہوں نے یہ دورہ ڈاکٹر انصاری (وفات: ۱۹۳۶ء) کی دعوت پر کیا تھا اور لیکچر جامعہ ملیہ دہلی میں دیے تھے[4] ان لیکچروں کی تعداد آٹھ ہے اور یہ بعنوان

(۱۹۳۵) THE CONFLICT OF EAST AND WEST

شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا اردو ترجمہ "ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش" کے نام سے ہو چکا ہے۔ خالدہ نے برصغیر کے دورے کی روداد اپنی کتاب INSIDE INDIA (۱۹۳۷) میں لکھی ہے جو اردو میں "اندرون ہند" کے نام سے منتقل ہو چکی ہے۔ خالدہ کئی کتابوں کی مصنف تھیں[5]

---

[1] ماخذ: نیازی، ص: ۲۵۰ - ۲۵۱ [2] [illegible]، مکتوب: ۲۱۱

[3] حالات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر عزیز احمد، ترکی ناول اور جدید ترکی، لاہور، مکتبہ اردو، ۱۹۵۸ء، ص: ۱۸۰ - ۱۸۱

[4] ثروت صولت، خالدہ ادیب خانم (مقالہ)، المعارف، جون ۱۹۷۵ء، ص: ۴۳

[5] کتابوں کی فہرست کے لیے دیکھیے: شمارہ مذکور، ص: ۴۹ - ۵۱

لیکچر کی صدارت : ڈاکٹر انصاری نے اقبال سے درخواست کی تھی کہ خالدہ ادیب خانم کے ایک لیکچر کی صدارت کریں لیکن اقبال نے بیماری کی وجہ سے معذوری کا اظہار کیا[1] ۱۷ر جنوری ۱۹۳۵ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ مسز خالدہ کے لیکچر سنے اور ان سے ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہوں ممکن ہے بھوپال جاتے یا آتے ہوئے ان سے ملاقات ہو جائے[2] بہر حال اقبال ۲۹ر جنوری ۱۹۳۵ء کو عازم بھوپال ہوئے ، ۳۰ر جنوری کی صبح کو دہلی پہنچے اور شام کو جامعہ ملیہ میں خالدہ کے لیکچر کی صدارت کی لیکن گلے کی خرابی کی وجہ سے تقریر نہ کر سکے ، خالدہ سے گفتگو ہوئی تو ان کے خیالات پر کوئی تبصرہ نہ کیا اور رات کو بھوپال روانہ ہو گئے[3]

مشرقی روحانیت : خالدہ کے خطبات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغرب کے زیر اثر ان کے ہاں لادینی قوم پرستانہ تصور غالب تھا ، اقبال اس تصور کے مخالف تھے وہ خالدہ کے خیالات پر تنقید کرنا چاہتے تھے لیکن انہیں مہمان سمجھتے ہوئے اخلاقاً خاموش رہے تاہم زیر نظر مکتوب میں انہوں نے خالدہ کے خیالات کو سطحی اور نظر کو محدود قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ اسلام کے اثرات کی غلط وضاحت کا یقین کرنے سے قاصر ہیں ورنہ وہ مشرق و مغرب کے تصادم کا زیادہ واضح صورت میں جائزہ لے سکتیں[4]

آج سول کا نمائندہ آیا تھا : مشہور انگریزی اخبار 'CIVIL AND MILITARY GAZETTE' کے نمائندہ نے اقبال نے خالدہ کے پہلے لیکچر پر تبصرہ کرنے کو کہا تھا انہوں نے ایک دو روز میں اس موضوع پر قلم اٹھانے کا وعدہ کیا لیکن ضعف و عوارض کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا ، ممکن ہے سفر بھوپال کی وجہ سے یا اس خیال سے کہ خالدہ مہمان ہیں وہ موصوفہ کے خیالات پر تنقید نہ کر سکے ، سید نذیر نیازی کہتے ہیں کہ اقبال نے سول کے نمائندے سے جو گفتگو کی تھی وہ شاید ان کے مجموعہ تقاریر و بیانات میں کہیں محفوظ ہے[5] حالانکہ سول کے نمائندے سے اقبال کا کوئی انٹرویو اقبال کی تقاریر ، بیانات یا مضامین کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں ہے ۔

---

۱ نیازی ، ص : ۲۳۹

۲ کتاب مذکور ، ص : ۲۴۷

۳ کتاب مذکور ، ص : ۲۵۶

۴ کتاب مذکور ، ص : ۲۵

۵ کتاب مذکور ، ص : ۲۵۲

مکتوب نمبر: ۲۲۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء

مکتوب الیہ: سر سید راس مسعود

تعارف: سر سید راس مسعود: (۱۸۸۹ء - ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء) سر سید احمد خان (وفات: ۱۸۹۸ء) کے پوتے اور جسٹس سید محمود کے بیٹے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں آکسفورڈ سے بی اے آنرز اور پھر بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۳ء کے لگ بھگ پٹنہ ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی پھر بی ای ایس میں شامل ہو کر کالجیٹ اسکول پٹنہ کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ وہاں سے ریونشا کالج کٹک میں پروفیسر ہو کر گئے۔ ۱۹۱۶ء میں حیدرآباد دکن میں ناظم تعلیمات اور پھر صدر محکمہ تعلیمات کے منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۲۲ء میں جاپان کے نظام تعلیم کے مطالعہ کے لیے گئے۔ ۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۴ء علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے؛ پھر ریاست بھوپال کے وزیر تعلیم و صحت و امور عامہ رہے۔ ۱۹۳۷ء تک بھوپال ہی میں خدمات انجام دیتے رہے۔ علم و ادب سے خاص لگاؤ رکھتے تھے۔ "جاپان کا تعلیمی نظم و نسق" اور "انتخاب زریں" ان کی یادگار ہیں[2]۔ راس مسعود اور اقبال میں گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ ۱۹۳۳ء میں اقبال اور سید سلیمان ندوی افغانستان گئے تو راس مسعود بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اقبال کی علالت کے زمانہ میں انھوں نے نہ صرف علاج معالجہ کا بندوبست کیا بلکہ ان کے لیے والیٔ بھوپال کی طرف سے وظیفہ جاری کروانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اقبال بھوپال جاتے تو مسعود کے ہاں رہائش اختیار کرتے جہاں مسعود اور ان کی بیگم ان کی خدمت کرتیں[3]۔ اقبال اور راس مسعود میں خط و کتابت بھی تھی۔ مکاتیب میں سے بعض اردو میں ہیں اور بعض انگریزی میں۔

پس منظر: ان دنوں اقبال اپنی اور بیوی کی علالت کی بنا پر سخت پریشان تھے۔ وکالت کا سلسلہ تقریباً ختم ہو چکا تھا،

---

[1] ماخذ: خطوط اقبال، ص: ۳۶۳-۳۶۷

[2] مکاتیب، جزو ۲، ص: ۹۵۳ ۔ یادرفتگان، ص: ۱۲۸-۱۲۹

[3] معاصرین اقبال کی نظر میں، ص: ۲۸۰-۲۹۳

اور پھر گھر پر چھوٹے چھوٹے بچوں کی خبرگیری کا کوئی انتظام نہیں تھا ۔ راس مسعود اس صورت حال سے باخبر تھے اور وہ اپنے طور پر اقبال کی مالی امداد کے بندوبست میں مصروف تھے ۔ وہ چاہتے تھے کہ اقبال کے لئے مستقل وظیفہ کا بندوبست ہو جائے ۔ اُن کی کوششوں کا علم اقبال کو ۱۹۳۵ء میں ہوا لیکن اقبال کو عملی طور پر معاملے سے واقفیت نہیں تھی اس لئے محض اشارے کنائے میں بات ہوتی رہی ۔ اقبال نے ۲۰ مارچ ۱۹۳۵ء[1] اور ۲۹ مارچ ۱۹۳۵ء[2] کے مکاتیب میں راس مسعود سے اپنی بےتابی کا اظہار کیا ہے ۔ ۲۴ اپریل ۱۹۳۵ء[3] کے مکتوب میں اس اطلاع کی تصدیق چاہتے ہیں کہ آیا نواب بھوپال کو آمادہ کیا جا رہا ہے ؟ ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء[4] کے مکتوب میں اس معاملے میں اپنی مایوسی کا ذکر کرتے ہیں ۔ ۲ مئی ۱۹۳۵ء[5] کے مکتوب میں کچھ ایسی ہی کیفیت کا اظہار ملتا ہے ۔ ۲۳ مئی[6] کے مکتوب میں کچھ امید کا پہلو دکھائی دیتا ہے ۔ آخر کار سر راس مسعود کی کوششیں رنگ لائیں ۔ نواب حمید اللہ خان والئی بھوپال (وفات ۱۹۶۰ء) نے اقبال کے لئے ۵۰۰ روپے تاحیات وظیفہ مقرر کر دیا ۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں اس فیاضی پر نواب موصوف کا شکریہ ادا کیا ہے اور لکھا ہے کہ بہتر ہوتا کہ نواب موصوف وظیفے کے حکم کے مضمون پر مشتمل ایک خط اپنے دست خاص سے لکھ کر عنایت کر دیتے تو وہ بطور یادگار اپنے گھر میں رکھیں گے ۔ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء کو اقبال کو یہ خط مل گیا اور انہوں نے اسے سادہ اور خوبصورت فریم میں لگوا لیا[7]

شعر : دُرِ دستان را بہ احسان یاد کردن حجت است   ورنہ ہر نخلے بہ پائے خود ثمر می افگند

مرزا محمد علی صائب تبریزی (وفات ۱۶۶۹ء) کا شعر ہے ۔ یہ شعر اسی طرح مشہور ہے لیکن کلیات صائب میں 'افگند' کی جگہ 'آورد' ہے[8] ۔ اقبال نے یہ شعر اجرائے وظیفہ کے شکریے کے طور پر یہاں تحریر کیا ہے ۔

---

۱ عطاء رسول ، ص: ۳۵۳
۲ کتاب مذکور ، ص: ۳۵۳ - ۳۵۴
۳ کتاب مذکور ، ص: ۳۵۶
۴ کتاب مذکور ، ص: ۳۵۷
۵ کتاب مذکور ، ص: ۳۵۹
۶ کتاب مذکور ، ص: ۳۶۰
۷ کتاب مذکور ، ص: ۳۶۵
۸ صائب تبریزی ، کلیات ، (مقدمہ امیری فیروزکوہی) کتابفروشی خیام ، چاپخانہ ۱۳۳۳ ، ص: ۵۰۳

مکتوب نمبر: ۲۲۴ [1]

مقام تحریر: بھوپال

تاریخ تحریر: ۱۹ر جولائی ۱۹۳۵

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

توہین رسولؐ: ان دنوں اقبال مسئلہ ختم نبوت پر بطور خاص کام کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے زیر نظر مکتوب میں رسول کریمؐ کی توہین کے جرم کی فقہی و قانونی نوعیت و حیثیت کے بارے میں چند سوال کیے ہیں، سید صاحب نے مکتوب کے حاشیے میں جو جواب درج کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ ان سے سوالوں کی نوعیت بھی معلوم ہوتی ہے۔

(۱) توہین رسول قابل تعزیر جرم ہے (۲) تعزیر امام کی رائے کے مطابق شدید سے قتل تک ہو سکتی ہے

(۳) حضرتؐ پر جزوی فضیلت جائز ہے لیکن مقتضائے محبت کے خلاف ہے۔ محض متقدم زمانہ میں ہونا کوئی فضیلت نہیں ہے (۴) جہاں تک کتب فقہ کے حوالے سے توہین رسولؐ کی مثالیں نقل کرنے کا تعلق ہے تو سید صاحب نے لکھا ہے: یہ نقل کرنا مجھ سے نہ ہوگا۔ آپ امام ابن تیمیہ کی تالیف السیف المسلول علی شاتم الرسولؐ دیکھیے۔

السیف المسلول: سید صاحب نے اپنے جواب میں ابن تیمیہ (وفات: ۱۳۲۸ء) کی جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ ۱۳۲۲ھ میں دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن سے "الصارم المسلول علی شاتم الرسولؐ" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ ۶۹۳ھ میں ایک عساف کے نصرانی کاتب نے حضرتؐ کی شان میں بعض گستاخیاں کیں جن پر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ابن تیمیہ نے اس کتاب میں قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں رسول کریمؐ کو گالی دینے والے کے متعلق تفصیلی بحث کی ہے جو چار سو صفحوں پر پھیلی ہوئی ہے۔[3]

---

[1] ماخذ: علامہ اقبال، ص: ۱۸۸–۱۹۰

[2] تعارف، مکتوب: ۸۹

[3] بحث کے خلاصے کے لیے دیکھیے: محمد یوسف کوکن عمری، امام ابن تیمیہ، بمبئی، ذوالنورین اکادمی، ۱۹۸۲ء، ص ۷۸–۸۲

مکتوب نمبر: ۲۲۸ [۱]

مقام تحریر: بھوپال

تاریخ تحریر: ۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء [۲]

مکتوب الیہ: ڈاکٹر محمد دین تاثیر

تعارف: ڈاکٹر محمد دین تاثیر (۱۹۰۲ء - ۳۰ نومبر ۱۹۵۰ء) اجنالہ (امرتسر) میں پیدا ہوئے۔ میاں نظام الدین ولیٔ لاہور کے گھر میں پرورش پائی۔ ایف سی کالج لاہور سے ایم اے انگریزی کی سند لی۔ کچھ عرصہ اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھاتے رہے۔ حکومت پنجاب کی پبلسٹی برانچ میں ملازمت کی۔ ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۲ء اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۳۶ء میں کیمبرج سے پی ایچ ڈی کر کے واپس آئے اور ایم اے او کالج امرتسر کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں سری پرتاپ کالج سری نگر کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آگئے اور آزاد کشمیر کے محکمہ نشریات کے نگران مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں اسلامیہ کالج کے پرنسپل ہوئے اور وفات تک اس منصب پر فائز رہے۔

ڈاکٹر محمد دین ایک منجھے ہوئے ادبی ذوق کے مالک تھے۔ ان کے مقالات کا مجموعہ 'مقالات تاثیر' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ 'آتش کدہ' (نظم)، 'نثر الاصول' وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔

ڈاکٹر تاثیر علامہ اقبال سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے علامہ اقبال کے افکار و فن پر متعدد مقالات سپرد قلم کیے اور تقاریر کیں۔ جن دنوں کیمبرج میں تھے اقبال سے خط و کتابت کرتے رہے۔ لیکن اب ان کے نام اقبال کا صرف ایک ہی مکتوب دستیاب ہے[۳]۔

توضیحات:

مقدمۃ القرآن: اقبال کا ایک علمی منصوبہ جس کو انہوں نے انگریزی میں تین مختلف ناموں سے پکارا ہے:

---

۱ ماخذ: انوار، ص: ۲۰۵ - ۲۰۷

۲ انوار میں تاریخ تحریر ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء درج ہے جبکہ مکتوب کا یہ جملہ "میں بیماری کے سلسلے میں بغرض علاج مقیم ہوں" ظاہر کرتا ہے کہ یہ مکتوب ۱۹۳۵ء میں لکھا گیا تھا نہ کہ ۱۹۳۰ء میں۔ بھوپال میں اقبال کا دوسرا قیام تھا۔ اقبال ۱۷ جولائی ۱۹۳۵ء تا ۲۸ اگست ۱۹۳۵ء بغرض علاج مقیم تھے (اقبال اور بھوپال، ص: ۱۳۷)۔ علاوہ ازیں مکتوب میں پنشن ملنے کا ذکر ہے جس کا اجرا مئی ۱۹۳۵ء میں ہوا تھا (دیکھیے مکتوب ۲۲۶)

۳ محمد دین تاثیر، مقالات تاثیر (مرتبہ: ممتاز اختر مرزا)، لاہور، مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۷۸ء، ص: ل - م

[1] AN INTRODUCTION TO THE STUDY OF QURAN

[2] AIDS TO THE STUDY OF QURAN

AN INTERPRETATION OF HOLY QURAN IN THE LIGHT OF MODERN PHILOSOPHY [3]

زیرِ نظر مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں کہ نواب بھوپال نے اس آرزو کی تکمیل کے لئے تاحیات پانچ سو روپے کی گرانقدر پنشن عطا فرمائی ہے اور صحت بہتر ہوتے ہی وہ یہ کتاب لکھنا شروع کر دیں گے۔ اقبال کے ایک نقاد نے اقبال کے اس عمل کو مورد الزام قرار دیا ہے کہ انھوں نے پنشن لینے کے باوجود کتاب نہیں لکھی[4] صہبا لکھنوی نے پنشن کے احکام والے خط کے حوالے سے کہا ہے کہ والیِ بھوپال نے یہ پنشن مذکورہ کتاب تصنیف کرنے کی شرط پر نہیں دی تھی، انھوں نے مذکورہ خط کی نقل بھی درج کی ہے۔[5] غالب امکان یہی ہے کہ اقبال کو یہ پنشن غیر مشروط ملی تھی تاہم چونکہ وہ ایک مدت سے اس کام کی تکمیل کے خواہاں تھے اس لیے یہی سمجھتے رہے کہ والیِ بھوپال نے یہ پنشن اسی علمی کام کے لئے دی تھی۔

مسجد شہید گنج: اس مسجد کی ملکیت پر اوائل جولائی ۱۹۳۵ء میں مسلمانوں اور سکھوں میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا تھا، فوج کے گولی چلانے سے کئی مسلمان شہید ہو گئے تھے۔[6] اقبال کو اس صورتِ حال پر شدید رنج ہوا، اس کا اظہار انھوں نے زیرِ نظر مکتوب میں بھی کیا ہے۔

جاوید نامہ پر لیکچر: ڈاکٹر محمد دین تاثیر نے جاوید نامہ (۱۹۳۲ء) پر کیمبرج کی بزمِ علم میں ایک لیکچر بعنوان 'A NEW DIVINE COMEDY' دینے کا ارادہ رکھتے تھے۔[7] اقبال نے اس کے بارے میں استفسار کیا ہے، ڈاکٹر محمد دین تاثیر کی مطبوعہ تحریروں کے مجموعے میں اس عنوان سے کوئی تحریر نظر نہیں آتی۔

---

[1] ملفوظات، ص: ۲۶۷ — [2] ذکرِ اقبال، ص: ۲۱۲

[3] عبد القوی دسنوی، اقبال اور بھوپال، بھوپال، ۱۹۶۷ء، ص: ۱۲

[4] محمد امین زبیری، خد و خالِ اقبال، کراچی، ۱۳۷۵ھ، ص: ۷۷-۷۸

[5] اقبال اور بھوپال، ص: ۴۴

[6] تفصیل کے لیے دیکھیے: سفرِ پاکستان، ص: ۳۵۶ - ۳۶۲، زندہ رود (۳)، ص: ۵۵۵

[7] محمد دین تاثیر، مقالاتِ تاثیر (مرتب: محمود نظامی)، لاہور، ادارۂ فروغِ اردو، ص: ۷۷

مکتوب نمبر: ۲۲۹ [1]

مقامِ تحریر: بھوپال

تاریخِ تحریر: یکم اگست ۱۹۳۵ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیحات:

پس منظر: اس زمانہ میں اقبال اپنا مشہور مضمون بعنوان "ISLAM AND AHMADISM" تیار کر رہے تھے اس لئے انہوں نے زیرِ نظر مکتوب میں ختمِ نبوت کے بارے میں چند سوالات دریافت کئے ہیں۔

مجمع البحار: محمد بن طاہر محدث پٹنی (وفات: ۱۵۷۸ء) کی تصنیف ہے اور فنِ لغتِ حدیث کی اہم کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

در منثور: جلال الدین سیوطی (وفات: ۱۵۰۵ء) کی تصنیف ہے جس کا موضوع تفسیرِ قرآن ہے۔

حضرت عائشہؓ کا قول: اصل قول یہ ہے: "قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ"

ترجمہ: حضورؐ کو خاتم النبیین ضرور کہو لیکن یہ نہ کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اقبال نے زیرِ نظر مکتوب میں مجمع البحار کے تکملہ (ص: ۸۵) اور در منثور (ج ۵، ص: ۲۰۴) کے حوالے مذکورہ قول کی صحت کے بارے میں استفسار کیا ہے۔

سید سلیمان ندوی نے اس قول کو بے سند کہا ہے، اور لکھا ہے کہ اگر صحیح بھی ہو تو قولِ عائشہؓ ہے حدیثِ نبوی نہیں ہے، ممکن ہے کہ انہوں نے اس خیال سے ایسا کہا ہو کہ لا نبی بعدی سے ثبوتِ نزولِ عیسیٰؑ کا انکار نہ سمجھا جائے۔[3]

نزولِ مسیحؑ: اقبال نے نواب صدیق حسن خان کی تصنیف "حجج الکرامہ فی آثار القیامہ" (ص: ۴۳۱) کے حوالے سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے "من قال بسلب نبوتہ کفر حقا" اور اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے اس قول کو نواب صدیق حسن کی ذاتی رائے قرار دیا ہے۔

---

[1] ماخذ، جلد اوّل، ص: ۱۹۱ - ۱۹۲

[2] تصریحات، مکتوب ۸۹

[3] اس روایت پر مفصل بحث کے لئے دیکھیے محمد ادریس کاندھلوی، مولانا، مسک الختام فی ختم النبوۃ علی سید الانام، ملتان، مکتبہ صدیقیہ، ۱۳۷۱ھ، ص: ۵۱-۵۶

نیز ابوالاعلیٰ مودودی، سید، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، جون ۱۹۶۳ء، ج ۴، ص: ۱۲۲

لو عاش ابراہیم ... : حدیث نبوی کے اصل الفاظ یہ ہیں: "ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً"۔ [1]

ترجمہ: اور اگر (ابراہیم فرزند رسول اللہؐ) زندہ رہتے تو وہ سچے نبی ہوتے۔

اقبال نے اس حدیث کی صحت کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ سید سلیمان ندوی حاشیہ مکتوب میں رقمطراز ہیں: "یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ اس روایت کو بعض محققین نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ فرضیہ ہے واقعہ نہیں۔ کیونکہ لو فرض اور عدم وقوع کے لئے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اسی لئے ابراہیم بن محمدؐ کو بچپن ہی میں اٹھا لیا گیا۔ جیسا کہ دوسری روایتوں میں یہاں مذکور ہے۔ چنانچہ خود ابن ماجہ اور بخاری میں ہے ولو قضی ان یکون بعد محمدؐ نبی لعاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہ۔" یعنی یہ کہ اگر مشیت الٰہی یہ ہوتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے۔ لیکن یہ مشیت ہو چکی تھی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس کے بعد سید صاحب نے مذکورہ حدیث کی اسناد پر بحث کر کے ملا علی قاری کے حوالے سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

وامامکم منکم: حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم" [2]

ترجمہ: حضورؐ نے فرمایا: کیسے ہو گے تم جب تمہارے درمیان ابن مریمؑ اتریں گے اور تمہارا امام اس وقت تم میں سے ہوگا۔

اقبال پوچھتے ہیں کہ اس حدیث میں واو حالیہ ہے یا کچھ اور۔ سید سلیمان ندوی واو کو حالیہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے جبکہ تم میں جو جماعت قائم کریں گے، مسلمانوں کی تائید کریں گے، مسلمانوں کا امام الگ ہوگا، حضرت عیسیٰ نہ ہوں گے۔

یہ حدیث یوں بھی بیان کی گئی ہے "... فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علیٰ بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ" [3]

ترجمہ: پھر حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا آئیے نماز پڑھائیے۔ مگر وہ کہیں گے کہ نہیں تم آپ خود ہی ایک دوسرے کے امیر ہو، یہ وہ عزت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دی ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز

[2] صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، صحیح مسلم، بیان نزول عیسیٰ ابن مریمؑ، مسند احمد، مرویات ابی ہریرہؓ

[3] صحیح مسلم، بیان نزول عیسیٰ ابن مریمؑ، مسند احمد، مرویات جابر بن عبداللہؓ

مکتوب نمبر: ۲۳۰ [1]

مقام تحریر: بھوپال

تاریخ تحریر: ۱۰ر اگست ۱۹۳۵ء

مکتوب الیہ: سید نذیر نیازی [2]

توضیحات:

طلوع اسلام: سید نذیر نیازی نے جس کا اجرا علامہ اقبال کے مشورے سے اکتوبر ۱۹۳۶ء میں دہلی سے کیا۔ اس رسالہ کا نام بھی اقبال کی نظم "طلوع اسلام" کی مناسبت سے رکھا گیا تھا۔ یہ رسالہ زیادہ عرصے تک جاری نہ رہ سکا۔ ۱۹۳۶ء میں بند ہو گیا۔ ۱۹۳۸ء میں اس کو چودھری غلام احمد پرویز نے دہلی سے جاری کیا لیکن دونوں میں نام کے اشتراک کے سوا کچھ بھی مشترک نہ تھا۔ اب وہ پرویز صاحب اور ان کی جماعت کا ترجمان ہے۔ یہ رسالہ جب اکتوبر ۱۹۳۶ء میں جاری ہوا تو اقبال نے اس کے اجرا کی خبر پر بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا۔[3]

صور اسرافیل: اقبال کا اردو مجموعہ کلام جو ۱۹۳۶ء میں "ضرب کلیم" کے نام سے اشاعت پذیر ہوا۔[4] اقبال نے اس کی ایک نظم "مسلمان کی زندگی" "طلوع اسلام" کے لیے بھجوائی ہے۔[5]

تاریخی تحقیق: اقبال نے مشورہ دیا ہے کہ "طلوع اسلام" میں پنجاب میں سکھوں سے قبل کے دور میں زمین کی ملکیت وغیرہ کے موضوع پر تحقیق شامل کی جائے تو بہت مفید ہوگا۔ چودھری محمد حسین (وفات ۱۹۵۰ء) اس موضوع پر قلم اٹھانا چاہتے تھے لیکن ایسا نہ کر سکے ورنہ بقول اقبال مسلم عہد کے بعد سکھوں اور انگریزوں کے دور میں روا رکھے جانے والے ظلم کی صحیح اور نتیجہ خیز تفصیل رقم ہو جاتی۔ اقبال کی نظر میں اس قسم کی تاریخی تحقیق پنجاب کے مسلمانوں کی بیداری میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

---

[1] ماخذ: نیازی، ص: ۲۸۳

[2] تعارف، مکتوب: ۲۱۱

[3] نیازی، ص: ۲۸۱

[4] تصانیف اقبال، ص: ۳۴-۳۵

[5] کلیات اقبال، اردو، ص: ۵۱۰ - ۵۱۱۔ سید نذیر نیازی نے مکتوب کے حاشیے میں نظم کا یہی عنوان درج کیا ہے حالانکہ نظم کا اصل عنوان "مدنیت اسلام" ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نیازی مرحوم حافظہ پر انحصار کرتے ہوئے غلطی سے یہ عنوان لکھ گئے ہیں۔

مکتوب نمبر: ۲۳۱ [1]

مقام تحریر: بھوپال

تاریخ تحریر: ۲۰ اگست ۱۹۳۵ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

توضیح:

شاعری کا مقصد: زیر نظر مکتوب میں اقبال نے اپنے مقصد شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے "میں نے کبھی اپنے آپ کو شاعر نہیں سمجھا اس واسطے کوئی میرا رقیب نہیں اور نہ میں کسی کو اپنا رقیب تصور کرتا ہوں۔ فن شاعری سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی ہاں بعض مقاصد خاص رکھتا ہوں جن کے بیان کے لیے اس ملک کے حالات و روایات کی رو سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کر لیا ہے ورنہ

نہ بینی خیر ازاں مرد فرودست　　　کہ برمن تہمت شعر و سخن بست

اقبال نے یہاں جو شعر نقل کیا ہے یہ ان کے مجموعہ کلام "زبور عجم" (۱۹۲۷ء) میں شامل مثنوی "گلشن راز جدید" کی تمہید میں شامل ہے۔[3]

---

[1] ماخذ، حصہ اول، ص: ۱۹۵- ۱۹۶

[2] تعارف، مکتوب ۸۹

[3] کلیات اقبال، فارسی، ص ۱۲۶

مکتوب نمبر: ۲۳۲ [۱]

مقام تحریر: بھوپال

تاریخ تحریر: ۲۳ر اگست ۱۹۳۵ء [۲]

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [۳]

متن کی درستی:

اقبالنامہ اوّل میں منقول جملہ "میں ۲۸ر اگست کی شام کو رخصت ہو جاؤں گا" عکس کے ذریعے "میں ۲۸ر اگست کی شام کو یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا" ہے۔

حیات و نزول مسیح: اقبال نے زیر نظر مکتوب میں پوچھا ہے کہ کیا کوئی مسلمان فلسفی حیات و نزول مسیح ابن مریم کے منکر رہے ہیں؟ یا اگر حیات کے قائل ہوں تو نزول کے منکر ہوں؟ معتزلہ کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟ اس کے جواب میں سید سلیمان ندوی نے مکتوب کے حاشیے میں لکھا ہے: "مجھے جہاں تک معلوم ہے نزول مسیح کا انکار کسی نے نہیں کیا، معتزلہ کی کتابیں نہیں ملتیں جو حال معلوم ہو البتہ ابن حزم وفات مسیح کے قائل تھے ساتھ ہی نزول کے بھی"۔

---

[۱] ماخذ: اقبالنامہ اوّل، ص: ۱۹۶ - ۱۹۷

[۲] اقبالنامہ اوّل میں تاریخ تحریر ۲۳ر اگست ۱۹۳۳ء شائع ہوئی ہے۔ یہ مکتوب جس زمانے میں لکھا گیا اقبال اس زمانے میں بغرض علاج بھوپال میں مقیم تھے۔ ان کا زمانۂ قیام ۱۷ر جولائی ۱۹۳۵ء تا ۲۸ر اگست ۱۹۳۵ء تھا (اقبال اور بھوپال، ص: ۱۳۷)۔ اندرونی شہادت یہ کہ یہ خط ۲۰ر اگست والے خط کے بعد لکھا گیا ہے جس کا اظہار اس مکتوب کے شروع کے ان فقروں سے ہوتا ہے: "ایک عریضہ لکھ چکا ہوں، امید کہ پہنچ کر ملاحظۂ عالی سے گزرا ہوگا۔ ایک بات دریافت طلب رہ گئی تھی جواب عرض کرتا ہوں" لہٰذا اس مکتوب کی تاریخ تحریر ۲۳ر اگست ۱۹۳۵ء ہو سکتی ہے نہ کہ ۲۳ر اگست ۱۹۳۳ء۔

[۳] معارف، مکتوب: ۸۹

مکتوب نمبر: ۲۳۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

مکتوب الیہ: سر سید راس مسعود [2]

توضیح:

جشن حالی: اکتوبر ۱۹۳۵ء میں حالی مسلم ہائی سکول پانی پت کی انتظامیہ نے مولانا الطاف حسین حالی (وفات: ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء) کے سو سالہ یوم ولادت کا اہتمام کیا تھا۔ اس میں دیگر اہم شخصیات کے علاوہ علامہ اقبال کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ اقبال علیل تھے اس کے باوجود انھوں نے دو وجوہ سے پانی پت کا سفر اختیار کیا: ایک مولانا حالی کے احترام کی وجہ سے اور دوسرے نواب حمید اللہ خان (وفات: ۱۹۶۰ء) کے تقریب کی صدارت کی غرض سے وہاں آمد کی وجہ سے۔ علامہ اقبال وہاں تشریف لے گئے، اور ۲۶ اکتوبر کو شاہ بو علی قلندر پانی پتی (وفات: ۱۳۲۴ء) کے مزار پر حاضری دی اور اس تقریب میں شرکت کی [3] اور چند اشعار پیش کیے، جن میں سے پہلا شعر یوں ہے:

مزاج ناقہ را مانند عرفی نیک می دانم ۔۔۔ چو محمل را گراں بینم حدی را تیز تر خوانم [4]

اس شعر میں عرفی کے مندرجہ ذیل شعر کی بازگشت سنائی دیتی ہے:

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی ۔۔۔ حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

بعض نسخوں میں پہلا مصرع یوں درج ہے: "نوا را تند تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی"۔ [5] عطاء اللہ نے اقبال کے شعر کے مصرع اولیٰ کو اس طرح لکھا ہے: "مزاج ناقہ را مانند عرفی نیک می دانم"۔ [6]

سید نذیر نیازی نے یہ شعر یوں نقل کیا ہے:

مزاج ناقہ را مانند عرفی نیک می دانم ۔۔۔ چو محمل را گراں بینم حدی را تیز تر کردم [7]

---

[1] ماخذ: عطاء اللہ، ص: ۳۶۷ - ۳۶۸ [2] اشاریہ مکاتیب، ۲۳۶

[3] زندہ رود (۳)، ص: ۵۵۸ - ۵۵۹، متفکر پاکستان، ص: ۲۰۷ - ۲۰۹، اقبال اور بھوپال، ص: ۱۵۶ - ۱۹۲، نیازی، ص: ۳۰۱، ۳۲۶ - ۳۵۱، نیازی (ص: ۳۵۰) اور عطاء اللہ (ص: ۳۶۹) میں اس تقریب کو حالی کی صد سالہ برسی لکھا ہے جو غلط ہے

[4] باقیات اقبال، ص: ۲۲۶ [5] کلیات عرفی شیرازی، ص: ۱۵۷

[6] عطاء اللہ، ص: ۳۶۹ [7] نیازی، ص: ۳۶۹

مکتوب نمبر : ۲۳۴[۱]

مقامِ تحریر : لاہور[۲]

تاریخِ تحریر : ۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء

مکتوب الیہ : خواجہ غلام السیدین

تعارف : خواجہ غلام السیدین، (۱۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء - ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء) پانی پت میں پیدا ہوئے۔ خواجہ الطاف حسین حالی (وفات : ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء) کے نواسے اور خواجہ غلام الثقلین (وفات : ۱۹۱۵ء) کے بیٹے تھے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی اے کرنے کے بعد لیڈز یونیورسٹی (انگلستان) سے ۱۹۳۵ء میں ایم ایڈ کی ڈگری لی۔ ۱۹۲۸ء میں علی گڑھ ٹریننگ کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد مقبوضہ جموں و کشمیر میں وزیرِ تعلیمات رہے۔ آندھی میں چراغ، علی گڑھ کی تعلیمی تحریک، روحِ تہذیب، زبان، زندگی اور تعلیم، فکر انسانی کا ارتقاء، مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں، سخن ہائے گفتنی، آندھی میں چراغ، اصولِ تعلیم اور IQBAL'S EDUCATIONAL PHILOSOPHY ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

بچوں کے لیے اتالیق : اقبال کی بیوی سردار بیگم کی وفات (۲۳ مئی ۱۹۳۵ء)[۳] کے بعد اقبال کو اپنے بچوں جاوید اقبال اور منیرہ بانو کی نگہداشت کے لیے کسی خاتون معلمہ کی ضرورت پڑی۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے تہذیبِ نسواں لاہور میں اشتہار بھی دیا اور زیرِ نظر مکتوب میں خواجہ غلام السیدین سے بھی انتظام کرنے کے لیے کہا۔ انھوں نے مکتوب میں مطلوبہ اتالیق خاتون کی صفات کا ذکر بھی کیا ہے۔ ۱۸ اپریل کے مکتوب میں غلام السیدین کو یاد دہانی کراتے ہیں۔[۴] ۸ جون ۱۹۳۶ء کے مکتوب میں پروفیسر رشید احمد صدیقی (وفات : ۱۹۷۷ء) کے حوالے سے ہاتھ آئی ہوئی ایک جرمن خاتون کی آمد کا ذکر کیا ہے جو ان کی شرائط و مطلوبہ صفات پوری کرتی تھی۔[۵] اس جرمن خاتون کا نام DORIS AHMED تھا جو ان دنوں علی گڑھ میں اپنی بہن LISA کے گھر میں مقیم تھیں جن کے خاوند ڈاکٹر اعظم حیدر صدر شعبۂ نباتیات مسلم یونیورسٹی تھے۔ DORIS پروفیسر رشید احمد صدیقی کی کوششوں سے اقبال کے ہاں جانے پر رضامند ہو گئی تھیں۔[۶]

---

[۱] ماخذ : عطاء اول، ص : ۳۱۳ - ۳۱۵
[۲] مکتوب پر مقامِ تحریر درج نہیں لیکن قرائن یہ بتاتے ہیں کہ یہ مکتوب لاہور سے لکھا گیا تھا۔
[۳] زندہ رود (۳)، ص : ۵۲۸
[۴] عطاء اول، ص : ۳۱۷
[۵] کتاب مذکور، ص : ۳۸۲ - ۳۸۵
[۶] ڈورس احمد نے اپنی یادداشتیں بعنوان "Iqbal as I knew him" لکھی ہیں جو ۱۹۸۶ء میں اقبال اکادمی پاکستان سے شائع کردہ ہیں۔

مکتوب نمبر: ۲۳۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵

مکتوب الیہ: مولانا محمد حسین قریشی [2]

توضیح:

عول: عول کے لغوی معنی "ظلم کی طرف مائل ہونا" ہیں۔ اس کے علاوہ "جور و زیادتی" کے معنی بھی آتے ہیں۔ علم المیراث کی اصطلاح میں جب ذوی الفروض کے حصوں کی مجموعی تعداد ترکہ کی اکائی سے بڑھ جائے تو ترکہ کو اصل عدد کی طرف واپس لوٹانے اور اس کے مخرج سے زیادہ کر دینا (تاکہ وارثوں کے حصوں میں کمی ہو جائے) عول کہلاتا ہے[3]۔ اس طریقے کا آغاز حضرت عمر فاروقؓ نے کیا تھا۔ جمہور فقہاء اس کے قائل ہیں البتہ ابن حزم (وفات: ۱۰۶۴ء) نے مسئلہ عول کی تردید کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک عملی ضرورت ہے جس کا مقصد ذوی الفروض کے درمیان ترکہ کی منصفانہ تقسیم ہے۔ اس لئے مسئلے کی نوعیت زیادہ تر حسابی یا ریاضیاتی ہے[4]۔

اقبال بھی عول کے حامی نہیں تھے اور چاہتے تھے کہ اس کی تردید کی جائے۔ اسی لئے انہوں نے زیر نظر مکتوب میں قریشی مرحوم کو لکھا ہے کہ مولوی احمد دین امرتسری (وفات: ۱۹۳۶ء) کو چاہئے کہ یہ مسئلہ زیادہ وضاحت سے پیش کریں اور ثابت کریں کہ عول کے بغیر بھی تقسیم میراث بطریق احسن عمل میں آسکتی ہے۔

مولوی احمد دین نے عول وغیرہ مسائل میراث پر اپنے رسالہ "معجزۂ قرآنی در بیان میراث مسلمانان" میں بحث کی تھی جس میں "سراجی" پر تنقید کی تھی۔ جس کے مصنف چھٹی یا ساتویں صدی ہجری کے عالم دین سراج الدین ابو طاہر محمد بن محمد بن عبدالرشید سجاوندی تھے[5]۔ مولوی احمد دین کے رسالہ کا ترجمہ مولانا محمد اسلم جیراجپوری (وفات: ۱۹۵۵ء) نے "الوراثۃ فی الاسلام" کے نام سے کیا ہے۔

---

۱ ماخذ، مجلد اول، ص: ۲۸ - ۳۰

۲ تشریح مکتوب ۱۶۷

۳ مجموعہ قوانین اسلام، ج ۵، ص: ۲۹۰ - ۲۹۱

۴ کتاب مذکور، ص: ۲۹۱ - ۲۹۲

۵ سراجی کے مصنف کے بارے میں معلومات کے لئے دیکھئے: تذکرۂ مصنفین درس نظامی، ص: ۹۵ - ۹۶

مکتوب نمبر: ۲۳۶ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۵ فروری ۱۹۳۶ء

مکتوب الیہ: مولانا مسعود عالم ندوی [2]

تعارف: مولانا مسعود عالم ندوی (۱۱ فروری ۱۹۱۰ء - ۱۶ مارچ ۱۹۵۴ء) موضع اوگانواں ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ تالی سکول بہار، مدرسہ عزیزیہ بہار، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ اور پھر مدرسہ امینیہ دہلی میں زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۲۸ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر عرب عالم ڈاکٹر محمد تقی الدین ہلالی سے عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔ ان کی زیر نگرانی ندوہ کے عربی مجلہ "الضیاء" کی ادارت کی۔ اسی مجلہ کے ذریعے اقبال سے متعارف ہوئے۔ ندوہ میں پڑھاتے بھی رہے۔ ۱۹۳۷ء میں "مدینہ" بجنور کے شریک ادارت ہو کر چلے گئے۔ خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ جماعت اسلامی نے "دارالعروبۃ للدعوۃ الاسلامیہ" قائم کیا تو اس کے ناظم مقرر رہے۔ ۱۹۵۳ء میں قادیانی مسئلہ کے سلسلے میں قید و بند سے بھی دوچار ہوئے۔

مسعود عالم عربی زبان و ادب میں مہارت کے علاوہ تحقیق کے خاص ذوق سے بھی بہرہ ور تھے۔ متعدد مقالات اور کتابوں کے مصنف تھے۔ انہوں نے کئی کتابوں کے تراجم بھی کیے۔ ان کی تصانیف میں "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک"، "محمد بن عبدالوہاب (ایک مظلوم اور بدنام مصلح)"، "اشتراکیت اور اسلام" وغیرہ شامل ہیں۔

علامہ اقبال اور مسعود عالم میں علمی مسائل پر خط و کتابت بھی رہی۔ ان کے نام اقبال کے سات مکتوب محفوظ ہیں۔

توضیحات:

پمفلٹ: اقبال کا وہ بیان جو انہوں نے پنڈت جواہر لال نہرو کے مضامین کے جواب میں لکھا تھا اور جو بعنوان 'ISLAM AND AHMADISM' ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء کو شائع ہوا تھا[3]۔ اس کا ایک نسخہ اقبال نے مولانا مسعود عالم ندوی کو بھی ارسال کیا تھا۔

---

[1] ماخذ: خطوط اقبال، ص: ۲۰۲ - ۲۰۳

[2] سوانح و تصانیف کی تفصیل کے لیے دیکھیے: "افکار و آثار"، مسعود عالم ندوی، گجرات، مکتبہ ظفر، ۱۹۷۵ء، ص: ۱۲ - ۳۹

[3] تفصیل کے لیے دیکھیے مکتوب ۲۳۷

اسلامی مملکت کے امیر کے اختیارات : اقبال زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں کہ سید سلیمان ندوی نے انہیں اپنے خط میں بتایا تھا کہ اگر کسی ایسے امر میں جس کی شریعت نے اجازت دی ہو فساد پیدا ہو تو اسے اجازت کو اسلامی مملکت کا امیر REVOKE کر سکتا ہے ۔ اقبال پوچھتے ہیں کہ مولانا نے اس کی مثالیں عہدِ خلافتِ راشدہ کی لکھی تھیں ۔ اب انہیں اس کے حوالے کی ضرورت ہے ۔

علامہ اقبال نے اس موضوع پر ۲۷ اپریل ۱۹۳۶ء کے مکتوب میں سید سلیمان ندوی کو لکھا تھا کہ امام کو اختیار ہے کہ قرآن کی کسی مقرر کردہ حد مثلاً سرقہ کی حد ترک کر دے[1]۔ اس مکتوب کے حاشیے میں سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے : ترک کر دے کا لفظ صحیح نہیں ۔ ملتوی کر دے صحیح ہے ۔ جیسے میدانِ جنگ میں اسلامی فوج دارالحرب میں یا دارالحرب سے قریب ہو حدود کا نفاذ ملتوی کر دیا جاتا ہے[2]۔ اقبال نے ۲۳ جنوری ۱۹۳۷ء کو مولانا ندوی سے اسی موضوع پر اپنا خیال ظاہر کیا ہے اور پوچھا ہے کہ کیا امیر بعض شرعی اجازتوں بلکہ فرائض کو بھی فساد کے امکان کے پیش نظر عارضی طور پر یا مستقل طور پر منسوخ کر سکتا ہے ؟ اگر یہ بات درست ہے تو اس کا جواز کیا ہے ؟ سید صاحب نے اس مکتوب کے حاشیے میں لکھا ہے : ڈاکٹر صاحب کے حافظے نے غلطی کی ہے ملتوی کی جگہ منسوخ لکھ گئے ہیں ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال ۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۳۷ء تک مسلسل اس مسئلے پر غور کرتے رہے ۔ لیکن زیرِ نظر مکتوب میں انہوں نے مولانا مسعود عالم ندوی سے جو سوال دریافت کیا ہے اس کے جواب کا کچھ پتہ نہیں چلتا ۔

---

[1] اقبال نامہ اول ، صفحہ : ۱۲۹ ۔ امام کے اس نوع کے اختیارات پر تفصیلی بحث اور خلافت راشدہ سے مثالوں کے لئے دیکھیے محمد تقی امینی ، احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت ۔

[2] اقبال نامہ اول ، صفحہ : ۱۸۲ – ۱۸۳

مکتوب نمبر: ۲۳۷[۱]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۹ فروری ۱۹۳۶ء

مکتوب الیہ: سید نذیر نیازی[۲]

توضیحات:

اسلام اور احمدازم: مئی ۱۹۳۵ء میں اقبال نے انگریزی میں ردِ قادیانیت میں ایک مضمون بعنوان 'QADIANIS AND ORTHODOX MUSLIMS' لکھا تھا[۳]، یہ مضمون برصغیر کے متعدد انگریزی اخباروں میں شائع ہوا تھا۔ اخبار 'STATESMAN' نے اس پر ایک لیڈنگ آرٹیکل بھی لکھا تھا۔ اقبال نے اس آرٹیکل کا جواب دیا جو اس اخبار کی ۱۰ جون ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں شامل تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو (وفات: ۱۹۶۴ء) نے اقبال کے نقطۂ نظر کی تردید اور قادیانیوں کی حمایت میں 'اقبال اور اسلام - اقبال کے مضمون پر تبصرہ' کے زیرِ عنوان تین مضمون لکھے جو 'ماڈرن ریویو' کلکتہ میں نومبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئے۔ اقبال نے ان مضامین کا نہایت جامع جواب بعنوان 'ISLAM AND AHMADISM' تحریر کیا جو 'اسلام' لاہور، ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ اس موضوع پر اقبال اور نہرو میں خط و کتابت بھی ہوئی تھی۔ اب یہ مضمون بعنوان 'REPLY TO QUESTIONS RAISED BY PANDIT JAWAHAR LAL NEHRU' ملتا ہے[۴]۔ مضمون کا اصل مسودہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔

اردو ترجمہ: 'اسلام اینڈ احمدازم' کی اہمیت کے پیشِ نظر سید نذیر نیازی نے اس کا اردو ترجمہ کیا لیکن ۳ فروری ۱۹۳۶ء میں اقبال لکھتے ہیں کہ بعض احباب کا مشورہ ہے کہ اس کا ترجمہ مولانا ظفر علی خان (وفات: ۱۹۵۶ء) سے کرایا جائے[۵]۔ ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ انجمن خدام الدین والے شائع کر رہے ہیں، نذیر نیازی صاحب ترجمہ کرنے کی اجازت طلب کی، ان مولوی ظفر علی خان سے ترجمہ کروا کر مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں[۶]۔ سید نذیر نیازی نے لکھا کہ ترجمے کی اجازت خود مصنف نے دے دی ہے اور ترجمہ سے کوئی مالی منفعت مقصود نہیں، جو ادارہ چاہے چھپوا کر تقسیم کر سکتا ہے۔

---

۱ ماخذ: نیازی، ص: ۳۱۸ - ۳۲۰

۲ انوار، مکتوب: ۲۱۱

۳ Thoughts, pp. 247-258

۴ Ibid, pp. 291-295

۵ نیازی، ص: ۳۱۸

۶ کتابِ مذکور، ص ۳۲

نوارینو : (NAVARINO) ، یونان کے جنوب مغربی ساحل پر خلیج ، اس تاریخی مقام پر ۴۲۵ ق م میں اہل ایتھنز اور اہل سپارٹا میں بحری جنگ ہوئی تھی اور یہیں روس ، فرانس اور انگلستان کے متحدہ بیڑے نے ترکی بیڑے کو شکست دی تھی اور دو سو سالہ ترکی تفوق اور بحری طاقت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا تھا[1]

نوارینو کی لڑائی : اقبال نے اپنے مقالہ 'ISLAM AND AHMADISM' میں ایک جگہ اس جنگ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ لڑائی ۱۷۹۹ء میں ہوئی تھی[2] ، لیکن جب ان کی توجہ دلانے پر نیازی کو مکتوب میں تصحیح کرتے ہوئے لڑائی کا سال ۱۸۲۷ء بتایا ہے جبکہ اصل تاریخ ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء ہے ۔ اقبال نے نیازی کو ہدایت کی کہ کسی انسائیکلوپیڈیا یا یورپین تاریخ سے تصدیق کر کے تاریخ درست کر لی جائے اور اس کا اندراج اردو ترجمے میں کر لیا جائے ' یا متعلقہ سطر میں اس قسم کی ترمیم کر دی جائے ' کچھ مدت بعد نوارینو کی لڑائی ہوئی جس میں ترکوں کا بیڑہ غرق ہو گیا ۔' ۱۵ فروری ۱۹۳۶ء کے مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں ' نوارینو کی لڑائی واقعی ۱۸۲۷ء میں ہوئی تھی مجھ سے غلطی ہوئی ۔' اگرچہ یہ غلطی اس مقالے کی آرگیومنٹ پر کچھ موثر نہیں ہے تاہم اپنے ترجمہ میں اصلاح کر دیں خواہ متن میں خواہ نوٹ کے طور پر ۔[3] لیکن نامعلوم وجوہ کی بنا پر اقبال کی تجویز کردہ ترمیم مضمون کے ترجمے میں شامل نہ ہو سکی ' میر حسن الدین نے جو ترجمہ کیا ہے اس میں بھی یہی تاریخ درج ہے[4]

---

[1] Nuttall, P. 422
Britannica, vol. 16, P. 171 ، اصل لفظ Navarino ہے نہ کہ Nauarino
جیسا کہ نیازی نے مکتوب کی تعلیق میں لکھا ہے ۔

[2] Thoughts, P. 277

[3] نیازی ، ص : ۳۲۲
یہاں اقبال نے غلطی سے سن ۱۹۲۷ء لکھا ہے جبکہ درست سن ۱۸۲۷ء ہے ۔

[4] حرف اقبال ، ص : ۱۳۰

مکتوب نمبر: ۲۳۸[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۵؍فروری ۱۹۳۶ء

مکتوب الیہ: سید نذیر نیازی[2]

توضیح :

سلطان الشہید کی تاریخ وفات : سلطان فتح علی ٹیپو ، والیٔ میسور ، انگریزوں سے جنگ کرتے ہوئے ۴/اپریل ۱۷۹۹ء کو سرنگا پٹم کے مقام پر شہید ہوئے تھے ۔ اقبال نے ان کی تاریخ شہادت کو اپنے مقالہ "اسلام اور الحاد ازم" میں برصغیر میں مسلمانوں کے زوال کی نشانی قرار دیا ہے[3] اور ان کے مزار کی دیوار پر کندہ تاریخ وفات "ہندوستان اور روم کی عظمت ختم ہو گئی" کا ذکر کیا ہے ۔ لیکن تاریخ وفات کے اصل الفاظ کیا ہیں ؟ سید نذیر نیازی نے جستجو کی لیکن ناکام رہے ۔ آخر انہوں نے خود اقبال سے استفسار کیا تو اقبال نے زیر نظر مکتوب کے ذریعے جواب دیا "سلطان الشہید کے مزار پر جو تاریخ لکھی ہے عربی میں ہے افسوس اس کے الفاظ مجھے پورے طور پر یاد نہیں۔"

اقبال سلطان ٹیپو کے مزار پر ۱۹۲۹ء میں آئے تھے ۔ اس سفر میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن چغتائی (وفات ۱۹؍دسمبر ۱۹۸۲ء) بھی ان کے ہمراہ تھے ۔ انہوں نے سفر کی روداد میں مزار پر لکھے ہوئے اشعار کی تفصیل بیان درج کی ہے[4] لیکن اس میں اس تاریخ کا تذکرہ نہیں ملتا جس کی طرف اقبال نے اشارہ کیا ہے ۔ یہ تاریخ عربی اشعار کی صورت میں ہے اور مقبرے کے باہر صدر دروازے پر لکھی ہے اس تاریخ وفات کا متعلقہ مصرع یہ ہے : "ذہبت عز الروم والہند گلیا"[5]

---

۱ ماخذ : نیازی ، ص: ۳۲۳ - ۳۲۴

۲ تعارف مکتوب ، ۲۱۱

۳ Thoughts P. 270

۴ اقبال کی صحبت میں ، ص: ۳۴۵ - ۳۵۵

۵ دیکھیے عبداللہ بٹ ، سلطان ٹیپو ، لاہور ، قومی کتب خانہ ، اگست ۱۹۷۶ء ، ص: ۲۰۳

مکتوب نمبر: ۲۳۹ [1]

مقامِ تحریر: بھوپال

تاریخِ تحریر: ۲؍اگست ۱۹۳۶ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی [2]

متن کی درستی:

۱۔ عکسِ اوّل میں ہے "شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ" جبکہ عکس میں "علیہ" کا لفظ درج نہیں ہوا۔

۲۔ "دریافت کر دیا جائے" کی بجائے عکس میں "دریافت کر دیا گیا" لکھا گیا ہے جو غلط ہے۔

۳۔ عکسِ اوّل میں یہ الفاظ "والسلام مخلص محمد اقبال" آخر میں درج ہیں جبکہ عکس میں یہ الفاظ جملہ "آپ کو تکلیف دینا ہوں" کے بعد لکھے گئے ہیں۔

توضیحات:

حجۃ اللہ البالغۃ: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (وفات: ۱۷۶۲ء) کی عربی تصنیف، جس میں انھوں نے اسرارِ شریعت کی وضاحت کے ساتھ ساتھ بعض سیاسی و معاشرتی احوال و مسائل پر بھی بحث کی ہے۔ اقبال اس کتاب کے حصول کی کوشش میں لگے ہوتے تھے جیسا کہ زیرِ نظر مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے۔ ۷؍اگست ۱۹۳۷ء کے مکتوب میں سید سلیمان ندوی کو اس کتاب کے حصول کی اطلاع دیتے ہیں۔[3]

موسیٰ جار اللہ: موسیٰ جار اللہ ابن فاطمہ (۱۸۷۸ء - ۱۹۴۹ء) روسی عالمِ دین، انقلاب سے پیشتر روس کے شیخ الاسلام، پیٹرو گراد میں عربی، فارسی، ترکی اور روسی زبانوں میں اسلامیات پر لکچر دیتے رہے، اشتراکی حکومت کی قید میں رہے، مختلف ملکوں میں گھومتے رہے، ہندوستان میں بھی رہے۔ ان کی تصانیف میں تاریخ القرآن والمصاحف، شرح ناظمۃ الزہر، الوشیعۃ فی نقض عقائد الشیعۃ قابلِ ذکر ہیں۔[4] علامہ اقبال ان کے علمی کمالات کے معترف تھے۔ زیرِ نظر مکتوب میں اقبال نے ان کی کتاب "الوشیعۃ" کی طرف توجہ دلائی ہے اور ۷؍اگست ۱۹۳۶ء کے مکتوب میں اس کتاب کے ناشر کا پتہ بھی درج کرتے ہیں۔[5]

---

[1] ماخذ: عکسِ اوّل، ص: ۱۹۷ - ۱۹۸

[2] عکسِ اوّل، ص: ۱۹۹

[3] معارف، مکتوب: ۸۹

[4] لغت نامہ دہخدا، شمارہ مسلسل ۲۳۰، ص: ۸۳

[5] عکسِ اوّل، ص: ۲۰۰

اس کتاب کا جواب عبدالحسین شرف الدین الموسوی نے "اجوبۃ مسائل جار اللہ" نامی کتاب میں دیا ہے۔

مکتوب نمبر: ۲۷۵ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

مکتوب الیہ: مولانا محمد حسین عرشی [2]

توضیحات:

قرشی و بخاری: ضربِ کلیم (۱۹۳۶ء) کی نظم "ایک فلسفہ زدہ سیّد زادے کے نام" میں اقبال نے خاقانی شروانی (وفات: ۱۱۹۸ء) کا یہ شعر تضمین کیا ہے:

چوں دیدۂ راہ بیں نداری — قائدِ قرشی بہ از بخاری [3]

یہ شعر خاقانی کی مثنوی "تحفۃ العراقین" کا ہے جس میں خاقانی نے سفرِ حج کے عنوان سے دقیق، لطیفانہ مضامین بیان کیے ہیں۔ مولانا عرشی نے مذکورہ شعر کے حوالے سے پوچھا ہے کہ اس میں قرشی اور بخاری سے کیا مراد ہے؟ اقبال نے اگرچہ لکھا ہے کہ مطلب سیاق و سباق سے ظاہر ہے تاہم اشعار میں قرشی سے حضور رسالتمآبؐ اور بخاری سے بوعلی سینا (وفات: ۱۰۳۷ء) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔*

خود بوئے چنیں جہاں الخ: یہ مصرع خاقانی کے مندرجہ ذیل شعر کا ہے، اقبال نے یہ بھی مذکورہ نظم میں استعمال کیا ہے:

خود بوئے چنیں جہاں تواں برد — کابلیس بماند و بوالبشر مرد

یہ شعر بھی "تحفۃ العراقین" سے لیا گیا ہے۔ مولانا عرشی کے ذاتی نسخہ مثنوی میں یہ شعر کچھ مختلف صورت میں تھا، ان کے استفسار پر اقبال نے جواب دیا: "آپ کے نسخہ میں جو مصرع ہے غلط ہے، بوئے بردن فارسی محاورہ ہے، جس کا مطلب کسی چیز کی اصلیت اور حقیقت کو پا جانا ہے۔ مطلب خاقانی کا یہ ہے کہ اس دنیا کی اصلیت تو اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ اس کی آب و ہوا ابلیس کو تو راس آ گئی جو اب تک زندہ ہے اور بیچارے آدم کو راس نہ آئی جو یہاں سے رخصت ہو گیا۔"

علامہ اقبال کی تصریح کے باوجود بعض نسخوں میں یہ شعر مصرعِ اوّل کی تبدیلی کے ساتھ یوں درج نظر آتا ہے۔

خود گوی چنیں تواں بسر برد — کابلیس بماند و بوالبشر مرد [4]

*: اصل نام ابو علی الحسین بن عبداللہ، فلسفی، طبیب، مشہور تصانیف: الشفاء، القانون فی الطب، کتاب الہدایہ، الاشارات والتنبیہات، القصیدۃ العینیہ، رسالۃ الزاویہ، تسع رسائل فی الحکمۃ والطبیعیات کا مصنف۔ (اردو دائرہ، ج ۱، ص: ۵۶۰-۵۶۹)

---

[1] ماخذ: عطاءِ اوّل، ص: ۳۱-۳۳

[3] تعارف، مکتوب، ۱۶۷

[2] مکتوبات اقبال، اشاعت، ص: ۱۸-۱۹

[4] خاقانی شروانی، حکیم، مثنوی تحفۃ العراقین (باہتمام دکتر یحییٰ قریب) تہران، چاپخانہ سپہر، اسفند ماہ ۱۳۳۳ ہ ش، ص: ۲۲۱

مجذوب فرنگی : 'ضربِ کلیم' میں کی ایک نظم 'مہدی' کا ایک شعر یوں ہے :

مجذوب فرنگی نے بانداز فرنگی　　　مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو[1]

مولانا غلام رسول مہر کے استفسار پر اقبال نے خط بنام مہر میں وضاحت کی ہے 'مجذوب فرنگی' سے مراد حکیم نطشے ہے جس کا تذکرہ 'بالِ جبریل' میں کر دیا گیا تھا۔

نطشے : FRIEDRICH NIETZCHE (۱۸۴۴ء - ۱۹۰۰ء) جرمن فلسفی، خدا، مذہب اور اخلاق کا مخالف، اس فلسفۂ قوت اور نظریۂ فوق البشر کو جو یورپ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اس کی درج ذیل تصانیف بہت مشہور ہیں[2]

(۱) THE BIRTH OF TRAGEDY (۲) THE WILL TO POWER

(۳) THUS SPAKE ZARATHUSTRA[3] اقبال نے اس کے جذب و جنون کا اپنی ڈائری (۱۹۱۰ء) میں ذکر کیا ہے[4] پیامِ مشرق (۱۹۲۳ء) میں اس کے لیے 'دیوانہ بہ کارگہ شیشہ گری' کے الفاظ استعمال کیے ہیں[5] لیکن وہ اسے 'قلب او مومن دماغش کافر است' کے الفاظ سے متعارف کراتے ہیں[6] جاوید نامہ (۱۹۳۲ء)[7]، بالِ جبریل (۱۹۳۵ء)[8] اور ضربِ کلیم (۱۹۳۶ء)[9] میں بھی اس کے افکار و خیالات پر اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ نکلسن کے نام مکتوب، ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء میں اس امر کی تردید کرتے ہیں کہ انہوں نے 'انسانِ کامل' کا تصور نطشے سے اخذ کیا ہے[9]

مہدی : شیعہ مسلک کے مطابق بارہویں امام جو غائب ہیں اور قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے[10] مولانا غلام رسول مہر کے استفسار پر اقبال کہتے ہیں کہ حسب کی دوڑ میں جیسے نمودار ہو گا وہی مہدی اور آخر زمانی کہنے کا حقدار ہوتا[11] اقبال مہدی موعود وغیرہ عقائد کے مخالف ہیں[12]

محراب گل : 'محراب گل افغان کے افکار' ضربِ کلیم کا ایک حصہ ہے[13] اس کے حوالے سے مولانا غلام رسول مہر کے استفسار پر اقبال بتاتے ہیں 'محراب گل محض فرضی نام ہے'۔

---

۱ کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۵۲۱

۲ A.A.E., Vol. 14, PP. 185-186 ; Britannica, Vol. 16, PP. 432-435

۳ شذرات، ص: ۹۵-۹۶

۴ کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۳۶۸

۵ کتاب مذکور، ص: ۳۷۱

۶ کتاب مذکور، ص: ۷۰۲

۷ کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۳۲۸

۸ کتاب مذکور، ص: ۵۲۵

۹ مطالعۂ اقبال، ص: ۲۵۸

۱۰ دیکھیے مکتوب، ۸۴

۱۱ کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۳۸۱

۱۲ شذرات، ص: ۱۳۲

۱۳ کلیاتِ اقبال، اردو، ص: ۶۳۹

مکتوب نمبر: ۳۴۱ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء

مکتوب الیہ: مولوی عبدالحق [۲]

متن کی درستی:

	عطاء دوم	اقبال اور عبدالحق	عکس
۱۔	... آشفتہ ہو کر نہ پڑھیں گے	... آشفتہ ہو کر نہ پڑھیں گے	۔ آشفتہ ہو کر نہ پڑھیں گے
۲۔	... صحبت اور مقامات ...	... صحبت اور مقامات ...	... صحبت بھی اور مقامات ...
۳۔	اس اہم معاملے میں ...	اس اہم معاملے میں ...	اس اہم معاملے میں بھی ...

نوٹ: عطاء دوم میں منقول عبارت عکس کے مطابق ہے، ۱، ۲، ۳ کے معاملے میں عطاء دوم اور اقبال اور عبدالحق دونوں کا متن ناقص ہے

توضیحات:

علالت: علامہ اقبال کی آخری علالت جس کا آغاز ۱۰ جنوری ۱۹۳۴ء کو عید کے دن ہوا تھا، جاڑے کے موسم میں دہی کے ساتھ سویاں کھانے سے گلا خراب ہو گیا جس کے نتیجے میں آخر عمر آواز بند ہو گئی تھی۔[۳]

اردو زبان کی خدمت: اقبال زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں، "اگرچہ میں اردو زبان کی بحیثیت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تاہم میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں ہے"۔ یہ محض اقبال کا عجز و انکسار ہے ورنہ انھوں نے اردو زبان کی جو خدمت انجام دی ہے وہ سب پر واضح ہے۔ اقبال نے مولوی عبدالحق کے نام اپنے ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء[۴] اور ۲۸ اپریل ۱۹۳۷ء[۵] کے مکاتیب میں اردو سے اپنے گہرے لگاؤ کا اظہار کیا ہے۔

فنڈ: اقبال کہتے ہیں کہ انجمن کی ترقی کے لیے فنڈ جمع کرنا بہت ضروری ہے، اس کے لیے کوئی ذریعہ سوچنا چاہیے۔

صدر مقام: اقبال نے انجمن کے صدر مقام کے لیے لاہور کا نام تجویز کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مستقبل میں پنجاب مسلم تاریخ میں اہم کردار ادا کرے گا اور طباعت کا مرکز ہونے کے علاوہ یہاں کے باشندے قومی کاموں میں دلچسپی لینے والے ہیں، لیکن اقبال کی یہ تجویز منظور نہ ہوئی۔ تاہم بعد میں تحریکی کردار کے بارے میں اقبال کی پیش گوئی پوری ہوئی۔

آپ کے خط کا آخری فقرہ: ممکن ہے کہ اس فقرے میں مولوی صاحب کی طرح حیدرآباد دکن سے پنشن کے اجراء کے معاملے کا ذکر ہو یا خط لکھا ہو۔ بہرحال یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ ۹ ستمبر ۱۹۳۷ء کے مکتوب میں بھی مولوی عبدالحق کو اقبال نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔[۶]

---

[۱] ماخذ: عطاء دوم، ص: ۷۸-۸۱، اقبال اور عبدالحق، ص: ۳۰-۳۳، عکس: مکتوب کا عکس بھی شامل کتاب ہے۔ [۲] اشاریہ مکاتیب، ۱۰۲

[۳] زندہ رود (سوم)، ص: ۵۳۶ [۴] عطاء دوم، ص: ۸۱ [۵] کتاب مذکور، ص: ۸۲

مشفق پاکستان، ص: ۴۲۱

مکتوب نمبر: ۲۴۴ [1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۱۷/ اکتوبر ۱۹۳۶ء

مکتوب الیہ: خواجہ غلام السیدین [2]

متن کی درستی:

۱۔ "سوشلزم کے معترف ہر جگہ روحانیات کے مذہب کے مخالف ہیں" اس جملے میں "روحانیت اور مذہب" ہونا چاہیے لیکن اصل مکتوب کا عکس دستیاب نہ ہونے کی بنا پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

۲۔ "... میرے نزدیک مغضب ہے" میں لفظ "مغضب" کاتب کی غلطی ہے، اصل لفظ "مغضوب" ہے۔

توضیحات:

کارل مارکس: KARL MARX (۱۸۱۸ء - ۱۸۸۳ء) یہودی النسل مفکر، جرمنی میں پیدا ہوا، جلاوطن ہو کر لندن میں مقیم ہو گیا، لندن ہی میں فوت ہوا، کارل مارکس جرمن فلسفی HEGEL (وفات: ۱۸۳۱ء) اور اس کے شاگرد فیور باخ 'FEWER BACH' کے افکار سے متاثر تھا، خدا اور مذہب کا منکر اور ایک نئے معاشی نظام کا داعی جسے اشتراکیت کا نام دیا جاتا ہے، اس نے اشتراکیت کا فلسفہ اپنی مشہور کتاب CAPITAL (۱۸۶۷ء) میں پیش کیا ہے۔ اشتراکی اس کتاب کو بائبل کا درجہ دیتے ہیں [3]۔

مادی تعبیرِ تاریخ: کارل مارکس نے ہیگل کی جدلیاتی تعبیرِ تاریخ کو اس طرح اپنایا کہ تاریخی ارتقاء کی رُوحِ رواں روحِ مطلق یا جانِ جہان کی بجائے معاشی حرکات یا مادی اسباب قرار پائے، اس کے نزدیک انسانی زندگی اپنے تمام عقلی و عملی پہلوؤں میں اپنے دور کے معاشی نظام پر مبنی ہوتی ہے، معاشرے میں تبدیلی کسی روحانی یا آسمانی ہدایت سے نہیں طبقاتی کشمکش سے رونما ہو سکتی ہے [4]۔

اقبال مارکس کی مغربی سرمایہ دارانہ نظام سے عداوت کو سراہتے ہیں لیکن اس کی مادی تعبیرِ تاریخ کی تردید کرتے ہیں [5]، ان کے نزدیک اسلام بحیثیت دین انھیں نہیں چاہیے کارل مارکس کا خیال تھا بلکہ اس میں سوشلزم سے بڑھ کر ان کے معاشی مسائل حل کرنے کی صلاحیت ہے [5]، چنانچہ اقبال زیرِ نظر مکتوب میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فارسی مثنوی: "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" (۱۹۳۶ء) جس کی فصل "لا الٰہ الا اللہ" میں اشتراکیت کی تردید کی گئی ہے [6]۔

[1] ماخذ: جلد اوّل، ص: ۳۱۸ - ۳۱۹

[2] تعارف، مکتوب: ۲۳۷

[3] A.R.E., Vol. 13, PP. 181-182; Britannica, Vol. 14, PP. 995-999

[4] رحیم بخش شاہین: اقبال کے معاشی نظریات، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص: ۵۶، ۱۰۶ - ۱۰۹

[5] حاشیہ پر: علی عباس جلالپوری: اقبال کا علم کلام، ص: ۶۵۲ - ۶۵۳؛ تشکیل جدید، ص: ۲۹۱ - ۲۹۲

[6] کلیاتِ اقبال، فارسی، ص: ۸۱۲ - ۸۱۵

مکتوب نمبر: ۲۴۳ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء

مکتوب الیہ: مولوی ظفر احمد صدیقی

تعارف: ظفر احمد صدیقی (پیدائش ۱۵ ستمبر ۱۹۱۲ء -) والد کا نام مولوی اقبال احمد تھا، ۱۹۳۵ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم اے (فلسفہ) اور پھر فلسفہ ابن طفیل کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء الٰہ آباد میں لیکچرار رہے، ۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۷ء اسلامیہ کالج اٹاوہ کے پرنسپل رہے، ۱۹۴۷ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ فلسفہ میں لیکچرار پھر ریڈر ہوئے اور پروفیسر اور صدر شعبہ رہے، ۱۹۳۳ء میں علی گڑھ میگزین کے مدیر رہے، غالباً ۱۹۳۸ء میں رسالہ "اقبال" نکالا جو ۱۹۴۰ء تک جاری رہا۔ شعر و ادب کے ساتھ دینی علوم کے ساتھ گہرا لگاؤ تھا، مسلم یونیورسٹی کی ملازمت کے زمانے میں مجلس اسلامیات کے صدر تھے۔

ظفر احمد صدیقی متعدد کتب و مقالات کے مصنف ہیں، خدا ایک مسلمان کی نظر میں، ادب اور نفسیات، اردو ادب میں پیروڈی، اقبال کا فلسفہ جہاد اور فرمودۂ اقبال ان کے اہم مضامین ہیں کے علاوہ فلسفہ پر ان انگریزی مقالات کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے، حی ابن یقظان (ترجمہ)، فلسفۂ حی ابن یقظان، فلسفہ ابن طفیل ان کی اہم تصانیف ہیں، مجموعہ کلام "گرد نفس" زیر طبع ہے۔

علامہ اقبال سے انہیں خاص عقیدت تھی، انہوں نے اقبال کی فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" کا منظوم اردو ترجمہ "حکمت کلیمی" کے نام سے کیا ہے، دہلی یونیورسٹی میں تمام خطبات کے تحت شعبۂ اردو میں اقبال پر انہوں نے خطبات دیے تھے وہ بھی کتابی صورت میں بعنوان "اقبال - فلسفہ اور شاعری" منظر عام پر آ چکے ہیں۔[2]

توضیحات:

پس منظر: مکتوب الیہ نے اقبال کے ایک معترض کے اعتراضات کا منظوم جواب بعنوان "نذر اقبال" اقبال کو بھیجا تھا جس کے جواب میں

---

[1] ماخذ: علامہ اقبال، ص: ۲۰۱ - ۲۰۵، کتاب میں مکتوب کا عکس بھی دیا گیا ہے

[2] یہ معلومات پروفیسر ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، صدر شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی نے اپنے مکاتیب ۵ فروری ۱۹۸۷ء، ۱۵ مارچ ۱۹۸۷ء کے ذریعہ ہم پہنچائے ہیں۔

اقبال نے یہ مکتوب تحریر کیا تھا ۔

مسئلہ خودی : معترض کا ایک اعتراض یہ تھا کہ اسلام کی تعلیم کے برعکس اقبال خودی کی تعلیم دے کر مسلمانوں کو خونریزی اور غارت گری کی دعوت دیتے ہیں ۔ جواب میں اقبال کہتے ہیں کہ معترض اصلاً مسئلہ خودی کی تاریخ اور اس موضوع پر ان کی تحریروں سے ناواقف ہے ورنہ ان کی مراد تو یہ ہے کہ خودی کے ذریعے روح انسانی کی ترقی کا اہتمام کیا جائے ۔

خودی کی دو قسمیں : اقبال کہتے ہیں کہ نفس انسانی کی قوتوں کے عمل کے لئے حدود معین کرنے کا نام اصطلاح اسلام میں شریعت یا قانون الٰہی ہے اور جب خودی اس قانون کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے ، اور اس صورت میں خودی انسانیت کی موت کی بجائے حفاظت کا ذریعہ بن جاتی ہے ۔ خودی کسی قانون کی پابند نہ ہو تو مسولینی (وفات ۱۹۴۵ء) کی صورت میں حبشہ کو پامال کر دیتی ہے لیکن قانون الٰہی کی پابند خودی مسلمانوں کی صورت میں حبشہ کی آزادی کے تحفظ کی علامت بن جاتی ہے ۔

شریعت و طریقت : حدود خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے ۔

فنا و بقا : جب احکام الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ اعمال و عواطف باقی نہ رہیں تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے ، بعض نے اس کا نام بقا رکھا ہے ۔ لیکن ہندی اور ایرانی صوفیہ میں اکثر نے "فنا" کی تفسیر فلسفہ ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر کی ہے ، اس کے نتیجے میں مسلمان ناکارہ اور تباہ و برباد ہو چکے ہیں ۔

اسلام کا اصول جہاد : اسلام کی تعلیم میں سارے عالم انسانیت کی حفاظت کی ضمانت موجود ہے ، اسلام نے مظلوم اور مجبور مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی ہے نہ کہ حکم ، جوع الارض کے لئے جنگ کرنا حرام ہے ، (البقرہ : ۱۹۱-۱۹۳)

یہاں اقبال نے قرآن مجید کا حوالہ (۹ : ۳۹) غلط دیا ہے ، فرضیت جہاد کے احکام البقرہ : ۲۱۶ اور التوبہ : ۴۱ میں جبکہ قتال کا حکم التوبہ : ۵ ، ۳۶ میں دیا گیا ہے ۔

شاہین : شاہین کی تشبیہ محض شاعرانہ نہیں اس جانور میں اسلامی فقر کی خصوصیات پائی جاتی ہیں مثلاً (۱) خوددار اور غیرت مند (۲) بے تعلق (۳) بلند پرواز (۴) خلوت پسندی (۵) تیز نگاہی

مکتوب نمبر : ۳۴۴ [1]

مقام تحریر : لاہور

تاریخ تحریر : ۱۲ مارچ ۱۹۳۷ء

مکتوب الیہ : آل احمد سرور

تعارف : آل احمد سرور (پیدائش ، ۱۹۱۲ء -) بدایوں (یوپی) میں پیدا ہوئے ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پہلے انگریزی اور پھر اردو میں ایم اے کیا ۔ پہلی بار ۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۵ء اور دوبارہ ۱۹۵۵ء تا ۱۹۷۳ء علی گڑھ میں پروفیسر رہے ۔ ۱۹۴۶ء تا ۱۹۵۵ء لکھنؤ یونیورسٹی میں ریڈر کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے ۔ ان دنوں کشمیر یونیورسٹی کے اقبال انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر اور اقبال پروفیسر ہیں ۔ انجمن ترقی اردو اور ترقی اردو بورڈ بھارت کے عہدیدار رہے ۔ 'ہماری زبان' 'مجلہ اقبالیات' اور 'اردو ادب' کے مدیر رہے ہیں ۔ آل احمد سرور کا شمار اردو کے بلند پایہ نقادوں میں ہوتا ہے ۔ اردو ادب اور اقبالیات پر ان کی متعدد کتابیں اور مقالات شائع ہو چکے ہیں جن میں 'نئے اور پرانے چراغ' اقبال اور تصوف ، اقبال اور مغرب ، عرفان اقبال اور انگریزی میں 'IQBAL AND MODERNITY' اور 'QUEST FOR IDENTITY AND IQBAL' لائق ذکر ہیں۔

پس منظر : آل احمد سرور نے ایک مفصل مکتوب میں اقبال کے ادبی اسلوب اور فاشزم اور اشتراکیت وغیرہ کے بارے میں ان کے نظریات سے متعلق کچھ سوالات کئے تھے جن کے جوابات اقبال نے زیر نظر مکتوب میں دئے ہیں علالت اور بینائی کی خرابی کی بنا پر اقبال نے یہ خط خود نہیں لکھا تھا کسی سے لکھوایا تھا البتہ دستخط اپنے ہاتھ سے کئے تھے[2] ۔ یہ مکتوب افکار اقبال کی توضیح کے سلسلے میں اہم اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

فاشزم : (FASCISM) جنگ عظیم اول کے سیاسی و معاشی اثرات کے ردعمل کے طور پر ابھرنے والی تحریک جس کا نام قوت و اقتدار کی قدیم رومن علامت 'FASCES' سے اخذ کیا گیا تھا ۔ اٹلی میں اس کی داغ بیل مسولینی (وفات ، ۱۹۴۵ء) نے ۲۳ مارچ ۱۹۱۹ء کو رکھی ۔ اس کا مقصد فرد کو حکومت اور ریاست کے تابع بنانا ، قوت حاصل کرنا اور تشدد کے ذریعہ مخالف قوتوں کو ختم کرنا تھا ۔[3]

---

[1] ماخذ : [illegible] دوم ، ص : ۳۱۳ - ۳۱۵

[2] ماخذ : اقبال نمبر ، اپریل ۱۹۴۰ء ، ص : ۲۷

[3] A.A.E., Vol. 8, P. 30

کلام و پیغام اقبال کی تفہیم : اقبال کہتے ہیں کہ ان کے کلام و پیغام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے کلام کا باقاعدہ مطالعہ کیا جائے اور اسلامی حقائق سمجھنے کی کوشش کی جائے ۔

مسولینی کے متعلق تناقض : اقبال کہتے ہیں کہ مسولینی کے بارے میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں تناقض اس لیے نظر آتا ہے کہ انہیں مسولینی میں SAINT اور DEVIL دونوں کی خصوصیات نظر آتی ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ اگر مکتوب الیہ ان سے ملاقات کریں تو یہی تاثر قائم کریں گے انہیں اس کی نگاہ میں ایک ناقابل بیان تیزی محسوس ہوتی ہے جس کو شعاع آفتاب سے تعبیر کر سکتے ہیں ۔[1]

تیموریت : اقبال نے بال جبریل (۱۹۳۵ء) کی نظم ' تاتاری کا خواب ' میں روحِ تیمور کا کلمہ نقل کیا ہے۔[2] اس نظم کے حوالے سے آل احمد سرور نے ' تیمور کی روح ' سے اپیل کرنے پر اعتراض کیا تھا ، اقبال زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں کہ اس سے ان کی مراد تیموریت کو زندہ کرنا نہیں ہے بلکہ مسلمانانِ ایشیا کے قوٰی کو بیدار کرنا ہے ، تیمور کی طرف اشارہ محض اسلوبِ بیان ہے ، اسلوبِ بیان کو شاعر کا حقیقی مدعا سمجھنا ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ ایسے اسالیب کی مثالیں دنیا کے ہر ادب میں موجود ہیں ۔

اقبال کے ان جوابات کی روشنی میں پروفیسر آل احمد سرور نے ' اقبال اور اس کے نکتہ چیں ' کے زیرِ عنوان ۳۵ صفحے کا ایک مفصل مضمون لکھا تھا ۔[3]

---

[1] مسولینی کے بارے میں اقبال کے خیالات کے لیے دیکھیے ملفوظات ، ص : ۵۶۳ - ۵۶۶

[2] کلیات اقبال ، اردو ، ص : ۴۷۷

[3] آل احمد سرور ، نئے اور پرانے چراغ ، کراچی ، اردو اکیڈمی سندھ ، اکتوبر ۱۹۵۱ء ، ص : ۷۶ - ۱۱۰

مکتوب نمبر: ۲۲۵ [۱]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۸ / اپریل ۱۹۳۷ء

مکتوب الیہ: مولوی عبدالحق [۲]

متن کی درستی:

علامہ مرحوم	اقبال اور عبدالحق	عکس
۱۔ ... حالات اجازت دیتے ہیں یا ...	... حالات ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا ...	... حالات ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا ...
۲۔ افسوس کہ آپ تو علالت ...	افسوس! آپ تو علالت ...	افسوس کہ آپ تو علالت ...

توضیحات:

والا نامہ بمع روداد: بمع صحیح تو ہے چونکہ خط اقبال کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے اس لئے قیاس ہے کہ یہ غلطی کاتب سے سرزد ہوئی ہو گی۔ روداد سے مراد آل انڈیا اردو کانفرنس کی روداد ہے۔ یہ کانفرنس راجہ صاحب محمود آباد (وفات: ۱۹۷۳ء) کی زیر صدارت علی گڑھ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں ہندوستان کے مختلف صوبوں سے ایسے منتخب اہل علم کو مدعو کیا گیا تھا جو زبان کے معاملہ میں خاص بصیرت اور تجربہ رکھتے تھے۔ اقبال بھی ان خاص مدعوین میں شامل تھے اور انجمن کی دعوت پر علی گڑھ جانے کا مصمم ارادہ رکھتے تھے لیکن علالت کی بنا پر اس میں شرکت نہ کر سکے۔ تاہم کانفرنس کی روداد موصول ہوئی تو انہوں نے لکھا: "مجھ کو ان اغراض و مقاصد سے پورا اتفاق ہے۔" نیز انجمن کی رجسٹری کرانا بھی منظور ہے۔

انجمن کا دفتر: اس زمانہ میں انجمن کا صدر دفتر اورنگ آباد (حیدرآباد دکن) میں تھا لیکن اقبال نے اس مکتوب میں اس کی دہلی منتقلی کا مشورہ دیا۔ ۱۹۳۸ء میں انجمن کا دفتر دہلی آ گیا۔ امکان یہی ہے کہ اس کی منتقلی کا حتمی فیصلہ اقبال کے مشورے پر کیا گیا تھا جیسا کہ ڈاکٹر ممتاز حسن نے لکھا ہے لیکن اقبال کے مکتوب ۱۷ / ۲۲ ستمبر ۱۹۳۶ء سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے خیال میں موزوں ترین جگہ لاہور تھی۔[۳]

۱۔ ماخذ: علامہ مرحوم، ص: ۸۲-۸۳

اقبال اور عبدالحق، ص: ۲۷۴، اس میں عکس بھی شامل ہے

۲۔ تعارف، مکتوب: ۱۰۲

۳۔ دیکھئے مکتوب: ۲۲۱

مکتوب نمبر: ۴۴۶[1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۹ مئی ۱۹۳۷ء

مکتوب الیہ: سید سلیمان ندوی ؒ

توضیحات:

پس منظر: مئی ۱۹۳۷ء کے معارف میں سید سلیمان ندوی نے 'شذرات' کے تحت چند عربی کتابوں کی اشاعت کا ذکر کیا ہے جن میں اسلام کے مالی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ اقبال اپنی مجوزہ تصنیف (فقہ پر) میں ان سے مدد لینا چاہتے تھے۔ زیر نظر مکتوب میں انھوں نے ان کتابوں کے حصول کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اقبال نے مکتوب میں صرف ابو یوسف (وفات: ۷۹۸ء) کی کتاب الخراج کا ذکر کیا ہے باقی کتابوں کی طرف مبہم اشارہ کیا ہے۔[2] 'شذرات' دیکھنے سے ان کتابوں کے ناموں کا علم ہوتا ہے۔ ذیل میں ان کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

کتاب الخراج: امام ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم الانصاری الکوفی (۷۳۲ء - ۷۹۸ء) کی تصنیف ہے۔ امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ (وفات: ۷۶۷ء) کے شاگرد، ممتاز فقیہ، حنفی مسلک کے بانیوں میں سے تھے۔ عباسی دور میں قاضی القضاۃ رہے۔ کتاب الخراج ایک طویل دستاویز ہے جو انھوں نے ہارون الرشید (وفات: ۸۰۹ء) کی فرمائش پر لکھی تھی۔[3] اس کا عربی متن اور اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

کتاب الخراج: یحییٰ بن آدم القرشی (وفات: ۸۱۸ء) نے مامون الرشید (وفات: ۸۳۳ء) کے زمانے میں تالیف کی تھی۔[4] یہ کتاب مصر میں چھپ چکی ہے۔

کتاب الوقف: کتاب کا اصل نام 'احکام الوقف' ہے، جو شائع ہو چکی ہے۔ اس کے مصنف ہلال بن یحییٰ ابن مسلم رائی (وفات: ۲۴۵ھ) بصرہ کے مشہور فقیہ اور قاضی ابو یوسف اور امام زفر (وفات ۷۷۵ء) کے شاگرد تھے۔ 'الشروط' اور 'السجلات' کے موضوع پر سب سے پہلے لکھنے والے ہیں۔[5]

کتاب الاموال: ابو عبید بن قاسم بن سلام الہروی (وفات: ۸۳۴ء) کی تصنیف ہے، ممتاز نحوی، حنفی مسلک کے فقیہ۔[6] کتاب الاموال کا عربی متن اور اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

۱؎ ماخذ: گوشۂ اقبال، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۲؎ شذرات، مکتوب: ۸۹۰

۳؎ ابو یوسف، کتاب الخراج (ترجمہ، نجات اللہ صدیقی)، کراچی، مکتبہ چراغ راہ، ستمبر ۱۹۶۶ء، ص: ۳۰ - ۵۶، ۶۱

۴؎ کتاب مذکور، ص: ۵۸، ۸۷، ۸۸ ۵؎ الاعلام، ۸: ۷۰، ص: ۹۲ ۶؎ کتاب الخراج، ص: ۸۸

مکتوب نمبر: ۳۴۷[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۳ جون ۱۹۳۷ء

مکتوب الیہ: محمد عبداللہ چغتائی

تعارف: ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی (۲۳ نومبر ۱۸۹۶ء - ۱۹ دسمبر ۱۹۸۳ء) والد کا نام میاں کریم بخش تھا، مصورِ مشرق عبدالرحمٰن چغتائی (وفات، ۱۹۷۵ء) ان کے بڑے بھائی تھے۔ ۱۹۲۱ء میں اردو ادب کے نامور محقق محمود شیرانی (وفات، ۱۹۴۵ء) نے علمی تحقیق کا شوق دلایا۔ فنِ تعمیر ان کا موضوعِ تحقیق تھا۔ پیرس سے اسلامی فنون میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے جس کے لیے تاج محل آگرہ پر فرانسیسی زبان میں مقالہ لکھا تھا۔ لدھیانہ، بمبئی، پونہ اور لاہور میں ملازمت کرتے رہے۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کو اقبال سے خاص لگاؤ تھا اور اقبال کے قریبی حلقۂ احباب میں شامل تھے۔ علامہ اقبال کے علمی کاموں میں مدد کرتے تھے۔ بعض اہم سفروں میں بھی اقبال کے ہمراہ رہے۔ علامہ اقبال کے بارے میں ان کی یادداشتیں "اقبال کی صحبت میں" اور "روایاتِ اقبال" شائع ہو چکی ہیں۔ کل تصانیف ۶۰ ہیں۔ موضوعات مصوری، معماری، خطاطی اور اسلامی تاریخ ہیں۔

توضیحات:

پس منظر: ۱۹۳۳ء میں سیاحتِ اندلس کے دوران اقبال کی ملاقات ایک نوجوان مصری محقق محمود الخضیری سے ہوئی تھی، ان دنوں مشہور فلسفی ڈیکارٹ کی یاد میں عالمی کانفرنس کے انعقاد کی تیاری ہو رہی تھی۔ محمود الخضیری نے علامہ اقبال سے درخواست کی کہ وہ اس کانفرنس میں شرکت کریں اور مقالہ پڑھیں۔ اقبال نے ڈاکٹر محمد عبداللہ کے نام اس مکتوب میں اس کانفرنس میں شرکت اور مقالہ پیش کرنے سے معذرت چاہی، تاہم انہوں نے محمود الخضیری کو علمی تحقیق کے سلسلے میں مفید مشورے دئیے۔

ڈیکارٹ: RENE DESCARTES (۱۵۹۶ء - ۱۶۵۰ء) فرانسیسی ریاضی دان اور جدید فلسفہ کا بانی، جس نے الجبرا اور جیومیٹری کے امتزاج سے تحلیلی ہندسہ کی بنیاد رکھی اور علم کے دیگر شعبوں میں ریاضی کے اصول کے اطلاق کا سلسلہ شروع کیا، DISCOURSES DE LA METHODE اور PRINCIPIA PHILOSOPHIAE وغیرہ کتب کا مصنف تھا۔[2]

---

[1] ماخذ: [illegible] دوم، ص، ۳۲۰-۳۲۵

[2] AAE., Vol. 6, pp. 125-126

طوسی : نصیر الدین ابو جعفر محمد بن محمد بن الحسن طوسی (۱۲۰۱ء - ۱۲۷۴ء) نامور منجم ، ریاضی دان ، مورخ اور منطقی ، طوس میں پیدا ہوا ، ہلاکو کا وزیر اور منجم اوقات رہا ، اخلاق ناصری ، محصل (رازی کی محصل افکار المتقدمین والمتاخرین کی ناقدانہ شرح و تلخیص) ، حل مشکلات الاشارات والتنبیہات ، التذکرۃ الناصریہ ، زیج ایلخانی ، اصول اقلیدس پر ایک رسالہ ، شکل القطاع وغیرہ اس کے قلم سے ہیں[1] ۔

ارسطو : ARISTOTLE (۳۸۴ ق م - ۳۲۲ ق م) یونانی منطقی ، سائنس دان ، افلاطون (وفات ۳۴۷ ق م) کا شاگرد خاص ، سکندر اعظم کا اتالیق و مشیر ، ایتھنز میں دبستان مشائین کا بانی ، حیاتیات ، طبیعیات ، ادب ، الٰہیات اور منطق پر متعدد کتابیں اس کی یادگار ہیں[2] ۔

دانتے : DANTE (۱۲۶۵ء - ۱۳۲۱ء) مشہور اطالوی شاعر ، اس کی شاعرانہ تخلیقات میں آسمانی طربیہ DIVINE COMEDY سب سے زیادہ معروف ہے ، یہ کتاب تین حصوں جنت ، دوزخ اور برزخ پر مشتمل ہے ، اس کتاب میں دانتے نے فن کے محاسن ، فلسفہ ، ہیئت اور تاریخ وغیرہ علوم پر اپنی قدرت کا برملا مظاہرہ کیا ہے[3] ، اس کتاب میں مسلم اثرات صاف طور پر محسوس ہوتے ہیں[4] ، اقبال 'جاوید نامہ' (۱۹۳۲ء) کو ایک قسم کی 'ڈیوائن کامیڈی' کہتے ہیں[5] ۔

کانٹ : IMMANUEL KANT (۲۲ اپریل ۱۷۲۴ء - ۱۲ فروری ۱۸۰۴ء) نامور جرمن فلسفی THE CRITIQUE OF PURE REASON اور RELIGION WITHIN THE BOUNDS OF PURE REASON کا مصنف ، اس نے 'تنقید عقل محض' میں عقل انسانی کی حدود متعین کر کے مذہب کو اس کی گرفت سے باہر قرار دیا[6] ۔

اقبال یہ چاہتے تھے کہ مسلمان فلسفیوں اور سائنس دانوں کی کاوشوں کا تجزیہ مطالعہ کیا جائے اور مغربی حکماء وغیرہ پر ان کی برتری ظاہر کی جائے اس سلسلے میں انہوں نے نصیر الدین طوسی ، امام غزالی (وفات ۱۱۱۲ء) فخر الدین رازی (وفات ۱۲۰۹ء) اور ابو علی سینا (وفات ۱۰۳۷ء) کے افکار پر خاص طور پر توجہ دینے کا مشورہ دیا ۔ اقبال نے اس موضوع پر محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس دہلی منعقدہ ۱۹۱۱ء[7] ، اور مسلم کانفرنس کے اجلاس لکھنؤ ۱۹۲۸ء[8] اور اپنے خطبہ 'اسلامی ثقافت کی روح'[9] میں بھی اظہار خیال کیا ہے ۔

---

۱ اردو دائرہ ، ج ۱۲ ، ص ۵۲۲ - ۵۲۶

۲ Americana, Vol. 2, PP. 288-292

۳ Americana, Vol. 8 PP. 487-488

۴ دیکھئے اشرف حسینی ، دانتے اور اقبال (مقالہ) ماہ نو ، جنوری ۱۹۸۲ء ، نومبر ۱۹۸۲ء

۵ علامہ اقبال ، ص ۳۰۰ ، ۳۱۲

۶ Americana, Vol. 16 PP. 310-314

۷ اوراق گم گشتہ ، ص ۱۸۳

۸ انوار ، ص ۲۴۸ - ۲۶۷

۹ تشکیل جدید ، ص ۱۹۷ - ۲۱۲

مکتوب نمبر: ۲۸۸[1]

مقامِ تحریر: لاہور

تاریخِ تحریر: ۷؍اگست ۱۹۳۷ء

مکتوب الیہ: ممنون حسن خان

تعارف: ممنون حسن خان، سر سید راس مسعود (وفات: ۱۹۳۷ء) کے پرسنل سیکریٹری تھے۔ علامہ اقبال بھوپال آتے تو وہ اقبال کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اقبال کو جس چیز کی ضرورت ہوتی یا جو کام درپیش ہوتا ممنون حسن وہ چیز مہیا کرتے اور کام انجام دیتے تھے۔ اُن کے ذمے خط و کتابت کا کام بھی تھا۔ باہر سے آنے والے خط اقبال کو پڑھ کر سناتے اور علامہ جو جواب لکھاتے وہ پنسل سے نوٹ کر کے ہاتھ سے صاف کرتے یا ٹائپ کرتے اور دستخط کے لیے پیش کر دیتے۔ اقبال لاہور میں ہوتے تو ممنون حسن خان بھوپال سے انھیں مہینے میں دو بار ضرور خط لکھتے تھے۔ خود اقبال بھی کبھی کبھی انھیں خط لکھتے رہتے تھے۔ اقبال نے زندگی کا آخری خط بھی ممنون حسن خان کے نام لکھا تھا۔ یہ خط اقبال کے انتقال سے صرف دو دن پہلے (۱۹؍اپریل ۱۹۳۸ء) کو لکھا تھا[2]

توضیح:

راس مسعود کا کتبۂ مزار: سر سید راس مسعود کے کتبۂ مزار کے لیے اقبال نے جو رباعی منتخب کی تھی اس کا تذکرہ زیرِ نظر مکتوب میں یوں درج کیا ہے:

نہ پیوستم دریں بستان سرا دل — ز بند این و آن آزادہ رفتم
چو باد صبح گردیدم دمے چند — گلاں را رنگ و آبے دادہ رفتم[3]

اقبال کہتے ہیں کہ یہ رباعی انھوں نے اپنے کتبۂ مزار کے لیے کہی تھی لیکن مسعود مرحوم ان سے پہلے فوت ہو گئے اس لیے انھوں نے یہ رباعی ان کے لیے خاص کر دی۔ اس کے علاوہ رباعی کا مضمون بھی اقبال سے زیادہ راس مسعود کی زندگی کی صورت پر صادق آتا ہے۔ اقبال نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مسعود کے کتبۂ مزار پر صرف ایک شعر لکھنا ہو تو یہ شعر بہتر رہے گا

اے برادر من ترا از زندگی دادم نشان — خواب را مرگ سبک دان مرگ را خواب گران

یہ شعر اقبال کے فارسی مجموعۂ کلام 'پیام مشرق' کے حصہ 'خردہ' میں شامل ہے[4]

---

[1] ماخذ: حصہ اوّل، ص: ۳۲۹ - ۳۳۰
[2] دیکھیے مکتوب: ۲۵۲
[3] کلیاتِ اقبال فارسی، ص: ۲۰۸
[4] کتاب مذکور، ص: ۳۹۰
سرودِ رفتہ (ص: ۲۱۱) میں اس شعر کو حیثیت میں شامل کیا گیا ہے

مکتوب نمبر: ۳۴۹[1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۱ر ستمبر ۱۹۳۷ء

مکتوب الیہ: خواجہ غلام السیدین[2]

توضیحات:

صحت: خواجہ غلام السیدین کے استفسار پر اقبال زیرِ نظر مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ان کی صحت پہلے سے بہتر ہے آواز میں بھی افاقہ ہے مگر ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے پڑھنے سے منع کر رکھا ہے اس لئے خطوط بھی اب وہ کسی جاوید اقبال سے خطوط لکھواتے رہے۔

اسلامی اصولِ فقہ: اقبال کا علمی منصوبہ[3] تھا مگر کہ اس آخری حصے میں ضعفِ بصارت اور علالت کی بنا پر اقبال اس منصوبے کی تکمیل سے ناامید ہو چکے تھے اس لئے اس خط میں لکھتے ہیں "اب یہ امید موہوم معلوم ہوتا ہے"۔

مضمون: خواجہ غلام السیدین اقبال کے تعلیمی نظریات پر کتاب لکھ رہے تھے جس کے مسودات تبادلۂ خیال کی غرض سے اقبال کی خدمت میں ارسال کر چکے تھے۔ اقبال نے ۲۱ر جون ۱۹۳۶ء کے مکتوب میں انہیں اطلاع دی تھی کہ ضربِ کلیم کے ایک حصے میں تعلیم و تربیت پر اظہارِ خیال کیا ہے یہ کتاب اس زمانے میں زیرِ طبع تھی۔ اقبال نے اُس مکتوب میں مشہور مفکر LEIBNITZ (وفات: ۱۴ر نومبر ۱۷۱۶ء) کا نظریہ "MONADISM" پر بھی تنقید کی تھی اور زمانہ کے موضوع پر بھی اظہارِ خیال کیا تھا[4] اقبال جاوید کی بنا پر کتاب کا مطالعہ نہ کر سکے تاہم زیرِ نظر مکتوب میں اقبال نے خواجہ غلام السیدین کی مجوزہ کتاب کی طباعت کے سلسلے میں مشورہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر یہ مختصر ہے تو بہتر ہے شائع ہونے والے رسالے ISLAMI CULTURE میں کل شائع ہو سکتا ہے اور کتاب کی صورت میں اس رسالہ کے مطبع سے چھپوایا جا سکتا ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جو بعد میں 'IQBAL'S EDUCATIONAL PHILOSOPHY' کے نام سے ۱۹۳۸ء میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔

مسٹر نکلسن کا ترجمہ: آر۔ اے۔ نکلسن (وفات: ۱۹۴۵ء) کا ترجمہ اسرارِ خودی THE SECRETS OF THE SELF، جس کی بعض غلطیوں کی طرف خواجہ صاحب نے اشارہ کیا تھا اور اقبال نے لکھا ہے کہ انہوں نے نکلسن کو ان غلطیوں کی طرف متوجہ کیا تھا اس کے باوجود معلوم نہیں کیوں یہ غلطیاں نظر انداز کر گئے۔

۱۔ ماخذ: علامہ اقبال، ص: ۳۲۰-۳۲۲ ۲۔ تعارف: مکتوب ۲۳۲

۳۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: رحیم بخش شاہین: وہ کتاب جو اقبال لکھنا چاہتے تھے (مقالہ)، اسلامی تعلیم لاہور، اقبال نمبر، مارچ - جون ۱۹۷۷ء

۴۔ علامہ اقبال، ص: ۳۱۵-۳۱۶

مکتوب نمبر: ۲۵۰ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۲۵ ستمبر ۱۹۳۷ء

مکتوب الیہ: خواجہ غلام السیدین [2]

توضیحات:

مسعود مرحوم کا کتبہ مزار: اقبال نے سر راس مسعود (وفات: ۱۹۳۷ء) کے کتبہ مزار کے لیے ایک رباعی منتخب کر کے ممنون حسن خان کو بھجوائی تھی تاکہ وہ علی گڑھ ارسال کر دیں۔[3] ان کا خیال تھا کہ اگر یہ رباعی مرحوم کے پسماندگان کو پسند آئی تو وہ اسے کندہ کرا دیں گے۔

چند اشعار: سر راس مسعود کی وفات پر اقبال نے چند اشعار بھی کہے تھے جن کا ذکر اس مکتوب میں آیا ہے۔ اقبال نے یہ اشعار سہ ماہی 'اردو' حیدرآباد دکن کے مسعود نمبر کے لیے ارسال کیے تھے۔[4] اب یہ اشعار 'مسعود مرحوم' کے زیر عنوان ارمغان حجاز (۱۹۳۸ء) کے حصہ اردو میں شامل ہیں۔[5] اقبال ۲ اگست ۱۹۳۷ء کو مولوی عبدالحق کو لکھتے ہیں: "...مگر یہ اشعار مرثیہ کہنے کے مستحق نہیں۔ مرثیہ لکھنا مجھے آتا ہی نہیں۔ یہ نظم مرحوم کا غم محض ایک محرک ہے اس یقین کی آرزو اور تڑپ کا کہ مرحوم باوجود ہم سے جدا ہونے کے واپس نہیں بلکہ زندہ ہے۔ آنسو بہانا ایک مکروہ امر ہے مگر میرا غم اسی یقین سے پیدا ہوتا ہے۔ گزشتہ چالیس سال سے میرے قلب کی یہی کیفیت چلی آتی ہے۔"[6]

توسیعی خطبات: بعض احباب نے تجویز پیش کی تھی کہ خواجہ صاحب اقبال کے فلسفۂ تعلیم کے موضوع پر پنجاب یونیورسٹی میں توسیعی خطبات پیش کریں لیکن وہ چاہتے تھے کہ خود اقبال اس سلسلے میں پنجاب یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد سے بات کریں۔ اقبال نے زیر نظر مکتوب میں معذوری کا اظہار کیا ہے تاہم انہیں یونیورسٹی کے وائس چانسلر M. L. DARLING یا عبدالحی، وزیر تعلیم پنجاب سے خط و کتابت کا مشورہ دیا ہے۔ اس کے بعد کے مکتوب میں اقبال نے خواجہ غلام السیدین کو ان لوگوں سے خط و کتابت کرنے سے منع کر دیا۔ تاہم یہ لکھا کہ اگر وہ اسلامیہ کالج یا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن یا مسلم کالجیٹ برادری کی دعوت پر توسیعی خطبہ دینا چاہیں تو سلسلہ جنبانی کی جا سکتی ہے۔[7] پھر معلوم نہ ہو سکا کہ اس تجویز کا کیا بنا؟

---

[1] عطاء، اوّل، ص: ۳۲۲-۳۲۳ [2] تعارف، مکتوب: ۲۳۷ [3] مکتوب: ۲۴۸

[4] عطاء، اوّل، ص: ۳۳۰
اقبال بنام عبدالحق، ص: ۴۸ [5] کلیات اقبال، ص: ۶۶۷-۶۶۸ [6] عطاء، اوّل، ص: ۳۳۰
اقبال بنام عبدالحق، ص: ۴۸

[7] یہ مکتوب پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل زیر نظر مکتوب کا تتمہ ہے کیونکہ اس کے شروع کے جملے 'آپ کے خط کا جواب لکھ کر ابھی ڈاک میں ڈال چکا ہوں' سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مکتوب زیر نظر مکتوب کی طرح ۲۵ ستمبر ۱۹۳۷ء ہی کو لکھا گیا ہوگا۔

مکتوب نمبر : ۲۵۱ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۸؍ فروری ۱۹۳۸ء

مکتوب الیہ: طالوت

تعارف: عبدالرشید نسیم، قلمی نام طالوت (یکم فروری ۱۹۰۶ء — ۳۰؍ مارچ ۱۹۹۳ء) ڈیرہ غازی خان کے نواحی گاؤں چوٹی زیریں میں جمال خان میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا محمد بخش تھا جو علم دین اور تصوف سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ طالوت نے ابتدائی تعلیم ڈیرہ غازی خان میں حاصل کی اور دیوبند سے تکمیل کی۔ زمیندار، معارف، خیام، عالمگیر وغیرہ رسائل میں علمی مضامین لکھتے رہے۔ دیوانِ فرید کا مبسوط مقدمہ بھی تحریر کیا اور ان کی منتخب کافیوں کا ترجمہ بھی کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کی دعوت پر ایم اے عربی کے نصاب کے لیے ایک کتاب تیار کی لیکن زندگی نے مہلت نہ دی۔ تاریخ ادبیات میں ان کی غیر مطبوعہ لغت بھی شامل ہے۔ وفات سے قبل وہ گورنمنٹ ہائی سکول ڈھانہ میں السنۂ شرقیہ کے استاد رہے۔[1] علامہ اقبال سے ان کی مراسلت مولانا سید حسین احمد مدنی سے اقبال کے قلمی مباحثہ کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ یہ مراسلت اس اعتبار سے بہت مفید ہے کہ اس میں نہ صرف ایک نہایت اہم مسئلہ پر بحث ملتی ہے بلکہ اس میں طالوت، اقبال اور مولانا مدنی کے مکاتیب بھی اصل صورت میں محفوظ ہیں۔

توضیحات:

مولانا سید حسین احمد مدنی: (۱۶؍ اکتوبر ۱۸۷۹ء — ۱۹۵۷ء) بانگر مئو (اناؤ) میں پیدا ہوئے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن (وفات ۱۹۲۰ء) کے شاگرد خاص۔ ایک مدت تک مدینہ میں مقیم رہے اور درس دیتے رہے۔ شیخ الہند کی حجاز آمد پر شریف حسین نے نہ صرف انہیں بلکہ شیخ الہند کے دیگر ساتھیوں کو بھی گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ ان میں مولانا مدنی بھی شامل تھے۔ مولانا مدنی اپنے استاد کے ساتھ دو سال تک مالٹا میں اسیر رہے۔ رہائی کے بعد انہوں نے آزادی کی تحریک میں موثر کردار ادا کیا۔ وہ متحدہ قومیت کے علمبردار تھے اور کانگریس کے ہم خیال تھے۔ مولانا کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں اسیر مالٹا، نقش حیات، متحدہ قومیت اور الشہاب الثاقب لائق ذکر ہیں۔[3]

---

[1] ماخذ: اذکار، ص: ۱۶۷ - ۱۶۸

[2] اقبال کے ممدوح علماء، ص: ۸۸

[3] علمائے پاک و ہند، ص: ۳۸۳ تا ۳۸۸

آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں : مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ نے ۸ جنوری ۱۹۳۸ء کی شب صدر بازار دہلی متصل پل بنگش ایک جلسے میں تقریر کی جس کا مراسلہ ۹ جنوری ۱۹۳۸ء کے تیج اور انصاری دہلی میں شائع ہوا اس کے بعد الامان اور وحدت دہلی نے یہ تقریر شائع کی ۔ ان پرچوں سے زمیندار اور انقلاب لاہور نے یہ تقریر نقل کی اور لکھا کہ مسلمانوں کو مولانا مدنی نے مشورہ دیا ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں قومیں وطن سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بھی اپنی قومیت کی بنیاد وطن کو بنائیں[1] ۔ اقبال کی نظر سے یہ خبر گزری تو انہوں نے اپنا مشہور فارسی قطعہ بعنوان 'حسین احمد' کہا جو ارمغان حجاز (۱۹۳۸ء) میں شامل ہے[2] ۔ ان اشعار کو اردو اخبارات نے نمایاں طور پر شائع کیا ۔ مخصوص سیاسی حالات کی بنا پر بہت جلد سارے ملک میں ان اشعار کی گونج سنائی دینے لگی ۔ مسلم لیگ کے حامی لوگوں نے ان اشعار کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ادھر مولانا کے عقیدت مندوں نے اقبال کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا ۔ اس موقع پر طالوت نے دونوں بزرگوں سے مراسلت کی اور مصالحت کی فضا پیدا کرنے کی سعی کی ۔ انہوں نے سب سے پہلے مولانا مدنی کو خط لکھا جس کے جواب میں ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کے مکتوب میں مولانا نے لکھا کہ تیج اور انصاری دہلی نے چونکہ ان کی تقریر کو غلط طریقے سے شائع کیا ہے اس لئے اس میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی ۔ یہ جو کچھ ہوا دراصل ان کے مخالف اخبارات کی افترا پردازی کا نتیجہ ہے[3] ۔ طالوت نے اس مکتوب کے مندرجات سے اقبال کو آگاہ کرتے ہوئے ان کی رائے جاننا چاہی جس پر اقبال نے زیر مکتوب میں لکھا ہے کہ اگر مولانا کے الفاظ 'آجکل قومیں اوطان سے بنتی ہیں' سے مقصود محض ایک امر واقعہ بیان کرنا ہے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہو رہا ہے البتہ اگر ان کا مقصد مسلمانوں کو یہ نظریہ اختیار کرنے کا مشورہ دینا ہے تو بحث کی گنجائش رہ جاتی ہے اور دیکھنا ہوتا ہے کہ مجوزہ نظریہ کس حد تک اسلام کے مطابق ہے؟ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کو مولانا نے اس کے جواب میں لکھا کہ انہوں نے اس زمانے کی مروجہ نظریہ کی خبر دی تھی نہ کہ مشورہ دیا تھا[4] ۔ اسی دوران اقبال نے 'اسلام اور قومیت' کے موضوع پر مولانا مدنی کے بیان کے جواب میں ایک مفصل اور مدلل مضمون بھی سپرد قلم کیا جو روزنامہ احسان ۹ مارچ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا[5] مولانا مدنی کی مذکورہ صراحت پر اقبال روزنامہ احسان ۲۸ مارچ میں ایک خط چھپوایا جس میں مولانا مدنی کی وضاحت کی روشنی میں اپنا اعتراض واپس لینے کا اعلان کیا تھا[6]

---

1. یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال مرحوم، رحیم یار خان، جمعیۃ طلباء اسلام، سن ندارد، ص: ۳۸
2. کلیات اقبال اردو، ص: ۶۹۱
3. مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال مرحوم، ص: ۳۹-۴۲
4. کتاب مذکور، ص: ۴۷
5. حرف اقبال، ص: ۲۲۰-۲۳۳
6. انوار، ص: ۱۶۸-۱۷۰

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مولانا مدنی نے اس امر کی تردید کر دی تھی کہ انہوں نے مسلمانوں کو وطن کی بنیاد پر قومیت بنانے کا مشورہ دیا ہے اور اقبال نے اپنا اعتراض واپس لے لیا تھا تو پھر مذکورہ فارسی قطعہ "ارمغان حجاز" میں کیوں شامل کیا گیا یا شامل رہنے دیا گیا؟ خواجہ عبدالوحید کہتے ہیں "ارمغان حجاز اگر حضرت علامہ کی زندگی میں چھپتی تو یہ نظم اس میں شامل نہ ہوتی"۔[1] ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں: "اگر علامہ 'ارمغان حجاز' کی ترتیب اپنی زندگی میں کرتے تو شاید وہ تین اشعار درج نہ کرتے جن پر مولانا حسین احمد مدنی پر چوٹ کی گئی تھی"۔[2] مگر حقیقت یہ ہے کہ اقبال کی وفات کے چند ماہ بعد مولانا مدنی نے "متحدہ قومیت اور اسلام" کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں اقبال کو "سادہ لوح برطانیہ کے سحر میں مبتلا" قرار دیا اور انہیں "کوتاہ نادان" کے الفاظ سے پکارا اور لکھا کہ مسلمانوں کو متحدہ قومیت اختیار کر لینی چاہیے کیونکہ یہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہے۔ اس بنا پر محمد احمد خان کہتے ہیں کہ اگر یہ اشعار اقبال کے مجموعہ کلام میں شامل رہے تو کوئی تعجب امر نہیں ہے۔ اقبال اگر زندہ بھی ہوتے تو وہ ان اشعار کو کبھی حذف کرنا پسند نہ کرتے۔[3]

۱۔ اقبال ریویو، جنوری، ۱۹۶۹ء، ص: ۶۷

۲۔ سرگزشت اقبال، ص: ۲۷۵

۳۔ محمد احمد خان، اقبال کا سیاسی کارنامہ، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء، ص: ۶۰۲

زندہ رود (۳)، ص: ۶۵۳

مکتوب نمبر: ۲۵۲ [1]

مقام تحریر: لاہور

تاریخ تحریر: ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء

مکتوب الیہ: ممنون حسن خان [2]

توضیح:

پس منظر: علامہ اقبال کا یہ آخری مکتوب ہے، جو ان کی وفات (۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء) سے صرف دو روز پیشتر لکھا گیا تھا۔ اس میں اقبال کی آخری علالت کی شدت کا بیان ملتا ہے۔ دمے کے متواتر دورے پڑ رہے تھے۔ کبھی کبھی وقتی افاقہ محسوس ہوتا تھا۔ دمے کے دوروں کے تسلسل اور شدت کی وجہ سے اقبال کی آنکھوں کا آپریشن بھی نہیں ہو سکا تھا جو مارچ ۱۹۳۸ء میں ہونے والا تھا اور جسے مئی تک ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اس مکتوب میں "بشرط زندگی" کا فقرہ خاص توجہ طلب ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ انہیں اپنے آخری وقت کا یقین ہو گیا تھا۔

حیات مختصر: حسن محمد حیات، سیکرٹری ایجوکیشنل کونسل، بھوپال

---

1. ماخذ: انوار اقبال، ص: ۳۳۵
2. تعارف، مکتوب ۲۲۸

ضمیمه

ضمیمہ نمبر ۱

مکتوب الیہم کی فہرست جن کا اشارہ تک لگا گیا ہے

مکتوب الیہ	مکتوب نمبر	مکتوب الیہ	مکتوب نمبر
آل احمد سرور	۲۴۴	شوکت علی، مولانا	۴۲
احسن مارہروی	۱	ضیاء الدین برنی	۷۴
اسد الرحمٰن قدسی، شاہ	۱۷۳	طالوت	۲۵۱
اعجاز احمد، شیخ	۱۹۲	عبدالرحمٰن فارسی	۷۵
اکبر الہ آبادی	۲۳	عبدالعلی شوق سندیلوی	۱۵۸
اکبر شاہ خان نجیب آبادی، مولانا	۱۱۳	عرشی، محمد حسین	۱۶۷
الف دین	۹۲	عطاء اللہ، شیخ	۲۱
انشاء اللہ خان، مولوی	۱۰	عطا محمد، شیخ	۱۸۱، ۵
حبیب الرحمٰن خان شروانی، مولانا	۳	علی بخش	۱۵
حسن نظامی، خواجہ	۷	غلام السیدین، خواجہ	۲۳۴
دیا نرائن نگم	۱۳	غلام احمد مہجور	۱۸۷
راس مسعود، سر سید	۲۲۶	غلام قادر گرامی، شیخ	۲۲
راغب احسن، علامہ	۲۱۷	غلام مصطفیٰ تبسم، صوفی	۲۰۵
سراج الدین احمد، منشی	۲	کشن پرشاد شاد، مہاراجہ	۳۱
سراج الدین پال	۷۸	محمد اسمٰعیل میرٹھی	۲۸
سلیمان ندوی، سید	۸۹	محمد اکبر منیر، پروفیسر	۱۷۳
شاطر مدراسی	۸	محمد امین زبیری، مولوی	۹۷
شبلی نعمانی	۲۶	محمد تقی، سید	۵

نوٹ: مکتوب نمبر ۲۱، ۵۱، ۵۸، ۷۹ اور ۲۱۲ کے مکتوب الیہم کے متعلق معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں تاہم تلاش و جستجو کا عمل جاری ہے۔

ضمیمہ نمبر ۲

شخصیات مکاتیب اقبال جن کا تعارف کرایا گیا ہے

نام شخصیت	مکتوب نمبر	نام شخصیت	مکتوب نمبر
آرنلڈ	۱۶	اشرف علی تھانوی، مولوی	۹۳
آئن سٹائن	۱۸۹	اصغر علی روحی، مولوی	۱۳۲
ابراہیم علی خان، نواب	۱۶۶	افلاطون	۴۰
ابراہیم خان خلیل، والئ ٹونک	۱	اکبر حیدری	۲۲
ابن جوزی	۶۵	الطاف حسین حالی، مولانا	۹
ابن حزم، امام	۱۵۰	الماللعین	۶۰
ابن خلکان	۱۶۴	امام بی بی	۱۸
ابن عرب شاہ	۱۸۳	امام بخش ناسخ، شیخ	۱۰
ابن قیم، حافظ	۲۰۸	امان اللہ بنارسی	۲۱۷
ابن ندیم	۱۵۰	امراؤ سنگھ، سردار	۱۸۲
ابو الکلام آزاد، مولانا	۱۱۷ ۱۸۹	امراحمد شاہ، رضوانی	۱۳۸
ابو یوسف، قاضی	۲۴۶	امیر احمد مینائی	۱
اجمل خان، حکیم	۳۱	امیر خسرو	۲
احمد دین، خواجہ	۲۰۵	انعام اللہ شاہ، سید	۵۸
احمد بخش خان، والئ لوہارو	۱۴۳	انور شاہ کشمیری، مولانا سید	۲۱۶
ارسطو	۲۴۷	اورنگزیب عالمگیر، محی الدین	۴۰
اسمٰعیل شہید، مولانا شاہ	۵۷	اویس قرنی رض	۱۹۹
اشرف جہانگیر سمنانی، شاہ	۸۲	بابر، ظہیر الدین	۱۸۳

ضمیمہ نمبر ۳

مکاتیب میں مذکور کتب، رسائل، جرائد اور مقالات کی فہرست جن کی توضیح کی گئی ہے۔

نام کتاب/رسالہ/مقالہ	مکتوب نمبر	نام کتاب/رسالہ/مقالہ	مکتوب نمبر
آتشکدۂ آذر	۸۱	بہارِ عجم	۵۱
آئینۂ عجم	۲۹	البدور البازغہ	۲۳۹
ابطالِ ضرورت	۵۱، ۱۳۰	پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق	۲۲۲
اتقان العرفان فی ماہیۃ الزمان	۲۱۷	پیامِ مغرب	۱۲۰
اجتہاد (مقالہ)	۲۰۵	پیامِ مشرق	۱۹۶
اسرارِ خودی (انگریزی ترجمہ)	۳۵، ۱۸۰، ۲۲۹	پیسہ اخبار، لاہور	۷
اسلام اور احمدازم (انگریزی)	۲۳۶، ۲۳۷	تاریخ ادبیات ایران (انگریزی)	۸۱
اسلامی شاعری اور تصوف (انگریزی)	۱۵۰	تاریخِ تصوف	۶۵
اکبری اقبال	۳۶	تحفۃ الاحرار	۱۳۲
الطرق الحکمیہ	۲۰۸	تحقیقِ زمان	۲۱۷
التفسی، قادیون	۵۸	تحقیقِ مکان	۲۱۸
الفہرست	۱۵۰	تذکرہ (ابوالکلام آزاد)	۱۵۹
الکلام	۲۱۰	" (مشرقی)	۲۰۳
المبسوط	۹۶	تزکِ بابری	۱۸۳
الوشیعہ	۲۲۳	تزکِ تیموری	۱۸۳
اے کریٹیکل ہسٹری آف گریک فلاسفی (انگریزی)	۱۷۲	تسویلاتِ ملیہ	۲۱۸
بابرنامہ	۱۸۳	تلبیسِ ابلیس	۶۵

ضمیمہ نمبر ۴

مقالوں میں مذکور موضوعات (واقعات، ادارے، اصطلاحات اور مسائل وغیرہ) کی فہرست جن کی ترتیب کی گئی ہے۔

ضمیمہ نمبر ۵

مقالے میں مذکور اشعار کی فہرست جن کے زمانۂ تخلیق کا تعین کیا گیا ہے۔

مکتوب نمبر	اشعار	زمانۂ تخلیق	مکتوب نمبر	اشعار	زمانۂ تخلیق
۲	نظم: شکریہ انگشتری	۱۹۰۲ء	۱۲۳	حکایت: شنیدم شبے، عاقلے...	جولائی ۱۹۱۸ء
۳	نظم: ابرِ گہربار (فریادِ امت)	۱۹۰۳ء	"	در بیان این کہ مقصودِ حیاتِ مسلم...	" "
۴	نظم: بلبل کی فریاد (پرندے کی فریاد)	۱۹۰۳ء	"	تفسیرِ سورۂ اخلاص...	" "
"	غزل: نگاہ کی آنکھ...	مارچ ۱۹۰۳ء	۱۲۴	فارسی رباعی: گل گفت کہ عیش نوبہار	" "
۱۲	غزل: شانِ پرتو...	نومبر ۱۹۰۵ء	۱۳۴	نظم: جہانِ عمل	نومبر ۱۹۱۸ء
۲۳	نظم: غرۂ شوال	۱۹۱۱ء	۱۵۳	اشعار: از نگاہِ دوجہاں گرے...	ستمبر ۱۹۱۹ء
۳۷	غزل: پردہ چہرے سے اٹھا...	اگست ۱۹۱۲ء	۱۵۵ ۱۶۷	نظم: دریوزۂ خلافت اشعار: شعلہ در آغوش...	" " مئی ۱۹۲۰ء
۴۱	غزل: خوش آنکہ رخت خرد...	دسمبر ۱۹۱۲ء	۱۷۱	غزل: خیزد نقاب برکش...	جولائی ۱۹۲۰ء
۴۲	نظم: خطاب بہ جوانانِ اسلام	۱۹۱۲ء	"	رباعی: ترا اے نکتہ...	" "
۴۳	غزل: بیار بادہ کہ گردوں...	جنوری ۱۹۱۵ء	۱۷۶	اشعار: بیا کہ ساقیٔ گل چہرہ...	نومبر ۱۹۲۰ء
۵۶	غزل: فزودن قبلۂ آں بتکدہ را	۱۹۱۵ء	۲۰۳	اشعار: قلندراں کہ...	ستمبر ۱۹۳۲ء
۹۲	اشعار: ہجرت کے موضوع پر	جنوری ۱۹۱۷ء	۲۳۳	اشعار: مزاج ناقہ را...	۱۹۳۵ء
۹۵	اشعار: سرِ واقعۂ شہادتِ کربلا	فروری ۱۹۱۷ء			
۹۸	غزل: عشق فزودۂ قاصد...	۱۹۱۷ء			
۱۰۲	اشعار: در معنی این کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ...	جون ۱۹۱۷ء			
"	اشعار: در معنی این کہ نظام ملت...	"			
۱۱۹	نظم: ہی اللہ تو (ترانۂ اقبال)	مئی ۱۹۱۸ء			

ضمیمہ نمبر ۶

مقالہ میں مذکورہ اشعار کی فہرست جو اقبال کے کسی مجموعۂ کلام میں شامل نہیں ہیں۔

مکتوب نمبر	اشعار	
۵۲	شناورت کی بے انتہائی کے صدقے	ہر بسۂ کام آیا مجھے دودِ رسا
۱۰۵	اے شاد دامن تر بہ انگور نہ گل نشاند	حسن چمن نشان کتاب معمور است
	معموری ریاض کمال تو ایں قدر	یک برگ غنچہ ات بہ گلستاں برابر است
	تا بر تو حق ز فیض نبوت شد آشکار	کارت ز صاحبان رسالت نکوتر است
	فرمان مصطفیٰ است کہ حسن قبول را	از اہل جنت است وعلی الرغم بوذر است
۱۰۷	باز گریہ صنم از تاب مقالش بخشند	گلہ ہا نے کہ زنبیر و پسران است او را
	یارب از غارت گل بر دل نرگس چہ گزشت	دست بے طاقت و چشم نگران است او را
۱۲۱	خندہ از دل من برد و فرو ریخت بجانم	آں نکتہ کہ با مومن و کافر نتوان گفت
۱۶۶	با مرغ حرم از من دل سوختہ فرما	اے آنکہ لعبوالہوس آزاد برآری
	حر پایۂ گلگشت ندادند ز کالیح آراہ	ترسم کہ از سرخ نزہ صیاد برآری
۳۱	گم گشتۂ کنعاں ہے اے خوگر زنداں تو	ہستی کے خیاباں میں ہر پھول زلیخا ہے

ضمیمہ نمبر ۷

مقالہ میں شامل مکاتیب کے ضمن میں علامہ اقبال اور بعض اہل علم کے تسامحات
کی فہرست اور بعض اہم نکات کی توضیح

مکتوب ۱ علامہ اقبال کے مولف نے اس مکتوب کا ماخذ "تاریخ ادب اردو" تحریر کیا ہے جبکہ یہ مکتوب مولانا احسن مارہروی کی تصنیف "تاریخ نثر اردو" سے منقول ہے۔

" ۲ پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے منشی سراج الدین احمد کو ان کے ایک ہم نام کشمیری بزرگ کے روپ میں پیش کیا ہے حالانکہ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

" " علامہ اقبال نے مکتوب کے حاشیے میں امیر خسرو کی مثنوی "قران السعدین" کے حوالے سے لاہور کا قدیم نام "لہانور" لکھا ہے، مثنوی کے دو مختلف نسخوں کے حوالے سے اس بیان کی تردید کی گئی ہے۔

" ۵ مرتبین جلوہ نے مکتوب الیہ کی تاریخ پیدائش و وفات غلط لکھی ہے اس کی درستی کر دی گئی ہے۔

" ۱۲ علامہ اقبال نے کارلائل کا ایک قول نقل کیا ہے "محنت ہی سب سے بڑی عبادت ہے"، کارلائل کے مضامین سے اصل متن درج کیا گیا ہے۔

" ۱۶ سید نذیر نیازی صاحب نے توضیحات میں آرنلڈ کی وفات مارچ ۱۹۳۳ء لکھی ہے جبکہ آرنلڈ ۱۹۳۰ء میں فوت ہو گئے تھے۔

" ۱۹ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا خیال ہے کہ انٹرنس فارسی کورس کی تیاری کے خیال کا اقبال نے پہلی بار ۳۰ جنوری ۱۹۲۳ء کے مکتوب میں کیا ہے جبکہ انہوں نے مولانا گرامی کے نام مکتوب ۱۷ دسمبر ۱۹۱۲ء میں اس ارادے کا اظہار کیا تھا۔

" ۲۳ علامہ اقبال نے بیکن کا ایک قول نقل کیا ہے، قول کے اصل الفاظ نقل کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ بیکن کا قول نہیں لاطینی مقولہ ہے۔

" ۲۴ علامہ اقبال نے اکبر الہ آبادی کے اردو اشعار کا ذکر کیا ہے، عبداللہ قریشی کے خیال میں اس کا پس منظر ترکی کا داخلی انقلاب ہے جبکہ یہ اشعار جنگ ترکی و روس (۱۸۷۷ء) سے تعلق رکھتے ہیں، قصیدہ کے اصل اشعار کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

" ۲۶ شیخ عطاء اللہ نے شبلی نعمانی کی مجوزہ کمیٹی کا نام "وقف اولاد کمیٹی" لکھا ہے جبکہ اصل نام "وقف علی الاولاد کمیٹی" تھا۔

" ۳۸ علامہ اقبال نے "الوقت سیف قاطع" کو امام شافعی کا مقولہ بتایا ہے حالانکہ یہ ان کا نہیں کسی صوفی کا مقولہ ہے اس کے ماخذ پر بحث کی گئی ہے۔

مکتوب ۵۵ مکتوب کے پس منظر کے بارے میں لمعہ ابرار قریشی کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ یہ اسرار خودی پر منشی سراج الدین کی تنقید کی اشاعت پر برہمی کے اظہار کے جواب میں اقبال نے معذرت کے اظہار کی غرض سے لکھا تھا۔

" ۵۶ سید احسان الحق نے اکبر الہ آبادی کے شعر "تم ہو مذہب میں جب زور حکومت" الخ کا مضمون اقبال سے ماخوذ بتایا ہے جبکہ اصل ماخذ شیخ سعدی ہیں ، اس طرح اقبال کے ہاں اس مضمون کے ماخذ کا تعین بھی ہو جاتا ہے ۔

" " صہبا لکھنوی کہتے ہیں کہ سید نواب علی نے اپنی کتاب "معارج الدین" علامہ اقبال کی خدمت میں بھجوائی تھی اور انھوں نے اس کی تعریف کرتے ہوئے اس نوع کی مزید کتب بھی لکھنے کا مشورہ دیا تھا لیکن انھوں نے اس کے ثبوت میں کوئی شہادت پیش نہیں کی ۔

" ۶۳ اقبال نے اس مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی کے حوالے سے گسستن کو پیوستن پر ترجیح دی ہے یہاں حضرت مجدد کے مکاتیب سے اصل بحث کی نشاندہی کی گئی ہے ۔

" ۶۴ اقبال لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں افلاطونیت جدیدہ حران کے عیسائیوں کی وساطت سے آئی تھی ، یہاں مسلمان محققین کے حوالے سے اس رائے کی تردید کی گئی ہے

" ۶۵ ڈاکٹر جاوید اقبال نے تاریخ تصوف کا سال آغاز ۱۹۱۹ لکھا ہے ، یہاں تصریح کی گئی ہے کہ اس کے لکھنے کا کام ۱۹۱۶ء میں شروع ہو گیا تھا اور فروری ۱۹۱۶ء میں ابتدائی دو باب مکمل ہو چکے تھے ۔

" اقبال کے شعر "گل تبسم کہہ رہا تھا..." الخ کو ماہرین نے باقیات میں شمار کیا ہے جبکہ یہ شعر "بانگ درا" میں شامل ہے ، اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے ۔

" ۶۸ خواجہ حسن نظامی نے اقبال کے مکتوب سے فوراً بعد آٹھ سوال بنا کر مشائخ کو تبصرے کے لیے ارسال کیے تھے یہاں ان سوالات کی اصل عبارت "خطیب" کے حوالے سے درج کی گئی ہے ۔

" ۷۳ علامہ اقبال نے مولانا جامی کے حوالے سے خواجہ حافظ شیرازی کے صوفی ہونے کی تردید کی ہے یہاں مولانا جامی کی اصل عبارت نقل کر کے واضح کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ مولانا جامی کی رائے درست نہیں ہے

" ۷۸ مشہور رباعی "غازی ز پے شہادت اندر تگ و پوست" کے دو مختلف متون اور جن شعرا سے منسوب ہے ان کا ذکر کیا گیا ہے ۔

مکتوب ۸۱ علامہ اقبال نے خواجہ حافظ اور ابن تیمیہ کی ملاقات کی تردید کی ہے۔ یہاں ملاقات کی تاریخی حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔

〃 ۸۲ اقبال نے مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی کتاب کے اقتباس پر تبصرہ کیا تھا۔ یہاں اصل (کتاب اور اس کے مؤلف) مضمون کی نشاندہی کی گئی ہے۔

〃 ۹۳ اقبال نے "رموز بیخودی" کی ایک فصل میں فقہ کے ایک مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا ذکر اس مکتوب میں کیا ہے۔ اس مسئلے کی تاریخی حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔

〃 ۹۶ علامہ اقبال نے امام شمس کی المبسوط کا ذکر کرکے اس کی ۲۰ جلدوں کے ترجمے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ یہاں اصل کتاب کے نام اور مصنف کے نام کا سراغ لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔

〃 ۱۲۷ شیخ عبدالقادر نے لکھا ہے کہ اقبال نے مثنوی "رموز بیخودی" دراصل ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کے "اسرار خودی" پر تبصرے سے متاثر ہوکر لکھنا شروع کی تھی۔ یہاں اس کی تردید کی گئی ہے۔

〃 ۱۲۹ فتح مکہ کے موقع پر اقبال نے رسول اللہ کے حکم سے قتل ہونے والے لعین نامی کسی شخص کا ذکر کیا ہے لیکن سیرت کی کتابوں میں اس نام کے کسی شخص کے قتل ہونے کا ذکر نہیں ملتا۔

〃 ۱۳۵ اقبال کے اشعار "در جہاں مانند جوئے کوہسار" الخ کو باقیات اقبال میں شمار کیا گیا ہے جبکہ یہ اشعار "پیام مشرق" میں شامل ہیں۔

〃 ۱۴۴ اقبال کے اشعار "رفتہ از حال بگیریم و گزشتیم ... الخ" کو باقیات میں شمار کیا گیا ہے جبکہ یہ اشعار "پیام مشرق" میں درج ہیں۔

〃 ۱۴۷ شعر "برق را این بجگر ... الخ" کو مولفین نے باقیات میں شامل کیا ہے جبکہ یہ اشعار "پیام مشرق" میں موجود ہیں۔

〃 ۱۵۱ شعر "ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام الخ" کے بارے میں سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ مولانا روم کا شعر ہے جبکہ یہ شعر نہ تو مولانا روم کی مثنوی میں شامل ہے اور نہ کلیات شمس تبریز میں۔

〃 ۱۵۲ شعر "پیش دانا کہ ہیں ..." کے متعلق اقبال کا خیال ہے کہ یہ مثنوی "گلشن راز" کا نہیں ہوسکتا حالانکہ یہ شعر اسی میں موجود ہے۔

〃 ۱۵۵ عموماً یہ خیال کیا گیا ہے کہ وفد خلافت کے سلسلے میں اقبال کا مشہور قطعہ "در بارۂ خلافت" وفد کی ناکام واپسی پر کہا گیا تھا جبکہ اس مکتوب سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قطعہ وفد کی روانگی سے بہت پہلے کہا گیا تھا۔ ضمناً اس قطعہ میں شامل شدہ شعر "مرا از شکستن چنان عار ناید" کے شاعر کی تعیین کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

〃 ۱۶۷ اقبال کے ایک فارسی قصیدے کے اشعار اس مکتوب میں منقول ہیں جن کو مرتبین نے باقیات اقبال میں شمار کیا ہے جبکہ یہاں بتایا گیا ہے کہ یہ اشعار "پیام مشرق" میں موجود ہیں۔

مکتوب ۱۶۹ سوانح اقبال میں میاں عبدالعزیز اور میاں عبدالعزیز مالواڈہ کے نام ملتے ہیں۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخصیت کے نام ہیں۔

" ۱۷۳ مصنف تاریخ ادبیات ایران نے لکھا ہے کہ ملا ہادی سبزواری کی کتاب اسرار الحکم مثنوی معنوی کے مشکل اشعار کی شرح ہے جبکہ اس کتاب میں ابو علی سینا کے قصیدۂ عینیہ کی شرح کی گئی ہے۔

" ۱۸۳ اقبال کے مکتوب میں "فتح نامہ تیموری" کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ یہاں توضیح کی گئی ہے کہ فتح نامہ تیموری دراصل ظفرنامہ یزدی کا اصل نام ہے۔

" ۱۸۷ غلام احمد مہجور کی کتاب کا اصل نام اور اس کے حصوں کی صحیح تعداد لکھی گئی ہے اور محمد عبداللہ قریشی کے قیاس کی تردید کی گئی ہے۔

" ۱۸۸ مرزا غالب کا شعر "ہر کجا ہنگامۂ عالم بود" الخ اقبال کو بہت پسند تھا۔ اس شعر کے پس منظر اور اس موضوع پر اثر ابن عباسؓ کی وضاحت کی گئی ہے۔

" ۲۰۱ نکولاس اغنی دلیس یونانی الاصل عالم تھا جو ترکی میں سکونت پذیر تھا۔ اس نے مسلمانوں کے نظریات متعلقہ مالیات پر کتاب لکھی تھی۔ اقبال اور سید سلیمان ندوی میں اس کتاب کے حوالے سے خط و کتابت ہوئی تھی۔ اس ضمن میں دونوں کے بعض تسامحات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

" ۲۰۸ علامہ اقبال نے صحیح بخاری کی حدیث "المرء علی سنۃ رسولہ" کا ذکر کیا ہے۔ یہاں حدیث کے اصل الفاظ اور ان کا اصل حوالہ درج کیا گیا ہے۔

" ۲۰۹ حدیث "لاتسبوا الدہر" سے اقبال نے فلسفیانہ نکات پیدا کئے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ اس حدیث کا تعلق فلسفیانہ مباحث سے نہیں، عقیدۂ توحید کے لوازم کی وضاحت سے ہے۔ حدیث کے اصل الفاظ نقل کرنے کے علاوہ اس کے مطالب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

" ۲۱۵ مولانا عبدالمجید سالک نے علامہ اقبال کے خطبہ "کیا مذہب کا امکان ہے؟" کی تاریخ تکمیل مئی ۱۹۳۲ لکھی ہے جبکہ اصل تاریخ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء ہے۔

" ۲۱۶ علامہ اقبال نے عراقی سے منسوب رسالہ "غایۃ الامکان" کا حوالہ دیا ہے۔ رسالے کا مکمل نام اور اس کے اصل مصنف کے تعین کی کوشش کی گئی ہے۔

" ۲۱۷ اقبال نے حکیم برکات احمد کے رسالے کا نام تحقیق زمان لکھا ہے جبکہ اصل نام اتحاف الوحید فی ماہیۃ الزمان ہے۔

مکتوب ۲۲۳ علامہ اقبال کے استفسار پر سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ قرآن میں مذکور تمام انبیاء نبی بلا ہمزہ ہیں۔ یہاں واضح کیا گیا ہے کہ نافع کی قراءت کی رو سے پورے قرآن میں لفظ نبی کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔

" ۲۲۴ اقبال نے لکھا ہے کہ غالباً امام محمد یا امام ابو یوسف سے خلفائے عباسیہ میں سے کسی نے ملکیت زمین کے بارے میں فتویٰ مانگا تھا۔ یہاں وضاحت کی گئی ہے کہ یہ فتویٰ نہیں اصول ہے جس کا حوالہ امام محمد نہیں امام ابو یوسف نے ہارون الرشید کے حکم پر کتاب الخراج میں دیا تھا۔

" ۲۲۵ خیال کیا جاتا ہے کہ خالدہ ادیب خانم کو گاندھی نے لکچر کی دعوت دی تھی اور انہوں نے دہلی یونیورسٹی میں لیکچر دیے تھے۔ یہاں اصل صورتحال کی وضاحت کی گئی ہے۔

" ۲۲۶ کہا جاتا ہے کہ اقبال کو مارماڈیوک پکتھال نے قرآن کے حواشی لکھنے کے لیے پیشکش دی تھی۔ یہاں اس بات کی تردید کی گئی ہے۔

" ۲۳۳ سید نذیر نیازی اور مؤلف عطاء کا خیال ہے کہ اقبال خواجہ الطاف حسین حالی کی صد سالہ برسی میں شرکت کے لیے پانی پت گئے تھے۔ دراصل یہ حالی کے سوویں یوم ولادت کی تقریب تھی نہ کہ صد سالہ برسی کی۔

" ۲۳۷ اقبال نے اپنے مضمون "اسلام اور احمدازم" میں جنگ نوارینو کی تاریخ ۱۷۹۹ء لکھی تھی لیکن بعد میں انہوں نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے ۱۸۲۲ء کا سال درج کیا۔ دراصل یہ دونوں تاریخیں غلط تھیں۔ اصل تاریخ ۲۰ر اکتوبر ۱۸۲۷ء ہے۔ اقبال نے بعد میں اس کو درست تسلیم کرتے ہوئے مذکورہ مضمون میں ترمیم کی ہدایت کی تھی لیکن اس میں اب تک پہلے والی تاریخ ہی چھپتی رہی ہے۔ سید نذیر نیازی سے دو فرو گزاشتیں ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے ترمیمات میں لفظ نوارینو کو انگریزی میں غلط لکھا ہے اور دوسرے علامہ کے ایک خط میں اس جنگ کی تاریخ ۱۹۲۷ء لکھی ہے جو یا تو اقبال کا تسامح ہے یا پھر نقل و کتابت کی غلطی ہے۔

" ۲۳۸ علامہ اقبال نے ٹیپو سلطان کے مزار پر غزل میں تاریخ شہادت کا ذکر کیا ہے جس کے اصل الفاظ نہ تو اقبال یاد رکھ سکے اور نہ ان کے رفیق سفر ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نقل کر سکے۔ یہاں اصل الفاظ درج کیے گئے ہیں۔

" ۲۴۳ علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ جہاد کا حکم قرآن حکیم میں آیت ۹:۲۹ میں دیا گیا ہے۔ اس حوالے کی درستی کی گئی ہے۔

ضمیمہ نمبر ۸

مقالہ میں مذکور شخصیات کی فہرست جن کے
اسماء کی درستی کی گئی ہے۔

مکتوب نمبر	غلط نام	درست نام
۶۴	سید ولی اللہ شاہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح
۸۱	مرزا محمد دارابی	ملا شاہ محمد ابن محمد دارابی
۸۳	علامہ مجلسی	قاضی نور اللہ شوستری
"	شاہ جہانگیر اشرف	شاہ اشرف جہانگیر
۹۰	پیر سنجر	پیر سجز
۱۳۲	حضرت علاء الدولہ سنجانی	حضرت علاء الدولہ سمنانی
۲۱۶	عراقی	عین القضاۃ ہمدانی
۲۲۵	خالدہ ادیب خانم	خالدہ ادیب خانم

ضمیمہ نمبر ۹

مقالہ میں مذکور کتب و رسائل کی فہرست جن کے ناموں کی درستی یا تکمیل کی گئی ہے ۔

مکتوب نمبر	غلط یا نامکمل نام	درست اور مکمل نام
۲۱	شہادت الفرقان	شہادت الفرقان علی جمع القرآن
۵۶	معراج الدین	معارج الدین
۷۷	شرح شطحیات	شطحیات روزبہان
۸۱	لطائف غیبی	لطیفۂ غیبی
۸۶	فضیلۃ الشیخین	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین
۱۸۷	تذکرۂ شعرائے کشمیر	تاریخ ادبیات کشمیر
۲۱۲	سر السماء	سیر السماء
۲۱۶	غایۃ الامکان	غایۃ الامکان فی درایۃ الزمان
۲۱۷	رسالہ تحقیق زمان	اتقان العرفان فی ماہیۃ الزمان
"	جواہر الفرد	جوہر الفرد (بیان جزو لایتجزیٰ)
"	مباحث مشرقیہ	المباحث المشرقیۃ فی علم الالٰہیات والطبیعیات
۲۲۷	السیف المسلول علی شاتم الرسول	الصارم المسلول علی شاتم الرسول
۲۱۸	رسالہ فی تحقیق مکان	رسالہ فی مبحث المکان
۱۶	رام کشن	رام و کرشن

ضمیمہ نمبر ۱۰

مقالہ میں مذکور آیات، احادیث اور اقوال کی فہرست جن کی عبارت کی تکمیل یا وضاحت کی گئی ہے، ماخذ کی نشاندہی اور اردو ترجمۂ عبارت درج کیا گیا ہے۔

مکتوب نمبر	آیت / حدیث / قول	ماخذ
۳۷	وصبغۃ اللہ ...	قرآن مجید
۳۸	الوقت سیف ...	مقولہ
۴۹	ان الناس علی دینہ ...	"
۶۳	حبب الی من ...	حدیث نبوی
"	وافوض امری ...	قرآن مجید
۷۵	ان اللہ لا یحب ...	حدیث نبوی
۷۸	من یرد اللہ ...	"
۸۶	وما اوتیتم ...	قرآن مجید
۱۱۱	خیر القرون قرنی ...	حدیث نبوی
۱۴۴	ارزمین بشریہ ...	قرآن مجید
۱۷۸	کلمینی یا حمیرا ...	حدیث نبوی
۱۸۵	وما محمد الا رسول ...	قرآن مجید
۲۰۸	الفقر فخری ...	حدیث نبوی
"	لا تحمل الہ ...	"
۲۰۹	یوذینی ابن آدم .	"
"	لا تسبوا الدهر ...	"
۲۱۳	اللہ نور السموات ...	قرآن مجید
۲۴۹	قولوا خاتم النبیین ...	قول حضرت عائشہ رض
"	وقولوا شیئ ثلاث ...	حدیث نبوی
"	وایاکم ویکم ...	"
۱۷	ذلک فضل اللہ ...	قرآن مجید

ضمیمہ نمبر ۱۱

خطوط میں مذکور علامہ اقبال کے اشعار کی فہرست جن کے حوالوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

مکتوب نمبر	اشعار	حوالہ
۳۲	ذوق گویائی خموشی سے بدلتا کیوں نہیں*	کلیات اقبال، اردو، ص: ۳۰۴
۳۴	پیاس سرشار آب ہے ورنہ کرم تیرا ہے ستم سے بڑھ کر	" " ۱۳۷
"	شیخ صاحب بھی پردے کے کوئی حامی نہیں	" " ۲۸۳
"	تا شدی آوارۂ صحرا و دشت	" فارسی ۵۹
۴۵	کشتۂ انداز ملا جامیم	" " ۲۱
۸۴	وہ چیز نام ہے جس کا جہاں میں آزادی	" اردو ۸۱-۸۲
"	ہر کہ تسخیر مہ و پروین کند	" فارسی ۴۱
۵۲	عادت کی بے اعتنائی کے صدمے	باقیات، سوم ۲۱۴-۲۲۴
۵۶	خوش آں کہ رخت خرد را بہ شعلۂ مے سوخت	کلیات اقبال، فارسی، ۳۲۵
۵۶	فزوں قبیلۂ آں پختہ کار باد کہ گفت	" " ۳۲۶
۶۵	گل تبسم کہہ رہا تھا زندگانی کو مگر	کلیات اقبال، اردو، ۱۳۵
"	در میان کارزار کفر و دین	" فارسی ۹۸-۹۹
۷۴	نا امیدستم ز یاران قدیم	" " ۷
"	من صدای شاعر فردا استم	" " ۶
"	نہ پوچھ اقبال کا ٹھکانا ابھی وہی کیفیت ہے اس کی	" اردو ۱۴۲
"	چوں مرا صبح ازل حق آفرید	" فارسی ۸۳-۸۴
۸۴	منارۂ دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ	" اردو ۱۰۷-۱۰۸
۸۸	پستی عالم میں ملنے کو جدا ہوتے ہیں ہم	" " ۱۵۷
"	کبھی اس راہ سے شاید سواری تیری گزرے	باقیات، سوم ۴۲۶
"	طالب دیدار حشر کا تقاضائی ہوا	" " ۳۹۳

*۔ اشعار کا صرف پہلا مصرع لکھا گیا ہے۔

مکتوب نمبر	اشعار	حوالہ		
۹۰	دم طوف کرمک شمع نے یہ کہا کہ وہ اثر کہن	کلیات اقبال	اردو	ص: ۲۸۱
،	تا اسیر از آرزو دے بسیم است	،،	فارسی	۹۷
،	اے کہ در زندان غم باشی اسیر	،،	،،	۹۵
۹۸	عشق در ہیاک اسباب و علل	،،	،،	۱۰۹
۱۱۵	کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم	،،	اردو	۲۵۳
۱۲۳	اے کہ اندر سرائے دل نشیں	،،	فارسی	۳۲
،	بندۂ حق پیش مولا لاستے	،،	،،	۹۹
،،	در قبائے خسروی درویش زی	،،	،،	۱۸۹
،	راہ دشوار است ساماں کم نگر	،،	،،	۱۵۸
،	قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ	،،	،،	۶۲
۱۲۴	گل گفت کہ عیش نو بہارے خوشتر	،،	،،	۳۸۹
۱۳۷	زمانہ باز بیفروخت آتش نمرود	،،	،،	۳۰۶
۱۴۲	دل بیتاب جا پہنچے دیار پیر سنجر میں	،،	اردو	۱۵۷
۱۴۴	نشہ از حال بگیریم و گزشتیم ز قال	،،	فارسی	۲۹۷
۱۴۶	صد نالۂ شبگیرے صد صبح بلا خیزے	،،	،،	۳۳۱
۱۴۷	برق را این بجگر می زند آن رام کند	،،	،،	۱۸۷
۱۵۳	از من جاو صبا ... گوئے بہ دانائے فرنگ	،،	،،	۱۸۷-۱۸۸
۱۷۰	دیدۂ خوابیدۂ او گرچہ کشودہ	،،	،،	۳۱۹
۱۷۶	بیا کہ ساقی گلچہرہ دست بر چنگ است	،،	،،	۳۲۱
۱۸۱	ز ستیز آشنایاں چہ نیاز و ناز خیزد	،،	،،	۳۲۰
۱۸۳	نگار من کہ جمالش چناں دلآویز است	،،	،،	۳۶۷
۱۹۵	جنگ تیمور شکست آہنگ تیموری بجاست	،،	،،	۳۱۶
۱۹۷	زاں غزالے کہ بہ بند زیابیش گشت روانہ	،،	،،	۲۵۹
۲۰۳	قلندراں کہ براہ تو سخت کوشند	،،	،،	۵۱۳
۲۳۱	نہ بینی خیر از آں مرد فرودست	،،	،،	۱۴۶
۲۳۳	مزاج ناقہ را مانند عرفی نیک می بینم	باقیات	سوم	۲۴۶

ضمیمہ نمبر ۱۲

مقالہ میں مذکورہ دیگر شعراء کے اشعار کی فہرست جن کی تکمیل یا درستی کی گئی ہے اور
متعلقہ شعراء کے مجموعہ ہائے کلام کے حوالوں کا اندراج کیا گیا ہے ۔

مکتوب نمبر	اشعار	شاعر
۱۰	ہے جی میں آفتاب پرستوں سے پوچھئے	ناسخ لکھنوی
۲۳	ترسم ز مدعی بقبول عقلا و لے	عرفی شیرازی
	لطف زن ہے ضبط اور لذت بڑی انشا میں ہے	اکبر الہ آبادی
۲۴	جو دریا ہے یہ تیر باری کریں	"
۲۵	خرم کی دہر از دمی کہ دارد عزیز	گرامی جالندھری
۳۴	بنا کردند خوش رسمے بہ خون و خاک غلطیدن	مرزا مظہر جان جاناں
	ہے خبر گرم ان کے آنے کی	مرزا غالب
۳۶	یار کا حسن سب سے فائق ہے	اکبر الہ آبادی
۳۸	سخن بگوی درشت و بیابان غریب نیست	سعدی شیرازی
۳۹	دیکھ جو کچھ سامنے آجائے منہ سے کچھ نہ بول	امیر مینائی
۴۳	ز دیدہ تا دردل ذرہ ذرہ مجاز است	گرامی جالندھری
۵۲	کشیدہ ام ز جہان سفرے کہ پوشش خانہ	مولوی محمد سعید ایاز
۵۶	نہ ہو مذہب میں جب زور حکومت	اکبر الہ آبادی
۵۷	بے شک دیکھیے اس کو سمجھ	"
"	وہی نگاہ جو رکتی ہے رہ نشستوں کو	"
۶۰	تم سلامت رہو ہزار برس	مرزا غالب
۶۱	پنجہ در پنجہ مصطفیٰ دارم	ملا شاہ بدخشی
۶۵	مرغ دانا وقتیکہ اور دو غزدہ ہو چکا	اکبر الہ آبادی
۶۶	جب نہیں ہے زور شاہی کے لیے	"

مکتوب نمبر	اشعار	شاعر
۷۲	شب چو عقد نماز می بندم	سعدی شیرازی
"	غرقِ قلزمِ وحدت دم از خودی نزند	مرزا محسن تاثیر
۹۹	ایسا کوئی تمام زمانے میں نہ ہوگا	ناسخ لکھنوی
"	لفوف ہے زباں سے دل میں حق کا نام لایا ہے	اکبر الٰہ آبادی
۱۰۰	دہقان کہ دانۂ انگور آب می سازد	ملا فرخ اصفہانی
۱۰۱	ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا	مرزا غالب
۱۲۲	غالب انساں پہ خود پسندی ہے فقط	اکبر الٰہ آبادی
۱۲۷	جہاں ہستی ہے تو محدود لاکھوں پیچ پڑتے ہیں	"
"	ہر خیالے را خیالے می خورد	مولانا روم
"	دل اس کا ساتھ ہے خدا جس کے ساتھ ہے	اکبر الٰہ آبادی
"	اپنے رویہ کے نہ منطق کی کر کوشش	"
۱۲۷	جب علم پہ عاشق دنیا ہو پھر کون بتائے راہ خدا	"
"	دین صاحبِ عمل ہیں شرع و دین حق کا دفینہ ہے	"
۱۳۱	گر سب کرے ہے تسلیم کہ معبود وہی ہے	"
۱۳۲	زیر دست چرخ گردیدن ما گل بے علاقہ است	سالک یزدی
"	نہ آسماں آنکھوں میں ہم کی جیھ	نامعلوم
"	من نہ خود بہ ترتیب ترقی ساز ہوش	"
"	در سینہ فرو شتم طپش ہیچ ندارد	مرزا بیدل
۱۳۴	تو مخمور غم لنگر دو یادہ اُد	مولانا روم
۱۳۵	جو شرش خالق کو سبیل حق کی ملتی نہیں	اکبر الٰہ آبادی
"	کہتا نہیں راز دہر شکوہ یہ ہے	"
۱۳۶	آں چیز کہ در سینہ نہاں است نہ وعظ است	مرزا غالب
۱۴۳	اے سبزہ سرہ از چہ ریاچہ نالی	"

مکتوب نمبر	اشعار	شاعر
۱۴۸	جب آسمان اہلِ وفا ہی کا ہو رہے	اکبر الہ آبادی
۱۴۹	گفتم آنکہ ببینم دہنہ بہ ملامت	عرفی شیرازی
۱۵۴	ہر آنکس را کہ اندر دل شکی ہست	محمود شبستری
۱۵۸	اے قافلۂ یاس گزر دل سے نہ ہو کر	شوق سندیلوی
"	جز خواب نہیں وعدۂ باطل کی حقیقت	"
۱۷۸	این تکلف ہای من در شعر من	کمال مسعود خجندی
۱۹۵	درد دل را بکنم با سبب پیوند دگر	نظیری نیشاپوری
۲۰۰	فقر را شرکائی وہم است	ظہوری ترشیزی
۲۲۶	در دستان را بہ لعل یاد کرد نکہت است	صائب تبریزی
۲۳۳	نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی	عرفی شیرازی
۲۴۰	خود گری چنیں تواں بسر برد	خاقانی شروانی

ضمیمہ نمبر ۱۳

مسودہ میں شامل مکاتیب کی فہرست جن کی تاریخ تحریر کا تعین کیا گیا ہے۔

مکاتیب نمبر ۳ ، ۵ ، ۸ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۲۵ ، ۳۰ ، ۸۷
" ۹۱ ، ۱۱۶ ، ۱۲۶ ، ۱۵۳ ، ۱۷۰ ، ۱۸۶ ، ۱۸۷ ، ۲۲۸
" ۲۳۲

ضمیمہ نمبر ۱۴

مسودہ میں شامل مکاتیب کی فہرست جن کا مقام تحریر متعین کیا گیا ہے۔

مکاتیب نمبر ۳ ، ۵ ، ۴۲ ، ۲۳۴

ضمیمہ نمبر ۱۵

مسودہ میں شامل مکاتیب کی فہرست جن کے مآخذ کی چھان بین کی گئی ہے۔

مکاتیب نمبر ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲
" ۱۳ ، ۱۵ ، ۱۷ ، ۲۲ ، ۳۰ ، ۳۲ ، ۳۹ ، ۵۰ ، ۵۷ ، ۵۸
" ۶۳ ، ۷۳ ، ۷۴ ، ۷۹ ، ۸۰ ، ۱۱۲ ، ۱۳۸ ، ۱۵۰ ، ۱۵۸ ، ۱۷۳
۱۸۱ ، ۱۸۷ ، ۱۹۸ ، ۲۴۱

ضمیمہ نمبر ۱۶

مطبوعات میں شامل مکاتیب کی فہرست جن کے مکتوب الیہم کا تعین کیا گیا ہے ۔

مکتوب نمبر	مکتوب الیہ
۱۲	مرتب اقبالنامہ دوم نے یہ مکتوب منشی محمد الدین فوق کے نام درج کیا ہے حالانکہ اس کے مکتوب الیہ مولوی محمد انشاء اللہ خان، مدیر وطن لاہور ہیں ۔
۸۳	مرتب انوار نے یہ مکتوب منشی محمد الدین فوق کے نام مکاتیب میں شامل کیا ہے جبکہ یہ نسبت درست نہیں ہے
۱۶۰	مرتب اقبالنامہ اول نے یہ مکتوب عشرت رحمانی کے نام درج کیا ہے جبکہ یہ مکتوب وحید احمد مسعود بدایونی کے نام لکھا گیا تھا ۔
۱۸۷	اقبالنامہ اول میں مکتوب الیہ کا نام ظہور الدین مہجور لکھا گیا ہے جبکہ مکتوب الیہ کا اصل نام غلام احمد مہجور ہے ۔

ضمیمہ نمبر ۱۷

علامہ اقبال کی شخصیت، سوانح اور افکار کے بارے میں مقالہ میں شامل مکاتیب سے حاصل ہونے والی چند مفید معلومات کا مختصر تذکرہ

۲۵۲ مکاتیب اقبال کے جائزے اور مطالعے سے یہ حقیقت نکھر کر ہمارے سامنے آئی ہے کہ ان مکاتیب میں عصر اقبال کی تاریخ بھی ملتی ہے اور اقبال کے علمی رجحانات کا عکس بھی نظر آتا ہے۔ معاصرین کے ساتھ اقبال کے تعلقات کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور شعر و ادب کے متعلق ان کے نظریات کا پتہ بھی چلتا ہے۔ ان کی خانگی زندگی اور اخلاق و عادات پر بھی روشنی پڑتی ہے اور افکار و خیالات کی وضاحت بھی ہوتی ہے۔ یہ مکاتیب ان کی شخصیت کے بارے میں قیمتی معلومات کا خزینہ بھی ہیں اور ان کی واردات ذہنی و قلبی کا آئینہ بھی۔ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ان مکاتیب کے مطالعے سے اقبال کی ہمہ جہتی شخصیت سے بھرپور تعارف حاصل ہوتا ہے۔ ذیل میں چند ایسے امور کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے جن کے بارے میں مقالہ میں شامل مکاتیب سے نہایت مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

(۱) خیالات و افکار کا تدریجی ارتقاء

- ستمبر ۱۹۰۵ء میں اقبال دہلی گئے تو داراشکوہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور اس کے وحدت الوجودی مسلک سے بالواسطہ عقیدت کا اظہار کیا (مکتوب ۱۰) لیکن اسرار خودی میں اس کے الحاد کی مذمت کرتے ہیں۔
- اسرار خودی کی اشاعت (۱۹۱۵ء) پر ہونے والے قلمی مباحثے میں حسین بن منصور حلاج کو گمراہ قرار دیتے ہیں (مکتوب ۶۵) لیکن بعد کے ادوار میں اسی کے نعرہ انا الحق کی توجیہ کرتے نظر آتے ہیں۔
- ابتدا میں حکیم سنائی کے اس خیال کی تردید کرتے ہیں کہ انفس اعلیٰ درجے کی سعادت ہے (مکتوب ۷۸) لیکن بعد میں ان کے بے حد معتقد دکھائی دیتے ہیں۔
- نکولس اغنیدس کی کتاب "محمڈن تھیوریز آف فنانس" نے اقبال کو اہم اسلامی فقہی مسائل پر غور و خوض پر آمادہ کیا (مکتوب ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۷ وغیرہ)۔ اقبال آخری عمر تک اس سلسلے میں مشاہیر سے خط و کتابت کرتے رہے۔

(۲) عقائد و نظریات :

○ اقبال کو حضور رسالتمآب ﷺ سے غایت درجہ کی محبت تھی اور آپ کی شان میں ذرا سی شوخی یا گستاخی برداشت نہیں کرتے تھے۔ سعادت ماکھر بخشی کے شعر "من چہ پروائے مصطفیٰ دارم" کو منشی محمد دین فوق نے اپنی کتاب "وجدانی نشتر" میں نقل کیا تو اقبال نے سخت گرفت کی (مکتوب ۶۱)

○ برصغیر کے علماء میں "حیات النبی ﷺ" کا مسئلہ بڑا اختلافی رہا ہے۔ اقبال حضور ﷺ کی حیات کے قائل تو تھے لیکن بجسد عنصری نہیں (مکتوب ۱۸۵)

○ وحدت الوجود کے سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانوی کے مسلک پر کاربند تھے (مکتوب ۹۳)

○ خواجہ حافظ شیرازی کے بارے میں انہوں نے جو رائے اختیار کی اس کے پیچھے خود ان کا تجربہ تھا (مکتوب ۱۴۳)

مکاتیب میں انہوں نے سوشلزم، مادی تعبیر تاریخ، فلسفۂ ایران، پان اسلام ازم، قومیت اور رواداری کے بارے میں اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے (مکتوب ۱۹۸، ۲۲۶، ۲۲۸)

(۳) تصانیف اقبال :

○ مثنوی "اسرار خودی" کا باقاعدہ آغاز ۱۹۱۳ء میں کیا تھا (مکتوب ۳۵)

○ پنجاب یونیورسٹی کے انٹرنس کے طلبہ کے لئے فارسی کا انتخاب "آئینۂ عجم" (۱۹۲۶ء) کی تدوین کی جستجو ۱۹۱۴ء میں شروع ہو گئی تھی (مکتوب ۲۹)

○ مثنوی "رموز بیخودی" (۱۹۱۸ء) کی تیاری کے دوران انہوں نے سب سے زیادہ مولانا گرامی سے مشورہ کیا تھا۔ (مکتوب ۹۵، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۸ وغیرہ)

○ مثنوی "رموز بیخودی" کا کچھ حصہ اقبال نے لاہور سے باہر کسی گاؤں میں لکھا تھا (مکتوب ۸۷)

○ اقبال انگریزی خطبات کے اردو ترجمے کے بہت خواہشمند تھے (مکتوب ۲۱۱)

(۴) علمی و ادبی کاموں میں دوسروں کی رہنمائی اور مشورہ :

○ مہاراجہ کشن پرشاد کو ولی دکنی، قلی قطب شاہ اور مرزا بیدل کے کلام کو مرتب کرنے کا مشورہ دیا (مکتوب ۶۹)

○ غلام محمد طور کو "تذکرۂ شعرائے کشمیر" کی تصنیف کی تیاری میں رہنمائی بہم پہنچائی (مکتوب ۱۸۷)

○ سید سلیمان ندوی کو یاجوج ماجوج پر تحقیق کا مشورہ دیا (مکتوب ۱۵۶)

○ مصر کے نوجوان محقق محمود خضیری کو مسلمان حکماء کے متعین تر مطالعہ کا مشورہ دیا (مکتوب ۲۵۱)

○ سید نذیر نیازی کو حکومت سے قبل پنجاب میں زمین کی ملکیت کے موضوع پر کام کرنے کو کہا (مکتوب ۲۳۰)

(۵) اصلاحِ شعر:

○ اقبال شاگرد رکھنا پسند نہیں کرتے تھے (مکتوب ۱۲۳، ۲۳۱)

○ اصلاحِ شعر سے عموماً معذوری کا اظہار کر دیتے تھے (مکتوب ۵۱)

○ شاکر صدیقی، محمد نیاز الدین خان اور عبدالعلی شوق سندیلوی کو اصلاح دیتے رہے (مکتوب ۵۱، ۱۴۴، ۱۵۸، ۱۶۲)

(۶) تنقیدی مشوروں کا خیر مقدم:

○ اقبال مولانا حبیب الرحمٰن شروانی، مولانا گرامی اور سید سلیمان ندوی کو بار بار تنقید کی دعوت دیتے تھے (مکتوب ۳۰، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۸ اور ۱۸۱ وغیرہ)

○ اقبال اپنے کلام پر خود بھی نکتہ چینی کرتے رہتے تھے، انہوں نے کئی اشعار اپنے مجموعوں میں شامل نہیں کیے (ضمیمہ ۶)

(۷) مطالعہ کتب:

○ اقبال کو مطالعہ کتب کا بے حد شوق تھا، ان کے پاس تحفے کے طور پر بھی کتابیں آتی رہتی تھیں (مکتوب ۱۲۰، ۱۲۸)

○ اقبال مطلوبہ کتابوں کی جستجو میں لگے رہتے تھے (مکتوب ۲۱۲، ۲۲۳، ۲۵۰)

○ لائبریریوں میں جا کر کتابیں دیکھنے کا بہت شوق تھا (مکتوب ۷۱)

○ اچھی کتاب قیمتاً بھی خریدنے پر آمادہ رہتے تھے (مکتوب ۲۵۰)

○ دوسروں کو بھی مطالعہ کتب کی تشویق کرتے رہتے تھے (مکتوب ۸۱، ۱۸۳)

(۸) کلام کی تشریح و توضیح:

○ شعر "مجذوبِ فرنگی نے بہ اندازِ فرنگی" الخ میں "مجذوبِ فرنگی" اور شعر "چوں دیدۂ راہ بیں نداری" الخ میں قرشی کی وضاحت کی ہے (مکتوب ۲۷۰)

○ نظم "بوئے گل" کے ایک شعر "زندانیے کہ بند زپایش گشادہ اند" الخ کی وضاحت کی ہے (مکتوب ۱۹۷)

○ ایک غزل "عشق فزوں دانہ صد ہے بنگ آگام لالا" کے مختلف اشعار کی وضاحت کی ہے (مکتوب ۹۸)

○ "محرابِ گل افغان" کے بارے میں لکھا ہے کہ فرضی نام ہے (مکتوب ۲۷۰)

(۹) متفرق اشعار و منظومات کی ترتیب:

○ نظم "پرندے کی فریاد" کا ابتدائی نام "بلبل کی فریاد" تھا۔ یہ نظم مارچ ۱۹۰۳ء میں تخلیق ہوئی تھی اور اقبال نے غالباً پہلی بار "مخزن"، فروری ۱۹۰۷ء میں "پرندے کی فریاد" کے عنوان سے شائع کرائی تھی۔ مسودہ تراجم کے لیے "بانگِ درا" میں شامل کر لی گئی تھی (مکتوب ۱۲)۔
(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۵)

(۱۰) علمی و شعری منصوبے:

○ معروف مستشرقہ خاتون کریمر کی قرآن مجید پر مبسوط کتاب کے منتخب حصوں کا ترجمہ کرانا چاہتے تھے (مکتوب ۲۱)
○ حافظ ابن قیم کے ملفوظ شہادت اور حافظ مصری کی کتاب المقارنات والمقابلات پر تحقیق کرانا چاہتے تھے (مکتوب ۱۰۸،
○ رامائن کو اردو میں نظم کرنا چاہتے تھے (مکتوب ۱۲۹)
○ "زمان و مکان فلسفہ اسلام کی تاریخ میں" کے موضوع پر مقالہ لکھنا چاہتے تھے (مکتوب ۲۰۹، ۲۱۲، ۲۱۴ تا ۲۱۹)
○ فقہ القرآن اور اسلامی اصولِ فقہ پر تحقیقی کتاب لکھنا چاہتے تھے (مکتوب ۲۲۸، ۲۲۹)
○ اقبال فارسی میں ایک نعتیہ قصیدہ تیار کرنا چاہتے تھے لیکن تیار نہ کر سکے (مکتوب ۱۶۷)

(۱۱) حالاتِ زندگی:

○ اقبال ذات پات کی تفریق کے قائل نہ تھے لیکن کشمیری پنڈتوں کی ہمدردی سے تعلق پیدا کرنے میں کوشاں رہتے تھے (مکتوب ۱۶۰)
○ کامیاب اور تجربہ کار معلم ہونے کے باوجود علی گڑھ کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر بننے سے انکار کر دیا تھا (مکتوب ۲۰)
○ مہاراجہ الور کا پرائیویٹ سیکرٹری بننا قبول نہیں کیا (مکتوب ۳۲۰)
○ دکن ہائی کورٹ اور لاہور ہائی کورٹ کی ججی کے خواہاں تھے لیکن ناکام رہے (مکتوب ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۷، ۱۰۸ اور ۱۳۵ وغیرہ)
○ مکاتیب سے اقبال کی بیماریوں کی تفصیل بھی معلوم ہوتی ہے اور معالجہ کی کیفیت بھی (مکتوب ۱۳۱، ۱۴۲)
○ پنشن کے حصول کے لیے ان کی مساعی کا علم بھی مکاتیب سے ہوتا ہے (مکتوب ۲۲۱، ۲۲۲ وغیرہ)
○ بعض سفروں مثلاً پہلے سفرِ یورپ (۱۹۰۵ء — ۱۹۰۸ء) کی تفصیلات بھی مکاتیب میں موجود ہیں۔ اسی طرح [illegible] کی تفصیل [illegible] (مکتوب ۱۰، ۱۲)

(۱۲) مزاج، اخلاق اور عادات:

- اقبال خیر کی آواز پر ہمیشہ لبیک کہتے تھے (مکتوب، ۸۰)
- ممتاز عالم و مفکر ہونے کے باوجود عجز و انکسار سے کام لیتے تھے (مکتوب، ۸۰)
- اپنی کسی خصوصیت کا ذکر فخر و مباہات کے لیے نہیں بلکہ بطور تحدیث نعمت کرتے تھے (مکتوب، ۳۲، ۳۳، ۱۰۳)
- توکل علی اللہ ان کے مزاج کی نمایاں خصوصیت تھی (مکتوب، ۲۵)
- سفر سے حتی الامکان
- مہاراجہ کشن پرشاد نے اقبال کو وظیفہ کی پیشکش کی لیکن اقبال نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ یہ بات مروت و دیانت کے خلاف سمجھتے ہیں کہ بیش قرار تنخواہ کے بدلے کوئی مناسب خدمت انجام نہ دیں (مکتوب، ۳۳)
- اسلام اور مسلمانوں سے غایت درجہ کی محبت کی بنا پر کبھی کبھی غیر معتدل فقروں پر معذرت کر لیا کرتے تھے (مکتوب، ۱۹۴)

(۱۳) گھریلو حالات اور قریبی رشتہ داروں سے تعلقات:

- والد ماجد کا ادب و احترام اور ان کی دلجوئی کرتے تھے (مکتوب، ۲۷) ان کی صحبت کو غنیمت تصور کرتے تھے (مکتوب، ۱۲۵)
- بڑے بھائی شیخ عطا محمد سے بہت محبت کرتے تھے، ان کی پریشانی محسوس کرتے تھے (مکتوب، ۵، ۶۰)
- والدہ جاوید اقبال کی وفات کے بعد بچوں کی نگہداشت کے لیے کسی بااخلاق، باسلیقہ اور تعلیم یافتہ خاتون کو ملازم رکھنا چاہتے تھے (مکتوب، ۲۳۴)

(۱۴) مکتوب الیہم سے تعلقات:

- اقبال اکبر الہ آبادی کو اپنا پیر و مرشد سمجھتے تھے (مکتوب، ۲۶، ۱۳۱، ۱۳۵ اور ۱۲۸)
- مولانا شبلی کے بہت قدردان تھے (مکتوب، ۲۶) سید سلیمان ندوی کو ان کا حقیقی جانشین سمجھ کر ان کی دل سے عزت کرتے تھے اور علمی، دینی اور ادبی مسائل میں مشورہ کرتے رہتے تھے (مکتوب، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۲۲۶، ۲۳۱ وغیرہ)
- مولانا گرامی سے بہت محبت تھی، ان سے مشورہ سخن کرتے تھے کبھی کبھی چھیڑ چھاڑ بھی کرتے تھے (مکتوب، ۱۳۶، ۱۴۱ وغیرہ)
- مہاراجہ کشن پرشاد غیر مسلم تھے مگر اقبال ان سے ہمیشہ محبت اور احترام سے پیش آتے رہے (مکتوب، ۱۱۵، ۱۲۲، ۱۲۹)
- محمد نیاز الدین خاں کے ساتھ علمی و ادبی موضوعات پر تبادلہ خیال کے ساتھ کبوتروں کے بارے میں بھی باتیں ہوتی تھیں (مکتوب، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴ وغیرہ)

(۱۵) معاصر شخصیات کے متعلق تاثرات :

o مولوی فتح محمد خاں جالندھری کی قواعد دانی کے معترف تھے (مکتوب ۲۸)

o سید میر حسن کے علم اور سخن فہمی کا ہمیشہ اعتراف کرتے تھے (مکتوب ۱۷)

o مرزا داغ کا بحیثیت استاد بہت احترام کرتے تھے بلکہ ان سے نسبت رکھنے والوں مثلاً احسن مارہروی اور ظہیر دہلوی کے بھی معتقد تھے (مکتوب ۱، ۳۱)

o علامہ مشرقی کے بارے میں لکھتے ہیں "معلوم ایسا ہوتا ہے ان کا تفکر بہت سطحی ہے" (مکتوب ۲۰۳)

o آغا خان سوم کو شروع میں اچھا نہیں سمجھتے تھے (مکتوب ۱۵۵) لیکن بعد میں ان کے بارے میں اقبال کی رائے تبدیل ہو گئی تھی ۔

(۱۶) ملکی اور ملی مسائل :

o سودیشی تحریک کے بارے میں ان کے تاثرات ان کی بالغ نظری کا ثبوت دیتے ہیں (مکتوب ۱۳)

o تحریک خلافت میں شامل ہوئے لیکن پھر الگ ہو گئے (مکتوب ۱۴۲)

o تحریک ترک موالات سے ہمدردی کے باوجود واضح لائحہ عمل تلاش نہ کر سکے (مکتوب ۱۷۵)

o تحریک ہجرت سے بہت متاثر تھے (مکتوب ۱۶۹)

o مسجد کانپور کے سانحہ کے متاثرین کی مدد کے لیے کانپور گئے تھے (مکتوب ۳۱)

o مسجد شہید گنج میں حکومت کی طرز عمل (اور جانبداری) سے سخت رنجیدہ تھے (مکتوب ۲۲۸)

o ترکوں کی کامیابیوں پر دلی مسرت کا اظہار کرتے تھے (مکتوب ۲۴)

o مختلف مسلمان ملکوں میں تجدد پسندوں کی خبروں سے بہت فکرمند ہوتے تھے (مکتوب ۲۰۶)

(۱۷) پیش گوئیاں :

o ۱۹۰۵ء میں چین کے لوگوں کی بیداری پر رشک کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی ترقی کی پیش بینی کرتے ہیں (مکتوب ۱۰)

o مہاراجہ کشن پرشاد کو پہلی عالمگیر جنگ کے وقوع کی خبر دیتے ہیں (مکتوب ۳۷)

o اسلامی ملکوں میں احیائے اسلام کی نئی تحریک کے آغاز کی نوید سناتے ہیں (مکتوب ۲۱۲)

o اسلام اور یورپ کے درمیان تلوار کی جنگ کی بجائے معاشرتی اور تہذیبی جنگ کی پیش گوئی کرتے ہیں (مکتوب ۲۲۲

o جامعہ عثمانیہ کے بارے میں ان کا اندازہ تھا کہ یہ منصوبہ مکمل نہ ہو سکے گا لیکن ان کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا (مکتوب ۱۰۹

کتابیات

(۱) اردو، فارسی اور عربی کتب*

آذر بیگدلی، لطف علی بیگ، آتشکدہ آذر (تعلیقات: سید جعفر شہیدی) تہران، انتشارات موسسہ نشر کتاب، س ـ ن

آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، (جلد دوم)، لاہور، مکتبہ اشاعت ادب، س ـ ن

" " ، تذکرہ (مقدمہ، فضل الدین احمد مرزا) کلکتہ، البلاغ پریس، ۱۹۱۹ء

آزاد، محمد حسین، آب حیات، لاہور، شیخ مبارک علی، ۱۹۵۲ء

ابن جوزی، علامہ، تلبیس ابلیس (ترجمہ: ابو محمد عبدالحق اعظم گڑھی) کراچی، میر محمد کتب خانہ، س ـ ن

ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، بیروت، س ـ ن

ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون (ترجمہ: سعد حسن خان یوسفی) کراچی، نور محمد اصح المطابع، س ـ ن

ابن رشد، فصل المقال (ترجمہ: عبید اللہ قدسی) کراچی، اقبال اکادمی، مئی ۱۹۷۳ء

ابن عربی، فصوص الحکم (ترتیب: ابوالعلا عفیفی) بیروت، س ـ ن

ابوالاعلیٰ مودودی، سید، سنت کی آئینی حیثیت، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، دسمبر ۱۹۷۹ء

ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم شریف (ترجمہ: وحید الزماں) لاہور، فاران پبلشرز، اپریل ۱۹۸۱ء

ابوالحسن علی ندوی، سید، پرانے چراغ، لکھنؤ، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۱ء

ابوداؤد سلیمان بن الاشعث سجستانی، السنن ابوداؤد (ترجمہ: اختر شاہجہانپوری) لاہور، فرید بک سٹال، ۱۹۸۵ء

ابوزہرہ، اسلامی مذاہب (ترجمہ: غلام احمد حریری) فیصل آباد، ملک سنز، س ـ ن

" ، آثار امام شافعی (ترجمہ: رئیس احمد جعفری) لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۶۱ء

ابوسعید نور الدین، ڈاکٹر، اسلامی تصوف اور اقبال، کراچی، اقبال اکادمی، ۱۹۵۹ء

ابوسلمان شاہجہانپوری، کتابیات قواعد اردو، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء

" ، ارمغان آزاد، حصہ اول، کراچی، آزاد اکیڈمی، ۲۲ فروری ۱۹۷۸ء

" ، توحید تعلیم حیات، لاہور، نذیر سنز پبلشرز، ۲۲ فروری ۱۹۷۸ء

* اس فہرست میں وہ مجموعہ ہائے مکاتیب اقبال شامل نہیں ہیں جن کی تفصیل پیش لفظ میں دی جا چکی ہے۔
ایک کتاب کی مختلف جلدوں / حصوں کو بھی الف بائی ترتیب وار ایک ہی سلسلے میں درج کر دیا گیا ہے۔

ابو عبدالرحمٰن بن شعیب النسائی، سنن نسائی (ترجمہ: وحید الزمان)، کراچی، قرآن محل، ۱۹۶۷ء

ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری شریف (ترجمہ: وحید الزمان)، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۸۵ء

ابو عبداللہ یزید بن ماجہ، سنن ابن ماجہ (ترجمہ (نور شاہ جہانپوری)، لاہور، فرید بک سٹال، ۱۹۸۳ء

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی مع شرح الشمائل، ترجمہ جامع ترمذی (ترجمہ: وحید الزمان)، کراچی، نور محمد کارخانہ اسلامی کتب، س-ن

ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، اقبال اور مسلک تصوف، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء

ابوالہاشم ندوی، جلیانوالہ باغ، لاہور، شیخ اکیڈمی، فروری ۱۹۷۶ء

" (مترجم)، تزک تیموری، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۵ء

ابو یوسف قاضی، کتاب الخراج (ترجمہ: محمد نجات اللہ صدیقی)، کراچی، مکتبہ چراغ راہ، ستمبر ۱۹۶۶ء

احسن مارہروی، مولانا، تاریخ نثر اردو، حصہ اول، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۳۴۹ھ

احمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، بیروت، المکتب الاسلامی، س-ن

احمد منزوی (مرتب)، فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانہ گنج بخش جلد دوم، سوم، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی

احمد نبی خان، ڈاکٹر، فہرست مشمولات آثار علامہ اقبال (ترجمہ: محمد عبداللہ قریشی)، محکمہ آثار قدیمہ و عجائب گھر حکومت پاکستان، ۱۹۸۳ء

اختر الفاروقی الہ آبادی، اکبر و مسائل حیات، کراچی، بزم اکبر، س-ن

اختر راہی، تذکرہ مصنفین درس نظامی، لاہور، مسلم اکادمی، جون ۱۹۷۵

" ، اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، لاہور، بزم اقبال، مارچ ۱۹۸۲ء

اختر عزیز احمد، "ترا کیوں حرف مرد بہوش"، لاہور، مکتبہ اردو، ۱۹۵۸ء

اخلاق اثر، ڈاکٹر، اقبال نامے، بھوپال، طارق پبلیکیشنز، ۱۹۸۱ء

الذہبی، حافظ، میزان الاعتدال، بیروت، دارالمعرفۃ، س-ن

افضل حق قرشی، قاضی (مرتب)، اقبال کے ممدوح علماء، لاہور، مکتبہ محمودیہ، ۱۹۷۷ء

افتخار حسین شاہ، سید، اقبال اور پیروی شبلی، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۷ء

اکبر حسین قریشی، ڈاکٹر، مطالعۂ تلمیحات و اشارات اقبال، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۸۶ء

اکبر الہ آبادی، سید اکبر حسین، کلیات و رباعیات، اول و دوم (ترتیب: مجتبیٰ احسن الحق)، کراچی، بزم اکبر، ۱۹۵۲ء

" ، کلیات اکبر، اول تا سوم (ترتیب: محمد ادریس حسرت)، لاہور، شیخ غلام علی، س-ن

اکبر بہروز و دیگر (مرتب) شرح سودی بر بوستان، تہران، ۱۳۵۲ ہش

الطاف حسین حالی، یادگار غالب، لاہور، حاجی فیروز [illegible]، س۔ن

الطاف علی بریلوی، سید، [illegible] (مرتبہ)، علی گڑھ تحریک اور قومی نظمیں، کراچی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۷۰ء

امیر خسرو دہلوی، قران السعدین (تصنیف: مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی، اہتمام: سید حسن برنی) علی گڑھ، مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۱۸ء

" " " ، نول کشور، ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء

امیر مینائی، صنم خانۂ عشق، کراچی، مسعود پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۲ء

انعام الحق کوثر، ڈاکٹر، مطالعۂ اقبال کے بلوچستانی [illegible]، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۶ء

ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق، انتخاب مقالات، جلد اول، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۸۶ء

برکات احمد ٹونکی، سید، القول المعروف فی ماہیۃ الزمان (ترجمہ: حکیم محمود احمد برکاتی) لاہور، اقبال اکادمی، مارچ ۱۹۸۳ء

بشیر احمد ڈار، تاریخ تصوف قبل از اسلام، لاہور، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۲ء

براؤن، ای۔جی، تاریخ ادبیات ایران جلد چہارم (ترجمہ: آغا پیام جنت) لاہور، شیخ مبارک علی، س۔ن

" " " ، دور جدید (ترجمہ: سید [illegible] الدین احمد [illegible]) دہلی، انجمن ترقی اردو (ہند)، ۱۹۳۹ء

پنجاب یونیورسٹی لاہور، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد سوم، چہارم، پنجم، ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۲ء

تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام، جلد دوم، سوم، پنجم، اسلام آباد، ادارۂ تحقیقات پاکستان، [illegible] ۱۹۶۹ء، مارچ ۱۹۷۲ء، ۱۹۸۸

تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، اصول تحقیق و ترتیب متن، دہلی، شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی، س۔ن

جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود (۱)، حیات اقبال کا تشکیلی دور، لاہور، شیخ غلام علی، مارچ ۱۹۸۲ء

" " " (۲) " وسطی دور " " ۱۹۸۳ء

" " " (۳) " اختتامی دور " " ۱۹۸۴ء

حالی، نور الدین، مکتوبات حالی، لاہور، محمد جلال الدین تاجر کتب، ۱۹۳۳ء

" " ، لغات اردو مع سلسلۃ الذہب، لاہور، مطبع اسلامیہ، ۱۹۳۶ء

" " ، لغات اردو (ترتیب و تنقیح: مولوی وحید الدین [illegible])، کتاب فروش محمودی، س۔ن

جگن ناتھ آزاد، پروفیسر، اقبال اور کشمیر، سرینگر، علی محمد اینڈ سنز، ۱۹۷۷ء

جمیل [illegible] (مرتب)، خیابان مسعود، کراچی، ادارہ مسعود [illegible]، ۱۹۷۰ء

حاجی خلیفہ ، کشف الظنون ، بغداد ، س۔ن

حافظ شیرازی ، خواجہ ، دیوان حافظ (ترجمہ : قاضی سجاد حسین) اسلام آباد ، مرکز تحقیقات فارسی ، ۱۹۸۹ء

حامد حسن قادری ، داستان تاریخ اردو ، آگرہ ، اکشمی نرائن اگروال ، ۱۹۷۱ء

حسن نظامی ، خواجہ ، اکبری اقبال ، لاہور ، مرغوب ایجنسی ، ۱۹۱۸ء

حمید اللہ ہاشمی ، پروفیسر ، خطوط اقبال بنام جناح (اردو ترجمہ) ، لاہور ، مکتبۂ مجبوب ، جگواڑ ، ۱۹۷۶ء

حکمت ، علی اصغر ، جامی (ترتیب و ترجمہ : سید عارف نوشاہی) اسلام آباد ، مرکز تحقیقات فارسی ، مئی ۱۹۸۳ء

خاقانی شروانی ، حکیم افضل ، مثنوی تحفۃ العراقین ، باہتمام دکتر یحییٰ قریب ، چاپخانہ سپہر ، ۱۳۳۳ ھ ش

خالد میاں فاخری ، مولانا شاہ ، تذکار اولیا ، کراچی ، س۔ن

خالد نظیر صوفی ، اقبال درون خانہ ، لاہور ، بزم اقبال ، ۱۹۷۱ء

خان بابا مشار ، کتابہای چاپی فارسی ، تہران ، چاپخانہ ارژنگ ، ۱۳۵۲ ھ

خلیق احمد نظامی ، تاریخ مشائخ چشت ، کراچی ، مکتبۂ عارفین ، س۔ن

داعی الی اللہ شیرازی ، شاہ ، شرح مثنوی معنوی ، اول و دوم (تصحیح و پیش گفتار محمد نذیر رانجھا) ، اسلام آباد ، مرکز تحقیقات فارسی ، ۱۹۸۵ء

دانشگاہ پنجاب ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، متعدد جلدیں

راغب اصفہانی ، المفردات فی غریب القرآن ، مصر ، ۱۹۶۱ء

رحیم بخش شاہین ، اوراق گم گشتہ ، لاہور ، اسلامک پبلیکیشنز ، اپریل ۱۹۷۵ء

" ، اقبال کے معاشی نظریات ، لاہور ، آل پاکستان اکنامکس کانگریس ، ۱۹۷۶ء

رضا زادہ شفق ، دکتر ، تاریخ ادبیات ایران ، چاپخانہ دانش ، ۱۳۲۱ ھ ش

رضی الدین صدیقی ، ڈاکٹر ، اقبال کا تصور زمان و مکان اور دوسرے مضامین ، لاہور ، مجلس ترقی ادب ، دسمبر ۱۹۷۳ء

رفیع الدین ہاشمی ، ڈاکٹر ، تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ ، لاہور ، اقبال اکادمی ، ۹ نومبر ۱۹۸۲ء

" ، کتابیات اقبال ، لاہور ، اقبال اکادمی ، ۱۹۷۸ء

" ، ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب ، لاہور ، اقبال اکادمی ، ۱۹۸۶ء

روشن خان ، تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ ، کراچی ، یکم جنوری ۱۹۸۰ء

رومی، مولانا جلال الدین، مثنوی معنوی، دفتر اول تا ششم (ترجمہ و شرح: قاضی سجاد حسین) اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی، ۱۹۷۸ء

" " ، کلیات دیوان شمس تبریزی، موسسہ چاپ و انتشارات امیرکبیر، چاپ سوم، ۱۳۴۵ ھ ش

ریاض احمد شروانی، "ممتاز کشمیری احوال و آثار و سبک اشعار، سری نگر، ۱۹۶۸ء

رشید حسن خان، اردو کیسے لکھیں؟ نئی دہلی، مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۵ء

" ، انشاء املا، دہلی، نیشنل اکادمی، ۱۹۷۷ء

رشید احمد صدیقی، اقبال شخصیت اور شاعری، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۷۶ء

زہرای خانلری (کیا) دکتر، فرہنگ ادبیات فارسی دری، انتشارات بنیاد فرہنگ ایران، س۔ن

زرکلی، خیرالدین، الاعلام، الطبعہ ثانیہ

سبط حسن، دکتر، فارسی گویان پاکستان، جلد اول، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی، ۱۹۷۴ء

سعدی شیرازی، گلستان سعدی، تصحیح شدہ: محمد علی فروغی، انتشارات پیروز دوم، ۱۳۵۲ ھ ش

سعید اختر درانی، اقبال یورپ میں، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۸۵ء

سعید اختر، پروفیسر، سرمایۂ افکار، لاہور، فاروق اکیڈمی، س۔ن

" " ، مسلمان تاریخ نویسی، لاہور، قومی کتب خانہ، دسمبر ۱۹۷۶ء

سکسینہ، رام بابو، تاریخ ادب اردو (ترجمہ: مرزا محمد عسکری، ترتیب: تبسم کاشمیری) لاہور، الملک کتاب خانہ، س۔ن

سلیم اختر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ستمبر ۱۹۷۵ء

سلیم خان گمی، اقبال اینڈ شیلے، لاہور، یونیورسل بکس، ۱۹۷۷ء

سلطان محمود، ڈاکٹر سید، عہد اقبال کے استاد شمس العلماء مولوی سید میر حسن (حیات و افکار) لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۸۱ء

سلیمان ندوی، سید، سیر افغانستان، حیدر آباد دکن، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۷ء

" " ، حیات شبلی، اعظم گڑھ، مطبع معارف، طبع دوم، ۱۹۷۰ء

" " ، یاد رفتگاں، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۳ء

" " ، سیرت عائشہ، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۷۶ء

شبلی نعمانی، شعر العجم، لاہور، انجمن حمایت اسلام، س۔ن

" سوانح مولانا روم، لاہور، مجلس ترقی ادب، اپریل ۱۹۷۱ء

شبلی نعمانی ، الغزالی ، لاہور ، انجمن حمایت اسلام ، س ۔ ن

" ، الفاروق ، لاہور ، ایم ثناء اللہ خان ، ربیع الثانی ، ۱۳۷۷ھ

" ، علم الکلام اور الکلام ، کراچی ، مسعود پبلشنگ ہاؤس ، ۱۹۶۴ء

" ، سید سلیمان ندوی ، سیرۃ النبیؐ ، جلد اول تا ششم ، لاہور ، ناشران قرآن لمیٹڈ ، س ۔ ن

شعبہ اقبالیات ، مقالات جشن اقبال صدی ، لاہور ، پنجاب یونیورسٹی ، ۱۹۷۷ء

شمس تبریز خان ، صحیفہ رحمت ، کراچی ، مجلس نشریات اسلام ، ۱۹۸۱ء

شوکانی ، امام ، الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ، قاہرہ ، ۱۹۶۰ء

شہاب الدین سہروردی شیخ ، عوارف المعارف (ترجمہ شمس بریلوی) کراچی ، مدینہ پبلشنگ ہاؤس ، س ۔ ن

شیخ آغا بزرگ طہرانی ، الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ ، الجزء الثانی ، نجف ، مطبع الغری ، س ۔ ن

صابر کلوروی ، پروفیسر (مرتب) تاریخ تصوف از اقبال ، لاہور ، مکتبہ تعمیر انسانیت ، ۱۹۸۵ء

" ، اشاریہ مکاتیب اقبال ، لاہور ، اقبال اکادمی ، جنوری ۱۹۸۴ء

صائب تبریزی ، کلیات صائب (مقدمہ امیری فیروزکوہی) کتابفروشی خیام ، ۱۳۶۴ ھ ش

صباح الدین عبدالرحمن ، سید ، بزم صوفیہ ، اعظم گڑھ ، مطبع معارف ، ۱۹۷۶ء

صدیق بن حسن قنوجی ، علامہ ، ابجد العلوم ، لاہور ، مکتبہ قدوسیہ ، الجزء الثالث

صلاح الدین بن ایبک الصفدی ، الوافی بالوفیات ، جلد ۳ ، طہران ، انتشارات جہان ، س ۔ ن

ضیا لکھنوی ، اقبال اللہ سے پہلے ، لاہور ، اقبال اکادمی ، اکتوبر ۱۹۸۲ء

طارق مسعود (مرتب) ، نوادرات اقبال ، لاہور ، مجلس نگر ، ۱۹۸۲ء

طاہر تونسوی (مرتب) عظیم شخصیات ، لاہور ، تخلیق مرکز ، ۱۹۷۹

طفیل ہاشمی ، پروفیسر ، مسلمانوں کے سائنسی کارنامے ، لاہور ، مکتبہ گلیکس ، نومبر ۱۹۸۳ء

ظہوری ، ملا نورالدین ، دیوان ظہوری ، مطبع نول کشور ، س ۔ ن

عابد علی عابد ، سید ، تلمیحات اقبال ، لاہور ، بزم اقبال ، ۱۹۵۹ء

عاشق حسین بٹالوی ، اقبال کے آخری دو سال ، کراچی ، اقبال اکادمی ، ۱۹۶۱ء

عبدالجبار شاکر، پروفیسر، قاموس الاقبال، جلد اول و دوم، ادارہ قرآن انٹرنیشنل اینڈ سائنٹفک ریسرچ ایجوکیشن لاہور، ۱۹۸۱ء

عبدالحق، مولوی، قاموس الکتب، جلد اول، کراچی، انجمن ترقی اردو، جون ۱۹۶۱ء

عبدالحسین زرین کوب، با کاروان حلہ (ترجمہ: ڈاکٹر میر نور الحسن خان، ڈاکٹر کلثوم فاطمہ سید) اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی، ۱۹۸۵ء

عبدالحکیم، خلیفہ، فکر اقبال، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۵۷ء

عبدالرحمٰن خان منشی، سیرت اشرف، جلد اول و دوم، لاہور، شیخ اکیڈمی، فروری ۱۹۷۷ء، اکتوبر ۱۹۷۹ء

عبدالرحیم خواجہ (مرتب)، شاہدات یوم اقبال (۱۹۵۲ء) لاہور، مرکزیہ مجلس اقبال، ۱۹۵۵ء

عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، وے صورتیں الٰہی، لاہور، قومی کتب خانہ، دسمبر ۱۹۷۹ء

عبدالماجد دریابادی، آپ بیتی، کراچی، مجلس نشریات اسلام، اکتوبر ۱۹۸۲ء

" " ، تصوف اسلام، لاہور، المعارف، ۱۳۹۳ھ

" " ، معاصرین، کراچی، مجلس نشریات اسلام، س۔ن

عبدالواحد معینی، سید (مرتب)، باقیات اقبال، کراچی، مجلس اقبال، بار اول، ۱۹۵۱ء

عبدالواحد معینی، سید و محمد عبداللہ قریشی (مرتبین) باقیات اقبال، بار سوم، لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۷۸ء

" " " مقالات اقبال، لاہور، شیخ محمد اشرف، مئی ۱۹۶۳ء

" " " " آئینہ ادب، ۱۹۸۳ء

عبدالوحید، ڈاکٹر، جدید شعرائے اردو، لاہور، فیروز سنز، س۔ن

عبداللہ ملک، پنجاب کی سیاسی تحریکیں، لاہور، نگارشات، یکم جنوری ۱۹۷۱ء

عبداللہ بٹ (مرتب)، مقالات شاہ اسمٰعیل شہید، لاہور، قومی کتب خانہ، ۱۹۵۵ء

" " سلطان ٹیپو، لاہور، قومی کتب خانہ، اگست ۱۹۷۶ء

عرفی شیرازی، سید محمد جمال الدین، کلیات اشعار مولانا عرفی شیرازی، بکوشش جواہری وجدی، کتابخانہ سنائی، س۔ن

عشرت حسین نسیم، حیات اکبر الٰہ آبادی، کراچی، بزم اکبر، س۔ن

عطیہ بیگم، اقبال (ترجمہ: ضیاء الدین احمد برنی) کراچی، اقبال اکادمی، ۱۹۵۶ء
" " (" عبدالعزیز خالد) لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۶۵ء

علی اکبر دہخدا، لغت نامہ (زیر نظر: دکتر محمد معین) تہران
" ، امثال و حکم، انتشارات امیر کبیر، ۱۳۱۰ھ ش

علی قاری، الموضوعات الکبریٰ (تحقیق: محمد الصباغ) سانگلہ ہل، المکتبۃ الاثریہ، س ن

" ، المصنوع فی احادیث الموضوع، لاہور، مطبع محمدی، س ن

عنایت اللہ نسیم سوہدروی، [illegible]، لاہور، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، نومبر ۱۹۸۲ء

العینی، بدرالدین محمد محمود بن احمد، شرح صحیح بخاری، ج ۱۹-۲۰، بیروت، س ن

غالب، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالب، لاہور، مکتبہ جدید، ۱۹۶۰ء

" " ، کلیات غالب فارسی (مرتب: مولانا غلام رسول مہر) لاہور، شیخ مبارک علی، ۱۹۶۵ء

غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، یورپ پر اسلام کے احسانات، لاہور، شیخ غلام علی، س ن

غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، اقبال کا ذہنی ارتقاء، لاہور، مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۸ء

" " ، ظفر علی خان ادیب و شاعر، لاہور، مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۶۷ء

غلام حسین قادری، مولانا شاہ، محمد جعفر ندوی، مولانا شاہ (مرتبین)، شمس المعارف، کراچی، ورثہ علوم اسلامیہ، ۱۹۶۹ء

غلام یعقوب نیرنگ، میر، کلام نیرنگ (مرتب: ڈاکٹر معین الدین عقیل) کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۳ء

غلام رسول مہر، تبرکات آزاد، لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۵۹ء

غلام رسول مہر و صادق علی دلاوری (مرتبین) سرود رفتہ، لاہور، کتاب منزل، ۱۹۵۹ء

غلام علی آزاد بلگرامی، میر، ماثر الکرام (ترجمہ و حواشی: مولانا شاہ رحیان فاخر) کراچی، ادارۃ المصنفین، ۱۹۸۳ء

فاروق اختر نجیب، تحریک آزادی اور دستور پاکستان، لاہور، علمی کتاب خانہ، فروری ۱۹۷۲

فضل الٰہی عارف، فرہنگ کاروان، لاہور، مکتبہ کاروان، س ن

فروزانفر، بدیع الزمان، احادیث مثنوی، تہران، انتشارات دانشگاہ تہران، ۱۳۳۴ ش

فیروز سنز، اردو انسائیکلوپیڈیا، لاہور، فیروز سنز، طبع ثانی

فیض احمد فیض، میزان، ناشرین، ۱۹۶۳ء

قاسم محمود، سید، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، کراچی، مکتبہ شاہکار، س ن

قدوسی، اعجاز الحق، اقبال اور علمائے پاک و ہند، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء

" " ، اقبال کے محبوب صوفیہ، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۸۲

کمال الدین مسعود خجندی، دیوان (باہتمام عزیز دولت آبادی) تبریز، کتابفروشی تہران، ۱۳۳۷ ھ

گرامی، مولانا شیخ غلام قادر، دیوان گرامی، لاہور، شیخ مبارک علی، طبع اول، س ن

" " ، رباعیات گرامی، لاہور، شیخ مبارک علی، س ن

گل حسن شاہ، تذکرۂ غوثیہ، لاہور، سید آدم جی عبداللہ جالندھری، س ن

گوہر نوشاہی (مرتب)، مطالعہ اقبال، لاہور، بزم اقبال، جون ۱۹۷۱ء

لطیف محمد خان شروانی (مرتب)، حرف اقبال، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اگست ۱۹۸۲ء

لنگر، ولیم۔ ایل، انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم، جلد اول، قسم اول (ترجمہ غلام رسول مہر)، لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۵۹ء

* ماہیار نوابی، دکتر، کتاب شناسی ایران، انتشارات بنیاد فرہنگ ایران، ۱۳۵۰ ھ ش

مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی (ترجمہ: مولانا محمد سعید)، دفتر دوم، کراچی، مدینہ پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۱ء

محمد احمد خان، اقبال کا سیاسی کارنامہ، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء

محمد ادریس کاندھلوی، مسک الختام فی ختم النبوۃ علیٰ سید الانامؐ، ملتان، مکتبہ صدیقیہ، ۱۳۷۱ھ

محمد افضل سرخوش، کلمات الشعراء (ترتیب و ترجمہ: رفیق دہلوی)، لاہور، شیخ مبارک علی، ۱۹۴۲ء

محمد اسلم جیراجپوری، مولانا، حیات حافظ، علی گڑھ، مطبع منشی عام، ۱۳۳۹ھ

محمد اقبال، علامہ، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (ترجمہ: سید نذیر نیازی)، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۵۸ء

" ، فلسفہ عجم (ترجمہ: میر حسن الدین)، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۹ء

" ، شذرات فکر اقبال (ترجمہ: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی)، لاہور، مجلس ترقی ادب، دسمبر ۱۹۷۳ء

" ، کلیات اقبال، اردو، لاہور، شیخ غلام علی، مارچ ۱۹۸۲ء

" ، " ، فارسی، " " ، ستمبر ۱۹۸۱ء

محمد اکرم خان، گرو سید اللہ جاوید، [illegible]، انجمن اسلامیہ، ۱۹۶۱ء

محمد اکرام شیخ، آب کوثر، لاہور، فیروز سنز، ۱۹۵۸ء

" رود کوثر " " "

" موج کوثر " " "

" یادگار شبلی " ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۱ء

محمد الیاس برنی، پروفیسر، قادیانی مذہب، لاہور، شیخ محمد اشرف، بار پنجم، س۔ن

محمد امین زبیری، خد و خال اقبال، کراچی، ۱۹۸۶ء

محمد انور حارث (مرتب)، رخت سفر، لاہور، تاج کمپنی، جنوری ۱۹۵۲ء

محمد ایوب قادری، ڈاکٹر، کاروان رفتہ، کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۳ء

" ، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، کراچی، ادارۂ تحقیق و تصنیف، ۱۹۶۳ء

* [illegible]

محمد تقی امینی ، احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت ، لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، جنوری ۱۹۸۲ء

" " ، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ، لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، س - ن

محمد تقی دانش پژوہ (مرتب) ، روزبہان نامہ ، تہران ، ۱۹۶۸ء

محمد تقی میر ، ڈاکٹر ، احوال و آثار شیخ روزبہان ، شیراز ، ۱۹۷۵ء

محمد حنیف شاہد ، اقبال اور انجمن حمایت اسلام ، لاہور ، کتب خانہ انجمن حمایت اسلام ، جولائی ۱۹۷۶ء

" ، اقبال اور پنجاب کونسل ، لاہور ، مکتبہ زریں ، ۱۹۷۷ء

" ، اقبال چوہدری محمد حسین کی نظر میں ، لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، ۱۹۷۵ء

" ، مفکر پاکستان ، لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، ۱۹۸۲

" ، نذر اقبال ، لاہور ، بزم اقبال ، اگست ۱۹۷۲ء

محمد ریاض تاثیر ، ڈاکٹر ، مقالات تاثیر (مرتب : ممتاز اختر مرزا) لاہور ، مجلس ترقی ادب ، جون ۱۹۶۸ء

" ، اقبال کا فکر و فن (مرتب : افضل حق قرشی) لاہور ، گلوب پبلی کیشنز ، ۱۹۷۷ء

" ، عزیزم محمد اسلام (مرتب : محمود نظامی) ، لاہور ، ادارہ فروغ اردو ، س - ن

محمد رحیم بخش دہلوی ، مولانا ، حیات ولی ، لاہور ، المکتبۃ السلفیہ ، ۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء

محمد رفیق افضل ، گفتار اقبال ، لاہور ، ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب ، جنوری ۱۹۶۹ء

محمد ریاض ، ڈاکٹر ، اقبال اور فارسی شعرا ، لاہور ، اقبال اکادمی ، ۱۹۷۷ء

" ، اقبال اور احوال حلاج ، لاہور ، اسلامک بک فاؤنڈیشن ، ۱۹۷۷ء

" ، کتاب شناسی اقبال ، اسلام آباد ، مرکز تحقیقات فارسی ، ۱۹۸۶ء

محمد زکریا ، ڈاکٹر ، اکبر الہ آبادی تحقیقی و تنقیدی مطالعہ ، لاہور ، مجلس ترقی ادب ، مئی ۱۹۸۰ء

محمد صادق صدیقی ، آثار تحریک پاکستان ، گجرات ، مکتبہ رضویہ ، ۱۹۷۶ء

محمد صدیق خان شبلی ، ڈاکٹر ، اشاریہ کلام اقبال (اردو) ، فیصل آباد ، کتاب مرکز ، ۱۹۷۷ء

محمد صدیق خان شبلی ، ڈاکٹر و محمد ریاض ، ڈاکٹر ، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ ، لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، نومبر ۱۹۷۷ء

" " ، کشف الابیات اقبال ، اسلام آباد ، مرکز تحقیقات فارسی ، ۱۹۷۷ء

محمد عبد الغنی ، پروفیسر شاہ ، قرآنی لمحات اور اقبال ، لاہور ، فیروز سنز ، ۱۹۶۱ء

محمد عبد اللہ چغتائی ، ڈاکٹر ، اقبال کی صحبت میں ، لاہور ، مجلس ترقی ادب ، ۱۹۷۷ء

" " ، روایات اقبال ، " " نومبر ۱۹۷۷ء

محمد عبداللہ، ڈاکٹر سید، متعلقات خطبات اقبال، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء

محمد عبداللہ قریشی، حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۸۲ء

،، ، روح مکاتیب اقبال، لاہور، اقبال اکادمی، نومبر ۱۹۷۷ء

،، ، معاصرین اقبال کی نظر میں، لاہور، مجلس ترقی ادب، نومبر ۱۹۷۷ء

محمد عبداللہ ملک، تاریخ پاک و ہند، لاہور، قریشی برادرز، ۱۹۸۲ء

،، و محمد بشیر احمد، تاریخ پاکستان، لاہور، قریشی برادرز، ۱۹۷۶ء

محمد عبدالغنی شوق سندیلوی، وصیت ہ سخن، الہ آباد، مطبع الانوار پریس، ۱۹۳۶ء

محمد کرد علی، اسلام اور عربی تمدن (ترجمہ: معین الدین احمد ندوی)، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۵۲ء

محمد مصطفیٰ صفوت، سلطان محمد فاتح (ترجمہ: شیخ محمد احمد پانی پتی)، لاہور، مکتبہ جدید، ۱۹۶۱ء

محمد میاں، مولانا، علمائے ہند کا شاندار ماضی جدید، جلد اوّل، دہلی، دلی پرنٹنگ ورکس، س ن

محمد معین، دکتر، فرہنگ فارسی، تہران، انتشارات امیر کبیر، ۱۳۴۵ ھ ش

محمود احمد برکاتی، شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، لاہور، مجلس اشاعت اسلام، ۱۹۷۶ء

محمود شبستری، شیخ، گلشن راز، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی، ۱۹۷۸ء

مشفق خواجہ (مرتب)، اقبال از احمد دین، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۹ء

معین الدین احمد ندوی، شاہ، سیر الصحابہ، مہاجرین، حصہ دوم، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۵۲ء

،، ، تابعین، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۵۶ء

مقبول بیگ بدخشانی، ادب نامہ ایران، لاہور، یونیورسٹی بک ایجنسی، بار دوم، س ن

ناسخ، امام بخش، کلیات، مطبع سلطانی، س ن

نثار احمد علوی، شب چراغ، کراچی، گلوری اکیڈمی، مارچ ۱۹۸۲ء

نجم الدین سیہاروی، مولانا، سیرت الشیخ، لاہور، دارالاشاعت پنجاب، ۱۸۹۹ء

نجیب العقیقی، المستشرقون، الجزء الثانی، قاہرہ، دارالمعارف، ۱۹۶۵ء

نذیر نیازی، سید، اقبال کے حضور، نشستیں اور گفتگوئیں (ایک بیاض یادداشت) جزو اول، ۱۹۳۸ء

،، ، دانائے راز، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۷۹ء

،، ، اقبال کا مطالعہ [illegible]، لاہور، کتاب خانہ پنجاب، ۱۹۴۱ء

نصیر الدین ہاشمی ، دکن میں اردو ، اشاعت ششم ، ۱۹۶۳

نظر حیدر آبادی ، اقبال اور حیدر آباد (دکن) ، کراچی ، اقبال اکادمی ، اپریل ۱۹۶۳ء

نظیری نیشاپوری ، کلیات نظیری ، منشی نول کشور ، ۱۸۷۲ء

" ، دیوان غزلیات ، لاہور ، شیخ مبارک علی ، ۱۹۲۸ء

نفیس الدین احمد ، لسبی ، دانشمندان جالندھر ، لاہور ، سندرداس روڈ ، گیانی بُک ، ۱۹۶۳ء

نیکلسون ، کشف الابیات مثنوی ، به کوشش دکتر محمد جواد شریعت ، اصفهان ، انتشارات کمال ، ۱۳۶۳ ھ ش

واحدی ملا ، سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی ، نئی دہلی ، درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ، دسمبر ۱۹۵۷ء

وحشت کلکتوی ، ترانۂ وحشت ، لاہور ، مکتبہ جدید ، ۱۹۶۱ء

وحید قریشی ، ڈاکٹر ، منتخب مقالات اقبال ریویو ، لاہور ، اقبال اکادمی ، مارچ ۱۹۸۳ء

وحید الدین فقیر سید ، روزگار فقیر ، حصہ اول ، کراچی ، لائن آرٹ پریس ، مارچ ۱۹۶۵ء

" " " دوم " " ، نومبر ۱۹۶۴ء

وحید الزمان مقدمہ ، لغات الحدیث ، جلد سوم ، کراچی ، نور محمد اصح المطابع ، س-ن

وزیر الحسن عابدی (مرتب) یادداشتہای مولوی محمد شفیع ، جلد اول ، راجع بہ تیمور و عہد وی ، لاہور ، مجلس ترقی ادب ، س-ن

وفا راشدی ، بنگال میں اردو ، حیدر آباد ، مکتبہ اشاعت اردو ، جنوری ۱۹۵۴ء

وقار عظیم سید (مرتب) اقبال معاصرین کی نظر میں ، لاہور ، مجلس ترقی ادب ، دسمبر ۱۹۷۳ء

ولی اللہ دہلوی شاہ ، حجۃ اللہ البالغہ (ترجمہ عبدالحق حقانی) ، کراچی ، نور محمد اصح المطابع ، س-ن ، ۱۹۸۱ء

یعقوب توفیقی (مرتب) ، مقالات یوم اقبال ، کراچی ، اقبال کونسل ، اپریل ۱۹۶۸ء

یوسف سلیم چشتی ، پروفیسر ، مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال مرحوم ، رحیم یار خان ، جمعیۃ الطلباء اسلام ، س-ن

" " ، تاریخ تصوف ، لاہور ، علماء اکیڈمی ، ۱۹۷۶ء

(ب) انگریزی کتب

Abdul Majid Darya Abadi, The Psychology of Leadership, London, T. Fisher & Unwin, 1915

Academic American Encyclopedia, New Jersey, Arete Publishing Co.

Amir Ali, S., A Short History of Saracens, National Book Foundation, 1975

Attiya Begum, Iqbal, Lahore, Aina-i-Adab, 1969

Bacon's Essays Edited by A.S. West, Cambridge, 1916

Beale, T.W. An Oriental Biographical Dictionary, Lahore, Sind Sagar Academy

Brown, E.G., A Literary History of Persia, I & IV vol, Cambridge

Buckland, C.E., Dictionary of Indian Biography, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 1985

Carlyle, T., Past and Present, London, World Book Co, 1911

Dar, B.A., Letters and writings of Iqbal, Karachi, Iqbal Academy, 1967

Dar, B.A., Letters of Iqbal, Lahore, Iqbal Academy, 1978

De Lacy O'Leary, How Greek Sciences Passed to the Arabs, London Routledge & Kegan Paul Ltd, 1964

Doris Ahmad, Iqbal As I knew him, Lahore, Iqbal Academy, 1986

Emile Legouis, A Short History of English Literature, London Oxford University Press, 1965

Encyclopedia Americana, International Edition, 1986

Encyclopaedia Britannica, 1953

Lawrence H. Dawson, The Nuttall Encyclopaedia, London, Frederick Warne & Co., 1938

Muhammad Iqbal, Stray Reflections (Edited by Dr. Javed Iqbal, Lahore, Sh. Ghulam Ali & Sons, 1961

Muhammad Siddiq, Descriptive Catalogue of Allama Iqbal's Personal Library, Lahore, Iqbal Academy, 1983

Rahim Bakhsh Shahin, Mementos of Iqbal, Lahore, All Pakistan Islamic Education Congress, 1976

Rajkot, A.B.C. of Indian Politics, Rajkot- kitab ghar, 1964

Riffat Hassan (Ed) The Sword and The Sceptre, Lahore, Iqbal Academy, 1977

Rushbrook, W. Great Men of India, The Home Library Club

Vahid, S.A., Thoughts and Reflections of Iqbal, Lahore, Sh. M. Ashraf, May, 1964

Waheed, K.A., A Bibliography of Iqbal, Karachi, Iqbal Academy, 1965

Waheed-ud-Din, F.S., Iqbal in Pictures, Karachi, Lion Art Press, 1965

(ج) رسائل:

ماہنامہ "ادبی دنیا" لاہور، جنوری ۱۹۶۶ء، نومبر، دسمبر ۱۹۶۶ء

" "الرشید" ساہیوال، دارالعلوم دیوبند نمبر، فروری-مارچ ۱۹۷۶ء

سہ ماہی "اردو نامہ" کراچی، جنوری ۱۹۶۲ء

دوماہی "اسلامی تعلیم" لاہور، مارچ-جون ۱۹۷۷ء

ماہنامہ "المعارف" لاہور، نومبر ۱۹۷۷ء، دسمبر ۱۹۷۸ء، جنوری ۱۹۸۱ء، جون ۱۹۸۲ء

مجلہ "العلم" کراچی، جنوری-مارچ ۱۹۶۹ء، جولائی-ستمبر ۱۹۷۷ء

سہ ماہی "اقبال" لاہور، اپریل ۱۹۵۶ء، جولائی ۱۹۶۶ء، اپریل-جون ۱۹۷۱ء، اپریل-جولائی ۱۹۷۷ء

اپریل ۱۹۷۸، اپریل ۱۹۷۹ء

سہ ماہی "اقبال ریویو" کراچی/لاہور، جنوری ۱۹۶۳ء، جولائی ۱۹۶۶ء، جنوری ۱۹۶۹ء، جنوری ۱۹۷۰ء،

جولائی ۱۹۷۱ء، اپریل-جولائی ۱۹۷۷ء، جولائی-اکتوبر ۱۹۷۷ء، جنوری ۱۹۸۳ء،

جولائی ۱۹۸۲ء

ہفت روزہ "توحید" میرٹھ، ۱۹۱۳ء، مکمل جلد

ماہنامہ "چراغ راہ" کراچی، مارچ ۱۹۵۷ء

ہفت روزہ "خطیب" دہلی، ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۶ء، مکمل جلدیں

مجلہ "دانش" اسلام آباد، دورہ ۱، شمارہ ۱، ۲

مجلہ "روزگار" دانشگاہ تہران، نیویارک، شمارہ ۷

ماہنامہ "زیتون" کراچی، مارچ ۱۹۵۷ء

سہ ماہی "سیارہ" لاہور، جلد ۲۸، شمارہ ۳، ۴

سہ ماہی "صحیفہ" لاہور، اقبال نمبر حصہ اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء، حصہ دوم، نومبر-دسمبر ۱۹۷۷ء،

جنوری، فروری ۱۹۷۸ء، جولائی-اگست ۱۹۸۶ء

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور، اپریل ۱۹۷۵ء

مجلہ "ضیابار" سرگودھا، اقبال نمبر، ۱۹۷۳ء

مجلہ علی گڑھ میگزین، علی گڑھ نمبر ۱۹۵۳-۵۴ء، ۵۵-۱۹۵۴ء، اکبر نمبر، ۱۹۵۰ء

مجلہ "علم کی روشنی" اسلام آباد، شمارہ ۱، ۲

مجلہ "علم و آگہی" کراچی، خصوصی شمارہ (علمی، ادبی اور ثقافتی ادارے) ۷۴-۱۹۷۳ء

" " " (تحریک پاکستان نمبر)

" " " (رئیس امروہوی نمبر)

ماہنامہ "افکار" کراچی، نومبر ۱۹۸۶ء

" "قندیل (ادب سہ ماہی)" راولپنڈی، عرشی نمبر، نومبر/دسمبر ۱۹۸۶ء

" "قومی زبان" کراچی، اگست ۱۹۶۰ء، دسمبر ۱۹۷۷ء

" "معارف" اعظم گڑھ، متعدد شمارے

" "ماہ نو" کراچی/لاہور، متعدد شمارے

" "مخزن" کے متعدد شمارے

" "مہر نیمروز" کراچی، ستمبر ۱۹۶۰ء

"نقوش" لاہور، شخصیات نمبر (۱) ۱۹۵۲ء، شخصیات نمبر (۲) ۱۹۵۶ء

لاہور نمبر، فروری ۱۹۶۲ء

اقبال نمبر، ستمبر ۱۹۷۷ء، دسمبر ۱۹۷۷ء

اقبال نمبر (فکر و خیال) نومبر ۱۹۷۷ء

مکاتیب نمبر (۱)، مکاتیب نمبر (۲)

ماہنامہ "نگار" کراچی، ستمبر ۱۹۸۵ء

" "نوائے ادب" بمبئی، جنوری ۱۹۵۶ء

(د) اخبارات:

روزنامہ "امروز" لاہور، ۲۳ر اپریل ۱۹۴۹ء، ہفت روزہ "آفاق" لاہور، ۲۱ر اپریل ۱۹۶۰ء

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۱ر اپریل ۱۹۶۱ء، ۲۱ر اپریل ۱۹۶۹ء، ۱۱ر جولائی ۱۹۷۶ء

(۵) مکاتیب بنام راقم:

جناب محمد عبداللہ قریشی : ۶ر مارچ ۱۹۸۵ء ، ۲ر اکتوبر ۱۹۸۵ء ، ۲۷ر مارچ ۱۹۸۶ء ، یکم اپریل ۱۹۸۶ء ، ۴ر جون ۱۹۸۶ء ، ۱۵ر جون ۱۹۸۶ء ، ۷ر جولائی ۱۹۸۶ء ، ۱۴ر جولائی ۱۹۸۶ء ، ۲۹ر جولائی ۱۹۸۶ء ، ۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۶ء ، ۸ر جنوری ۱۹۸۷ء ، ۲۸ر مارچ ۱۹۸۷ء

جناب ڈاکٹر معین الدین عقیل : ۱۲ر فروری ۱۹۸۶ء ، ۲۵ر فروری ۱۹۸۶ء ، ۱۹ر اپریل ۱۹۸۶ء ، ۲۳ر جون ۱۹۸۶ء ، ۱۸ر جولائی ۱۹۸۶ء ، ۲۱ر ستمبر ۱۹۸۶ء ، ۱۴ر اکتوبر ۱۹۸۶ء

جناب جسٹس ذکی الدین پال : ۱۵ر جولائی ۱۹۸۶ء ، ۲۷ر جولائی ۱۹۸۶ء ، ۴ر اگست ۱۹۸۶ء ،

جناب نفیس الدین احمد : ۱۶ر دسمبر ۱۹۸۵ء ، ۱۳ر جنوری ۱۹۸۶ء ، ۲۰ر جنوری ۱۹۸۶ء ، ۲۵ر فروری ۱۹۸۶ء ،

جناب خواجہ عابد نظامی : ۲۷ر اپریل ۱۹۸۵ء ، ۱۸ر مارچ ۱۹۸۶ء ، ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۶ء

جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال : ۶ر اکتوبر ۱۹۸۵ء ، ۶ر مئی ۱۹۸۶ء ، ۱۷ر جون ۱۹۸۶ء ، یکم مارچ ۱۹۸۷ء ، ۳۱ر مارچ ۱۹۸۷ء۔

جناب خان روشن خان : ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۵ء ، ۲۰ر جون ۱۹۸۶ء

جناب محمد فرید الحق : ۲ر جنوری ۱۹۸۶ء ، ۸ر دسمبر ۱۹۸۶ء

جناب صابر کلوروی : ۱۳ر مارچ ۱۹۸۶ء ، ۳ر اکتوبر ۱۹۸۶ء

جناب ڈاکٹر نجم الاسلام : متعدد مکاتیب

جناب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی : ۱۹ر دسمبر ۱۹۸۵ء ، ۱۳ر ستمبر ۱۹۸۶ء

جناب ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری : ۱۸ر نومبر ۱۹۸۵ء ، ۹ر جنوری ۱۹۸۷ء

جناب ساجد الرحمٰن صدیقی : ۱۲ر اکتوبر ۱۹۸۶ء ، ۱۶ر دسمبر ۱۹۸۶ء

جناب ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی : ۲۹ر نومبر ۱۹۸۶ء ، ۲۵ر مارچ ۱۹۸۷ء ، ۵ر دسمبر ۱۹۸۶ء ، ۱۹ر دسمبر ۱۹۸۶ء

جناب مولانا شاہ خالد میاں فاخری : ۷ر دسمبر ۱۹۸۶ء

جناب ڈاکٹر نذیر احمد صدیقی : ۵ر فروری ۱۹۸۷ء ، ۵ر مارچ ۱۹۸۷ء